

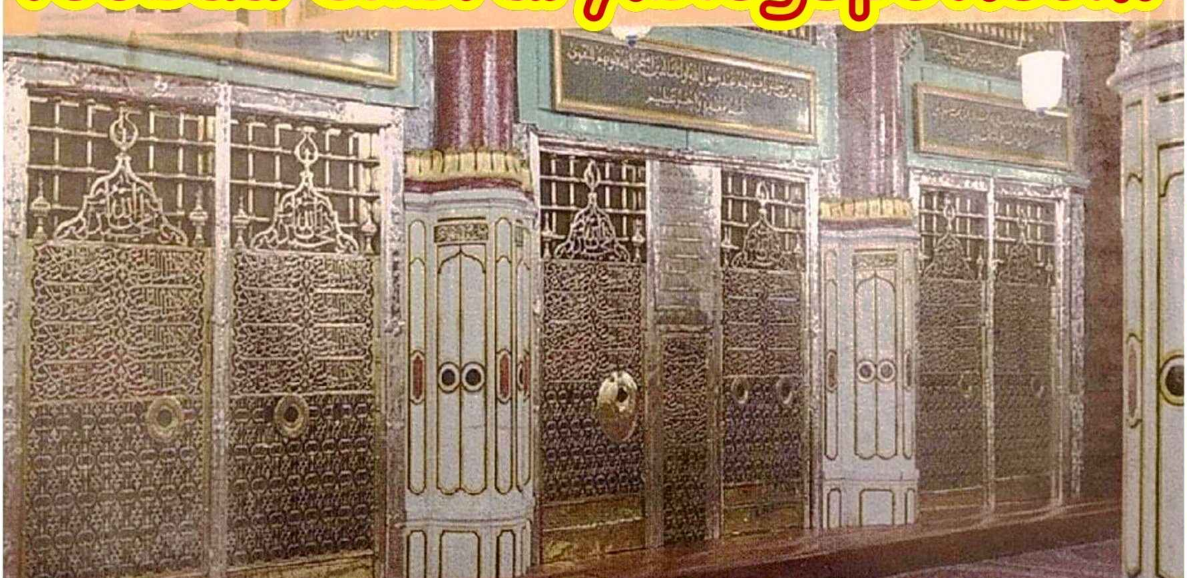
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں

یعنی

ماں کے گود سے قبر تک کی سنتیں



جلد سوم



تالیف

حضرت مولانا مفتی محمد اکرام الدین صاحب پاتوڑدوی

استاذ دار العلوم اشرفیہ، راندیر، سورت

دوسرا ایڈیشن

لقد کا ن لکم فی رسول اللّٰہ اسو ۃ حسنۃ ﴿القران﴾

من تمسک بسنتی عند فسا د امتی فلہ اجر ماء ۃ شہید ﴿الحدیث﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں

یعنی

قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ اور صحابہؓ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ
سلفِ صالحینؒ و بزرگانِ دین کی عملی زندگی کی روشنی میں

(جلد سوم)

﴿تالیف﴾

حضرت مولانا مفتی محمد اکرام الدین (صاحب) پاتورڈوی ثم راندیری
استاذ الحدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر، سورت (گجرات) انڈیا
خلیفہ، مجاز حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

﴿ناشر﴾

مکتبہ فیض فقیہ الامت
دہلہ اسٹریٹ، اشرفیہ اپارٹمنٹ، بلاک نمبر۲، راندیر سورت (گجرات) انڈیا
موبائل نمبر : 09898525130, 09898378997

دوسرا ایڈیشن

کتاب کا نام : رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں جلد سوم

مؤلف کا نام: حضرت مولانا مفتی محمد اکرام الدین (صاحب) پاتوڑوی ثم راندیری

استاذ الحدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر، سورت (گجرات) انڈیا

خلیفہ، مجاز حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

اشاعت اول : ۱۴۲۹ھ م ۲۰۰۸ء ، **اشاعت ثانی** : ۱۴۴۲ھ م ۲۰۲۱ء

تعداد کتب : **ایک ہزار (۱۰۰۰)** **قیمت: ۱۵۰**

ناشر : مکتبہ فیض فقیہ الامت راندیر، سورت (گجرات) انڈیا

کمپیوٹر سیٹنگ : مولانا محمد اسحاق خان اشرفی، ناندورہ، ضلع بلڈانہ، مہاراشٹر

ملنے کے پتے

☆...... مکتبہ فیض فقیہ الامت راندیر سورت (گجرات) انڈیا۔

☆...... مکتبہ صدیق مفتی ابوبکر ڈابھیل سملک (گجرات) انڈیا۔

☆...... دار الکتاب دیوبند (یوپی) انڈیا۔

☆...... مکتبہ فقیہ الامت دیوبند (یوپی) انڈیا۔

☆...... مولانا طلحہ صاحب مکتبہ یحیویہ سہارنپور (یوپی) انڈیا۔

☆...... ڈاکٹر علامہ اقبال بک ڈپو۔ ولی چوک ملکاپور، ضلع بلڈانہ (مہاراشٹر) انڈیا۔

﴿انتساب﴾

بسم اللّٰه اللّٰهم یا مفتح الابواب یا فَتَّاحُ افتح لنا ابواب الخیر والعنایات

بندہ اپنی اس حقیر کوشش کو حبیب کبریا
محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ خاتم النبیین سید المرسلین
شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الف الف مرۃ کے نام منسوب کرتا ہے۔

✦✦✦

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ عشق ومحبت وعقیدت

✦✦✦

اللّٰھم صلّ علٰی محمد وعلٰی اٰل محمد واصحابه وبارك وسلم بعدد کل ذرةٍ

کاش قبول ہو جائے۔

[محمد اکرام الدین]

فہرست

عناوین	صفحات
تقاریظ	۳۴
پیش لفظ	۳۷
باب(۱) اتباع سنت کی اھمیت وضرورت آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں	۴۳
باب(۲) اتباع سنت کی اھمیت وضرورت احادیث صحیحہ کی روشنی میں	۴۶
باب(۳) اتباع سنت کی اھمیت وضرورت صحابۂ کرامؓ اجمعین وتابعین کرامؒ کی عملی زندگی اور ان کے اقوال کی روشنی میں	۶۰
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک خطبہ	۶۱
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فتنۂ ارتداد میں اتباعِ رسول ﷺ	۶۲
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کمالِ اطاعت رسول ﷺ کا سبب	۶۴
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وصیت نامہ	۶۶
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حضرت عمرؓ کو اتباعِ سنت کی تاکید	۶۷
باب(۴) حضرت عمرؓ کا کمالِ اتباع سنت	۶۹
حضرت عمرؓ کا اپنے اتباعِ سنت پر صحابۂ کرامؓ کو نگران بنانا	۷۱
حضرت عمرؓ کی اپنے متعلقین کے اتباعِ سنت پر سخت نگرانی	۷۲
حضرت عمرؓ کا اپنے امراء لشکر کو اطاعتِ رسول ﷺ کی سخت تاکید کرنا	۷۳
حضرت عمرؓ کا اتباعِ سنت اور حب رسول ﷺ	۷۴
حضرت عمرؓ کے دستور العمل کا سب سے زرین صفحہ اتباع سنت تھا	۷۶

مقام ذوالحلیفہ میں آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی حضرت عمرؓ جب وہاں سے گذرتے تھے تو ضرور دو رکعت نماز اتباع سنت میں پڑھتے تھے	۷۷
حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباعِ سنت کے جذبہ سے معمور ہو جائے	۷۷
باب (۵) حضرت عثمانؓ کا اتباعِ سنت	۷۸
باب (۶) حضرت حارث بن نعمانؓ کا اطاعتِ رسول ﷺ	۷۹
باب (۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا شدتِ اتباعِ رسول ﷺ	۷۹
حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی اتباع سنت کے متعلق نصیحت	۸۰
باب (۸) حضرت ابوذر غفاریؓ کا شدتِ اتباع رسول ﷺ	۸۱
باب (۹) حضرت ابودرداءؓ کا اتباعِ سنت	۸۲
حضرت ابودرداءؓ کا اشاعتِ سنتِ رسول ﷺ سے عشق	۸۲
حضرت ابودرداءؓ کا سنتِ نبوی پر عمل کا حال	۸۴
باب (۱۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اتباعِ سنت	۸۵
باب (۱۱) حضرت ابوبصری غفاریؓ کا اتباعِ سنتِ نبوی	۸۵
باب (۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا سنتِ نبوی سے عشق و محبت	۸۶
اتباع سنت میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا حال	۸۷
باب (۱۳) حضرت علیؓ کا اتباعِ سنت	۸۸
باب (۱۴) حضرت سیدنا ابی بن کعبؓ کا ارشاد عالی	۸۹
حضرت ابی ابن کعبؓ کا اتباع سنت کی تلقین کرنا	۹۰
باب (۱۵) حضرت حسینؓ کا اہتمام سنت	۹۰
باب (۱۶) حضرت امام زین العابدینؒ کا اہتمام سنت	۹۲

باب(۱۷)حضرت عثمان خیریؒ کا مرض الموت میں بھی خلاف سنت عمل پر نکیر کرنا	۹۳
باب(۱۸)حضرت حسن بن علیؓ کا سنت رسول کی تاکید کرنا	۹۳
باب(۱۹)بشر بن حارثؒ کا اتباع سنت کے متعلق خواب	۹۴
باب(۲۰)حضرت سعید بن مسیّبؒ کا اتباع سنت	۹۴
حضرت سعید بن مسیّبؒ کا اتباع سنت کے متعلق ارشاد	۹۴
باب(۲۱)حضرت عمران بن حصینؓ کا اتباع سنت کے متعلق ارشاد	۹۵
باب(۲۲)حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا احیاء سنت	۹۵
باب(۲۳)حضرت اویس قرنیؒ کی اتباعِ سنت کے متعلق نصیحت	۹۷
باب(۲۴)حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اتباع سنت	۹۷
امام ابوحنیفہؒ کا سنت رسول کا احیاء اور مجاہدہ وریاضت کی انتہاء	۹۹
باب(۲۵)علامہ ابن تیمیہ کا کمالِ اتباع سنت	۱۰۰
باب(۲۶)شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ کا اتباع سنت	۱۰۱
باب(۲۷)حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا اتباعِ سنت	۱۰۴
آپ کی بے نظیر عزیمت واستقامت	۱۱۰
امام احمد بن حنبل کی پیروئ سنت	۱۱۰
باب(۲۸)امام ابوداؤد کا جذبہ اتباع سنت	۱۱۲
باب(۲۹)علامہ ابن حجر اور اتباع سنت	۱۱۲
باب(۳۰)حضرت مجدد الف ثانیؒ کا اتباع سنت اور متعلقین کو زبردست سنت پر عمل کرنے کی تلقین	۱۱۳
اتباع سنت کے متعلق مجدد الف ثانیؒ کے ارشادات	۱۱۳
اتباع سنت کے متعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تین خاص دعائیں	۱۱۴

ارشادِ ،اتباع سنت سے نورانیت میں زیادتی ہوتی ہے	۱۱۴
دورفساد میں تمسک بالسنہ کی اھمیت	۱۱۴
مردہ سنت کے احیاء کا ثواب	۱۱۹
سوائے اتباع سنت کے اور کوئی آرزو باقی نہیں	۱۲۱
جو پیروی سنت کرے گا وہ حسب حیثیت محبوب ہوگا	۱۲۱
مکتوب بنام حافظ محمود۔۔۔اتباع سنت کے متعلق	۱۲۱
دل کا زنگ دور کرنے کی بہتر چیز اتباعِ سنت حبیب خدا ﷺ ہے	۱۲۲
بلا اتباعِ سنت کے عالم قدس کی طرف پرواز ممکن نہیں	۱۲۲
اگر اتباع سنت نصیب ہوجائے تو بخشش کے لئے کافی ہے	۱۲۲
سب سے اعلیٰ نصیحت یہ ہے سنت کی پیروی کریں	۱۲۲
دوستوں کو سب سے بہترین نصیحت ہے کہ سنت کی پیروی کریں اور بدعات سے اجتناب کریں	۱۲۳
زندگی کے چندروز یاد خدا اور اتباع سنت میں گذاریں	۱۲۳
ہر سنت کو روشن ستارہ جانتا ہوں	۱۲۳
دو پہر کا سنت کے مطابق قیلولہ کروڑ شب بیداری سے افضل ہے	۱۲۴
سب ترقی سید الاولین والآخرین کی تابعداری میں ہے	۱۲۴
اس طریقۂ عالیہ کی بلندی سنت کے احترام بدعت سے اجتناب پر ہے	۱۲۵
سنت کی پیروی صدقین کی دلی آرزو ہوتی ہے	۱۲۵
امام مہدی بھی اپنی سلطنت میں مردہ سنت کو زندہ کرینگے	۱۲۵
مدارج اتباع سنت	۱۲۶
باب(۳۱)اتباع سنت کے متعلق سید کبیر احمد رفاعی کے ارشادات	۱۳۳

باب (۳۲) خواجہ معصوم نقشبندی سرہندیؒ کا اتباعِ سنت	۱۳۵
تنویر باطن کے لئے اتباع سنت ضروری ہے	۱۳۶
اتباع سنت کی اہمیت اکابرین امت کی نظر میں	۱۳۷
باب (۳۳) حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کا اتباعِ سنت	۱۳۸
اتباع سنت کا ثمرہ جلد وصول الی اللہ ہے	۱۳۸
خلافِ سنت واردات قابلِ عمل نہیں	۱۳۸
کھانے میں سب کے ساتھ اٹھنا سنت ہے	۱۳۹
نماز سنت کے مطابق پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے	۱۳۹
خلافِ سنت امور پر غصہ	۱۴۰
حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کا ارشاد- اتباع سنت میں ہر امر میں اعتدال ہے	۱۴۱
باب (۳۴) حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کا اتباع سنت	۱۴۱
اتباع سنت کا درجہ	۱۴۲
اتباع کے معنی	۱۴۲
اتباع شریعت کی تاثیر	۱۴۲
اذکار واوراد میں حدیث کی پیروی	۱۴۳
ماثورہ دعائیں	۱۴۴
اتباع سنت کا مفہوم	۱۴۴
درود شریف کی اہمیت	۱۴۴
فنافی الرسول کا مطلب	۱۴۴
اتباع سنت کا اہتمام اور درس حدیث	۱۴۵

غایت اتباعِ سنت	۱۴۵
علماء دیوبند وسہارنپور واکابرین تبلیغ کا اتباع سنت	۱۴۵
باب (۳۵) بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کا اتباعِ سنت	۱۴۵
تین دن سے زیادہ روپوش ہونا سنت سے ثابت نہیں	۱۴۶
باب (۳۶) حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کا اتباعِ سنت	۱۴۷
پوری زندگی میں کوئی ادنیٰ سا فعل بھی خلافِ سنت سرزد نہیں ہوا	۱۴۷
عمل بالسنہ حضرت کے لئے امرِ طبعی ہوگیا تھا	۱۴۷
نئے پھل کی سنت پر عمل	۱۴۸
مالٹا کی جیل میں ایک سنت پر عمل	۱۴۸
سرکہ کی سنت پر عمل	۱۴۸
اپنی چاروں لڑکیوں کا نکاح مطابق سنت مکمل سادگی کے ساتھ کرایا	۱۴۹
وفات کے بعد ایک مخلص خادم کا خواب	۱۴۹
بخار کے علاج میں سنت پر عمل	۱۵۰
حضرت شیخ الہندؒ کا جذبۂ اتباع سنت	۱۵۰
رمضان المبارک میں تراویح کے بعد کی سنت پر عمل	۱۵۱
باب (۳۷) امام ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا اتباع سنت	۱۵۱
امام ربانی کے کمال اتباع سنت پر واردین کا تحیر وتعجب	۱۵۱
امام ربانی کی مردہ سنتوں کے احیاء کی بے نظیر طلب وسعی	۱۵۲
خلافِ سنت سلام کرنے پر امام ربانی کا غصہ	۱۵۳
مسجد سے نکلنے کی دو سنتوں پر تعجب خیز عمل	۱۵۳

۱۵۴	اللہ کی رضا جوئی سنتِ نبویہ کے اتباع کامل پر موقوف ہے
۱۵۶	سنتِ مصطفویہ نے آپ کا ہر پہلو اور بدن کا ہر جوڑ جکڑ لیا تھا
۱۵۷	امام ربانیؒ نے چھوٹی سی چھوٹی سنت کے اقتداء پر اتنی زبردست پیش قدمی کی اس کی مثال سننے کو نہیں ملتی
۱۵۸	آپ ﷺ کی سنت پر کمالِ استقامت
۱۶۴	سنت کے طلب گاروں کے لئے امام ربانی کا وجود ہزار ہا سوالات کا جواب تھا
۱۶۵	آپ نے کسی وقت ذرہ برابر اتباعِ سنت نبویہ ﷺ سے قدم باہر نہیں رکھا
۱۶۶	آپ پر غلبۂ اتباعِ سنت عشق کے درجہ پر پہنچا ہوا تھا
۱۶۸	سنت کی محبت میں ایسے فنا تھے کہ اپنے نفس کی باگ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیدی تھی
۱۷۰	اتباع سنت اصل عبادت ہے
۱۷۳	آپ کی مجلس مبارک نمونۂ محفلِ رسول ﷺ تھی
۱۷۴	سنتوں کی اشاعت کی محنت سے آپ بہت خوش ہوتے تھے
۱۷۵	مردہ سنتوں کے زندہ کرنے کی آپ کو بہت ہی زیادہ تمنا وطلب تھی
۱۷۵	امام ربانی کی ہر ادا اتباعِ سنت کی تعلیم دیتی تھی
۱۷۶	اثرِ صحبت
۱۷۷	باب (۳۸) حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کا اتباع سنت
۱۷۷	حضرت تھانویؒ کے اتباعِ سنت کے متعلق افادات
۱۷۹	ھدیہ مسنونہ کی اقسام
۱۷۹	دین کی حفاظت بلا اتباعِ سنت نہیں ہوسکتی
۱۷۹	نقشبندی تو متبع سنت مشہور ہی ہیں مگر اصول کے اعتبار سے ان سے زیادہ چشتیہ متبع سنت ہیں

جو شخص اتباعِ سنت کا پابند ہو گویا اس نے سب کچھ حاصل کر لیا	۱۸۱
حضرت عثمان ہارونیؒ نے خلافِ سنت بیس برس کی نمازیں لوٹائی	۱۸۲
آج کل کی جو تہذیب ہے وہ بالکل خلافِ سنت ہے	۱۸۲
حضرت تھانویؒ کا ایک سنت پر عمل	۱۸۳
حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں بہت جلد نفع شروع ہو جاتا ہے اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ان کے یہاں اتباعِ سنت کا بہت ہی اہتمام ہے	۱۸۳
حضرت تھانویؒ کا بچوں کے ساتھ کی سنت پر عمل	۱۸۴
اتباع سنت بڑی دولت ہے	۱۸۴
بیماری کا علاج کرنا مسنون ہے	۱۸۴
باب (۳۹) حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا اتباعِ سنت	۱۸۵
جوتا پہننے کی سنت پر عمل	۱۸۶
بلندی پر چڑھنے کی سنت پر عمل	۱۸۶
نشست و برخاست کی سنت پر عمل	۱۸۷
جمائی کی سنت پر عمل	۱۸۷
تعظیماً قیام سے متعلق واقعہ	۱۸۸
تکلم کی سنت پر عمل	۱۸۸
تدریس کی تقریر میں سنت پر عمل	۱۸۹
لباس میں سنت رسول ﷺ پر عمل	۱۸۹
سلف صالحین کا طرز عمل	۱۹۰
موزے کی سنت پر عمل	۱۹۰

مزاح کی سنت پر حضرت کا عمل	۱۹۰
مزاح کا واقعہ	۱۹۱
سفید لباس	۱۹۱
حضرت حسین احمد مدنیؒ اپنے کردار کے آئینے میں	۱۹۱
مسجد میں داخل ہونے کی سنت پر حضرت مدنی کا عمل	۱۹۲
ملاقاتی کے ساتھ پیش آنے کی سنت پر عمل	۱۹۳
حضرت مدنیؒ کا مہمانوں کے ساتھ کی سنتوں پر عمل	۱۹۳
مجلس میں آمد کی سنت پر عمل	۱۹۴
خلافِ سنت امر پر سخت ناگواری کا اظہار فرماتے تھے	۱۹۴
سائل کو بغیر کچھ دیئے واپس نہ کرنے کی سنت پر عمل	۱۹۴
اتباع سنت کا خیال رکھنا یہی کمال ہے	۱۹۶
دینی کام کرنے والوں کے لئے سننِ نبویہ کا شیدائی ہونا ضروری ہے	۱۹۶
حضرت مدنیؒ نماز ایسی پڑھتے تھے جیسے رسول ﷺ کی نماز ہوتی تھی	۱۹۶
حضرت مدنیؒ نے دارالعلوم دیوبند کے احاطہ میں کیکر کا درخت لگایا تھا	۱۹۸
حضرت مدنیؒ نے مرض الوفات میں بھی خلافِ سنت ٹیک لگا کر کھانا تناول نہیں فرمایا	۱۹۹
باب (۴۰) حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کا اتباع سنت	۲۰۱
حضرت مولانا سہارنپوریؒ قدم قدم پر سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی فرماتے تھے	۲۰۱
حضرت سہارنپوریؒ کی نماز بعینہٖ حضور ﷺ کی نماز کی طرح تھی	۲۰۱
جوانی میں ۲۵ سال کی عمر تھی لیکن اتباعِ سنت میں آپ کا درجہ سب سے بلند وممتاز تھا	۲۰۳
معمولی معمولی باتوں میں حضرت سنت نبوی کا اهتمام فرماتے تھے	۲۰۴

حضرت سہارنپوریؒ کی پوری زندگی اتباعِ سنت میں گذری	۲۰۴
حضرت کو عشقِ رسول اور محبت نبوی کا وافر حصہ ملا تھا	۲۰۵
حج بطریقِ سنت ادا فرماتے تھے	۲۰۶
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کا اتباعِ سنت کا اہتمام	۲۰۷
سلام کی سنت کا اہتمام	۲۰۸
حج کی سنتوں کا اہتمام	۲۰۸
سفر وحضر میں بھی آپ مسواک کا بہت اہتمام فرماتے تھے	۲۱۰
حضرت سید احمد شہیدؒ کا سنتوں کے اہتمام کی تلقین کرنا	۲۱۰
باب (۴۱) حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کا اتباع سنت	۲۱۱
اتباع سنت کا راستہ ہی صراط مستقیم اور سیدھا راستہ ہے	۲۱۱
سنت کے مطابق استنجاء کرنا خلافِ سنت نفلیں پڑھنے سے زیادہ افضل ہے	۲۱۲
باب (۴۲) بانی تبلیغ حضرت جی اول حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا اتباع سنت اور سنتِ رسول سے عشق	۲۱۲
حضرت جیؒ نے وفات سے پہلے حضرت مولانا زکریا صاحب کو بلا کر سنت کی اشاعت کی تلقین اور وصیت فرمائی	۲۱۲
مرض الوفات میں بھی دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آ کر اتباع سنت کی غرض سے جماعت سے نماز پڑھتے تھے	۲۱۳
دینی حمیت اور عشقِ سنت مولانا کے خمیر میں تھا	۲۱۶
باب (۴۳) قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا اتباع سنت اور سنتِ رسول ﷺ سے عشق ومحبت ان کی عملی زندگی اور ارشادات کی روشنی میں	۲۱۷

حضرت شیخ زکریا صاحبؒ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اتباع سنت سے پرنور تھا	۲۱۷
حضرت شیخ کی تمام باتیں سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق تھی	۲۱۸
اخلاص اور کمالِ اتباع سنت حضرت شیخ کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی	۲۲۰
اصل چیز اتباعِ سنت ہے جس کو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائے گا	۲۲۲
عمامہ باندھنا سنتِ مستمرہ ہے	۲۲۶
حضرت اقدس کا معمول عمامہ باندھنے میں	۲۲۷
حضرت شیخ اتباع سنت میں اکثر لنگی پہنتے تھے لیکن کبھی کبھی پاجامہ بھی پہنتے تھے	۲۲۸
لباس کے بارے میں مذکور احادیث کے مطابق حضرت شیخ دام مجدھم کا معمول	۲۳۲
خلاف سنت کرتہ فوراً اتروا کر موافق سنت کرتہ منگوا کر پہنا	۲۳۳
خلافِ سنت عمل کرنے پر فوراً روکتے تھے	۲۳۴
اتباعِ سنت کی غرض سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے	۲۳۵
حضور اقدس ﷺ کے اخلاق وعادات کے بیان میں	۲۳۷
لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں حضرت شیخ کا اتباعِ سنت	۲۳۸
مخالفین کے ساتھ اتباعِ سنت میں مسنون برتاؤ	۲۴۲
حضرت شیخ کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو انوار سے منور تھا	۲۴۷
حضرت شیخ سنت کے مقابلہ میں لوگوں کے اعتراض کی پرواہ نہیں کرتے تھے	۲۴۹
اتباع سنت کی غرض سے بعد مغرب کی سنتیں طویل پڑھتے تھے	۲۵۷
اتباع سنت میں رات بھر نماز پڑھنا اور طویل قرأت کرنا	۲۵۹
حضرت شیخ کا صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں دائمی معمول	۲۶۱
روزہ کے متعلق حضرت کا عمل	۲۶۲

حضور ﷺ کی ایک جامع دعاء پر حضرت شیخ کا ۰ ۷ برس عمل رہا	۲۶۳
جمعہ کے دن آخری ساعت کے متعلق حضرت شیخ کا معمول	۲۶۵
جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی سنت پر حضرت شیخ کا عمل	۲۶۶
جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ الم سجدہ اور ہل اتی علی الانسان پڑھنے کی سنت کا اہتمام	۲۶۷
جمعہ کے دن غسل کی سنت پر حضرت کا حالت مرض میں بھی اہتمام تھا	۲۶۸
حضرت شیخ نے ساری عمر مسواک کا بہت ہی اہتمام فرمایا	۲۶۹
حضرت شیخ کا عطر لگانے کی سنت پر عمل	۲۷۰
اذان دینے کی سنت پر حضرت شیخ کا مقامِ حدیبیہ میں عمل	۲۷۲
حضرت شیخ کا تواضع کی سنت پر عمل	۲۷۳
بیماروں کی عیادت کی سنت پر حضرت شیخ کا عمل	۲۷۴
ذرا دل تھام کر پڑھنا اے متبع سنت دوستو!	۲۷۶
بستر اور تکیہ کی سنت پر حضرت شیخ کا عمل	۲۷۸
مندرجہ بالا چاروں احادیث پر حضرت شیخ کا عمل	۲۸۰
شاہ عطاء بخاریؒ نے حضرت شیخ کے مکان کے بارے میں فرمایا	۲۸۲
حضرت شیخ کا اتباعِ سنت میں جو کی روٹی کھانا	۲۸۲
لوکی کھانے کی سنت پر حضرت کا عمل	۲۸۳
چند احادیث کے مطابق حضرت شیخ کا عمل	۲۸۷
حضرت شیخ کے فیضِ صحبت و تربیت کی وجہ سے ہندو پاک حجاز یورپ افریقہ کے بہت سے خدام پوری زندگی کی سنتوں پر عامل ہیں	۲۸۹
حضرت شیخ کا زلفوں اور عمامہ کی سنت پر عمل	۲۹۴

ابتداء بالیمین کی سنت کا اہتمام	۲۹۴
دخولِ مسجد کی سنتوں کا اہتمام	۲۹۵
جمعہ کی سنتوں کا اہتمام	۲۹۶
وقوفِ عرفہ کی ایک سنت پر حضرت کا عمل	۲۹۷
رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی سنت پر عمل	۲۹۷
سرکاردو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضری سے پہلے صدقہ دینے کی سنت پر عمل	۲۹۹
عیدالاضحیٰ کے دن خطبہ سے پہلے کی سنت پر حضرت شیخؒ کا عمل	۲۹۹
نکاح کی سنتوں کا اہتمام	۳۰۰
اتباع سنت کے متعلق حضرت شیخؒ کی وصیت	۳۰۱
عادات میں اتباع سنت کا اصول	۳۰۲
اصل سلوک اتباعِ سنت ہے	۳۰۲
اتباعِ سنت کے متعلق حضرت شیخؒ کی نصیحت اور وصیت	۳۰۲
حضرت شیخؒ کا سحری کھانے میں سنت پر عمل کا اہتمام	۳۰۲
باب (۴۴) حضرت جی ثانی۔مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا اتباعِ سنت	۳۰۳
حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی پوری دعوت وتحریک کی بنیاد ہی اتباعِ سنت پر تھی	۳۰۳
حضرت جی کی زندگی کا محبوب مشغلہ احیاء سنت تھا	۳۰۴
قطب ابدال بننے کا راستہ جہاں خلافِ سنت عمل ہورہا ہو اس کے مقابلہ میں سنت کا رواج دینے کے لئے محنت کرنا	۳۰۴
حضور ﷺ کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی سادگی اور حیاء پر ہے	۳۰۶

حضور پرنور ﷺ کی زندگی کے طریقے زندگی کے ہر شعبے میں زندہ ہونگے تو اسلامی معاشرہ قائم ہوگا	۳۰۷
دنیا کے سارے شعبے سنت کی شکل میں کب زندہ ہونگے	۳۰۸
سنت کے مطابق استنجاء کرنے میں انوارات	۳۰۸
حضور ﷺ کی معاشرت بھی قیامت تک کے لئے ہے	۳۰۸
مغربیت کا توڑ اس عمومی دعوت اور اشاعتِ سنت میں ہے	۳۰۸
حضرت جی کا تہبند اور پائجامہ کی سنت پر عمل	۳۰۹
حضرت جیؒ کا عمامہ کی سنت پر عمل	۳۰۹
حضرت جیؒ کا چمڑے کے تکیہ کی سنت پر عمل	۳۰۹
کھانے میں مسنون سالنوں پر حضرت جی کا عمل	۳۱۰
اوراد و وظائف میں مسنون دعاؤں اور اوراد کا اہتمام	۳۱۰
مہمانی میزبانی سفر و حضر آرام راحت سکوت اور گویائی میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل	۳۱۰
ایک سنت کی اتباع میں میرا سب کچھ خرچ ہو جائے تو میرے لئے یہ سستا سودا ہے	۳۱۱
جاپان کا پادری ایک تبلیغی جماعت کے وضوء کی سنت کا نور دیکھ کر مسلمان ہوگیا	۳۱۱
حضرت جیؒ چھوٹی سے چھوٹی سنت چھوٹ جانے کو خداوند قدوس کے خزائن رحمت سے محرومی کا باعث سمجھتے تھے	۳۱۲
حضور ﷺ کی سنتوں کے مٹنے کا غم آپ کے سینہ کا مستقل ناسور تھا	۳۱۳
گشت کا موضوع یہ ہے کہ سنت کے مطابق زندگی گذارنا آجائے	۳۱۴
حضور ﷺ کے سنت پر زندگی گذار دینے کی وجہ سے اللہ زندگیوں کے حالات کو درست فرمادیں گے	۳۱۴

باب (۴۵) مصلح الامت حضرت اقدس مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کا اتباعِ سنت	۳۱۶
فسادِ امت اور تمسک بالسنہ	۳۱۶
تمسک بالسنہ کا مطلب۔سنت کو ایسا لازم پکڑے کہ چھڑانے سے نہ چھوٹے	۳۱۷
مردہ سنت کے زندہ کرنے کا ثواب	۳۲۳
آج متبعِ سنت عالم کی لوگوں کی نظروں میں کوئی قدر ومنزلت نہیں ہے	۳۲۴
عالمِ دین اور متبع سنت۔لوگوں کے نزدیک اجنبی اور غیر مانوس ہو گئے	۳۲۴
سنت کا ترک ہو جانا یہی فسادِ امت ہے	۳۲۵
اگر شریعت اور سنت کو ترک کر دیا جائے تو کیا ہوگا	۳۲۷
فساد سے تحفظ کا واحد ذریعہ اتباع سنت ہے	۳۳۰
جو ایسے وقت میں سنت کا اتباع کرے گا وہ امت کا بڑا شخص ہوگا	۳۳۰
حقیقت میں متمسک بالسنہ وہ شخص کہلائے گا جس کے عقائد عبادات معاملات معاشرت اخلاق بھی سنت کے مطابق ہو	۳۳۹
آپکے سامنے سنت کا مضمون چھیڑا ہے" تا کہ آپ کو سیدھا راستہ مل جائے	۳۳۹
کھانے سے متعلق سنتیں	۳۴۲
ترکِ سنت پر رنج وغم اختیار کیا جائے تب نفس سنت کی راہ پکڑے گا	۳۴۴
اہل اللہ اپنی بدحالی سے بہت رنج وغم کرتے ہیں تب کہیں جا کر سنت فرض کو پکڑتے ہیں	۳۴۵
صحابۂ کرام سنتوں کا اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ کوئی سنت ان سے ترک نہ ہوتی تھی	۳۴۷
سنتوں کو اختیار کرنے میں نفس سے مجاہدہ کرنا ہوگا اور ان سنتوں کو یاد کرنا ہوگا	۳۴۷
اعمالِ صالحہ کے مراتب اول فرض پھر واجب پھر سنت مؤکدہ پھر مندوب ہے	۳۵۶
حضرت مولانا کا اتباعِ سنت کی وصیت کرنا	۳۵۷

حضرت مولانا کا دستور العمل	۳۵۸
باب(۴۶) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا جذبۂ اتباعِ سنت	۳۵۸
روضۂ اقدس سے آواز آئی کہ جو شخص ہماری سنتوں کا اتباع کرتا ہے وہ ہم سے قریب ہے خواہ بظاہر کتنا ہی دور ہو	۳۵۸
مہمان سے باتیں کرنا سنت ہے	۳۵۹
سنت اور بدعت کی ایک بہت بہترین دلچسپ مثال	۳۶۰
سنتوں کا اتباع ہی انسان کی مکمل اصلاح کا نسخۂ اکسیر اور دنیا وآخرت کی ہر کامیابی کا ضامن ہے	۳۶۲
باب(۴۷) مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحبؒ کا اتباع سنت	۳۶۴
حضرت مولانا سخت بیماری کی حالت میں بھی سنت پر پابندی کا بہت ہی اھتمام فرماتے تھے	۳۶۴
بہت ضعف کے باوجود دو آدمیوں کے سہارے نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے تھے	۳۶۵
فرض نماز سے پہلے کی سنتیں حضرت والا ہمیشہ گھر پر پڑھتے تھے	۳۶۶
حضرت کا مسنون طریقہ پر غسل کرنے کا معمول	۳۶۶
حضرت والا کا سنت کے مطابق نماز کا معمول اور متعلقین کو سخت تاکید	۳۶۷
حضرت مسیح الامت کی کبھی سخت بیماری میں تہجد بھی قضا نہیں ہوئی	۳۶۷
حضرت والا کا روزہ سنت کے مطابق ہوتا تھا	۳۶۸
سونے میں سنت طریقہ کا اھتمام	۳۶۸
حضرت مسیح الامتؒ کے بیٹھنے کا طریقہ	۳۶۸
حضرت مسیح الامت کے چلنے کا طریقہ	۳۶۹
حضرت مسیح الامت اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے	۳۶۹
حضرت مسیح الامت کا اظہارِ معذرت	۳۷۰

باب (۴۸) مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کا اتباعِ سنت	۳۷۱
اتباع سنت کا حرص اپنے دل میں پیدا کرنا چاہیئے	۳۷۲
مولانا عبدالشکور صاحب واقعی سنت نبویہ کے حریص تھے	۳۷۲
امامت مسنون طریقہ پر فرماتے تھے	۳۷۳
حضرت مولانا خلافِ سنت کام پر فوراً ٹوکتے تھے	۳۷۴
امام اہل سنتؒ کی اپنے متوسلین کو اتباعِ سنت کی تلقین	۳۷۵
باب (۴۹) حکیم الاسلام حضرت اقدس قاری محمد طیب صاحبؒ کا اتباعِ سنت	۳۷۶
آپ ﷺ کی ذات عملی قرآن ہے	۳۷۷
آپ ﷺ کی سنتیں ہماری راہنما ہیں	۳۷۷
جو نور حضور ﷺ کی سنتوں میں ہے وہ نور اور برکت تمہارے بنائے ہوئے نمونوں میں نہیں آسکتی	۳۷۸
اگر اتباعِ سنت اور اطاعت نہیں ہے تو دعویٰ محبت باطل ہے	۳۸۱
زندگی کا کوئی گوشہ خالی نہیں جس کا نمونہ عمل آپ ﷺ نے نہ دکھلایا ہو	۳۸۳
عاشق تو وہ ہوتا ہے جو لباس پہنے تو دیکھے کہ میں سنت کے مطابق کر رہا ہوں یا سنت کے خلاف کر رہا ہوں	۳۸۴
نیند کا مسنون طریقہ	۳۸۵
ترک سنت کا وبال	۳۸۸
متبع سنت کی کچھ علامتیں	۳۹۰
اتباع سنت ہی اصل عبدیت ہے	۳۹۰
ایک تو ظواہر سنت کا اتباع کرنا ہے	۳۹۱

مجدد وقت کی علامات۔ اتباع سنت کامل ہو علوم شرعیہ کے اوپر حاوی ہو اس میں تقویٰ اور طہارت کا اہتمام ہو	۳۹۲
خلاف سنت عمل کی ایک عجیب مثال	۳۹۲
بہت سی سنتوں کی اصل کیفیت ہم حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو دیکھ کر سیکھتے تھے	۳۹۵
باب (۵۰) مرشدی ومولائی فقیہ الامت مفتی اعظم ہند حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کا اتباعِ سنت۔	۳۹۵
اتباع سنت میں حضرت مرشدیؒ کو کمالِ فنائیت کا درجہ حاصل تھا	۳۹۶
حضرت اقدس قدس سرہٗ زندگی کے ہر شعبہ میں قدم قدم پر سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی فرماتے تھے	۳۹۷
حضرت کا نماز میں قرأت مسنونہ کا اہتمام	۳۹۸
حضرت والا سنت تو سنت مستحبات کا بھی بہت ہی اہتمام فرماتے تھے	۳۹۹
اوقات مخصوصہ میں مخصوص سورتوں کا اہتمام فرماتے تھے	۳۹۹
مریضوں کی عیادت میں سنتوں کا اہتمام	۴۰۱
عیادت کی ادعیہ مسنونہ	۴۰۴
سلام میں پہل کرنے کی سنت پر حضرت کا عمل	۴۰۶
حضرت والا کی زندگی کا ہر شعبہ اتباع سنت کے نور سے روشن ومنور اور عشقِ نبوی ﷺ سے معمور ومعطر تھا	۴۰۷
صاحبزادی صاحبہ کا نکاح سنت کے مطابق	۴۰۷
داڑھی رکھنے کی سنت سے اظہارِ خوشی	۴۰۸
ترکِ سنت پر تنبیہ	۴۰۹
مخالفتِ سنت پر سخت تنبیہ وسزا	۴۰۹

شدید بیماری کے باوجود نمازِ جمعہ وغسل کی سنت کا اہتمام	۴۱۱
اللہ نے فرمایا ہم کو ایسی زندگی مطلوب ہے جیسی زندگی رسول اللہ ﷺ کی ہے	۴۱۴
باب (۵۱) استاذی شیخ المشائخ قطب زماں حضرت اقدس شیخ محمد رضا اجمیریؒ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت) کا اتباعِ سنت	۴۱۴
سنت رسول سے عشق ہونا چاہئے	۴۱۴
امام بخاریؒ کا اتباع سنت	۴۱۵
امام بخاریؒ کی وفات کے بعد کا ایک خواب	۴۱۵
اتباع سنت اور ایک خواب	۴۱۶
آپ کی جھولی	۴۱۷
وضو اور مسواک کی سنت پر حضرت شیخ کا عمل	۴۱۸
مسجد میں گھر سے وضو کر کے جانے کی سنت پر حضرت کا عمل	۴۱۹
حضرت کا ہمیشہ باوضو رہنے کا معمول	۴۱۹
ایک صاع پانی سے غسل کرنے کی سنت پر عمل	۴۱۹
برطانیہ کے سفر کا واقعہ	۴۲۰
حضرت کا تہجد کی سنت کا اہتمام اور متعلقین کو اس کی تلقین وترغیب	۴۲۰
تہجد میں ایک خاص دعا کا اہتمام	۴۲۰
حضرت نماز تہجد اتباع سنت میں طویل پڑھتے تھے	۴۲۰
حضرت کا سواری پر نوافل پڑھنے کی سنت پر عمل	۴۲۱
مسجد کی ایک سنت کا اہتمام	۴۲۱
خوشبو سے محبت کی سنت پر عمل	۴۲۱

سنت کے متعلق نصیحتیں	۴۲۲
گھر میں عبادت کی جگہ مقرر کرنے کی سنت پر عمل	۴۲۲
امامت کی سنت پر عمل	۴۲۲
عمامہ کی سنت پر عمل	۴۲۳
بالوں کی سنت پر عمل	۴۲۳
مہمانوں کے اعزاز واکرام کرنے کی سنت پر عمل	۴۲۳
مہمان کے ساتھ مشایعت کی سنت پر عمل	۴۲۴
مہمانوں کے متعلق سنتوں کا اہتمام	۴۲۴
حضرت کا مہمان نوازی کی سنت پر عمل	۴۲۴
ھد یہ دینے کی سنت پر عمل	۴۲۵
کھانے کی سنتوں کا اہتمام	۴۲۵
لوکی کھانے کی سنت پر عمل	۴۲۶
کھانے کی ایک اہم سنت پر حضرت کا عمل	۴۲۶
حریرہ اور ثرید کی سنت پر عمل	۴۲۶
عیادت کی سنت پر عمل	۴۲۷
نکاح کی سنتوں کا اہتمام	۴۲۸
لڑکی کا نکاح مسنون طریقہ پر	۴۲۸
دوران سفر اور سفر سے واپسی کی سنتوں کا اہتمام	۴۲۹
دوران سفر بھی جماعت سے نماز پڑھنے کی سنت کا اہتمام	۴۳۰
سفر کی سنت پر عمل	۴۳۰

مسنون دعاوں کا اہتمام	۴۳۰
حضرت کا ایک مسنون دعا کی طرف توجہ دلانا	۴۳۱
دم کرنے میں ادعیہ مسنونہ کا اہتمام	۴۳۱
خلاف سنت عمل کرنے والوں سے سخت نفرت	۴۳۱
سنت پر عمل کرنے کی ترغیب	۴۳۲
حضرت شیخ نرم مزاج تھے لیکن خلاف سنت کاموں میں بہت سخت تھے	۴۳۲
باب (۵۲) کامل متبع سنت عاشقِ رسول ﷺ حضرت اقدس مولانا محمد احمد پرتا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ کا اتباعِ سنت	۴۳۳
عشقِ رسول ﷺ کا ڈنڈورا پیٹا جا رہا ہے مگر اتباع سنت کا دور دور تک پتہ نہیں	۴۳۳
دونوں جہاں کی تمام نعمتیں ایک طرف ہوں اور دوسری طرف اتباع سنت کی نعمت ہو تو یقیناً سعادت اور خوش بختی میں اتباعِ سنت کی نعمت عظیم تر ہے	۴۳۴
جس کو اللہ تعالیٰ سے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت ہو گی اس کو شریعت سے اور سنتِ رسول ﷺ سے ضرور محبت ہو گی	۴۳۴
سنت کے مطابق مسجد میں داخل ہونا نکلنا بطورِ کرامت ہوا میں سو مرتبہ اڑنے سے بہتر ہے	۴۳۵
جب آدمی سنت سے ہٹے گا تو طریقت سے الگ ہو جائے گا	۴۳۵
حضرت والا اتباع شریعت اور التزام سنت کی برابر ترغیب دیتے تھے	۴۳۶
اگر کوئی شخص خلافِ سنت پہاڑ کے برابر بھی عمل کرے تو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں	۴۳۷
اتباع سنت کا اہتمام جملہ امور میں ہونا چاہئے	۴۳۸
قبولیتِ اعمال کے لئے دو شرطیں ہیں (۱) سنت کے مطابق ہو (۲) وہ اللہ ہی کے لئے ہو	۴۳۸

جب آدمی کے دل میں خوفِ خدا آجاتا ہے تو سنت کا اتباع آسان ہو جاتا ہے تو آدمی کا ہر قدم سنت کے مطابق اٹھنے لگتا ہے	۴۳۸
جو دل سے سید عالم کی اتباع کرے وہ مقتدی بھی جہاں کا امام ہو جائے	۴۳۹
سرکار دو عالم کی جو سنت پہ فدا ہیں بس ان کو نظر آئیں گے انوار محمد ﷺ	۴۳۹
میری سنت سے محبت ہے محبت میری یہی فرما گئے ہیں سارے رسولوں کے امام	۴۳۹
جب تک نہ آپ سنتِ نبوی پر مرمٹیں ممکن نہیں کبھی بھی جو مقصود پایئے	۴۴۱
باب (۵۳) مرشد عالم محبوب العارفین حضرت اقدس مولانا پیر غلام حبیب نقشبندی مجددی قدس سرہٗ کا اتباعِ سنت	۴۴۲
آپ پر اتباعِ سنت کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہر چھوٹے بڑے عمل میں سنت نبوی ہی کو پیش نظر رکھتے تھے	۴۴۲
سخت سے سخت مرض میں بھی اتباع سنت کا بہت ہی اھتمام فرماتے تھے	۴۴۲
اگر کسی کو خلاف سنت عمل کرتے دیکھتے تھے تو فوراً تنبیہ فرماتے تھے	۴۴۴
آپ کی ہڈی ہڈی بوٹی بوٹی عشقِ نبوی میں سرشار تھی	۴۴۴
سنتِ نبوی کی پیروی اس محبت سے کرتے تھے جیسے یہی آپ کا مقصدِ حیات ہو	۴۴۵
نبی ﷺ کی زیارت اس وقت ہوگی جب چہرے پر سنت کا نور ہوگا	۴۴۸
نمازِ تہجد کی پابندی	۴۵۰
سر پر تیل لگوانے کا معمول	۴۵۳
سنت فجر اپنے گھر ادا فرماتے تھے	۴۵۴
نمازِ فجر کے لئے نکلتے وقت کی مسنون دعاء کا اھتمام	۴۵۴
سنتِ قیلولہ کا اھتمام	۴۵۵

باب (۵۴) محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب قدس سرہٗ کا اتباعِ سنت ان کی عملی زندگی اور ارشادات کی روشنی میں اور ان کا امت کو سنت کی ترغیب دینا	۴۵۶
اتباع نبوی ﷺ پر انعام خداوندی	۴۵۸
سنت کی محبت اور اس پر انعام	۴۵۹
سنتوں کو اپنے گھر میں خاندا ن میں محلّہ میں بستی میں شہر میں جہاں تک ہو سکے دنیا بھر میں پھیلانے کی کوشش کریں	۴۶۰
حضور ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کے نتیجے میں ایک ایک سنت کی محبت حضرت والا کے قلب وجگر میں پیوست تھی	۴۶۱
طلباء کرام کو اشاعتِ سنت کی نصیحت وترغیب	۴۶۳
دنیا سے آخرت کی طرف سفر طے کرنے میں بھی تین چیزیں مطلوب ہیں سفر راحت کے ساتھ ہو عزت کے ساتھ ہو عجلت کے ساتھ ہو۔ اس شان کے ساتھ سفر آخرت طے ہونے کا واحد ذریعہ اتباع سنت ہے	۴۶۳
حضرت والا کو کوئی کام بھی خلافِ سنت ہرگز ہرگز گوارہ نہ تھا	۴۶۴
حضرت والا کی یہ تڑپ اور خواہش ہوتی تھی کہ سنت کی روشنی اور انوار مساجد اور مدارس سے ہوتے ہوئے گھر گھر پھیل جاویں	۴۶۵
جب سنتوں کے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کا اہتمام ہوگا تو غلط رسم ورواج خود ہی دور ہو جائیں گے	۴۶۵
سنت کا راستہ اسہل اجمل اور اکمل ہے	۴۶۷
حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ ہم ان احمقوں کی وجہ سے نبی کی سنت کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے	۴۶۷
اگر ایک سنت ایک دن میں یاد کرلیں تو ۳۶۰ دن میں ۳۶۰ سنتیں یاد ہو جائیں گی	۴۶۸

غیر متبع سنت ہوا پر اڑنے والا متبع سنت سے افضل نہیں ہوسکتا	۴۶۹
طبعی حاجتیں سنت کے مطابق انجام دی جائے تو سب عبادت بن جاتی ہے	۴۶۹
سنت کے موافق اذان کا اھتمام کیا جائے	۴۷۰
جہاں موقع ملا فوراً مولانا اتباع سنت کی بات کرتے تھے	۴۷۲
حضرت والا ہر کام ہر بات میں اتباعِ سنت کی ترغیب دیتے تھے	۴۷۴
دین میں اصل چیز اتباع سنت ہی ہے	۴۷۵
وہ لوگوں کو اتباع سنت اور دین کے صحیح احکام پر عمل کرنے کی شدت سے تلقین کرتے تھے	۴۷۹
مسلم معاشرہ کی اصلاح صرف سنت نبوی کی پیروی میں ہے	۴۸۲
اللہ کے رسول سے الفت ہے گر تمہیں۔ سنت کی راہ چاہیے پیش نظر تمہیں	۴۸۲
باب (۵۵) مرشدِ وقت حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحبؒ کا اتباع سنت	۴۸۵
جو کام سنت کی نیت سے کروگے اس میں سنت کا اجر وثواب اور سنت کی برکت اور نور شامل ہو جاتا ہے	۴۸۵
ایک عمل میں کئی سنتوں کا ثواب	۴۸۶
باب (۵۶) حبیب الامت عارف باللہ صدیق وقت ۔حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کا اتباع سنت	۴۸۶
حضرت قاری صدیق احمد صاحبؒ کی زندگی میں سنتوں پر عمل بڑا نمایاں تھا	۴۸۶
حضرت کا معمول ہمیشہ سے آخر عشرہ میں اعتکاف کا رہا ہے	۴۸۷
شہِ کونین کی سنت پہ جو عامل نہیں ہوتا۔ وہ کچھ بھی کررہا ہو کچھ اسے حاصل نہیں ہوتا	۴۸۷
خدا شاہد کہ ہم سارے جہاں پر حکمراں ہوتے۔ رسول پاک کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا	۴۸۹
باب (۵۷) عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری امیر حسن صاحب دامت برکاتہم کا اتباع سنت	۴۸۹

ہمارا ہر کام سنت کے مطابق ہونا چاہئے	۴۹۰
بزرگی کا معیار اتباع سنت ہے۔ جو جتنا بڑا عاشقِ سنت ہوگا وہ اتنا ہی بڑا بزرگ ہوگا	۴۹۱
رونے کی سنت آج کل چھوٹ رہی ہے	۴۹۱
ہماری ساری محنتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سنتیں ہمارے معاشرہ میں عام ہوجائیں	۴۹۲
باب (۵۸) مفتی اعظم گجرات حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری ثم راندیریؒ کے اتباع سنت کے متعلق ارشادات	۴۹۳
سنت کی تعریف	۴۹۳
خدارا سنت کی قدر پہچانو۔ حضور اقدس ﷺ کی نورانی سنتوں کو زندہ کرو	۴۹۴
سنت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہے	۴۹۵
اتباعِ سنت کے متعلق ارشاداتِ نبوی ﷺ	۴۹۵
اسلام کے ساتھ سنت پر موت آنے کی بھی دعاء اور تمنا کرو	۴۹۷
وصول الی اللہ کا سب سے اقرب ترین راستہ اتباع سنت کا راستہ ہے	۴۹۸
سنت کو ہلکا سمجھنے کا انجام	۴۹۸
سنت کی اہمیت اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک واقعہ	۴۹۸
جو عمل بھی اتباع سنت کے بغیر کیا جائے وہ باطل ہے	۵۰۰
اتباع سنت اور اتباع شریعت کے متعلق حضرت غوث الاعظم کے فرامین	۵۰۰
سعید بن المسیبؒ نے فرمایا خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھ کو سزا دیں گے	۵۰۵
باب (۵۹) جسٹس حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے اتباع سنت کے متعلق ارشادات وافادات	۵۰۶
اتباع ہو تو ایسی ہو	۵۰۶
میں اپنے آقا کی سنت کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتا	۵۰۷

کیا ان احمقوں کی وجہ سے سنت چھوڑ دوں؟	۵۰۸
کسریٰ کے غرور کو خاک میں ملا دیا	۵۰۹
آج دنیا میں مسلمان ذلیل اس لئے ہے کہ اس نے اپنے نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا	۵۱۰
اگر تم نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی اتباع کر لی تو پھر دیکھو کہ دنیا تمہاری کیسی عزت کرتی ہے	۵۱۱
صاحب ایمان کے لئے اتباع سنت لازم ہے	۵۱۱
آج ہم ایک بات کا جائزہ لیں کہ ہم حضور ﷺ کی کونسی سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ اور کونسی سنت پر عمل نہیں کر رہے ہیں	۵۱۲
ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ کی اپنی پوری زندگی سنت کے مطابق بنانے کی ریاضت و مشق	۵۱۳
اپنے گھر میں سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرنے کا طریقہ	۵۱۳
خلق خدا کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنے کی سنت	۵۱۴
حضور ﷺ کی ساری سنتیں ایسی ہیں کہ ہر سنت پر انسان قربان ہو جائے	۵۱۵
آپ ﷺ کی ساری سنتوں پر عمل ضروری ہے	۵۱۶
رجب کا چاند دیکھکر یہ دعاء کرنا سنت ہے	۵۱۷
باب (۶۰) حضرت مفتی شمس الدین صاحب بڑودویؒ کا اتباع سنت	۵۱۷
باب (۶۱) اتباعِ سنت۔ بزرگانِ دین کے دلچسپ و دل گیر ایمان افروز واقعات کی روشنی میں	۵۱۸
جو شخص جتنا سنت کا اھتمام کرے گا اتنا ہی اس کو قرب الٰہی حاصل ہوگا	۵۱۸
اتباع سنت سے متعلق ایک عجیب و غریب واقعہ	۵۱۹
اتباع سنت کی اھمیت حضرت مجدالف ثانیؒ کی نظر میں	۵۱۹
شیخ عبدالغفار توصیؒ نے توہین سنت کی وجہ سے حقیقی بیٹے کا سر قلم کر دیا	۵۲۰

اتباع سنت پر دیوبند کے ایک بزرگ کا واقعہ	۵۲۰
روضۂ اقدس سے آواز آئی۔ہم سے قریب وہ لوگ ہیں جو ہماری سنت پر عمل کرتے ہیں	۵۲۱
دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے	۵۲۲
حضرت بایزید بسطامیؒ سنت نبوی ﷺ کے اس قدر دلدادہ تھے کہ خربوزہ کھانے کی سنت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے زندگی بھر خربوزہ نہیں کھایا	۵۲۲
ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ کا واقعہ	۵۲۲
ایک صحابیؓ کا شدت سے سنت پر عمل کرنے کا واقعہ	۵۲۳
خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے ہاتف غیبی کی آواز سننے کے بعد یہ طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت موت تک نہیں چھوڑوں گا	۵۲۴
خواجہ فضیل بن عیاض کو حضور ﷺ نے خواب میں فرمایا فضیل تم سے بعید ہے کہ وضوء میں میری سنت چھوڑ دو	۵۲۵
مولانا الیاس صاحبؒ کا واقعہ	۵۲۵
ترک سنت کی وجہ سے شیخ سعدیؒ کو غیبی فرشتے نے آواز دی	۵۲۵
خواجہ اجل شیرازی کا واقعہ	۵۲۶
مسجد میں خلافِ سنت داخل ہونے کی وجہ سے حضرت سفیان ثوریؒ کو سخت غیبی تنبیہ	۵۲۶
حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا واقعہ	۵۲۶
حضرت تھانویؒ کا ایک سنت پر عمل	۵۲۷
اتباع سنت کی اھمیت پر ایک پادری کا واقعہ	۵۲۷
اتباع سنت پر امریکی نوجوان کا واقعہ	۵۲۸
ایک مریض کا سنت پر عمل کا واقعہ	۵۲۸

باب (٦٢) اتباعِ سنت کے متعلق نکات دانش	۵۲۹
سچی بندگی کب حاصل ہوگی	۵۲۹
جو متبع سنت نہیں وہ محبت رسول ﷺ میں جھوٹا ہے	۵۲۹
وارثِ رسول ﷺ وہ ہے جو متبع سنت ہو	۵۲۹
سید کبیر احمد رفاعیؒ کا ملفوظ	۵۲۹
اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ	۵۲۹
مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد	۵۳۰
امام مالکؒ کا ملفوظ	۵۳۰
نبی ﷺ کی سنت نبی کے وفات کے بعد نبی کے قائم مقام ہے	۵۳۰
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا عجیب ملفوظ	۵۳۰
باب (٦٣) اتباع سنت اقوال بزرگان دین کی روشنی میں	۵۳۱
ایک اللہ والے کا ارشاد	۵۳۱
ابو اللیث سمرقندیؒ کا قول	۵۳۱
شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کا ارشاد	۵۳۱
حضرت سفیان ثوریؒ کا قول	۵۳۲
ایک اللہ والے کا دل ہلا دینے والا قول	۵۳۲
حضرت مفتی زین العابدین صاحب کا ارشاد	۵۳۲
حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کا قول	۵۳۲
اتباع سنت پر چار انعام	۵۳۳
حضرت حکیم الامتؒ کا قول	۵۳۳

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول	۵۳۳
اللہ سے ملنے کا قریب ترین راستہ	۵۳۳
حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا قول	۵۳۴
حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ کا قول	۵۳۵
ایک بہترین ملفوظ	۵۳۶
سید احمد کبیر رفاعیؒ کا ملفوظ	۵۳۶
حضرت خواجہ معصومؒ کا قول	۵۳۶
حضرت جنید بغدادی کا قول	۵۳۶
شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کا قول	۵۳۷
حضرت خواجہ نظام الدینؒ کا قول	۵۳۷
حضرت حسن بن علیؓ کا قول	۵۳۷
امام رازیؒ کا ارشاد	۵۳۷
حضرت حاتم زاہدؒ کا قول	۵۳۸
شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کا قول	۵۳۸
حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کا قول	۵۳۹
اتباعِ سنت کی اہمیت پر مفتی تقی عثمانی کا ملفوظ	۵۳۹
اتباع سنت کی خاصیت	۵۳۹
اتباع سنت کچھ مشکل نہیں	۵۴۰
سنت پر عمل پیرا ہونے کے لئے حضرت تھانویؒ کا ایک بہت ہی بہترین لائحۂ عمل	۵۴۱
صادقین اور واصلین کی علامت	۵۴۲

بجز اتباعِ سنت کے قبولیت کے دروازے بند ہیں	۵۴۲
اتباعِ سنت میں فتح ونصرت بھی رکھی ہے	۵۴۲
باب(۶۴)اتباع سنت پر ابھارنے والا مرزا بے دل کا دلسوز قلب کو گرمانے والا روح کوتڑپانے والا عجیب وغریب واقعہ	۵۴۴
داڑھی منڈا کر سنتِ رسول کو ڈھا کر رسول اللہ ﷺ کے دل پر آرے ضرور چلاتے ہو	۵۴۴
ایک جملے نے مرزا بے دل کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا	۵۴۵
آو مرزا بے دل کے واقعہ کو ہم ایک بار پھر پڑھیں شاید ہمارے دل میں بات اثر کرے اور ہماری کایا پلٹ جائے اور ہم متبعِ سنت بن جائیں	۵۴۹
التماس	۵۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

شیخ المشائخ محبوب العلماء والصلحاء فقیہ العصر جامع الشریعت والطریقت عارف باللہ مفتی اعظم گجرات استاذی المکرّم

حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک

وخلیفۂ اجل مفتی اعظم ہند حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

محبّ مکرم حضرت مولانا مفتی محمد اکرام الدین صاحب زید مجدہم نے ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں‘‘ کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی جس میں شعبۂ عبادات سے متعلق تمام سنتیں یکجا فرمادی تھی، آپ کی یہ تالیف بے حد پسند کی گئی، حضرات علماء نے اس کو خوب سراہا، بہت سے مدارس اور اداروں نے اپنے نصابِ تعلیم میں شامل کرلیا، اب موصوف نے اسی کتاب کی دوسری اور تیسری جلد کو بھی ترتیب دیدیا ہے، چنانچہ دوسری جلد میں معاشرت اور معاملات اور دیگر حالاتِ زندگی سے متعلق سنتوں کو جمع فرمایا ہے اور تیسری جلد میں صحابۂ کرامؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور بزرگانِ دینؒ کا اتباع سنت کا اہتمام اور اس سلسلہ میں ان کے واقعات اور حالات کو پیش فرما کر اتباع سنت کے لئے بڑے دل نشین انداز میں امتیوں کو آمادہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کی اس مبارک سعی کو حسنِ قبول عطا فرما کر پہلی جلد کی طرح بقیہ دو (۲) جلدوں کو بھی مقبولیت سے نوازے، اور امت کو اس سے بیش از بیش فائدہ پہونچائے۔ اور مؤلف محترم کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔ فقط

املاءہ احمد خانپوری

۱۵؍شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

تقریظ

استاذی المکرّم حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز محی السنہ حضرت اقدس مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

ومہتمم دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت گجرات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ انسان کی فلاح و بہبود چین وسکون راحت وآرام فرحت ومسرت اور تمام ابواب خیر وصلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی مخزن سنن میں پنہاں ہیں اوراسی نوع انسان کی نجات ورستگاری نبی امی کی اداؤں میں مضمر ہے ۔

درحقیقت دنیا وآخرت کی بلندی و ارتقاء کا راز فخر کائنات سیدالاولین والآخرین کے طریقوں میں پوشیدہ ہے چنانچہ ایک جنگ کے موقع پر قلعہ کسی طرح فتح نہیں ہو پا رہا تھا کئی روز گزر گئے لہٰذا امیرالمؤمنین خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطابؓ کواطلاع کی گئی ۔آپ نے جواباً فرمایا غور کرو کہیں لشکر میں سنت تونہیں چھوٹ رہی ہے۔غور وتحقیق کے بعد پتا چلا کہ مسواک چھوٹ رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے مسواک کرنا شروع کیا تو حق سبحانہ وتعالی نے اس کی برکت سے فتح عطا فرمائی۔واقعہ یہ ھیکہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع دراصل اللہ جل جلالہ ہی کی اتباع ہے۔حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی محبت کورسول اللہ ﷺ کی اتباع پر موقوف فرمایا۔چنانچہ قرآن مجید وفرقان حمید میں فرمایا **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ** آپ فرمادیجئے اگرتم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہوتو تم لوگ میری اتباع کرو تاکہ اللہ تعالی تم سے محبت کرے۔یعنی کائنات میں جوشخص رب ذوالجلال سے محبت کا دعوی کرتا ہےتو اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی کسوٹی پر رکھے ۔ابھی دودھ کادودھ اور پانی کا پانی

ہوجائے گا اور دعوی محبت کی کلی کھل جائے گی ع ؛نہ کر دعوی محبت کا اطاعت گر نہیں تجھ میں ؛رسول اللہ ﷺ کی ذات منبع البرکات ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے ،،**لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ** ، ،ہمیں چاہئے کہ ہر ایک معاملہ وہر حرکت وسکون نوم و یقظہ گفتار و کردار نشست و برخاست میں آپ کے نقش قدم پر چلیں ۔ ہمارے حضرت والا محی السنہ مولانا الشاہ ابرار الحق صاحب ہر دوئی نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ فرماتے ہیں کہ [تین] سنتیں ایسی ہیں جن پر عمل کرنے سے اور سنّتوں پر عمل کرنا سہل وآسان ہوجائیگا اور دوسری سنّتوں کا ذوق وشوق پیدا ہوگا اور وہ سنن ثلاثہ یہ ہے (۱) ابتداء بالسلام کرنا یعنی سلام کرن میں پہل کرنا (۲) ہر عمدہ اور بڑھیا کام داہنی طرف سے اور ہر گھٹیا کام بائیں طرف سے کرنا (مثلاً جب کرتہ پہنے تو پہلے سیدھی آستین کو پہنے اور جب اتارے تو بائیں طرف سے اتارے اور جب مسجد میں داخل ہو تو پہلے سیدھا پیر داخل کرے اور جب مسجد سے نکلے تو پہلے بایاں پیر باہر نکالے) جب سرمہ پہنے تو پہلے سیدھی آنکھ مین پہنے پھر بائین آنکھ مین پہنے جب مکان مین داخل ہو تو پہلے سیدھا پیر داخل کرے پھر بایاں (۳) کچھ وظائف پڑھنا۔ جب نماز سے فارغ ہو تو تین مرتبہ استغفر اللہ پڑھے اسکے بعد سورۂ اخلاص سورۂ فلق سورۂ الناس اور آیۃ الکرسی پڑھے اور ۳۳ مرتبہ **سبحان اللہ** ۳۳ مرتبہ **الحمد للہ** اور ۳۴ مرتبہ **اللہ اکبر** پڑھے۔ اور جب بلندی پر چڑھے تو **اللہ اکبر** کہے۔ اور جب نشیب میں اترے تو **سبحان اللہ** کہے۔ ہموار زمین پر چلے تو **لا الہ الا اللہ** کہے۔ حضرت مولانا اکرام الدین صاحب زیدہ مجدہ نے (رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں) جلد اول کے متعلق بھی کچھ لکھنے کو کہا تھا۔ لیکن چونکہ اس میں حضرت والا ہر دوئی کی تقریظ و قیع موجود تھی .جو حضرت نے احقر ہی سے املا کرائی تھی اسکے ہوتے ہوئے کچھ لکھنا بے جا و بے ادبی ہوتا۔ کتاب مذکور کی جلد اول میں ۵۵۱ سنتیں اور جلد ثانی میں ۳۵۰ سنتیں اور جلد ثالث میں صحابہ عظام و تابعین و تبع تابعین و بزرگوں اور ہمارے اکابر کا سنتوں پر عمل یعنی انہوں نے اپنی زندگی کس طرح سنتوں پر گزاری مذکور ہے۔ اللہ تعالی اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ساری امت کو اس تالیف سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ،،آمین یارب العالمین،،

(مولانا) یعقوب اشرف راندیری

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی قال فی کتا به المجید قل ان کنتم تحبون الله فا تبعونی یحببکم و الصلوۃ والسلام علی النبی الذی قا ل فمن رغب عن سنتی فلیس منی

اما بعد اللہ جل جلالہ کا لاکھ لاکھ احسان وکرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دیرینہ تمنا کافی حد تک پوری فرمادی یعنی رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں کی محض اپنے فضل وکرم وعنایت وتوجہ کی برکت سیتین جلدیں مکمل فرمادی فللہ الحمد حمدا دائما مع دوامہ اس جلد سے قبل دو جلدیں طبع ہو کر مقبول خاص وعام ہو چکی ان دو جلدوں میں تقریباً ۹۰۱ سنتیں موجود ہیں پہلی جلد میں ۵۵۱ اور دوسری جلد میں ۳۵۰ اور اس تیسری جلد میں اوّلاً ۱۰ آیات قرآنیہ اور ثانیا ۱۸/احادیث صحیحہ کو پیش کیا گیا جن سے سنت کی اہمیت وفضیلت ضرورت ثابت ہوتی ہے اس کے بعد

صحابہ رضوان اللہ تعالی اجمعین تابعین تبع تابعین ہمارے اسلاف و بزرگان دین میں سے مشت نمونہ از خروارے کے طور پر صرف ۵۴/اعلام کی مختصر زندگی کا نقشہ پیش کیا گیا جو در حقیقت اسوۂ رسول ﷺ اور سنت رسول کا نقشہ آئینہ اور نمونہ ہے اور سنت کی اہمییت فضیلت و ضرورت اور سنت کی ترغیب کے سلسلہ میں انکے اقوال نصائح ووصیتیں ذکر کی ہیں کوشش یہ کی گئی ہے کہ اس نقشہ آئینہ اور نمونہ کو پڑھنے سننے اور دیکھنے والے پڑھکر سنکر دیکھ کر سنت پر عمل کرنا شروع کر دے اور اپنی زندگی کو عین سنت رسول ﷺ کے مطابق بنالے دل کو ہلا دینے والی اور قلب کو گرمانے والی غافلوں کی غفلت دور کرنے والی ایک کامل مومن مسلم کو چوکنا اور بیدار کرنے والی سنت کی اہمیت کے متعلق چند بہت ہی ضروری باتیں

(۱) جو شخص سنت رسول ﷺ کا پابند ہو گیا اس نے سب کچھ حاصل کرلیا (۲) روضہ

اقدس سے آواز آئی کہ جو شخص ہماری سنتوں کا اتباع کرتا ہے وہ ہمارے قریب ہے خواہ بظاہر وہ کتنے ہی دور ہو (۳) مسلم معاشرہ کی اصلاح صرف سنت نبوی کی پیروی میں ہے (۴) بزرگی کا معیار سنت نبوی پر ہے جو جتنا بڑا عاشق سنت ہوگا وہ اتنا ہی بڑا بزرگ ہوگا (۵) شیخ عبدالغفار توصیؒ نے توہین سنت کی وجہ سے اپنے حقیقی بیٹے کا سر قلم کر دیا (۶) خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے جب ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی کہ رسول اللہ ﷺ سے قریب وہ لوگ ہیں جو سنت کی کامل اتباع کرتے ہیں اس ہاتف غیبی کی آواز سننے کے بعد خواجہ صاحبؒ نے یہ طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت کو موت تک نہیں چھوڑوں گا (۷) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا سوائے اتباع سنت کے اور کوئی آرزوں باقی نہیں (۸) ب نیز فرمایا بغیر اتباع سنت کے عالم قدس کی طرف پرواز ممکن نہیں (۹) نیز فرمایا کہ اگر اتباع سنت نصیب ہو جائے تو بخشش کے لئے کافی ہے (۱۰) نیز فرمایا کہ دوستوں کو سب سے بہترین نصیحت یہ ہے کہ وہ سنت کی پیروی کریں (۱۱) سنت کی پیروی صدیقین کی دل کی آرزو ہوتی ہے (۱۲) حضرت شیخ الہند کے متعلق مشہور ہے کہ پوری زندگی میں کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلاف سنت سرزد نہیں ہوا (۱۳) دینی کام کرنے والوں کے لئے سنت نبویہ کا شیدائی ہونا نہایت ضروری ہے (۱۴) حضرت مولانا یحیٰی صاحب نے فرمایا سنت کے مطابق استنجاء کرنا خلاف سنت نفلیں پڑھنے سے بہتر ہے (۱۵) حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے فرمایا اس مغربیت کا توڑ اس عمومی دعوت اور اشاعت سنت میں ہے (۱۶) ایک مرتبہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک سنت کی اتباع میں میرا سب کچھ خرچ ہو جائے تو میرے لئے یہ سستا سودا ہے (۱۷) مولانا احمد پڑتا بگڈھیؒ نے فرمایا دونوں جہاں کی نعمتیں ایک طرف ہوں اور دوسری طرف اتباع سنت کی نعمت ہو تو یقیناً سعادت اور خوش بختی میں اتباع سنت کی

نعمت عظیم تر ہے (۱۸) سنت کے مطابق مسجد میں داخل ہونا نکلنا بطور کرامت ہوا میں ۱۰۰ مرتبہ اڑنے سے بہتر ہے (۱۹) نیز حضرت مولانا احمد پرتا بگڈھیؒ نے فرمایا کہ کہ اگر کوئی پہاڑ کے برابر عمل کرے اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک اسکی کوئی قیمت نہیں اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق نہ ہو (۲۰) حضرت مولانا ابرارالحقؒ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے میں تین چیزیں مطلوب ہیں ا۔سفر راحت کے ساتھ ہو۲۔عزت کے ساتھ ہو۳۔عجلت کے ساتھ ہو اس شان کے ساتھ سفر آخرت طے ہونے کا واحد ذریعہ اتباع سنت ہے ((۲۱) نیز حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ اگر آدمی ایک دن میں صرف ایک سنت یاد کرلے تو ایک سال میں تین سو ساٹھ سنتیں یاد ہو جائیں گی (۲۲) نیز حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ مسلم معاشرہ کی اصلاح صرف سنت نبوی کی پیروی میں ہے (۳۲) حضرت والا کی ہمیشہ یہ تڑپ ہوتی تھی کہ سنت کی روشنی اور انوار مساجد اور مدارس سے ہوتے ہوئے گھر گھر پھیل جائیں حضرت مولانا کی نصیحت تھی کہ سنتوں کو اپنے گھر اور خاندان میں محلّہ میں بستی میں شہر میں ملک میں جہاں تک ہوسکے دنیا بھر مین پھیلانے کی کوشش کریں۔

سنت پر عمل پیرا ہونے کے لئے حضرت تھانویؒ کا طریقۂ کار اور ایک لائحۂ عمل

حضرت تھانویؒ نے فرمایا اس کے بعد میں نے یہ کام کیا اپنی زندگی کا جائزہ لیا سارے کام چھوڑ کر اس کام میں تین دن صرف کیئے کہ نبی کریم ﷺ کی تمام سنتوں کا جائزہ لیا کہ میں کونسی سنت پر عمل کرتا ہوں اور کونسی سنت پر عمل نہیں کرتا جس سنت پر عمل نہیں کرتا تھا اس پر عمل کرنا شروع کر دیا کہتے ہیں الحمد للہ تین دن کی محنت کے بعد راہ عمل صاف ہوگئی اور اسکے بعد میں نے تہیہ کرلیا کہ باقی سب سنتوں پر عمل کروں گا لہذا یہ کام سوچنے کا نہیں ہے کرنے کا ہے اللہ تعالی آپ کو بھی اور مجھکو بھی اس طریقہ کار پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین

آ یئے اور آخر میں ہم چند کام کرنے کا عزم مصمم اور عہد کریں ہم کو مسلم معا شرہ کی اصلاح کرنا ہے تو آ یئے ہم عزم مصمم کریں کہ سنت نبوی پر خود عمل کریں گے اور جہاں تک ہو سکے امت کو سنت پر عمل کرنے کی تلقین کریں گے آ ئے ہم طے کریں کہ جیسے شیخ عبدالغفار تو صیؒ مخا لفت سنت کی وجہ سے بے چین ہو جاتے تھے ایسے ہی ہم بھی مخالفت سنت کی وجہ سے بے چین ہو جائیں اور سنت کی مخالفت کو برداشت نہ کرسکیں نیز جیسے حضرت خواجہ اجمیریؒ نے غیبی ندا سننے کے بعد یہ طے کیا تھا کہ رسول اللہ کی سنتوں میں سے کوئی سنت نہیں چھوڑوں گا ایسے ہی ہم بھی آج کے دن سے ہی خواجہ اجمیریؒ کی غیبی ندا کی خبر سننے کے بعد یہ طے کریں کہ تادم حیات ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی کوئی سنت نہیں چھوڑیں گے حضرت شیخ الہندؒ نے پوری زندگی کوئی ادنی فعل بھی خلاف سنت طریقہ پر نہیں کیا آج ہم بھی یہ طے کریں کہ انشاءاللہ ہم بھی کوئی فعل خلاف سنت نہیں کریں گے ہم کو اگر مغربیت کا توڑ کرنا ہے تو آ ئے اور حضرت مولانا یوسف صاحب کے ارشاد پر عمل کر کے عمومی دعوت تبلیغ کا کام اور اشاعت سنت کا کام کریں ہم چند باتوں کا پختہ عہد اور وعدہ کریں تا کہ ہماری زندگی میں ایک انقلاب برپا ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک محبوب اور مقبول بن جائیں اور جب دنیا سے رخصتی کا وقت آ ئے تو ہم مؤمن مسلم مقبول محبوب مغفور ہو کر جائیں اور ھمارے لئے اللہ کا ارشاد ارجعی الی ربك راضية مرضيه فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کا پیغام مسرت بن کر دارین میں سرخروئی، فوز و فلاح اور کامرانی کا ذریعہ بن جائے، آمین۔

حضرت مجدد الف ثانی نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی تین دعاء پر آمین بھی کہہ دے اسکی مغفرت ہو جائیگی، پہلی دعاء اے اللہ مجھکو اتباع سنت نصیب فرما دوسری دعاء اے اللہ مجھکو اتباع سنت پر زندہ رکھ تیسری دعاء اے اللہ مجھکو اتباع سنت پر موت نصیب فرما، آمین

اخیر میں حضرت اقدس مولانا شیخ زکریا صاحبؒ کی آخری وصیت کو ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ حضرت والا نے ایک مکتوب مین تحریر فرمایا کہ آئندہ بھی میری یہی وصیت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معاشرت (یعنی سنتوں کو) پھیلانے میں جتنی کوششیں تم سے ہوسکے دریغ نہ کرو اور اہل دنیا کے حقیر ذلیل سمجھنے کی ذرہ برابر پرواہ نہ کیجیو:

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقار و تمکین

وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا

حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم کا میں مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود کتاب پر نظر فرمائی اور اپنے بیش قیمت مشوروں سے اور بعض جگہ پر اصلاح فرما کر اپنی قیمتی تقریظ عنایت فرما کر ہمت افزائی فرمائی اور اپنی خصوصی ادعیاء اور نوازشات سے سرفراز فرمایا، فجزاهم اللّٰه خير الجزاء في الدارين وادام اللّٰه ظلّهٗ علينا ، آمين۔

نیز احقر حضرت مولانا سلمان منیار مدظلہ العالی کا بھی بے انتہا مشکور و ممنون ہے کہ انہوں نے ''رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں'' کی پہلی دونوں جلدوں کی تصحیح بھی فرمائی، سیٹنگ اور کمپوزنگ بھی فرمائی۔ اور تیسری جلد کے لئے بھی مفید مشورے عنایت فرمائے۔ اور وقتاً فوقتاً رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے دلی دعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں فوز وفلاح اور کامیابی سے سرفراز فرمائے اور ان کے مراتب بلند فرمائے۔ فجزاهم اللّٰه خير الجزاء۔

نیز برادرزادہ مفتی محمد انیس سلّمہٗ کا بھی میں ممنون ہوں، اس کتاب کی تالیف میں کافی اعانت فرمائی۔ اللہ ان کو بھی دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور خصوصی انعامات سے نوازے۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سب سے پہلے ان تمام سنّتوں پر مجھ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور متعلقین کو، پھر پوری امت کو اس پر کامل طریقے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، پورے عالم میں سنتوں پر عمل کا چلن فرمادے، ہر مسلمان کا گھر، محلّہ، بستی، شہر سنتوں کے انوار سے منور ہوجائیں، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ثبتنا اللّٰہ وایاکم علی سنن سید المرسلین صلی اللّٰہ علی النبی صلٰوۃً دائمۃً مقبولۃ تودی بھا عنا حقہ العظیم۔

ماہ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ
مطابق ماہ ستمبر ۲۰۰۸ء

فقط محمد اکرام الدین غفرلہ ولوالدیہ
مدرس دارالعلوم اشرفیہ راندیر، سورت، گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

اتباع سنت کی اھمیت وضرورت آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع ہر مسلمان کے لئے لازم اور ضروری ہے اس پر قرآن پاک کی آیات اور متعدد احادیث شریف دلالت کرتی ہے۔

قرآن مجید کی آیات

(۱) وما اٰ تاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنه فانتھوا ۔(سورۃ الحشر ۷)

ترجمہ:- جو چیز تم کو رسول اللہ ﷺ دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔(روضۃ الصالحین: ۱/۵۰۷)

(۲) وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ ۔ (سورۃ النجم ۳/۴)

ترجمہ:- اور نہ آپ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں یہ قرآن تو حکم خدا ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے۔(روضۃ الصالحین : ۱/۵۰۸)

(۳) قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم ۔(آل عمران : ۳۱)

ترجمہ:- اے پیغمبر ﷺ لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔(روضۃ الصالحین : ۱/۵۰۹)

(۴) لقد کا ن لکم فی رسول الله اسوۃ حسنة فمن کان یرجو الله

والیوم الآخرة (سورہ احزاب : ۲۱)

ترجمہ:-تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔یعنی اس شخص کے لئے جس کو خدا تعالی سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید ہو۔(مستفاد روضۃ الصالحین: ۱/۵۱۰)

(۵) فان تنازعتم فی شیءٍ فردوه الی الله والرسول۔ (سورہ النساء: ۸۰)

ترجمہ:-اگر تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف ہوتو اس میں خدا اور رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرو اگر تم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ (مستفاد روضۃ الصالحین : ۱/۵۱۲)

(۶) واَطِیعُو الرَّسولَ لعلکم ترحمون۔(النور : ۵۶)

ترجمہ:-اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(قرآن پاک کی آیات کی روشنی میں ایمان بالرسول کے لوازمات : ۲۶)

(۷) من یطع الرسول فقد اطاع الله ۔ (سورہ النساء : ۸۰)

ترجمہ:-جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کی تو بے شک اس نے خدا کی فرمانبرداری کی۔(روضۃ الصالحین : ۱/۵۱۳)

(۸) وانك لتهدی الی صراط مستقیم ۔ (سورہ شوریٰ : ۵۲)

ترجمہ:- بے شک اے محمد ﷺ تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو یعنی اللہ کا راستہ۔(روضۃ الصالحین : ۱/۵۱۴)

(۹) فلیحذر الذین یخالفون عن امرهٖ ان تصیبهم فتنةٌ او یصیبهم عذاب الیم۔ (سورہ النور : ۶۳)

ترجمہ:- جولوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے ایسانہ ہو کہ ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔

تشریح:- اس آیت میں ڈرایا جارہا ہے کہ جولوگ بھی آپ ﷺ کے اقوال واعمال سے اعراض اور مخالفت کرتے ہیں تو اس کے لئے دنیا وآخرت میں مصیبت ہے۔ اور وہ شخص مردود ہوگا۔(روضۃ الصالحین : ۱/۵۱۴)

(۱۰) فلاوربك لايومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم يجدوا فى انفسهم حَرَجاً مما قضيت ويسلموا تسليما۔

(۱۱) وان تطيعوهُ تَهتَدُوا ۔ (النور : ٥٤)

ترجمہ:- اور اگر تم حضور اکرم ﷺ کا حکم مانو گے تو ہدایت پالو گے۔(قرآن پاک کی آیات کی روشنی میں ایمان بالرسول کے لوازمات : ۲۶)

(۱۲) ومن يطع الله والرسول فاولٰئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصٰلحين وحسن اولٰئك رفيقا۔(سوره نساء : ٦٩)

ترجمہ:- اور جو کوئی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے پس وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء۔ اور یہ لوگ بہت اچھے رفیق ہیں۔(ترجمہ حضرت تھانوی : ۱۰۸)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع لازم اور فرض ہے آپ کی مخالفت ظاھراً و باطناً جائز نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کی اتباع فرض عین ہے فرض عین امور میں اور فرض کفایہ ہے فرض کفایہ امور میں اور واجب ہے واجبات میں۔ اور سنت ہے سنن میں مستحب ومندوب ہے مستحبات ومندوبات میں۔(شرح شرعۃ الاسلام : ۷)

باب ۲

اتباع سنت کی اھمیت وضرورت احادیث صحیحہ کی روشنی میں

اتباع سنت کی اھمیت وضرورت اوراس پرعمل کرنے کے سلسلہ میں احادیث شریفہ بھی کثرت سے وارد ہےان میں چنداحادیث مع ترجمہ ومختصرتشریح پیش خدمت ہے۔

(۱) عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال دعونی ماتركتكم فانما اهلك من كان قبلكم كثرة سو الهم واختلافهم علی انبيائهم فاذا نهيتكم عن شئ فاجتنبوه واذا امرتكم بامرٍ فاتوا منه مااستطعتم متفق عليه۔

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں اورکوئی بات نہ کہوں تم بھی مجھے چھوڑے رکھوں۔اس لئے کہ تم سے پہلے لوگ بوجہ زیادہ سوالات کرنے اورانبیاءؑ کی تعلیم سے اختلاف رکھنے کی بناء پر تباہ وبرباد ہوگئے۔پس جب میں تمہیں کسی کام سے روکوں تواس سے رُک جاؤاور جب کسی کام کہ کرنے کاحکم دوں تو طاقت کے مطابق اس پرعمل کرو۔(مسلم شریف۔روضۃ الصالحین : ۱/۵۱۶)

(۲) عن ابی نجيح العرباض ابن ساريهؓ قال وعظنا رسول الله موعظة بليغة وجِلت منها القلوب وذرفت منها العيون فقلنا يارسول الله كانها موعظةٌ مُوَدّعٍ فَاوصِنَا قال اوصيكُم بتقوی الله والسمع والطاعه وان تأمَّرَ عليكم عَبُدٌ واِنّه يعش منكم فسيری اختلافا كثيرا فعليكم بسُنَّتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عَضُّوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات

الامور فان کل بدعة ضلالة رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن صحیح ۔ (صحیح ابن حبان : ۱۴۰ ،ترمذی شریف مع عرف الشذی : ۲ / ۹۶۔ریاض الصالحین) مشکواۃ شریف)

ترجمہ:۔حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پُر اثر وعظ فرمایا ہمارے دل خوف زدہ ہوگئے اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ وعظ تو الوداعی معلوم ہو رہا ہے ۔ہمیں آپ وصیت فرمائے۔آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کے خوف اور سمع واطاعت کی تاکید کرتا ہوں اگر چہ تم پر حبشی غلام امیر بنا دیا جائے اور جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہا وہ بہت بڑے اختلاف سے دوچار ہوگا پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو اختیار کرو۔اس کو دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو۔اور دین میں نئی نئی باتیں داخل کرنے سے بچو اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔(روایت کیا اس کو امام احمد نے اور امام ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ۔مستفاد مظاہر حق جدید : ۱/۲۲۷)

(۳) عن ابی هريرةؓ ان رسول الله قال كل اُمتی يَدخلون الجنة اِلَّامن ابىٰ قيل ومن ابىٰ يارسول الله ؟ قال من اطاعنى دخل الجنة ومن عصانى فقد ابىٰ۔ (بخاری شريف: ۲ / ۱۰۸۱،مشكوٰة شريف : ۱ / ۲۷، رياض الصالحين)

ترجمہ:۔حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے مگر جس نے انکار کیا پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے۔جو انکار کرتا ہے؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

سنتِ رسول کی مخالفت کی سزا

(۴) عن ابی مسلم وقیل ابی اِیاس سلمة ابن عمرو ابن الاکوع رضی اللہ عنہ ان رجلاً اکل عند رسول اللہ ﷺ بِشمالهٖ فقال "کُل بِیَمِینكَ" قال لااستطیعُ قال! لااستَطَعْتَ مامنعهٗ اِلا الکبرُ فمارفعها الیٰ فیه

(رواہ مسلم۔ ریاض الصالحین)

ترجمہ:۔حضرت سلمہ بن اکوعؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا آپ ﷺ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھایئے۔اس نے کہا مجھ میں طاقت نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا خدا کرے تجھے اس کی توفیق نہ ملے۔

اس کام کی تعمیل میں صرف تکبر مانع ہوا چنانچہ وہ شخص اس کے بعد اپنا دایاں ہاتھ منہ کی طرف نہ اٹھا سکا۔(روضۃ الصالحین : ۱/۵۲۲)

فائدہ:۔بطور کبر سنت سے اعراض کرنے کی سزا اس شخص کو دنیا میں مل گئی۔

فائدہ:۔بطور کبر اور استہزاء سنت سے اعراض سے آدمی ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی مخالفتِ سنت سے حفاظت فرمائے۔آمین۔

سوتے وقت آگ بجھا کر سونا سنت ہے

(۵) عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال احترق بیتٌ بالمدینة علی اهلهٖ من اللیل فلما حُدِّث رسول اللہ ﷺ بشانهم قال ان هٰذهٖ النار عَدُوٌّ لکم فاذا نِمتُم فَأَطْفِئُوها عنکم متفق علیه

ترجمہ:۔حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ مدینہ میں رات کے وقت ایک گھر میں

آگ لگ گئی اور گھر والے جل گئے ۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کا واقعہ بیان کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے سونے کے وقت اس کو بجھا دیا کرو۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جب آدمی سونے کا ارادہ کرے تو آگ بجھا دے یا اس طرح کردے کہ اس کے نقصان سے امن حاصل ہو جائے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس نے سنتِ نبوی ﷺ کی مخالفت کی۔ (روضۃ الصالحین : ۱/۵۲۶)

کھانے کے بعد انگلیوں کو اور برتن کو صاف کرنا سنت ہے

(۲) عن جابر ان رسول اللہ ﷺ امر بِلَعْقِ الاصابعِ والصَّحْفَةِ وقال (وانّكم لاتدرون فی اَیّها البَرکة) رواه مسلم ۔ وفی روایة له "اذا وقعت لقمة احدکم فلیاخُذْها فَلْیُمط ماکان بِها مِن اذیٍ وَلیَاکلها وَلَا یدعها للشیطان۔ ولایمسح یده بالمندیل حتی یلعق اصابعه فانّهٗ لایدری فی ای طعامهٖ البرکة"وفی روایة له " ان الشیطان یَحْضُرُ احدکم عِند کل شیءٍ من شانهٖ حتی یحضره عند طعامهٖ فاذا سقطَتْ من احدکم اللُّقمةُ فلیُمط ما کان بها مِن اذیً فلیاکلها ولایَدعها للشیطان۔ (ریاض الصالحین : ٦٠)

ترجمہ:- حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں اور کھانے کے برتنوں کو چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ کس حصے میں برکت ہے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اس کو اٹھالے اور جو مٹی وغیرہ اس کو لگ گئی ہو اس کو دور کر کے اس لقمہ کو کھالے شیطان کے لئے اس کو نہ چھوڑے اور نہ اپنے ہاتھ کو رومال سے صاف کرے جب تک کہ اپنی انگلیوں کو چاٹ نہ لے۔ اس کو کیا معلوم کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے۔ کہ شیطان تمہارے ہر کام میں ہر چیز میں حاضر ہوتا ہے یہاں تک کہ کھانا کھانے کے وقت بھی حاضر ہوتا ہے پس جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس سے مٹی وغیرہ دور کر کے کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (روضۃ الصالحین : ۱/۵۳۲)

حضرت حذیفہ کا قصہ

ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا تو انہوں فوراً اس کو اٹھایا صاف کیا اور کھالیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہاں غیر مسلموں کے سردار بھی موجود ہیں یہ کیا خیال کریں گے؟ تو حضرت حذیفہؓ غصہ میں آ گئے اور ارشاد فرمایا **أأتركُ سنة حبيبى لهٰؤلاء الحمقاء** کیا میں ان بے وقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی پیاری سنت کو چھوڑ دوں۔ (روضۃ الصالحین: ۱/۵۳۳)

(۷) عن عبد الله ابن عمرو قال قال رسول الله ﷺ اِنّ لِكُلِّ عَملٍ شِرَّةً وَاِنّ لِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فمن كانَتْ شِرَّتُهٖ الىٰ سُنَّتِىْ فَقَد اَفلح ومن كانت شِرَّتُهٗ الىٰ غير ذالك فقد هَلَكَ۔رواه احمد فى المسند۔ (صحيح ابن حبان : ١٤٦،طبع دار المعارف بمصر)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک ہر عمل کے لئے حرص رغبت ہوتی ہے۔ اور ہر حرص و رغبت میں کمی و سستی ہوتی ہے پس جس کی حرص و رغبت میری سنت کی طرف ہوئی ہو وہ کامیاب ہوا اور جس کی حرص میری سنت کے علاوہ کی طرف ہوگی تحقیق کہ وہ ھلاک ہوا۔

(۸) عن ابن مسعود قال خط لنا رسول الله ﷺ خطاً فقال هٰذا سبيلُ الله ثم خط خطوطاً عن يمينهٖ وعن شمالهٖ ثم قال وهٰذهٖ سُبُلٌ علىٰ

سبیلٍ منھا شیطانٌ یدعو الیہ ثم تلا واِنّ ھٰذا صراطی مستقیما"الی اٰخر الایۃ۔ (صحیح ابن حبان : ۱۴۱، مشکوٰۃ شریف : ۱/۳۰)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سمجھانے کے لئے زمین پر ایک بالکل سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس سیدھی لکیر کے دائیں بائیں دونوں طرف (سات سات چھوٹی اور ٹیڑھی) لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ بھی (متعدد راستے ہیں جن میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان کھڑا ہے اور لوگوں کو اس راستہ کی طرف بلا رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت واِنّ ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ آخر آیت تک پڑھی۔ (احمد، نسائی، دارمی، مظاہر حق جدید : ۱/۲۲۸)

(۹) عن انس ابن مالك۔ ان نفراً من اصحاب النبی ﷺ سألوا ازواجَ النبی ﷺ عن عملہٖ فی السِّرِّ؟ فقال بعضھم لااتزوج ! وقال بعضھم : لاآکلُ اللحم! وقال بعضھم لاانامُ علیٰ فِراشٍ! فحمد اللہَ واثنی علیہ ثم قال! مابالُ اقوامٍ قالوا کذا وکذا! لکنّی اصلی وانام واصوم وُافطر وأتَزَوّجُ النساءّ فمن رَغِبَ عن سنتی فلیس منّی۔ (رواہ مسلم والبخاری ،صحیح ابن حبان : ۱۴۹)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے حضور ﷺ کے صحابہ کرام کی ایک جماعت نے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کے گھریلو حالات ومعمولات کے متعلق پوچھا۔ معمولات وحالات معلوم ہونے کے بعد ان میں سے ایک صحابی نے کہا کہ میں کبھی نکاح نہیں کرونگا اور ان میں سے دوسرے صحابیؓ نے کہا کہ میں گوشت نہیں کھاؤ نگا۔ ان میں سے تیسرے صحابیؓ نے کہا کہ میں کبھی بستر پر نہیں آرام کرونگا پس آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی پھر فرمایا کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو اس طرح اور اس طرح

باتیں کرر ہیں ہیں۔اورلیکن میں رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔دن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی افطار بھی کرتا ہوں۔پس جو شخص میری سنت سے اعراض کریگا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔(بخاری مسلم)

(۱۰) عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ من اطاعنی فقد اطاع اللهَ ومن عصانی فقد عصی اللهَ۔ (ابن ماجه شريف : ۲)

ترجمہ:۔حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ آپﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔(ابن ماجہ شریف)

(۱۱) عن عبد الله ابن دينار ان عبد الله ابن عمر كتب الىٰ عبد الملك ابن مروان يبايعه واُقِرُّ لك بالسمع والطاعة علىٰ سُنةِ اللهِ وسُنة رسوله ﷺ فيما استطعت۔ (بخاری شريف : ۲/۱۰۸۰)

ترجمہ:۔عبداللہ بن دینار سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ عبداللہ ابن عمرؓ نے عبدالملک کو ایک خط لکھا۔اس میں عبدالملک کی بیعت قبول کی اور یہ لکھا کہ میں تیرا حکم سنوں گا اور مانوں گا بشرطیکہ اللہ کی شریعت اور اس کے پیغمبرﷺ کی سنت کے موافق ہو جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔ (تیسیر الباری : ۳۰۲/۹)

فائدہ:۔حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے یہ خط اس وقت لکھا تھا جبکہ عبدالملک ابن مروان کو خلیفہ بنایا گیا۔

فلا وربك لا يومنو ن حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فی انفسهم حَرَجاً مما قضيت ويسلموا تسليما۔

ترجمہ:۔تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہو بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہو گے۔(روضۃ الصالحین : ۱/۵۱۱)

ان متعدد آیات قرآنیہ سے اور ان کے علاوہ کئی آیات سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت ضروری اور فرض ہے۔اور آپ ﷺ کی مخالفت ظاھراً و باطناً جائز نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کی اتباع فرض عین ہے فرض عین امور میں اور فرض کفایہ ہے فرض کفایہ امور میں اور واجب ہے واجب امور میں ۔اور سنت ہے سنت امور میں مستحب ہے مستحب امور میں ۔(مستفاد شرح شرعۃ الاسلام : ۷)

اخیری آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک آپ ﷺ کے فیصلہ کو ٹھنڈے دل سے پوری طرح تسلیم نہ کرے کہ اس کے دل میں اس فیصلہ کے متعلق ذرہ برابر کوئی تنگی اور اور خلش نہ پائے آپ ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کر کے عمل کرے مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف آپ ﷺ کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں آپ ﷺ کی حیات میں تو خود بلاواسطہ آپ ﷺ سے رجوع کیا جاتا تھا اور آپ کے وفات کے بعد آپ ﷺ کی شریعت کی طرف رجوع کرنا مراد ہوگا۔یعنی آپ نے جو احکام بتلائے فرائض واجبات سنن مستحبات حلال وحرام وغیرہ ودیگر تمام امور میں (مستفاد روضۃ الصالحین : ۱/۵۱۱)

فلا وربك الخ اس آیت کے شان نزول میں مفسرین نے ذکر فرمایا کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا ہوگیا مقدمہ آپ ﷺ کے پاس لایا گیا آپ ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا اس پر اس منافق نے کہا کہ مجھکو یہ فیصلہ منظور نہیں

فیصلہ حضرت عمرؓ سے کرایا جائے۔ یہودی نے کہا ٹھیک ہے، پھر وہ لوگ مقدمہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس لے گئے۔ پورا مقدمہ حضرت عمرؓ کے سامنے رکھا گیا اور یہودی نے یہ بھی کہا کہ ہم لوگ پہلے حضرت محمد ﷺ کے پاس گئے تھے انہوں نے فیصلہ میرے حق میں فرمایا۔ اس نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا اور آپ کے پاس پیش کرنے کا مطالبہ کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا میں ابھی اس کا صحیح فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ نے تلوار نکالی اور اس منافق کی گردن قلم کردی۔ اور فرمایا جس کو محمد ﷺ کا فیصلہ تسلیم اور منظور نہیں اس کا فیصلہ تلوار ہے (یعنی جس نے محمد ﷺ کی بات نہ مانی وہ مرتد اور کافر ہے مرتد کی سزا قتل ہے۔ (مستفاد روضۃ الصالحین : ۱/۵۱۱، بحوالہ تفسیر مظہری، وتفسیر ابن کثیر)

(۱۲) عن کثیر ابن عبد الله عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال لبلال ابن الحارث اعلم قال ماأَعْلَمُ یارسول قال انه من احیٰ سنةً من سنتی قد مِیتَتْ بعدی کان له من الاجر مثل من عمل بها من غیر ان ینقص من وجورهم شیئاً ومن ابتدع بدعة ضلالة لایرضاها الله ورسوله کان علیه مثل اٰثام من عمل بهالاینقص ذلك من اوزار الناس شیئاً۔ هٰذا حدیث حسن ۔ (ترمذی شریف مع عرف الشذی : ۲/۹٦، مشکوٰه شریف : ۱/۳۰)

ترجمہ:- حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اس سنت کو زندہ کیا (یعنی اس کی ترویج و اشاعت کی) جو میرے بعد ترک کردی گئی ہو تو یقیناً اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا کہ اس پر عمل کرنے والوں کو (مجموعی طور پر ملے گا) بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ کم کیا جائے اور جس نے کوئی ایسی گمراہ کن بدعت ایجاد کی جو اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی کا باعث ہو تو اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس بدعت پر عمل کرنے والوں کو مجموعی طور پر ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں سے کچھ کم کیا جائے

ترمذی وابن ماجہ۔(مظاہر حق جدید : ۱/۲۳۰)

(۱۳) قال حدثنا سعيد ابن ميناء قال حدثنا او سمعت جابر ابن عبد الله يقول جاء ت ملائكةٌ الى النبى ﷺ وهو نائم فقال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمةٌ والقلبُ يقظان فقالوا ان لصاحبكم هذا مثلا فاضربوا له مثلا فقال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان فقالوا مثلُه كمثل رجلٍ بنى داراً وجعل فيها مأدُبةً وبعث داعياً فمن اجاب الداعىَ دخل الدار واكل من المأدبة ومن لم يجب الداعى لم يدخل الدار ولم ياكل من المأدبة۔ فقالوا اَوّلوها له يَفقَهها فقال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان فقالوا الدار الجنة والداعى محمد ﷺ فمن اطاع محمداً ﷺ فقد اطاع الله ومن عصىٰ محمداً ﷺ فقد عصىَ الله ومحمد ﷺ فَرقٌ بين الناس۔ (بخارى شريف : ۲/۱۰۸۰، مشكوٰة شريف : ۱/۲۷)

ترجمہ:۔سعید بن میناء نے کہا کہ مجھ س ء جابر ابن عبداللہ نے کہا یا میں جابر ابن عبداللہ سے سنا وہ کہتے تھے۔سونے کی حالت میں آنحضرت ﷺ کے پاس فرشتے آئے (یعنی جبرئیل اور میکائیلؑ) ایک کہنے لگا وہ سورہے ہیں۔دوسرے نے کہا کیا ہوا ان کی آنکھ ظاہر میں سوئی ہے ۔لیکن دل بیدار اور ہوشیار (ہر وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے) پھر کہنے لگے اس پیغمبر ﷺ کی ایک مثال ہے تو وہ مثال اس کے لئے بیان کرو۔ایک کہنے لگا وہ سورہے ہیں۔دوسرے نے کہا ان کی آنکھ سوئی ہے لیکن دل بیدار ہے۔انہوں نے کہا اس کی مثال اس شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا پھر کھانا تیار کرایا۔پھر ایک شخص کو دعوت دینے کے لئے بھیجا۔جس نے دعوت دینے والے کی بات سنی وہ گھر میں آیا اور کھانا کھایا۔اور جس نے اس کی بات نہیں سنی وہ نہ گھر میں آیا نہ اس نے کھانا کھایا۔پھر کہنے لگے اس مثال کی شرح تو بیان کر کہ یہ پیغمبر اس ک وسمجھ لے۔اس پر ایک

فرشتہ بولا وہ تو سورہے ہیں دوسرے نے کہا ان کی آنکھ ظاہر میں سوئی ہے دل بیدار ہے۔ تو فرشتوں نے کہا۔ گھر سے مراد جنت ہے اور دعوت دینے والے محمد ﷺ ہیں گھر کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر جس نے حضرت محمد ﷺ کی بات سنی اور مانی اس نے اللہ کی بات سنی اور مانی۔ اور جس نے حضرت محمد ﷺ کی بات نہ مانی اس نے اللہ کی بھی بات نہ مانی۔ حضرت محمد ﷺ اچھے کو برے سے جدا کرنے والے ہیں۔ (مستفاد من تیسیر الباری : ۳۰۹/۹)

(۱۴) عن سعيد ابن المسيب قال قال انس بن مالك قال لی رسول اللـه يـابُنَیّ ان قدرت ان تصبح وتمسی ليس فی قلبك غش لاحدٍ فافعل ثم قال لی يـابُنَیَّ وذالك مِن سُنَّتِی ومن احيا سنتی فقد احيانی ومن احيانی كان معی فی الجنة۔ (ترمذی شريف مع عرف الشذی : ۲/۹٦، مشكوٰة شريف : ۱/۳۰، مظاهر حق : ۲/۲۳٦)

ترجمہ: ۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ! اے میرے بیٹے ! اگر تجھے اس بات پر قدرت ہو کہ تیری صبح اور تیری شام (یعنی تیرا ہر وقت اور ہر لمحہ) اس طرح گذرے کہ تیرے دل میں کسی کے لئے کینہ ودغا بازی نہ اُبھرے تو اسی طرح اپنا پورا عرصۂ حیات گذار دے پھر فرمایا اے میرے بیٹے اور یہ (یعنی کسی بھی وقت اپنے دل میں کسی کے لئے کینہ ودغا بازی نہ رکھنا) میری سنت ہے۔ اور جس نے میری سنت کو پسند واختیار کیا درحقیقت اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی مستفاد مظاھرحق : ۳۲۶/۱)

تشریح: ۔اس حدیث سے اس طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سنت کو پسند واختیار کرنا آنحضرت ﷺ کی محبت اور جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت ومعیت کے حصول کا سبب ہے۔ اس سے معلوم ہوا آنحضرت ﷺ کی سنت اور آپ کے طریقہ سے محبت رکھنے اور

اس پر کاربند ہونے والوں کو سعادت و نیک بختی کا اتنا اونچا مقام اور اتنا بلند درجہ نصیب ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں ایک طرف اور یہ سعادت ایک طرف اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو یہ سعادت نصیب کرے۔ آمین۔ (مظاھرحق جدید : ۱/۲۳۶)

امت میں بگاڑ کے وقت سنتِ نبوی پر کاربند رہنا سو شہیدوں کا ثواب پانا ہے۔

(۱۵) عن ابی ھریرة قال قال رسول الله ﷺ من تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید۔ (رواہ البیھقی فی کتاب الزھد من حدیث ابن عباسؓ، مشکوٰۃ شریف : ۱/۳۰)

ترجمہ:- حضرت ابوھریرہؓ کہتے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ میری امت کے بگاڑ کے زمانہ میں جو شخص میری سنت اور میرے طریقے پر کاربند رہے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اس روایت کو بیہقی نے کتاب الزھد میں ابن عباسؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے۔ (مظاھرحق : ۱/۲۳۷)

(۱۶) عن مالك ابن انس مرسلا قال قال رسول الله ﷺ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب الله وسّنة رسوله۔ (رواہ فی المؤطا، مشکوٰۃ شریف : ۱/۳۱، ابوداؤد)

ترجمہ:- حضرت مالک بن انسؒ بطریق ارسال نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے مسلمانوں میں تمہارے لئے ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے (یعنی پابندی سے ان پر عمل کرتے رہو گے) ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک تو اللہ کی کتاب قرآن اور دوسری اللہ کے رسول کی سنت یعنی حدیث۔ (مؤطا، مظاھرحق جدید: ۱/۲۴۴)

(۱۷) عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ مامن نبیٍ بعثّه الله فی امته قبلی الاکان له فی امتهٖ حواریون واصحابٌ یاخذون بِسُنتهٖ ویقتدون بامرهٖ ثم انها تخلف من بعدھم خلوفٌ یقولون مالایفعلون

ویفعلون مالا یومرون فمن جاھدھم بیدہٖ فھو مومن ومن جاھد ھم بلسانہٖ فھومومن ومن جاھدھم بقلبہٖ فھومومن ولیس وراء ذالک من الایمان حبۃ خردلٍ۔ (رواہ مسلم ،مشکوٰۃ شریف : ۱/)

ترجمہ:۔حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جو بھی نبی جس امت میں بھیجا اسی امت کے کچھ لوگ اس کے (مخصوص) مددگار اور اصحاب بنے۔ وہ مددگار و اصحاب اس نبی کا اسوہ وطریقہ اختیار کرتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے اور پھر ان (مددگاروں اور اصحاب) کے گذرنے کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہونے لگے جو لوگوں کو ایسی بات کہتے ہیں جس کو خود نہ کرتے اور وہ کام کرتے جن کا ان کو حکم نہیں ملا تھا۔ پس اس امت میں بھی ایسے ناخلف پیدا ہوں تو تم میں سے جو شخص ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے۔اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے۔ اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے۔اور اس کے بعد تو پھر رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں ۔ (مسلم،مظاہر حق جدید :۱/۲۲۰)

تشریح:۔یعنی پچھلی امتوں کے ناخلفوں کی طرح اگر اس امت کے بھی کچھ لوگ اپنے سلف کی پوری پوری اتباع نہ کریں اور اپنی زندگی میں اخلاص کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روح داخل نہ کرے بلکہ محض اپنے دنیاوی اغراض اور ذاتی مقاصد کی تکمیل کے لئے دین کا لبادہ اوڑھیں اور محض اپنی حیثیت بڑھانے کے لئے اپنے باکردار سلف کی طرف اپنے کو منسوب کریں تو ان کو سلف کا خَلَفْ نہیں) بلکہ ناخلف سمجھنا چاہئے جیسے علماءسوء، دنیا دار مشائخ اور بے کردار قائد ورہبر۔(مظاہر حق جدید : ۱/۲۲۰)

(۱۸) عن انس قال جاء ثلٰثۃ رُھط الیٰ ازواج النبی ﷺ یسألون عن عبادۃ النبی ﷺ فلما اخبروا بھا کانھم تقالوھا فقالوا این نحنُ من

النبی ﷺ وقد غفر الله ماتقدم من ذنبهٖ وماتأخر فقال احدهم اَمَّا انا فاصلی اللیل ابداً وقال الآخر انا اصوم النهار ابداً ولاأُفطِرُ وقال الآخر انا اعتزل النساء فلا اتزوجُ ابداً فجاء النبی ﷺ فقال انتم الذین قلتم کذاوکذا اما والله انی لاخشاکم لِلّٰه واتقاکم له لٰکنی اصوم وأفطِرُ وأصلّی وارقُدُ واتزوجُ النساء فمن رغب عن سنی فلیس منی ۔متفق علیه ۔ (مشکوٰة شریف : ۱/ ۲۷)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن تین آدمی نبی کریمﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس اس مقصد سے آئے کہ ان سے نبی کریمﷺ کی عبادت کا حال دریافت کریں اور جب ان کو آپﷺ کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو گویا انہوں نے اس کو کم خیال کرکے آپس میں کہا کہ نبی کریمﷺ کے مقابلہ میں ہماری حیثیت کیا ہے آپﷺ کے اگلے پچھلے تمام گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کررکھے ہیں ۔اور پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھو گا دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ دن میں روزے رکھا کروں گا اور افطار نہیں کروں گا تیسرے نے کہا! میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ اتنے میں نبی کریمﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے۔اور فرمایا کہ کیا تم ہی لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے۔۔کان کھول کرسن لو میں اللہ سے تم لوگوں سے زیادہ ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ تقویٰ کرتا ہوں لیکن اگر میں روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں اگر رات میں نماز پڑھتا ہوں تو سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ یاد رکھو کہ جس نے میرے طریقہ (یعنی سنت) سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

(بخاری ومسلم،مظاہر حق جدید : ۱/ ۲۰۷)

فائدہ:- حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ بعض علماء نے اس حدیث سے ان لوگوں کی مخالفت ثابت کی ہے۔ جو (بدعت حسنہ) نکالنے اور رائج کرنے کو کارِ

ثواب سمجھتے ہیں کیونکہ ان تینوں صحابہؓ نے جن اعمال کو اپنے اوپر لازم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا وہ ازقسم عبادات ہونے کے باوجود (محض اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو پسند نہیں آئے کہ وہ سنت نبوی سے زائد تھے لہٰذا عبادات کے معاملہ میں بھی اصل معیار سنت نبوی ہونا چاہئے کہ جو عبادت جتنی اور جس طرح آنحضرت ﷺ سے ثابت ہو بس اتنی ہی اور اسی طرح کرنی چاہئے۔اس میں کوئی کمی بیشی مسنون طریقہ کے خلاف سمجھی جائے گی۔(مظاہر حق جدید : ۱/ ۲۰۸)

باب ۳

اتباع سنت کی اہمیت وضرورت صحابۂ کرامؓ اجمعین وتابعین کرامؒ کی عملی زندگی اوران کے اقوال کی روشنی میں

صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم اور تابعین کا اطاعتِ رسول واتباع سنت

اب یہ بھی دیکھتے چلیں کہ صحابۂ کرام تابعین۔ تبع تابعین۔اور بزرگانِ دین کو اتباع سنت۔اتباع شریعت اور اللہ جلّ شانہٗ کے ایک ایک حکم کا کتنا پاس وخیال وفکر رہتا تھا

ویسے تو ان حضرات کی زندگی بعینہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی کا نمونہ تھی۔ یہ حضرات حضور ﷺ کی مبارک زندگی کو چھوڑ کر سرمُو بھی ہٹنے کو تیار نہ تھے۔سفر میں حضر میں۔ پریشانی اور راحت میں۔غرض ہر حالت میں وہ اس کی جستجو میں رہتے تھے۔کہ آقائے نامدار ﷺ نے اس موقعہ پر کیا عمل کیا۔پھر اس طریقہ پر عمل کر کے بڑے مزے لے لیکر نہایت فخر اور ناز کے ساتھ کہتے تھے کہ میں نے اپنے محبوب ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

ان حضرات کے نزدیک ایک لمحہ کے لئے حضور اقدس ﷺ کے کسی ایک عمل کی مخالفت

اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ اور یہاں ہمارے دور کا یہ حال ہے کہ ایک بڑی تعداد جدید طبقے میں ایسی پیدا ہوگئی ہے۔ جو حضور ﷺ کے طریقۂ زندگی کو ترقی کے لئے رکاوٹ سمجھتی ہے۔ اور اس کی بیخ کنی اور جڑ اُکھیڑنے کے بھی درپے ہے۔ یہ خود اپنے اوپر اور دوسروں پر کتنا بڑا ظلم ہے۔ **وسیعلم الذین ظلموا ا ی منقلب ینقلبو ن ،**

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اتباعِ سنت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک خطبہ

حضرت صدیق اکبرؓ جب خلیفہ بنائے گئے۔ تو آپ نے لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا۔ اور اس میں اللہ کی حمد وثنا (جس کا وہ لائق و اہل ہے) بیان کر کے ارشاد فرمایا۔

امابعد۔ لوگوں۔ میں تمہارا امیر کارواں ہوا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بھلا نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری اعانت کرنا۔ اور اگر میں ٹھیک کام نہ کروں تو اصلاح کرنا۔ سچائی امانت ہے۔ اور جھوٹ خیانت ہے۔ اور تمہارا کمزور میرے نزدیک قوی ہے۔ میں اس کے دُکھ درد کو ضرور زائل کروں گا۔ اور تمہارا قوی میرے نزدیک کمزور ہے۔ یہانتک کہ میں اس سے پورا حق انشاءاللہ وصول کروں گا۔ کسی قوم نے بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں ذلّت اتار دی۔ اور جب کسی قوم میں فحش باتیں پھیل گئیں۔ تو اس قوم کے تمام لوگوں پر عام طور پر بلائیں نازل ہوتی رہیں۔ اور جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں۔ تم میری اطاعت کرو۔ اگر میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری فرمانبرداری نہیں (نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ)

حضرت ابوبکرؓ کا فتنۂ ارتداد میں اتباعِ رسول ﷺ

حضور اقدس ﷺ نے مرض الوفات میں حضرت اسامہؓ کو امیر لشکر بنا کر ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جس میں خود حضرت عمر بھی تھے۔ یہ لشکر ابھی مدینہ سے باہر ہی پہونچا تھا۔ کہ اس کو آپ ﷺ کے وصال کی خبر پہونچی۔ تو آقائے دوجہاں ﷺ کے تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے یہ لشکر واپس آ گیا۔ اور حضور ﷺ کے وصال کے فوراً بعد جب فتنۂ ارتداد قبائل اور نواحی مدینہ میں پھیل گیا۔ اس وقت حالات ایسے نازک تھے کہ علامہ ابن الاثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ

ارتد العرب اما عامةً او خاصةً من كل قبيلة وظهر النفاق واشرأبَّتِ اليهوديةُ والنصرانيةُ وبقى المسلمون كالغنم فى الليلة الممطرة لفقدبيتهم وقلتهم وكثرة عدوهم۔

عرب کے قبائل مرتد ہو گئے۔ یا تو قبیلہ کا قبیلہ۔ یا ہر ایک قبیلہ میں سے خاص خاص لوگ۔ اور منافق جن کا وجود ہی باقی تھا۔ ظاہر ہو گئے۔ یہودیت اور نصرانیت نے سر اٹھایا۔ اور مسلمان اپنے نبی ﷺ کی وفات پانے اور اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے بے یار و مددگار رہ گئے۔ جیسے بکریوں کا ریوڑ اندھیرے اور بارش کی رات میں بغیر چرواہے کے رہ جاتا ہے۔

سارے صحابہ رضی اللہ عنہم حتّٰی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی بھی یہی رائے ہوئی کہ حالات اس وقت سازگار نہیں ہیں تو اس لشکر کی روانگی مؤخر کر دی جائے،

چنانچہ تاریخ الکامل میں لکھا ہے کہ تمام صحابہؓ کی رائے متفق تھی۔ کہ ایسے وقت جب کہ مسلمان نہایت پریشان اور بے سروسامان ہیں۔ اور چاروں طرف کی مخالفت کے اندر گھرے ہوئے ہیں۔

اس لشکر کا جس میں جلیل القدر صحابہ مہاجرین وانصار ہیں مدینہ منورہ سے دور چلا جانا دور اندیشی کے خلاف ہے۔ اور خاص کر اہل مدینہ کے لئے خوفناک صورت ہے۔ خود حضرت اسامہ کی رائے تھی کہ بڑے درجہ کے منتخب مسلمان میرے ساتھ ہیں میں مطمئن نہیں ہوں۔ کہ اس لشکر کی روانگی کے بعد خلیفہ اور امہات المؤمنین۔ اور مسلمانوں کے اہل وعیال کو کن دقتوں کا سامنا ہو۔
بالآخر حضرت عمرؓ نے خود جا کر امیر لشکر اور مسلمانوں کے خیال کا اظہار کیا مگر خلیفۂ اوّل نے یہ سنکر فرمایا۔

ولو اخطفنی الکلاب والذئاب لانفذته کما امربه رسول الله ﷺ ولاارد قضاء قضیٰ به رسول الله ﷺ ولولم یبق فی هذه القریٰ غیری لا نفذته۔

اگر کتے اور بھڑیئے بھی مجھ کو اچک لیجائیں۔ تب بھی میں اس لشکر کو روانہ کرونگا۔ اور میں اس فیصلہ کو رد نہ کروں گا جس کو رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں۔ اور اگر ان بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے۔ تب بھی میں اس لشکر کو روانہ کروں گا
آخر حضرت اسامہؓ لشکر لیکر تشریف لے گئے۔ اور خلیفۂ اعظم کا یہ عزم واستقلال تدبیر ظاہری کی صورت میں ظاہر ہو کر مخالفت کے بڑے حصہ کو دبا دینے کے لئے کافی ہوگیا۔ دشمنوں میں سے اکثر لوگ یہ سمجھ کر کہ اگر مسلمانوں کے پاس کافی قوت اور بڑی جمعیت نہ ہوتی تو اُن کا اتنا بڑا اور جرار لشکر دارالخلافہ کو غیر محفوظ چھوڑ کر نہ نکلتا۔ یہ سوچ کر وہ مسلمانوں سے ڈر گئے۔ اور ان کی مخالفت سے رُک گئے۔ (اطاعتِ رسول ﷺ : ۱۲۳)
چنانچہ اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے اس لشکر کو بھی روانہ فرمایا جس میں تین ہزار مجاہد تھے۔ ایک ہزار سوار تھے۔ اس کے علاوہ مرتدین سے جہاد کے لئے لشکر روانہ فرمایا۔ اس کے

بعد صدیق اکبرؓ ایک بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ جس میں چند ماہ کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ تو وفات سے پہلے حضرت عمرؓ سے ان حوادثات میں اطاعت رسول ﷺ پر عمل درآمد ہونے کے ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ تمہیں کوئی مصیبت اگر چہ کتنی ہی بڑی ہو۔ تمہارے دینی کام میں اور اللہ کی وصیت میں مانع نہ ہو۔ کیا تم نے دیکھا کہ سید عالم ﷺ کی وفات کے وقت میں نے کس طرح کام کیا۔ اگر ہم نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے غفلت برتی ہوتی تو ہم رسوا ہو جاتے۔ اور ہمیں ضرور سزا دیجاتی۔ اور سارا مدینہ آگ سے بھڑک جاتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کمالِ اطاعت کا سبب

غرض صدیق اکبر کی ساری زندگی سرورِ کونین ﷺ کی حیات طیبہ کا عملی نمونہ تھی۔ ہر ہر قدم پر اور ہر حرکت وسکون میں آپ کا مطمح نظر یہ ہی رہتا تھا کہ اس موقعہ پر اس حال میں آپ ﷺ نے کیا لائحۂ اختیار کیا ہے۔ اور اس موقعہ پر اور ایسی صورت حال میں آپ ﷺ نے کیا فرمایا تھا۔

دراصل جس سے جتنی محبت اور جتنا عشق ہوتا ہے۔ اُتنا ہی معشوق کے کاموں کے کرنے کو بلکہ ہر چیز میں اس کی نقل کو دل چاہتا ہے۔

اور حضرت صدیق اکبرؓ کو جو آپ ﷺ سے عشق ومحبت تھی۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔

اس عشق ومحبت کے بیسیوں واقعات کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ صرف اندازے اور نمونے کے لئے ایک دو باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد دردِ ہجر اور غم فراق کا حضرت صدیق اکبرؓ کو اتنا تائثر تھا کہ ان کو آپ ﷺ کے اسم گرامی سننے کی تاب باقی نہیں رہی تھی۔

چنانچہ زمانۂ خلافت میں جب آپ حضرت عمرؓ کو نائب مقرر فرما کر عمرہ کے لئے تشریف

لے گئے۔تو چند آدمی آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔آتے ہی انھوں نے کہا السلام علیکم یاخلیفۃ رسول اللہ ﷺ۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کے سلام میں اپنے محبوب ﷺ کا اسم مبارک سن کر زاروقطار رونا شروع کردیا۔اس کے بعد آپ اپنے والد ابوقحافہ کے ساتھ اُن کے گھر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر پھر باہر آئے۔تو لوگ آپ سے ملنے کیلئے آئے۔آپ ان کے ساتھ آگے آگے چل رہے تھے۔اور اُنھیں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں صبر کی تلقین کرتے ہوئے زارزار رو رہے تھے۔

پھراس دردِ ہجر اور غمِ فراق میں آپ بیمار ہوگئے۔اوراس مرض کی خاصیت یہی ہے کہ دن بدن بڑھتا ہی جاتا ہے۔اس میں علاج ودوا تو جلتے چولھے میں لکڑیوں اور ایندھن کا کام دیتی ہے۔ بلکہ اس مرض کا صرف تذکرہ بھی زخم پر نمک پاشی سے کم نہیں۔اگر آپ ایسے مریض کو کسی دریا کے کنارے پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی شاہی باغ کے کسی شاندار کوٹھی میں بھی رکھیں۔مگر پھر بھی یہ خلوت۔یہ تفریح۔اور یہ سارے پرکشش مناظر اس کے مرض میں اضافہ کرنے کے لئے اوراس کی شدت بڑھانے کے لئے عین دست وبازو ہی ثابت ہوں گے۔

لیکن یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کو کہتے تو ہیں مرض۔اور کہا جاتا ہے عشق وجنون۔مگر اس پر ناز کیا جاتا ہے۔اوراس کی زیادتی کی دعائیں کی جاتی ہیں۔بقول تاجور صاحب ع

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے　　　وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

غموں کو فکر دوعالم نے کردیا آزاد　　　تیرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

غرض صدیق اکبرؓ اس مرض میں گھلتے رہے۔اوراسی آگ میں جلتے رہے۔اور آپ کا بدن مبارک اس مرض میں گھلتا رہا۔اور آپ روز بروز لاغر وکمزور ہوتے رہے۔اس لئے آپ

کی حیات کے آخری ایام میں جب کسی طبیب نے آپ کا معائنہ کیا تو کہا کہ ان کا دل اندر ہانڈی کی طرح اُبل رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کوئی بہت بڑا صدمہ پہونچا ہے۔

غرض اس راہ عشق میں چلتے چلتے معشوق کے پاس جا پہونچے۔ بقول شاعر۔

اے مرغِ سحر عشق ز پروانہ بیاموز　　　کان سوختہ را جان شدو آواز نیامد

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وصیت نامہ

اپنی اس اطاعت رسول اور دین کی پیروی کا تذکرہ حضرت صدیق اکبرؓ نے خود اپنے وصیت نامے میں فرمایا ہے۔ آپ نے اس کو اس وقت فرمایا تھا۔ جب کہ آپ نے اپنی جگہ حضرت عمر فاروقؓ کو نامزد کیا تھا۔ تو یہ سنکر بعض حضرات آپ کے پاس پہونچے اور . . . . حضرت ابوبکر صدیق سے کہا کہ آپ اپنے رب سے کیا کہیں گے۔ جب آپ سے اللہ پاک حضرت عمر کے خلیفہ بنانے میں سوال کرے گا آپ حضرت عمر کو خلیفہ بناتے ہیں۔ حالانکہ آپ ان کی سختی کو خوب جانتے ہیں۔ (آپؓ بستر مرگ پر لیٹے ہوئے تھے) آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اٹھاؤ کیا اللہ کے بارے میں تم مجھ کو ڈراتے ہو۔ وہ آدمی خسارہ میں ہے جس نے تمہارے کام میں ظلم کا توشہ لیا۔ میں کہوں گا کہ اے میرے اللہ میں نے لوگوں پر ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو تیری مخلوق میں بھلا ہے۔ (اس کے بعد فرمایا) جا میری طرف سے جو میں نے کہا ان لوگوں تک پہونچا دے جو تیرے پیچھے ہیں اس کے بعد لیٹ گئے اور یہ وصیت نامہ لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ معاہدہ ہے جو ابوبکر بن ابی قحافہ نے اپنی آخری زندگی میں دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے۔ اور آخرت میں قدم رکھتے ہوئے کیا ہے۔ وہ آخرت جہاں کافر بھی مؤمن ہوگا۔ اور فاجر بھی یقین کر لیگا۔ اور آخرت کا جھٹلانے والا بھی اس کی تصدیق کر لیگا۔ بے شک میں اپنے بعد تم لوگوں پر عمر بن خطابؓ کو خلیفہ بنا چکا ہوں۔ ان کا حکم ماننا اور ان کی

اطاعت کرنا۔

میں نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور اس کے دین اپنے نفس اور تم لوگوں کے ساتھ بھلائی میں کمی نہیں کی۔

اگر میں نے عدل کیا اور میرا ان کے متعلق بھی یہی گمان ہے۔اور ان کے بارے میں یہ ہی علم ہے۔اور اگر اس کے خلاف کیا۔تو ہر آدمی کے لئے اس کے اعمال کے مطابق جزا وسزا ہے۔میں نے تو بھلائی ہی کا ارادہ کیا ہے۔اور غیب کا مجھے علم نہیں **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون☆ والسّلام علیکم ورحمة الله** ۔ (اطاعت رسول : ۱۳۵)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حضرت عمرؓ کو اتباع سنت کی تاکید

اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس آدمی بھیج کر اُنھیں بلایا۔ اور بہت سی باتیں بتلائیں ۔اس میں پھر خاص طور پر سنت نبویہ پر گامزن رہنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ اے عمرؓ۔ بغض رکھنے والے نے تم سے بغض رکھا۔ اور محبت کرنے والے نے تم سے محبت کی۔ اور یہ پرانے زمانہ سے ہوتا چلا آرہا ہے کہ بھلائی سے دشمنی اور عداوت ...کی جاتی ہے۔اور شرارت سے محبت کی جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ مجھے خلافت کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔لیکن منصب خلافت کو تمہاری ضرورت ہے۔تم نے سرور دو عالم ﷺ کو دیکھا ہے۔تم اُن کی صحبت میں رہ چکے ہو۔اور تم نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمارے نفسوں کو اپنے نفس پر ترجیح دی ہے۔اور یہاںتک کہ ہم لوگ آپ ﷺ ہی کے دیئے ہوئے عطیات میں صرف بچا ہوا آپ ﷺ کے اہل کو ہدیہ دیا کرتے تھے۔

اور تم نے مجھے دیکھا اور میرے ساتھ رہے ہو۔ میں نے تو اس ذات گرامی کے نقش

قدم کی پیروی کی ہے۔جو مجھ سے پہلے تھی۔(صلى الله عليه وآله وصحبه وبارك وسلم)خدا کی قسم۔میں یہ باتیں سونے کی حالت میں نہیں کررہاہوں کہ خواب دیکھ رہاہوں۔ اور میں کسی وہم کے طور پر یہ شہادتیں نہیں دے رہاہوں۔اور بیشک میں ایسے راستہ میں ہوں جس میں کجی نہیں۔

اے عمر تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ بے شک اللہ پاک کے لئے کچھ حقوق رات میں ہیں۔جن کو وہ دن میں قبول نہیں فرماتا ہے۔اور کچھ حقوق دن میں ہیں جن کو وہ رات میں قبول نہیں فرماتا اور قیامت کے دن جس کسی کی بھی ترازوئے اعمال وزنی ہوں گے وہ محض ان لوگوں کے اتباع حق کی وجہ سے وزنی ہوں گے۔اور حق بھی یہی ہے اس کے وزنی ہونے کا کہ اس میں سوائے حق کے کچھ نہ ہو۔اور بروز قیامت جن لوگوں کے اعمال کا پلّہ ہلکا ہوگا یہ وہی ہیں جنھوں نے باطل کی پیروی ہوگی۔اور میزان اعمال کے لئے حق بھی یہی ہے کہ بجز باطل کے اور کسی چیز سے اس کا پلّہ ہلکا نہ ہو۔ بیشک سب سے پہلی وہ چیز جس سے میں تم کو ڈراتا ہوں وہ خود تمہارا نفس ہے۔اور میں تم کو لوگوں سے بھی پرہیز کا حکم دیتا ہوں۔لوگوں کی نظریں بہت بلند وبالا دیکھنے لگی ہیں۔ اور ان کی خواہشات کا مشکیزہ ہواؤں سے بھر گیا ہے۔ اور لوگوں کے لئے لغزش سے خیریت ہوجائے گی۔

پس تم لوگوں کو لغزشوں میں پڑنے سے بچاؤ۔اس لئے کہ لوگوں کو ہمیشہ تمہاری جانب سے خوف رہے گا۔اور تم سے ڈرتے رہیں گے۔

جب تک کہ تم خدا سے ڈرتے رہوگے۔ یہ میری وصیت ہے۔اور میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے لئے دعائیں کی۔اس کی بھی دعا کی کہ اے حضرت عمرؓ کو ان بھلے خلفاء میں سے کردے۔ جو تیرے نبی الرحمۃ ﷺ کی ہدایت کا اتباع

کریں۔اور تیرے نبی ﷺ کے بعد جو بھلے ہیں ان کا اتباع کریں۔اوراس کے لئے رعایا کی اصلاح کرے۔اٰمین۔(اطاعت رسول : ١٣٧)

باب ﴿٤﴾

حضرت عمرؓ کا کمال اتباعِ سنت

غرض حضرات صحابہٴ کرام۔اوراولیاء کاملین اپنے معاشرہ کواور زندگی کے ہر شعبہ کو اور ہر لمحہ کوسیدالکونین فخر دو عالم ﷺ کی حیوٰۃ طیّبہ کے ساتھ جانچتے ہوئے چلتے ہیں۔اور دیکھتے رہتے ہیں کہ ہم اس طریقہٴ مبارک کے خلاف تونہیں چل رہے ہیں۔[

اسلئے حضرت عمر بن الخطابؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔

مدینہ طیبہ میں لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا۔ میں تجارت کیا کرتا تھا۔اب تم لوگوں نے اس میں مشغول کردیا۔اس لئے اب گذارہ کی کیا صورت ہو۔

لوگوں نے مختلف مقدار میں تجویزیں کیں۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا۔تمہاری کیا رائے ہے۔

آپ نے فرمایا کہ توسط کے ساتھ جو تمہیں کافی ہوجائے۔حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا۔اور قبول کرلیا۔اور متوسط مقدار تجویز ہوگئی۔

اس کے بعد ایک مرتبہ ایک مجلس میں ۔جس میں خود حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ اور حضرت طلحہ شریک تھے۔ یہ ذکر آیا کہ حضرت عمرؓ کے وظیفہ میں اضافہ ہونا چاہیئے۔کیونکہ گذر میں تنگی ہوتی ہے۔مگراُن سے عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔اس لئے ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ جو حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہونے کی حیثیت سے امّ المؤمنین بھی تھیں۔ان کی خدمت میں یہ حضرات تشریف لے گئے۔اوران کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کی

اجازت اور رائے معلوم کرنے کی کوشش کی۔اور ساتھ ہی یہ بھی کہد یا کہ ہم لوگوں کے نام معلوم نہ ہوں۔

حضرت حفصہؓ نے جب حضرت عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو اُن کے چہرے پر غصّہ کے آثار ظاہر ہوئے۔حضرت عمرؓ نے نام معلوم کرنے کے لئے دریافت کیا۔حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہوجائے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر مجھے ان کے نام معلوم ہوجاتے۔تو ان کے چہرے بدلدیتا۔یعنی ایسی سخت سزائیں دیتا۔کہ ان کے مُنہ پر نشان پڑ جاتے۔تو ہی بتا کہ حضورﷺ کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا۔

انھوں نے عرض کیا کہ دو کپڑے گیروی رنگ کے جنکو حضور اقدسﷺ جمعہ کے دن۔ یا کسی وفد کے آنے کی وجہ سے پہنتے تھے۔پھر فرمایا۔کہ کونسا کھانا تیرے یہاں عمدہ سے عمدہ کھا یا جاتا تھا۔عرض کیا کہ ہمارا کھانا جَو کی روٹی تھی۔ہم نے گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبّہ کی تلچھٹ اُلٹ کر ایک مرتبہ اس کو چپڑ دیا۔تو حضورﷺ خود بھی اس کو مزے لیکر نوش فرماتے تھے۔اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔فرمایا کہ کونسا بستر تیرے یہاں عمدہ سے عمدہ تھا۔جو تیرے یہاں بچھاتے تھے۔عرض کیا کہ ایک موٹا سا کپڑا تھا۔گرمی میں اس کو چوہرہ کرکے بچھا لیتے تھے۔اور سردی میں آدھے کو بچھا لیتے۔اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔

فرمایا حفصہ۔ان لوگوں تک یہ بات پہونچا دے کہ حضور اقدسﷺ نے اپنے طرز عمل سے ایک انداز مقرر کیا ہے۔اور امید۔(آخرت) پر کفایت فرمائی۔میں بھی حضور اقدس ﷺ کی اتباع کروں گا۔میری مثال اور میرے دو ساتھیوں (حضورﷺ اور حضرت ابوبکرؓ) کی مثال اُن تین شخصوں کی سی ہے۔جو ایک راستہ پر چلیں۔

پہلا شخص ایک توشہ لیکر چلا۔اور اپنے مقصد کو پہونچ گیا۔دوسرے نے بھی پہلے کا اتباع کیا۔اور اسی کے طریقہ پر چلا۔اور پہلے کے پاس پہونچ گیا۔

پھر تیسرے نے چلنا شروع کیا۔ اگر وہ ان دونوں کے طریقہ پر چلے گا۔ تو ان سے مل جائے گا۔ اور اگر ان کے طریقہ کے خلاف چلے گا۔ تو کبھی ان سے نہ مل سکے گا۔ (اطاعت رسول ﷺ/۱۳۹)

حضرت عمرؓ کا اپنے اتباع سنت پر صحابہ کرامؓ کو نگراں بنانا

دین وشریعت اور اتباع سرور عالم ﷺ پر اس قدر شدت سے عمل پیرا ہونے کے باوجود ہر وقت اس سے خائف اور ترساں رہتے تھے۔ کہ کہیں سنت کا دامن ہاتھوں سے نہ چھوٹ جائے۔ اس وجہ سے بعض مرتبہ صحابۂ کرام کو فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر مجھ کو اس طریق سے ذرا سا ہٹا ہوا پائیں۔ تو مجھے اس پر متنبہ کردیں۔

اسلئے قیصر روم کے دربار میں جب آنحضرت ﷺ کے مشہور صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ سفارت پر تشریف لے گئے۔ تو اُنھوں نے اپنے خلیفۂ وقت کی نسبت ایک موقع پر فرمایا کہ ہمارا سردار ہم میں ایک فرد ہے۔ اگر ہمارے مذہب کی کتاب۔ اور ہمارے پیغمبر ﷺ کے طریقہ کی پیروی کرے۔ تو ہم اس کو اپنا سردار باقی رکھیں گے۔ اور اگر ان کے سوا وہ کسی اور چیز پر عمل کرے تو ہم اس کو معزول کردیں گے۔ اگر وہ چوری کرے۔ تو ہم ہاتھ کاٹ دیں گے۔ اور اگر زنا کرے تو سنگسار کردیں۔ اور اگر وہ کسی کو گالی دے۔ تو وہ بھی اس کو اسی طرح گالی دے۔ اگر وہ کسی کو زخمی کرے تو اس کا بدلہ دینا پڑے۔ وہ ہم سے چھپ کر پردہ میں نہیں بیٹھتا۔ وہ ہم سے غرور نہیں کرتا مال غنیمت میں وہ اپنے آپ کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا وہ ہم میں ایک معمولی آدمی کا مرتبہ رکھتا ہے۔

نیز ایک مرتبہ خطبہ دیتے حضرت عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا۔ کہ صاحبو۔ اگر میں اس طریقۂ نبوی سے ہٹ کر دنیا کی طرف جھک جاؤں۔ تو تم کیا کرو گے۔ ایک عامی آدمی وہیں کھڑا

ہوگیا۔اور تلوار میان سے کھینچ کر بولا کہ تمہارا سر اڑا دیں گے۔

حضرت عمرؓ نے اس کے آزمانے کے لئے ڈانٹ کر کہا۔ کہ کیا تو میری شان میں یہ لفظ کہتا ہے ہے۔اس نے کہا ہاں۔تمہاری شان میں۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے۔جس نے میری قوم میں ایسے لوگ پیدا کئے کہ اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھ کو سیدھا کر دیں۔(اطاعتِ رسول : ۱۴۱)

حضرت عمرؓ کی اپنے متعلقین کے اتباع سنت پر سخت نگرانی

ایک دفعہ آپ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ پاس جا کر کہا۔دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔

اُس نے کہا۔ جنگ موتہ میں میرا دایاں ہاتھ جاتا رہا۔حضرت عمرؓ پر یہ سنکر رقّت طاری ہوگئی۔اس کے برابر بیٹھ گئے۔اور روتے روتے کہنے لگے، کہ افسوس۔تم کو وضو کون کراتا ہوگا۔ سر کون دُھلاتا ہوگا۔اور کپڑے کون پہناتا ہوگا۔ پھر ایک نوکر مقرر کر دیا۔اور اس کے لئے تمام ضروری چیزیں خود مہیا کر دیں۔

غرض حضرت عمر فاروقؓ ساری زندگی خود سنّت نبویہ پر گامزن رہے۔اور اسوۂ نبوی ﷺ پر عمل کرنے والی امت کے لئے ایک لائحہ عمل اور مثال قائم فرمادی۔ کہ سچی پیروی اور کامل اتباع اسے کہتے ہیں۔

نیز قولاً بھی آپ عوام الناس کو عموماً۔اور امراء لشکر اور سرداروں کو خصوصاً اس کی بہت اہتمام سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔ کہ اطاعت رسول ﷺ سے ایک لمحہ بھر بھی وہ علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس کی رسّی کو ہمیشہ اپنی گردن میں ڈالے رکھیں۔

حضرت عمرؓ کا اُمراءِ لشکر کو اطاعت رسول ﷺ کی سخت تاکید کرنا

چنانچہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو جو جناب سید الکونین فخر دو عالم ﷺ کے بڑے پایہ کے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں ۔ اور آپ ﷺ کے رشتہ کے ماموں بھی ہوتے ہیں ۔ جب عراق کے لئے امیر لشکر بنا کر بھیجا۔ وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اے سعد تم کو اللہ پاک کی جانب سے یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالدے کہ تم کو رسول اللہ ﷺ کا ماموں اور رسول اللہ ﷺ کا صحابی کہا جاتا ہے ۔ بے شک اللہ پاک برائی کو بُرائی کے ذریعہ نہیں مٹاتے ۔ لیکن خداوند تعالیٰ برائیوں کو نیکیوں کے ذریعہ دفع کرتے ہیں ۔ بیشک اللہ پاک کے اور کسی کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ۔ رشتہ اور تعلق ہے تو اس کی اطاعت کا ہے ۔ لوگوں کے شریف اور غیر شریف اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں ۔ اللہ ان سب کا رب ہے ۔ اور سب اس کے بندے ہیں ۔ ایک دوسرے پر فضیلت پرہیز گاری کی وجہ سے رکھ سکتے ہیں ۔ اور ان مراتب کو جو اللہ کے پاس ہیں ۔ اللہ کی فرمانبرداری کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں ۔ اس امر کا دھیان رکھنا کہ نبی کریم ﷺ جس پر جمے رہے ۔ جب آپ ﷺ بھیجے گئے ۔ اور یہانتک کہ آپ ﷺ ہم لوگوں کو چھوڑ کر تشریف لے گئے ۔ اس امر کو لازم پکڑنا وہی اَمر اَمر ہے ۔ یہی میری نصیحت ہے ۔ اپنے آپ کو اس کے چھوڑنے سے بچاؤ ۔ اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا ۔ اور اس سے بے رغبتی برتی ۔ تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو خسارے میں مبتلا ہیں ۔

اسی طرح ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ہم لوگوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی ۔ اور آپ ﷺ کا اتباع کیا ۔ آپ ﷺ نے ہر اس چیز پر عمل کر کے دکھا دیا ۔ جس کا اللہ جل شانہٗ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ۔ آپ ﷺ صدقہ مساکین کو برابر دیتے رہے ۔ یہاں تک اللہ پاک نے آپ ﷺ کو اس حالت پر وفات دی ۔

پھر حضور ﷺ کے خلیفہ حضرت ابو بکرؓ ہوئے۔ وہ حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ پاک نے ان کو وفات دی پھر اللہ پاک نے مجھ کو خلیفہ بنایا۔ (اطاعت رسول: ۱۴۵)

حضرت عمرؓ کا اتباع سنت اور حب رسول ﷺ

تہذیب نفس اور اخلاق حمیدہ سے مزین ہونے کے لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے دل میں مبدءِ خلق عظیم یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص محبت اور اتباع سنت کا صحیح جذبہ پیدا کرے، جو دل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی اور جو قدم اسوۂ حسنہ کے جادہ مستقیم سے منحرف ہے وہ کبھی سعادت کونین کی نعمت سے متمتع نہیں ہوسکتا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ اپنی جان کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں، ارشاد ہوا عمر! میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہونا چاہئے حضرت عمرؓ نے کہا اب حضورؐ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

آپ جمال نبوت کے سچے شیدائی تھے ان کو اس راہ میں جان، مال، اولاد اور عزیز واقارب کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا، عاصی بن ہشام جو حضرت عمرؓ کا ماموں تھا، معرکہ بدر میں خود ان کے ہاتھ سے مارا گیا، اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہراتؓ سے ناراض ہو کر علحدگی اختیار کر لی، تو حضرت عمرؓ نے یہ خبر سن کر حاضر خدمت ہونا چاہا۔ جب بار بار اِذن طلب کرنے پر بھی اجازت نہ ملی تو پکار کر کہا ''خدا کی قسم میں حفصہؓ کی سفارش کے لیے نہیں آیا ہوں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو اس کی گردن ماردوں۔'' (فتح الباری ص ۲۵۱۔۹۲ بحوالہ خلفائے راشدین ۱۶۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمرؓ کی محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ان کو کسی طرح اس کا یقین نہیں آتا تھا، مسجد نبوی میں

حالتِ وارفتگی میں قسمیں کھا کھا کر اعلان کرتے تھے کہ جس کی زبان سے نکلے گا کہ میرا محبوب آقا دنیا سے اٹھ گیا اس کا سر اڑادوں گا۔ آپؓ کے وصال کے بعد جب کبھی عہد مبارک یاد آجاتا تو رقت طاری ہوجاتی، اور روتے روتے بیتاب ہوجاتے، ایک دفعہ سفر شام کے موقع پر حضرت بلالؓ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوگئی، اور اس قدر، روئے کہ ہچکی بندھ گئی ؎ (فتوح الشام بحوالہ خلفائے راشدین صفحہ۱۶۳)

یہ فطری امر ہے کہ محبوب کا عزیز بھی عزیز ہوتا ہے، اس بنا پر جن لوگوں کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں عزیز رکھتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت میں ان کا خاص خیال رکھا،

چنانچہ جب آپ نے صحابہؓ کے وظائف مقرر کیے تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام زیدؓ بن حارثہ کے فرزند اسامہ بن زیدؓ کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہ سے زیادہ مقرر کی، عبداللہ نے عذر کیا، تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم، اسامہؓ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اسی طرح جب فتح مدائن کے بعد مال غنیمت آیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت امام حسنؓ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہزار ہزار درہم مرحمت فرمائے، اور اپنے صاحبزادے عبداللہؓ کو صرف پانچ سو دئے، حضرت عبداللہؓ نے عذر کیا اور کہا کہ جب یہ دونوں بچے تھے اس وقت میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے ساتھ معرکوں میں پیش پیش رہا ہوں، حضرت عمرؓ نے کہا ہاں! لیکن ان کے بزرگوں کو جو رتبہ ہے وہ تیرے باپ دادا کا نہیں ہے۔

ازواج مطہراتؓ کے مرتبہ، ان کے احترام اور آرام وآسایش کا خاص لحاظ رکھتے تھے، چنانچہ ان کی تنخواہیں سب سے زیادہ بارہ بارہ ہزار مقرار کیں ۲۳ھ میں جب امیر الحاج بن کر گئے تو ازواج مطہراتؓ کو بھی نہایت ادب واحترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمانؓ اور

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کوسواریوں کے ساتھ کردیا تھا، یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے، اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے، ازواج مطہراتؓ منزل پر حضرت عمرؓ کیساتھ قیام کرتی تھیں، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کسی کو قیامگاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے (خلفاء راشدین ۱۶۴)

حضرت عمرؓ کے دستور عمل کا سب سے زرین صفحہ اتباع سنت تھا

وہ خوردونوش، لباس ووضع نشست وبرخاست غرض ہر چیز میں اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فقروفاقہ سے بسر کی تھی، اس لئے حضرت عمرؓ نے روم وایران کی شاہنشاہی ملنے کے بعد بھی فقروفاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا، ایک دفعہ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ اب خدا نے مرفہ الحالی عطا فرمائی ہے۔ اسلیے آپ کو نرم کپڑا اور نفیس غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا جان پدر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت اور تنگ حالی کو بھول گئیں، خدا کی قسم میں اپنے آقا کے نقش قدم پر چلوں گا، کہ آخرت کی فراغت اور خوش حالی نصیب ہو، اس کے بعد دیر تک رسول اللہ علیہ وسلم کی عسرت کا تذکرہ کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت حفصہؓ بے تاب ہو کر رونے لگیں۔ (کنزالعمال، ج/۲۳۹) بحوالہ خلفاء راشدین/۱۶۴)

ایک دفعہ یزید بن ابی سفیان کے ساتھ شریک طعام ہوئے، معمولی کھانے کے بعد دسترخوان پر جب عمدہ کھانے لائے گئے تو حضرت عمرؓ نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے، اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے ہٹ جاؤ گے تو خدا تم کو جادۂ مستقیم سے منحرف کروے گا۔ (کنزالعمال ج۶/۳۴۵) بحوالہ خلفاء راشدین/۶۵)

اسلام میں شعائراللہ کی تعظیم کا حکم ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجراسود کو بوسہ دیا ہے، حضرت عمرؓ کو اپنے زمانۂ خلافت میں جب اس کا موقع پیش آیا تو اس خیال سے کہ

ایسا نہ ہو کر پتھر کو بوسہ دینے سے کبھی مسلمانوں کو یہ دھوکا ہو کہ اس میں بھی الٰہی شان ہے، حجر اسود کو بوسہ تو دیا لیکن اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا:

انی اعلم انك حجر وانك لا تضرو لا تنفع ولولا انی رایت رسول اللّٰہ یقبلك ماقبلتك

''میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا،''

اسی طرح طواف میں رمل کا حکم مشرکین عرب کے دلوں پر رعب ڈالنے کی مصلحت پر مبنی تھا۔ اس لئے جب خدا نے ان کو ہلاک کر دیا تو حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ اب رمل سے کیا فائدہ ہے، مگر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار کو ترک کرنے پر جرأت نہ ہوئی (بخاری شریف بحوالہ خلفاء راشدین ۱۶۵)

مقام ذوالحلیفہ میں آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی، حضرت عمرؓ جب وہاں سے گذرتے تھے تو ضرور دو رکعت نماز اتباعِ سنت میں پڑھتے تھے

ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا اسی طرح وہ بھی عمل پیرا ہوں، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ حضرت عمرؓ جب اس طرف سے گزرتے تو اس جگہ دو رکعت نماز ادا کر لیتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا یہ نماز کیسی ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ (مسلم شریف بحوالہ خلفاء راشدین ۱۶۵)

حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباعِ سنت کے جذبہ سے معمور ہو جائے

یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباعِ

سنت کے جذبہ سے معمور ہو جائے۔

ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، حضرت عمرؓ نے عین خطبہ کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور کہا، آنے کا یہ کیا وقت ہے؟ انھوں نے کہا کہ بازار سے آرہا تھا کہ اذان سنی، وضو کر کے فوراً حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ وضو پر کیوں اکتفا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ کو) غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف /بحوالہ خلفاء راشدین ۱۶۶)

باب ۵

حضرت عثمانؓ کا اتباع سنت

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے اس محبت وارادت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ہر قول وفعل یہاں تک کہ حرکات وسکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا کی اتباع کو پیش نظر رکھتے تھے، ایک دفعہ وضو کر کے متبسم ہوئے، لوگوں نے اس بے موقع تبسم کی وجہ پوچھی۔ فرمایا میں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداء) کو اسی طرح وضو کر کے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔

ایک دفعہ سامنے سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عصر کے وقت سب کے سامنے وضو کر کے دکھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح وضو فرمایا کرتے تھے ایک بار مسجد کے دوسرے دروازے پر بیٹھ کر بکری کا پٹھا منگوایا، اور کھایا اور بغیر تازہ وضو کئے ہوئے نماز کو کھڑے ہو گئے، پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا، اور اسی طرح کیا تھا حج کے موقع پر آپ

اور ایک صحابی طواف کر رہے تھے، طواف میں انھوں نے رکن یمانی کا بھی بوسہ لیا۔ حضرت عثمانؓ نے ایسا نہیں کیا۔ تو انھوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کا استلام کرانا چاہا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا یہ کیا کرتے ہو، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں پوچھا کیا آپؐ کو اس کا استلام کرتے تم نے دیکھا؟ کہا نہیں، فرمایا پھر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء مناسب نہیں؟ انھوں نے جواب دیا بے شک۔ (مسند ابن حنبل ج ۱/۱۷) بحوالہ خلفاء راشدین/۲۵۶)

باب ۶

حضرت حارث بن نعمانؓ کا اطاعت رسول

آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ ایک رسّی اپنے جھولے سے اپنے حجرہ کے دروازے تک باندھ لی تھی۔ جب بھی کوئی مسکین آتا۔ تو اپنی جھولی میں سے کچھ لیتے۔ اور اس رسی کو پکڑ کر اس کے سہارے مسکین کو خود اپنے ہاتھ سے دیکر آتے۔

ان کے گھر والے کہتے ہیں کہ آپ کی طرف سے یہ کام ہم کر دیتے ہیں۔ تو فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ کہ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا انسان کو بری موت سے بچاتا ہے۔ (رواہ الطبرانی) (اطاعت رسول : ۱۵۲)

باب ۷

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا شدتِ اتباعِ رسول ﷺ

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے مسجد نبوی میں صحابۂ کرام کو خطاب کر کے (کچھ فرمانے

کے لئے یا کسی بھی وجہ سے) ارشاد فرمایا۔ کہ اجلسوا۔ اجلسوا بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔ حضرت ابن مسعودؓ دروازہ کے پاس تھے۔ جیسے ہی اُنھوں نے یہ ارشاد سنا۔ فوراً وہیں بیٹھ گئے۔ پھر حضور اقدس ﷺ نے ان کو جب بلایا تب وہاں سے اُٹھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن کھڑے ہو کر فرماتے اصل چیزیں دو ہیں ایک زندگی گزارنے کا طریقہ اور دوسرا کلام۔ سب سے افضل اور سب سے زیادہ سچّا کلام اللہ تعالیٰ کا ہے اور سب سے عمدہ طریقہ حضرت محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں میں سے سب سے بُرے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کئے جائیں اور ہر نیا کام (جو قرآن وحدیث سے نہ نکالا گیا ہو وہ) بدعت ہے۔ غور سے سنو! ایسا نہ ہو کہ مدّت لمبی ہو جائے اور اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں اور لمبی اُمّیدیں تمہیں (آخرت سے) غافل کردیں کیونکہ جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے اور جو آنے والی نہیں وہ دور ہے۔ (حیاۃ الصحابہ ۵/۲۷)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنّت پر میانہ روی سے چلنا بدعت پر زیادہ محنت کرنے سے اچھا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی اتباع سنت کے متعلق نصیحت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے جو کسی کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہئے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کی اقتداء کرے کیونکہ وہ اس اُمّت میں سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرے علم والے، سب سے کم تکلف والے، سب سے زیادہ سیدھے طور طریقے والے اور سب سے زیادہ اچھی حالت والے تھے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لئے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے چنا تھا، لہٰذا تم ان کے فضائل و درجات کا اعتراف کرو اور ان کے نقشِ قدم پر چلو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے جماعتِ علماء! اللہ سے ڈرو اور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستہ کو پکڑے رکھو میری زندگی کی قسم اگر تم اس راستہ پر چلو گے تو تم دوسروں سے بہت آگے نکل جاؤ گے اور اگر تم اسے چھوڑ کر دائیں بائیں چلے جاؤ گے تو تم بہت زیادہ بھٹک جاؤ گے۔

حضرت مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد جب مسجد میں نماز پڑھتے تو مختصر پڑھتے، البتہ رکوع اور سجدہ پورا کرتے اور گھر میں جب نماز پڑھتے تو نماز، رکوع اور سجدہ سب کچھ لمبا کرتے۔ میں نے کہا ابا جان! جب آپ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو مختصر پڑھتے ہیں اور جب گھر میں نماز پڑھتے ہیں تو لمبی پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! ہم امام ہیں لوگ ہمارے پیچھے چلتے ہیں، ہماری اقتداء کرتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۷۶)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے چلو، اپنی طرف سے نئے نئے طریقے مت چلاؤ (تمہیں عقل لڑانے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کے رسول اور صحابہ تمہیں سب کچھ کر کے دے گئے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا اور ان کی فضیلت کا اعتراف کرنا دونوں سنت میں سے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، ج ۲۷۶/۳)

باب ۸

حضرت ابوذر غفاریؓ کا شدتِ اتباع رسول ﷺ

ایک مرتبہ آپ اپنے کھیت میں تالاب میں سے پانی دے رہے تھے۔ کہ کچھ آدمی اُن کے پاس آئے۔ تو ان کے پیروں سے نالی کی ڈول ٹوٹ گئی۔ اور پانی باہر بہنے لگا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ پانی کو ضائع ہوتے ہوئے دیکھا تو فوراً وہیں بیٹھ گئے۔ پھر اس کیچڑ میں لیٹ گئے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے۔ اُنھیں بڑا تعجب ہوا۔ حضرت ابوذرؓ سے پوچھنے لگے۔ کہ یہ کیا حرکت ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا۔ کہ ان لوگوں کی لا پرواہی پر مجھے غصّہ آیا۔ ساتھ ہی مجھے آنحضرت ﷺ کا ارشاد آیا۔ کہ جب غصّہ آئے تو بیٹھ جاؤ پھر بھی اگر غصّہ باقی ہو تو لیٹ جاؤ۔ لہٰذا میں نے اس ارشاد کی تعمیل کی (اطاعت رسول ﷺ ۱۵۲)

باب ۹

حضرت ابوالدرداءؓ کا اتباع سنت

حضرت ابوالدرداءؓ کا اشاعت سنت سے عشق

آپ نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے ملک شام جانے کی اجازت طلب کی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ میں تمہیں صرف ایک شرط پر اجازت دیتا ہوں۔ کہ تم عامل بنو۔ اُنھوں نے کہا۔ مجھے عامل نہیں بننا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ پھر میں اجازت نہیں دیتا۔

تو حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا۔ کہ اچھا میں جاؤں گا۔ لیکن لوگوں کو سنّتِ نبویہ کی تعلیم دوں گا۔ اور ان کی امامت کروں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اُنھیں جازت دیدی۔ اور یہ تشریف لے گئے۔

کتنی اہمیت تھی ان حضرات کے یہاں سنّتِ نبویہ کی۔ کہ لوگوں کو اسکی تعلیم کے لئے۔ اور لوگوں کو حضور ﷺ کے طریقے سکھلانے کیلئے ملک شام کا سفر اختیار فرمایا۔ چنانچہ اس کو اُنھوں نے پوری طرح انجام کو پہونچایا۔ جیسا کہ روایت میں آتا ہے۔ کہ پھر کچھ عرصہ بعد

حضرت عمرؓ ان حضرات کی نگرانی کے لئے ملک شام تشریف لے گئے۔ اور بغیر کسی کو اطلاع کئے کے وہاں پہونچے۔ تو دن کو آبادی میں داخل نہیں ہوئے۔ جب رات ہوگئی تو حضرت یرفاءؓ سے فرمایا۔ کہ اب چلو۔ پھر کئی اُمراء اور عمال حضرات کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان کے یہاں پہونچنے سے پہلے ہی حضرت یرفاء سے فرمادیتے تھے۔ کہ اے یرفاء تم دیکھو گے۔ کہ ان کے پاس قصّہ گو ہونگے چراغ جل رہا ہوگا۔ اور حریر کے بستر ے پر بیٹھے ہوں گے۔ جو مسلمانوں کے مال غنیمت سے ہے۔ اور تم اُنھیں سلام کرو۔ تو وہ جواب دیں گے۔ مگر اندر داخلہ کی اجازت اس وقت تک نہیں دیں گے۔ جب تک یہ نہ جان لیں کہ تم کون ہو؟

چنانچہ سب کے پاس تشریف لے گئے۔ بالکل یہی منظر ہوتا تھا۔ جو حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ چنانچہ سب کو حضرت عمرؓ نے اس پر ڈانٹ ڈپٹ کی۔ اور پھر فرمایا۔ کہ اب ہمیں ہمارے بھائی ابوالدرداءؓ کے پاس لے چلو۔ ہم ان کو دیکھیں گے۔ کہ نہ ان کے پاس قصّہ گو ہوں گے۔ نہ چراغ ہوگا۔ نہ دروازے کو زنجیر ہوگی۔ کنکریوں کو بچھائے ہوئے پالان کو ٹیک لگائے ہوں گے۔ ان پر پتلا کمبل ہوگا جس سے ٹھنڈک پار ہو رہی ہوگی۔۔ ان کو تم سلام کرنا وہ تمہیں سلام کا جواب دیں گے۔ اندر جانے کی اجازت بھی مانگو۔ تو فوراً اجازت دیدیں گے۔ یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم کون ہو۔

حضرت یرفاءؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم لوگ چلے۔ دروازہ پر پہونچکر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ السلام علیکم۔ اُنھوں نے کہا۔ وعلیکم السلام۔ پوچھا اندر آجاؤں کہا آجاؤ۔ دروازہ پر دھکا دیا۔ تو دروازے کی زنجیر نہیں تھی۔ چنانچہ ہم دونوں اس تاریک کوٹھری میں داخل ہوگئے۔

تاریکی کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اُنھیں ٹٹولنا شروع کیا۔ یہاںتک کہ پالیا۔ ان کے تکیہ کو ٹٹولا۔ تو وہ پالان تھی۔ اور ان کا بستر چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ ان کے کمبل کو ٹٹولا تو وہ

پتلا کمبل تھا۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا۔ یہ کون ہے۔ کیا امیر المؤمنین ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ بہت دنوں کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی۔ سال ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا اللہ تم پر رحم کرے۔ کیا میں نے تم پر وسعت نہیں کی تھی۔ اور کیا میں نے ایسا ایسا نہیں کیا تھا۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا۔ کہ اے عمرؓ کیا آپ کو وہ حدیث یاد ہے۔ جو جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمائی تھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کونسی حدیث۔

تو فرمایا۔ کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ تم میں سے ہر ایک کا سامانِ زندگی صرف اتنا ہونا چاہیئے۔ جتنا ایک سوار کا توشہ ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بیشک آپ ﷺ نے یہی فرمایا حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا۔ اے عمرؓ ہم نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد یہ دونوں حضرات مل کر صبح تک روتے رہے۔
(اطاعت رسول : ۱۵۵)

حضرت ابوالدرداؓ کا سنت نبوی پر عمل کا حال

سنن عادیہ واتفاقیہ کا اتباع اگرچہ ضروری نہیں لیکن بعض صحابہ اس کا اتباع بھی کرتے تھے، حضرت ابوالدرداء جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے، ام الدرداء نے کہا کہ "اس عادت کو ترک کر دیجئے، ورنہ لوگ آپ کو احمق بنائیں گے،" بولے "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے۔" (اسوہ صحابہ ۱۰۳)

باب ۱۰

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اتباع سنت

قرآن مجید کے بعد صحابۂ کرام کا محورِ عمل صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات تھی، اس لئے وہ تمام اعمال میں آپ کی سنت کا اتباع کرتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب غسل جنابت فرماتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر سات بار پانی ڈالتے ، پھر شرمگاہ کو دھوتے ، اوران مراتب کے بعد وضو کرکے تمام جسم پر پانی ڈال کر کہتے کہ۔رسول اللہ ﷺ اسی طرح غسل فرماتے تھے۔(ابوداؤدشریف)

باب ۱۱

ابوبصرہ غفاریؓ کا اتباع سنت

حالت سفر میں اگر چہ آپ نے روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہے، تاہم آپ نے زیادہ تر افطار کی ترغیب دی ہے، اسلئے اکثر صحابہ شدت سے اس پر عمل کرتے تھے، ایک بار حضرت ابوبصرہ غفاری رمضان میں مصر سے کشتی میں سوار ہوئے ، ابھی مصر کے درودیوار آنکھ سے اوجھل بھی نہ ہوئے تھے کہ کھانا طلب کیا، دسترخوان سامنے آیا تو بعض ہمراہیوں نے کہا کہ ”آپ مصر کے درودیوار کو بھی نہیں دیکھتے“ بولے ”تم سنت نبوی سے اعراض کرتے ہو“

ایک بار حضرت دحیہؓ ابن خلیفہ رمضان میں دمشق کے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے ، دونوں گاؤں میں صرف تین میل کا فاصلہ تھا، لیکن اُنھوں نے روزہ توڑ ڈالا اوران کے بہت سے ہمراہیوں نے بھی روزے توڑ ڈالے، لیکن اورلوگوں نے اس کو

پسند نہ کیا، وہ پلٹے اور فرمایا کہ آج میں نے وہ کچھ دیکھا ہے جس کی نسبت میرا خیال تھا کہ کبھی نہ دیکھوں گا، ایک قوم نے سنت نبوی سے اعراض کیا، یعنی روزہ دار (لوگ) خداوندا مجھے اب دنیا سے اُٹھالے۔(اسوۂ صحابہ: ۱۰۲)(ابوداؤد)

باب ۱۲

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا سنت نبوی سے عشق ومحبت

رسول اللہ ﷺ کی سنت کے اتباع میں تمام صحابہ سے حضرت عبداللہ بن عمر خاص طور پر ممتاز تھے، رسول اللہ ﷺ جب سفر حج سے واپس آئے تو مسجد کے دروازہ پر ناقہ کو بٹھا کر پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر گھر کے اندر تشریف لے گئے، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی معمول کرلیا، وہ کعبہ کے صرف دونوں یمانی رُکنوں کو چھوتے تھے، سبتی جوتے پہنتے تھے، زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے، اور لوگ چاند دیکھنے کے ساتھ ہی احرام باندھ لیتے تھے، لیکن وہ یوم الترویہ کو احرام باندھتے تھے، ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ ''صرف آپ ہی کیوں ایسا کرتے ہیں؟ آپ کے اور اصحاب نہیں کرتے'' بولے کہ'' میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے، اس لئے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں'' حجۃ الوداع میں آپ نماز عشاء کے بعد تھوڑی دیر تک مقام بطحا میں سو کر مکہ میں داخل ہوئے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ہمیشہ اس مقام پر کسی قدر سوتے تھے، پھر مکہ میں داخل ہوتے تھے، اسی طرح آپ اس سفر میں جہاں جہاں اُترے تھے یا نماز پڑھی تھی وہ وہاں ضرور اُترتے اور نماز پڑھتے تھے۔(اسوۂ صحابہ: ۱۰۲)

ایک بار وہ سفر میں تھے، دیکھا کہ کچھ لوگ نفل پڑھ رہے ہیں، رفیق سفر سے بولے کہ اگر مجھے نفل پڑھنا ہوتا تو میں نماز ہی نہ پوری پڑھنا، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر

کیا ہے، آپ نے دو رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی، حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ سفر کیا ہے، انھوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی حضرت عمرؓ کے ساتھ سفر کیا ہے، انھوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی، اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:-

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة،

تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ ہی کی ذات پاک میں تقلید کیلئے بہترین مثال ہے۔''

ایک بار حضرت سعید بن یسارؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ سفر میں تھے، ایک موقع پر اونٹ سے اتر کر پیچھے ٹھہر گئے، فرمایا ''تم پیچھے کیوں رہ گئے''؟ بولے ''وتر پڑھتا تھا'' فرمایا، کیا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اسوۂ حسنہ نہیں ہے؟ آپ اونٹ ہی پر وتر ادا فرماتے تھے۔

وہ صدقۂ فطر اسی پیمانہ کے مطابق ادا فرماتے تھے، جس کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا۔

اتباع سنت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا حال

ویسے سرکار دوعالم ﷺ کے سارے ہی صحابہ کرام کامل متبع سنت، اور آپ ﷺ کی ہر ہر ادا کی نقل اتارنے والے تھے، مگر چند صحابہ کرامؓ کو اس میں بھی امتیازی شان حاصل تھی کہ ان کو حد درجہ اس کا اہتمام رہتا تھا، ان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ہیں۔

مدینہ منورہ میں مقیم ہونے کی حالت میں حضور اقدس ﷺ کے ہر ہر حرکت وسکون کو تو اپنے ذہن میں برابر محفوظ رکھتے ہی تھے کہ آپ ﷺ کس وقت کیا کرتے ہیں۔ مگر سفر میں بھی آپ کو اس کا بہت اہتمام رہتا تھا۔ حتّٰی کہ حضور اقدس ﷺ سفر حج کے لئے گئے تو آپ کس جگہ اونٹنی سے اترے تھے، کس جگہ استنجاء فرمایا تھا، کس جگہ وضو فرمایا تھا، کس جگہ نماز ادا فرمائی تھی، جو کام جس وقت بھی کیا تھا آپ نے اس کو اور اس جگہ کو برابر یاد رکھا۔ اور جب آپ خود سفر حج

کے لئے تشریف لے جاتے یا اس راستہ سے گذر ہوتا تو جس جگہ حضور اقدس ﷺ نے پیشاب فرمایا ان کو اگر اس وقت حاجت نہ بھی ہوتی، تب بھی اتر کر یہ سنت ادا فرماتے جہاں وضو فرمایا اس جگہ وضو فرماتے۔

اسلئے سفر حج کے حضور اقدس ﷺ کے مبارک راستہ کی اور اس کی سنتوں کی اور منزلوں کی، سب سے زیادہ آپ ہی کی روایات سے نشاندہی ملتی ہے۔

حجاج بن یوسف کے زمانہ میں جب جور وستم کا زور تھا، آپ نے حج کا ارادہ فرمایا، خدّام نے روکنا چاہا کہ راستے مامون نہیں شاید آپ مکہ تک نہ پہونچ سکے، اسلئے اس وقت سفر مناسب نہیں مگر آپ نے نہیں مانا، اور اپنے ارادۂ سفر میں پختہ رہے۔ اور فرمایا کہ جب حضور اقدس ﷺ نے عمرے کے ارادے سے سفر شروع کیا تھا، اس وقت بھی امن نہیں تھا، ہر جگہ خطرہ ہی تھا، یعنی کہ اس خطرہ کی وجہ سے التواءِ سفر خلاف سنت ہوگا، اور اگر مجھے کعبۃ اللہ تک پہونچنے سے روکدیا گیا تب بھی حضور اکرم ﷺ کی سنت ادا ہو جائے گی کہ آپ ﷺ بھی روکدیئے گئے تھے اور آپ ﷺ نے ہدی ذبح کر کے حلق کروا کر احرام کھولدیا تھا اسلئے میں بھی اپنے ساتھ ہدی کا جانور لیکر جا رہا ہوں اگر مجھے روکدیا گیا تو میں بھی وہی کروں گا جو اس موقع پر آپ ﷺ نے کیا تھا۔ (اطاعت رسول : ۱۴۵ تا ۱۴۷)

طبقۂ صحابہ میں علم و عمل کے امام و مقتداء اور بقول ابن الحنفیہ حبر الامہ تھے، افعال و آثار نبوی کے اتباع اور پیروئ سنّت کا ان کو بہت اہتمام تھا۔ (اقوالِ سلف : ۱/۸۸)

باب ۱۳

حضرت علیؓ کا اتباع سنت

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سوار ہونے لگے تو رکاب میں بسم اللہ کہہ کر پاؤں

رکھا، پشت پر پہنچے تو الحمد للہ کہا، پھر یہ آیت پڑھی، سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَاکُنَّالَہٗ مقرنینَ، وَانَّا الیٰ رَبّنَا لمنقلبون ، پھر تین بار اَلْحَمْدُ للہ اور تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا، اس کے بعد یہ دعا پڑھی سُبحَانَکَ اِنّی ظلمت نَفسیٰ فاغفرلی انہ لایغفر الذنوب اِلّا انت پھر ہنس پڑے، لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، بولے ''ایک بار رسول اللہ ﷺ ان ہی پابندیوں کے ساتھ سوار ہوئے، اور اخیر میں ہنس پڑے، میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم ویقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے تو خدا اس سے خوش ہوتا ہے۔'' (ابوداؤد)

ایک صحابی آپ کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ کی قمیص کا تکمہ کھلا ہوا ہے، آپ کی تقلید میں اُنھوں نے بھی عمر بھر قمیص کا تکمہ کھلا رکھا اور اس میں سردی اور گرمی کی کچھ پروا نہ کی۔ (اسوۂ صحابہ : ج ۱/۱۰۴)

باب ﴿۱۴﴾

حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد عالی

آپ کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا اقرأھم ابی بن کعب اُمّت میں سب سے بڑھ کر قاری ابی ہیں۔ (اعیان الحجاج)

اللہ تعالیٰ کے امر سے حضور ﷺ نے آپ کو **لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ** کی پوری سورت تلاوت کر کے سنائی۔

فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ وسنّت کو لازم پکڑو اس لئے کہ جو بندہ طریق وسنّت پر ہو اور اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اور اس کی آنکھیں خوفِ خدا سے ڈبڈبا آئیں تو اس کو آگ نہ چھوئے گی۔

یقیناً طریقِ سنّت میں اعتدال اور میانہ روی غیر طریق سنّت میں غایت درجہ جہد ومشقت سے بہتر ہے۔(اقوالِ سلف : ۸۲/۱)

حضرت ابی ابن کعبؓ کا اتباع سنت کی تلقین کرنا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے کہ تم لوگ (اللہ والے) صحیح راستہ اور سنت کو لازم پکڑلو کیونکہ روئے زمین پر جو بندہ بھی صحیح راستہ پر اور سنت پر ہوگا پھر وہ اللہ کا ذکر کرے گا اور اُس کے ڈر سے اس کی آنکھوں میں آنسو آجائیں گے تو اسے اللہ تعالیٰ ہرگز عذاب نہیں دیں گے اور روئے زمین پر جو بندہ بھی صحیح راستہ اور سنت پر ہوگا پھر وہ اپنے دل میں اللہ کو یاد کرے گا اور اللہ کے ڈر سے اُس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے تو اس کی مثال اُس درخت جیسی ہو جائے گی جس کے پتے سوکھ گئے ہوں اور تیز ہوا چلنے سے اس کے پتے بہت زیادہ گرنے لگیں تو ایسے ہی اس کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ گرانے لگ جائیں گے اور اللہ کے راستے اور سنت پر درمیانی رفتار سے چلنا اس سے بہتر ہے کہ انسان اللہ کے راستہ کے خلاف اور سنت کے خلاف بہت زیادہ محنت کرے۔اس لئے تم دیکھ لو چاہے تم زیادہ محنت کرو چاہے درمیانی رفتار سے چلو لیکن تمہارا ہر عمل انبیاء علیہم السلام کے طریقے اور سنت کے مطابق ہونا چاہیئے۔(حیاۃ الصحابہ ۲۷۴/۳)

باب ﴿۱۵﴾

حضرت حسینؓ کا اہتمام سنت

علامہ کردریؒ نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے مقدس نواسے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ نے ایک مرتبہ دریائے فرات کے کنارے ایک بوڑھے دیہاتی کو دیکھا کہ اس نے بڑی جلدی جلدی وضو کیا اور اس طرح نماز پڑھی۔اور جلد بازی میں وضو اور نماز کے مسنون

طریقوں پر کوتاہی ہوگئی۔ حضرات حسنینؓ اس کو سمجھانا چاہتے تھے، لیکن اندیشہ یہ ہوا کہ یہ عمر رسیدہ آدمی ہے اور اپنی غلطی سن کر کہیں مشتعل نہ ہوجائے، چنانچہ دونوں حضرات اس کے قریب پہونچے اور کہا کہ۔

ہم دونوں جوان ہیں اور آپ تجربہ کار آدمی ہے آپ وضو اور نماز کا طریقہ ہم سے بہتر جانتے ہونگے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو وضو کر کے اور نماز پڑھ کر دکھائیں، اگر ہمارے طریقے میں کوئی غلطی یا کوتاہی ہو تو بتا دیجئے گا۔

اس کے ابعدنہوں نے سنت کے مطابق وضو کر کے نماز پڑھی، بوڑھے نے دیکھا تو اپنی کوتاہی سے توبہ کی اور آئندہ یہ طریقہ چھوڑ دیا۔ (مناقب الامام الاعظم للکردری: ص۳۹-۴۰)، طبع دائرۃ المعارف دکن ۱۳۲۲ھ بحوالہ تراشے : ۱۱۵)

سیدنا و مرشدنا و مولانا حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ کو جب زہر دیا گیا، اور زہر کے اثر کا غلبہ ہوا تو اپنے بھائی حضرت حسینؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا، اور اس کی اجازت منگائی کہ میں ان کے گھر میں اپنے نانا ﷺ کے قریب دفن ہوں۔

حضرت عائشہؓ نے باوجود اس کے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ جمل کی سی سخت جنگ ہوئی تھی انہوں نے خوشی سے اس کو قبول فرمایا اس کے بعد حضرت حسینؓ نے حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ شاید میری زندگی میں میری شرم و لحاظ کی وجہ سے اجازت دیدی ہو میرے انتقال کے بعد دوبارہ اجازت لے لینا، اگر وہ بخوشی اجازت دیں، تو وہاں دفن کر دینا۔ ورنہ عام قبرستان میں دفن کر دینا۔

حضرت حسینؓ نے بھائی کے انتقال کے بعد دوبارہ اجازت چاہی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا (نعم وکرامۃ) کہ ہاں ہاں بڑے اکرام کے ساتھ۔

یہ مسلمانوں کے اسلاف کی لڑائی اور آپس کی مخالفت امراء بنوامیہ نے اسی وجہ سے کہ

حضرت عثمانؓ کو مخالفین نے وہاں دفن نہ ہونے دیا تھا، تو مزاحمت کی اور کہا کہ جب حضرت عثمانؓ کو وہاں دفن ہونے نہیں دیا تو حسنؓ بھی دفن نہیں ہو سکتے۔

لیکن اس کے باوجود حضرت حسینؓ نے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے امیر مدینہ سعید بن العاص کو (جو بنو امیہ کی طرف سے تھے) کو بڑھایا اور فرمایا کہ یہی سنت ہے۔ کیا ہم بھی سنت کی رعایت میں اپنے دشمنوں کے ساتھ یہی معاملہ کرتے ہیں۔ یہاں معمولی سے معمولی اختلاف پر مصلوں سے ہٹا دینا، امامت سے علیحدہ کر دینا روز مرّہ کے واقعات ہیں۔ دو چار واقعے ہوتو کوئی گنوائے جہاں ہزاروں لاکھوں واقعات اس نوع کے ہوں تو کہاں تک گنوائے جائے۔ (الاعتدال)

باب ۱۶

حضرت امام زین العابدینؓ

آپ خالص فاطمی سیّد تھے مگر غرور نسب عملاً مٹانے کے لئے انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی ایک غلام سے کر دی تھی، اور ایک لونڈی کو آزاد کر کے اس کے ساتھ خود نکاح کر لیا تھا۔

خلیفہ عبد الملک کو معلوم ہوا تو اس نے خط لکھ کر اس فعل پر ملامت کی۔ حضرت امام صاحب نے اس پر جواب تحریر فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے نمونہ ہے آپ ﷺ نے صفیہ بنت حی بن اخطب کو جو لونڈی تھیں آزاد کر کے نکاح کر لیا تھا۔ اور اپنے غلام زید بن حارثہؓ کو آزاد کر کے اپنی پھوپی زاد بہن زینب بنت جحش کو ان کے نکاح میں دیدیا تھا۔ اور ہم رسول اللہ سے زیادہ معزز نہیں ہیں۔

قربان ان حضرات کے جذبۂ اتباع پر کہ اگر حضور ﷺ نے اپنی باندی کو آزاد کر کے

اس سے نکاح کیا تو انہوں نے بھی بعینہ اسی طرح کیا۔ ایسے ہی حضور ﷺ نے اپنے قریبی عزیزہ کی شادی غلام سے کردی تو انہوں نے بھی اتباع سنت میں اپنے سب سے قریبی رشتہ دار والی یعنی اپنی صاحبزادی کا نکاح ایک غلام سے کردیا۔ حالانکہ آلِ رسول ﷺ تھے اور خدا نے دنیوی وجاہت بھی عطا فرمائی تھی، کہ خلیفہ کے لڑکے سے اسی لڑکی کا نکاح کرسکتے تھے یا اپنے لئے خود جہاں سے چاہتے نکاح کرسکتے تھے۔

باب ۱۷

حضرت عثمان خیریؓ کا اہتمام سنت

ان کی وفات کا وقت جب قریب آیا۔ اور مرض الموت کی علامات ظاہر ہوگئی تو آپ کے بیٹے نے کپڑے چاک کراڈالے، آپ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا بیٹا۔ تو سنّت کے خلاف کرتا ہے اور یہ نفاق کی علامت ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ برتن میں جو موجود ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے۔

دیکھئے ان حضرات کی زندگیاں کتنی قابل رشک ہیں، کہ زندگی بھر اتباع سنت کا اہتمام رہا۔ آخر سکرات کے وقت جب آدمی ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے اس وقت خود تو کیا، کسی دوسرے کا بھی سنت توڑنا گوارا نہیں۔ (اطاعت رسول : ۱۵۶ تا ۱۵۸)

باب ۱۸

حضرت حسن بن علیؓ کا ارشاد

آپ فرماتے ہیں کہ۔ کوئی قول بغیر عمل کے درست نہیں۔ اور کوئی قول اور عمل تصحیح نیت کے بغیر صحیح نہیں، اور کوئی قول وعمل اور نیت سنت کی موافقت کے بغیر صحیح نہیں۔ (اطاعت رسول)

باب ۱۹

بشر ابن حارث رضی اللہ عنہ کا سنت کی اتباع کے متعلق خواب

حضرت بشر ابن حارثؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کوخواب میں دیکھا۔فرمایا اے بشر تم جانتے ہو تمہیں اللہ نے اپنے ہم عصروں پر کیوں فوقیت دی۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے معلوم نہیں فرمایا تم کو میری سنت کی اتباع اور صالحین کی خدمت اور بھائیوں کی نصیحت اور میرے اصحاب اور اہل بیت کی محبت نے ابرار کے مرتبہ کو پہونچایا۔(اطاعت رسول : ۱۵۸)

باب ۲۰

حضرت سعید بن المسیبؒ کا اتباع سنت

یہ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ بڑے زبردست متبع سنت ہیں۔ پچاس برس تک کوئی نماز ان کی جماعت سے فوت نہیں ہوئی۔ بلکہ تکبیر اولیٰ بھی فوت نہیں ہوئی۔اور چالیس برس تک کسی نماز کی اذان ایسی نہیں ہوئی۔ کہ یہ اذان سے پہلے سے مسجد میں موجود نہ ہوں۔اور پچاس برس تک صبح کی نماز عشاء کی وضوء سے پڑھی۔(اطاعت رسول : ۱۶۵)

حضرت سعید ابن مسیّبؒ کا اتباع سنت کے متعلق ارشاد

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب مدینہ تشریف لائے تو بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! تمہارے لئے سنّتیں جاری ہو چکی ہیں اور فرائض مقرّر ہو چکے ہیں اور تمہیں ایک صاف اور واضح راستہ دے دیا گیا ہے۔اب تم لوگ ہی اس راستہ سے دائیں بائیں ہٹ کر لوگوں کو گمراہ کردو تو یہ

الگ بات ہے۔(حیاۃ الصحابہ ج ۳/۲۷۵)

باب ۲۱

حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ کا اتباع سنت کے متعلق ارشاد

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن بھی نازل ہوا اور حضور ﷺ نے بھی سنتیں مقرر فرمائیں پھر حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ ہمارا اتباع کرو (کیونکہ ہم نے قرآن وسنت کو پورا اختیار کیا ہوا ہے) اگر ایسا نہیں کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہا تم احمق ہو کیا تمہیں اللہ کی کتاب میں یہ صاف طور سے لکھا ہوا ملتا ہے کہ ظہر کی نماز میں چار رکعتیں ہیں اور اس میں قرأت اُونچی آواز سے نہ کرو؟ پھر حضرت عمرانؓ نے باقی نمازوں اور زکوٰۃ وغیرہ کا نام لیا (کہ کیا ان کے تفصیلی احکام قرآن میں ہیں؟) کیا تمہیں ان اعمال کی تفصیل اللہ کی کتاب میں ملتی ہے؟ اللہ کی کتاب میں یہ تمام چیزیں اجمالاً ذکر ہوئی ہیں اور سنّتِ رسول ﷺ نے ان سب کو کھول کر تفصیل سے بیان کیا ہے۔(حیاۃ الصحابہ ۳/۲۵۷)

باب ۲۲

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا احیاء سنت

تدوین علوم اور احیائے سنن

اس کے ساتھ انھوں نے دینی علوم کی تدوین اور سنتوں کی احیاء کی طرف بھی توجہ کی، ابوبکر بن حزم جو ایک بڑے عالم تھے، ان کو حدیث کی تدوین کی طرف توجہ دلائی اور لکھا:۔

انظر ماکان من حدیث رسول اللہ ﷺ فاکتبہ فانّی خفت دروس العلم وذھاب العلماء۔

آنحضرت (ﷺ) کی جو کچھ حدیثیں تم کو ملیں ان کو تحریری شکل میں لے آؤ اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ علماء رخصت ہو جائیں گے، اور علم مٹ جائے گا۔

انھوں نے تعین کے ساتھ عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ اور قاسم بن محمد بن ابی بکر کے ذخیرۂ روایات کی طرف توجہ دلائی کہ جلد اس کو قلم بند کرلیا جائے، پھر صرف ابوبکر بن حزم ہی پر اکتفا نہیں کی، بلکہ عمال سلطنت اور مشاہیر علماء کو بالعموم اس ضرورت کی طرف متوجہ کیا، اور گشتی فرمان جاری کیا کہ:۔

انظروا الیٰ حدیث رسول اللہ (ﷺ) فاجمعوہ

رسول اللہ ﷺ کی احادیث ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کرو۔

اسی کے ساتھ علماء کے وظائف مقرر کئے کہ وہ یکسوئی اور انہماک کے ساتھ علم کی اشاعت اور تعلیم کا کام کرسکیں۔

وہ خود بڑے عالم تھے، انھوں نے بنفس نفیس فرائض وسنن کی تشریح کی طرف توجہ کی، خلافت کے ابتدائی دنوں میں ایک گشتی فرمان جاری کیا، جس میں فرماتے ہیں کہ:-

''اسلام کے کچھ حدود وقوانین وسنن ہیں، جو ان پر عمل کرے گا، اس کے ایمان کی تکمیل ہوگی، اور جو عمل نہیں کرے گا، اس کا ایمان نامکمل رہ جائے گا، اگر زندگی نے وفا کی، تو میں تمھیں اس کی تعلیم دوں گا، اور تمھیں ان پر چلاؤں گا، اگر اس سے پہلے میرا وقت آگیا، تو میں تمھارے درمیان رہنے پر کچھ ایسا حریص بھی نہیں ہوں''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت : ۱/۴۰)

باب ۲۳

حضرت اویس قرنی تابعیؒ کا ارشاد

ایک شخص نے آپ سے نصیحت طلب کی تو ارشاد فرمایا کہ میری نصیحت یہ کہ اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت اور صالح مومنین کی صحبت کو لازم پکڑو۔ اور موت سے پلک جھپکنے کے برابر بھی غافل نہ ہو اور تمام امت کی خیر خواہی کرو اور اہلِ سنت والجماعت سے علیحدگی اختیار نہ کرو اس لئے کہ ایسی صورت میں تم دین ہی سے جدا ہو جاؤ گے۔ (اقوالِ سلف : ۱/۱۳۱)(نعمتِ عظمٰی ترجمہ طبقاتِ کبریٰ : ۱/۸۴)

باب ۲۴

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اتباع سنت

دیکھئے صاحب میزان کے نزدیک امام کا مرتبہ کتنا عظیم الشان ہے کہ آپ کا قبہ سب سے مقدس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل بنایا ہے اور کمال تو یہ ہے کہ یہ محض قیاس و اندازے سے نہیں بلکہ مکاشفہ کے بعد یہ ترتیب لکھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ومارسمت هذه القباب بعقلي و انما رسمتها على صورة ما رايتها في الجنة في بعض الوائع الحمدلله رب العالمين.

ترجمہ: یعنی یہ قبے میں نے محض اپنی عقل سے نہیں لکھے بلکہ بعض وقائع میں جس صورت میں جنت میں دیکھے تھے ویسے ہی بنائے ہیں، الحمدللہ رب العالمین۔

۶۹ صفحہ میں فرماتے ہیں کہ مجھ کو بعض صحیح کشف والوں نے خبر دیا کہ ایک وقت

ایسا آئے گا کہ سب مذاہب ختم ہو جائیں گے امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اخیر تک باقی رہے گا۔

اورامام ظاہر و باطن، حامی سنت ، ماحی بدعت ، جداعظم ، عالم اکمل ، مجاہد بے بدل ،حضرت مجدالفثانی شیخ احمد فرماتے ہیں کہ

امام اعظم کوفی کہ بہ برکت ورع وتقوی ودولت متابعت سنت درجۂ علیا دراجتہاد واستنباط واجتہاد یافہ است کہ دیگراں درفہم اوعاجز اندومجتہدات اورابواسطۂ دقت معانی مخالف کتاب وسنت دانندواوراصحاب الرائے پندارند کل ذالک لعدم الوصول الی حقیقةعلمه و درایته وعدم الاطلاع علی فراسته وفهمه مگر امام شافعی رحمه شمۂ ازفقاهت اوعلیه الرضوان دریافت که گفت الفقهاء کلهم عیال ابی حنیفةفی الفقه

ترجمہ: امام ابوحنیفہ نے پرہیزگاری اورتقوی کی برکت اوراتباع سنت کی بدولت استنباط واجتہاد میں اتنا بڑا اورعظیم الشان مرتبہ پایا کہ دوسرے لوگ اسکے سمجھنے سے عاجز ہین اوران کے مسائل مستنبطہ کودقت معانی کی وجہ سے قرآن مجیداورحدیث کے مخالف جانتے ہیں، اورامام کواصحاب رای سمجھتے ہیں۔

مگرامام شافعیؒ نے کچھ فقاہت آپ کی سمجھی تو بے ساختہ پکارا ٹھے ،تمام فقہاء فقہ مین امام ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں، اور بلاتکلف اور بغیر تعصب کے کہا جاتا ہے کہ مذہب حنفی کی نورانیت نظر کشفی میں دریائے عظیم کے مانند دکھلائی دیتی ہے، اور باقی مذاہب مثل حوض اورنہر کے ہیں۔

مسندالہند صاحب الکمالات الظاہرہ والباطنہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ علوم ظاہری و باطنی اولوک کی تکمیل کے بعد حجاز مقدس حاضر ہوئے وہاں جن مکاشفات ومبشرات سے مشرف ہوئے ان کو پنی کتاب فیوض الحرمین میں جمع کردیاہے، اس کتاب میں تحریرفرماتے ہیں۔عرفنی

رسـول الـله صلى الله عليه وسلم ان في المذهب الحنفي طريقة انيفة هي اوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونقحت في زمان البخاري واصحابه.

ترجمہ: مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ مذہب حنفی کے اندر ایسا عمدہ طریقہ ہے، جو تمام طریقوں میں سب سے زیادہ ان احادیث معروفہ کے موافق ہے جو بخاری وغیرہ کے زمانہ میں منقح کرکے جمع کی گئی ہیں۔(امدادالباری ۱/۱۹۴)

امام ابوحنیفہ ؒ کا سنّت رسول کا احیاءاور مجاہدہ وریاضت کی انتہاء

امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنی زندگی میں پچپن حج کئے جب آخری مرتبہ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو کعبۃ اللہ کے خدام سے دروازہ کھولنے اور اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی جب دروازہ کھول دیا گیا تو بیت اللہ کے دونوں ستونوں کے درمیان نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھکر پر پورا قرآن تلاوت فرمایا اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام صاحب پر گریہ طاری ہوا خوب روئے اور دیر تک بارگاہ ربوبیت میں مصروف مناجات رہے ......یا رب عرفت حق المعرفۃ وما عبدتک حق العبادۃ فھب لی نقصان الخدمۃ بکمال المعرفۃ اے اللہ! اس بندہ ضعیف نے تجھے کمال معرفت صفات کبریائی کے ساتھ پہچانا جیسا کہ تیرا جاننے کا حق ہے مگر تیری عبادت جیسا کہ تیرے شایان شان ہے نہیں کرسکا اے پروردگار تو اس بندہ ضعیف کی خدمت کے نقصان کو بوجہ کمال معرفت کے بخشدے (یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا وسیلہ بنا دے) اس پر بیت اللہ کے ایک گوشہ سے ہاتف غیبی نے آواز دی وعرفت فاحسن المعرفۃ وخدمت فاحلقت الخدمۃ غفرنا لک ولمن کان علیٰ مذھبک الیٰ قیام الساعۃ اے ابوحنیفہ تو نے ہمیں جیسا کہ چاہیئے تھا ویسا پہچانا اور جس طرح تم نے ہمارے دین کی خدمت کی لہٰذا ہم نے تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے مذہب کے پیروکار ہیں اور قیامت تک جو تیرے پیروکار ہونگے سب کی مغفرت کردی ہے

سنّت رسول کواپنانے کی تلقین

امام اعظم اپنے شناسا احباب کو خوش پوشی اور اپنے مظہر ومنظر کو عمدہ رکھنے کی تلقین فرما تے ۔روایت ہے کہ آپ نے ایک ساتھی کو بوسیدہ لباس میں ملبوس دیکھا جب وہ چلنے لگا تو اسے ذرا بیٹھنے کے لئے کہا جب لوگ چلے گئے تو وہ تنہاءرہ گیا تو امام صاحب نے اس سے فرمایا.....

محترم جائے نماز اٹھایئے اور جو کچھ اس کے نیچے پڑا ہے وہ لے لیجئے تعمیل ارشاد کرنے پر اس نے دیکھا کہ وہاں ایک ہزار درہم پڑے ہیں فرمایا یہ درہم لے لو اور ان سے اپنی حالت درست کرلو وہ صاحب کہنے لگے جی! میں تو دولت مند آدمی ہوں اور مجھکو اس کی ضرورت نہیں امام صاحب نے ارشاد فرمایا کیا آپ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر اپنی نعمت کے نشان دیکھنا پسند کرتا ہے...جناب اپنی حالت کو بدل دیجئے خدا کی نعمتیں استعمال میں لایئے تا کہ آپ کے احباب اور اعزہ آپ کو دیکھ کر غمزدہ نہ ہوں ۔(امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات...ص ۶۸ تا ۷۰)

باب ۲۵

علامہ ابن تیمیہؒ کا اتباع سنت

علامہ ابن تیمیہ کا کمال اتباع سنت

اس مقام (قبولیت وصدیقیت) کی ابتداء اتباع سنت سے ہے اور اس کی انتہاء بھی کمال اتباع سنت پر ہے، حدیث وسنت کے ساتھ علامہ ابن تیمیہ کا شغف وانہماک ان کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے، لیکن یہ شغف وانہماک محض علمی ونظری نہ تھا علمی اور ظاہری بھی تھا، ان کے معاصرین شہادت دیتے ہیں کہ مقام رسالت کا جیسا ادب واحترام اور اتباع سنت کا جیسا اہتمام ابن تیمیہ

کے یہاں دیکھا گیا کسی اور کے یہاں نظر نہیں آیا حافظ سراج الدین البزار قسم کھا کر کہتے ہیں۔

لاوالله مارأيت احدا اشد تعظيما لرسول الله صلى الله عليه وسلم ولااحرص على اتباعه ونصر ماجاء به منه (الکواکب الدریہ ۱۴۹ از حاشیہ)

خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب واحترام کرنے والا اور آپ کی اتباع اور آپ کے دین کی نصرت کی حرص رکھنے والا ابن تیمیہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔

یہ چیز ان پر اتنی غالب اوران کی زندگی میں نمایاں تھی کہ دیکھنے والوں کا قلب شہادت دیتا تھا کہ اتباع کامل اور سنت کا عشق اسکا نام ہے علامہ عمادالدین الواسطی فرماتے ہیں۔

مارأينافي عصرناهذامن تستجلي النبوة المحمدية وبينهمامن اقواله وافعاله الاهذالرجل يشهدالقلب الصحيح ان هذاهو الاتباع حقيقة (جلاء العینین صفحہ ۸، از حاشیہ)

ہم نے اپنے زمانہ مین ابن تیمیہ ہی کوایسا پایا کہ نبوت محمدی کا نورانکی زندگی میں اورسنتوں کا اتباع ان کے اقوال وافعال میں عیاں تھا قلب سلیم اسکی شھادت دیتا تھا کہ حقیقی اتباع اور کامل پیروی اسکا نام ہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ۱۷۷،۱۷۸/ج ۲)

باب ﴿۲۶﴾

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا اتباع سنت

شیخ شرف الدین یحی منیریؒ کا اتباع سنت

وہ علماء ومشائخ وصوفی جودرجۂ کمال پر پہنچے ،انہوں نے سمجھا کہ شریعت کی پابندیوں میں ہر پابندی ایک راز ہے جس سے آخرت کی سعادت مربوط اوروابستہ ہے یہاں تک کہ ان بزرگوں نے اپنے دم واپسیں تک آداب شریعت میں سے ایک ادب بھی ترک

نہیں کیا، یہاں تک کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کوایک خادم انتقال کے وقت وضوکروار ہاتھاوہ داڑھی میں خلا کرانا بھول گیا آپ نے اسکا ہاتھ پکڑلیا کہ وہ سنت بجالائے ،لوگوں نے کہا کہ حضرت ایسے وقت میں اتنی بھی رخصت نہیں فرمایا!''ہم خدا تک اسی کی برکت سے پہنچے ہیں''۔

اہل کمال کا یہی شعارتھااورفریب خوردہ لوگ جلدی دھوکہ میں آجاتے ہیں جس چیزکووہ نہیں دیکھ سکے اور جو چیز ان کی سمجھ میں نہیں آئی وہ سمجھے اسکا وجود نہیں، فجر کی نماز دورکعت ہے ظہر کی نماز چاررکعتیں،عصر کی نماز چاررکعتیں مغرب کی تین،عشاء کی چار پھر ہر رکعت میں ایک رکوع اور دوسجدے ہیں،ان سب میں ایک سراور خاصیت ہے جن کا حصول کمال میں خاص دخل ہے،اورانتقال کے وقت تک ان کی پابندی کرنے کا اثر ظاہر ہوتا ہے،اگر یہ نہ ہوتو پھر کوئی کمال مفید نہیں،اگرسالک ان کو چھوڑ دے گااور دنیا سے چلا جائے گا اپنے کوتباہ دیکھے گا اس وقت کہے گا کہ وہ میرا کمال کیا ہوا؟ جواب دیا جائے گا کہ کمال کے تختے میں کیلیں نہیں تھیں،مرنے کے وقت وہ جڑ سے اکھڑ گیا،جیسے کہ ابلیس کے تمام کمالات ایک نافرمانی کی وجہ سے خاک میں مل گئے۔(تاریخ دعوت وعزیمت ج/۳/۳۰۸)

اتباع سنت

اس راہ کے سالکین اپنے کرامات ومقامات میں جس قدرترقی کرتے ہیں ان پرآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اورآپ کے اتباع کامل کی اہمیت وضرورت کا انکشاف اورزیادہ ہوجاتا ہے،اورانکے لئے یہ بات بدیہی بن جاتی ہے کہ وصول اورمقبولیت آپ کے اتباع کامل اورسنت وشریعت میں فنائیت کے بغیر ممکن نہیں،اس بارے میں آپ کا جوعقیدہ اوریقین تھا اسکی توضیح کے لئے یہ مکتوب کافی ہے۔

''قال اللہ تعالی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ''مویدایں حروف است دریں معنی عزیزے فی گوید

اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ کہہ دیجئے (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہوتو میرا اتباع کرو،اللہ بھی تم کو دوست رکھے گا اس معنی کی تائید کرر ہا ہے۔(تاریخ دعوت وعزیمت ج۴/۲۲۲)

(مثنوی)

اودلیل تو بس تو راہ مجوئی ☆ اوزبان تو بس تو یاوہ مگوئی
ہر چہ او گفت تفت مطلق دان ☆ ہر چہ او کرد کردۂ حق داں
خاک او باش بادشاہ کن ☆ آں او باش ہر چہ خواہی کن
ہر کہ چوں خاک نیست بر در او ☆ گر فرشتہ است خاک بر سر او

''ازیں جا معلوم می شود کہ بعضے نااہل و فضول بگمان فاسد بہو وجہل خود در راہ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نمی روند لاجرم ازیں حدیث بوئے نصیب ایشاں نہ رفتن بے راہبر محال است کہ گفت راست''

ترجمہ: میں سے معلوم ہوا کہ بعض نااہل اور فضول لوگ جو اپنے گمان فاسد اور جہالت وہوس کی وجہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ اختیار نہیں کرتے،اس ''حدیث'' کے معنی کی بو سے بے نصیب رہتے ہیں راہبر کے بغیر سیدھا راستہ چلنا محال ہے،اسی لئے کہا گیا ہے

(رباعی)

کور ہر گز کے تو اندر رفت راہ ست ☆ بے عصا کش کور را رفتن خطا ست
راہ دور است و پر آفت اے پسر ☆ راہ رو را می بباید راہ بر

اس اصل پر آپ کا جس شدت سے عمل اور اتباع سنت کا جس قدر اہتمام تھا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ عین وفات کے دن جبکہ آپ کی عمر ایک سو اکیس سال کی تھی ،اور ضعف و ناطاقتی اپنی آخری حد کو پہنچ گئی تھی ،آپنے جو آخری وضو کیا تو اس میں اتباع سنت اور عمل بالعزیمت کا پورہ اہتمام کیا شیخ زین بدر عربیؒ وفات نامہ میں لکھتے ہیں:۔

''پیراہن جسم مبارک سے اتار کر وضو کے لئے پانی طلب فرمایا اور آستین چڑھا کر مسواک مانگی ،اور بسم اللہ بآواز بلند پڑھ کر وضو شروع کیا ،آپ ہر محل اور ہر فعل میں ادعیہ معمولہ پڑھتے جاتے تھے ،دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے مگر منہ دھونا سہو ہوگیا ،شیخ خلیل نے یاد دلایا ،آپ نے از سرنو وضو کیا تسمیہ اور ادعیہ جس طور پر کہ آتے ہیں ہر محل میں باحتیاط تمام پڑھتے تھے اور حاضرین تعجب کرتے تھے کہ اس حال میں بھی اس قدر احتیاط ہے ،قاضی زاہد نے داہنا پاؤں دھونے میں ہاتھ بڑھا کر مدد کرنی چاہی آپ نے روک کر فرمایا کہ ٹھہرو ،اور اپنے آپ خود سے وضو کیا ،پھر کنگھی طلب کی اور ریش مبارک میں شانہ کیا ،اور جانماز مانگی اور دو رکعت نماز پڑھی''۔

اتباع سنت کے اہتمام کے ساتھ قدرتاً آپ بدعات سے مجتنب اور نفور تھے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ۲۲۴/ج ۳)

باب ۲۷

حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کا اتباع سنت

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز جماعت کے ساتھ تھا تو وہ لوگ اپنے کپڑے اتار کر پانی میں (غسل کرنے کے لئے) داخل ہوگئے ،میں نے حدیث کے اطلاق پر عمل کیا اور کپڑے نہیں اتارے حدیث یہ ہے۔

من كان يومن بالله واليوم الآخر فلايدخل الحمام بغير ازار (جمع الفوائد، ج ۱،ص ۴۸)

ترجمہ: جواللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ حمام میں بغیر تہبند کے داخل نہ ہو۔

میں نے اسی رات خواب میں دیکھا کوئی کہہ رہا ہے،

يااحمدبشر فان الله قدغفر لك باستعمالك السنة وجعلك اماما۔

ترجمہ :اے احمد خوشخبری ہو بیشک اللہ نے تم کو سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے بخش دیا اور تم کو امام بنا دیا۔

میں نے کہنے والے سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا انا جبرائیل، میں جبرئیل علیہ السلام ہوں۔ (حقوق مصطفیٰ)

سبحان اللہ ایک چھوٹی سنت پر عمل کرنے کا اتنا بڑا صلہ ملا کہ امامت سے نوازے گئے علاوہ مغفرت کے، اللہ تعالی ہم سب کو بھی اتباع سنت سے کامل طور پر نواز دیں۔

دراصل ہمیں ایک بات سمجھنی ہے کہ نبی کریم ﷺ خود ایک حدیث مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

من احب سنتي فقداحبني ومن احبني كان معي في الجنة. (ترمذی)

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت رکھے گا جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اللہ تعالی کا کتنا بڑا احسان وکرم ہے کہ حضور ﷺ کے نورانی طریقہ مبارک پر عمل کرنے پر جنت کی بشارت دلوائی حضور ﷺ سے اور وہ بھی معیت رسول عربی ﷺ کی، واقعی عاشق رسول ﷺ کے لئے اس حدیث میں کتنی بڑی مسرت کی بات ہے خشک فلسفی مزاج کا آدمی مغربیت

سے زنگ آلوداس بات کو کیا سمجھے گا وہ تو اپنے اندھے پن اور حلاوت ایمانی سے خالی ہونے کی وجہ سے سنت رسول عربی ﷺ کو غیر ضروری سمجھتا ہے اوران کو (Out Dated) فرسودہ خیال اور مانع ترقی تصور کرتا ہے۔ **انالله و انااليه راجعون۔**

حضوراقدس ﷺ کا ارشاد عالی ہے۔

من تمسک بسنتی عندفسادامتی فله اجر مائة شهيد (مشکوٰۃ شریف)

جس شخص نے میری امت میں (اقتصادی اور عملی) فساد برپا ہونے کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اسے سو شہید کا ثواب ملے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ (فساد امت سے سنت) چھوڑ دینا اور اس میں کمی وکوتاہی کرنا مراد ہے اور''شہید'' کے لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے وقت میں سنت پر عمل بڑی مشقت اور جدوجہد سے ہو سکے گا لیکن اس کی فضیلت اور اسکا ثواب بھی بہت زیادہ ہوگا۔ (اشعۃ المعات)

ایک حدیث شریف میں حضوراقدس ﷺ نے گمراہی سے ہمیشہ کے لئے بچنے کا طریقہ ارشاد فرما کر امت کے لئے رشد وہدایت کا معیار مقرر فرمایا تا کہ امت نفس پرستوں کی چکنی باتوں میں آ کر گمراہ نہ ہونے پائے۔

ترکت فيكم امرين لن تضلوا ماتمسكتم بهما كتاب الله و سنة رسوله۔ (رواہ الامام مالک فی المؤطا)

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک انہیں پکڑے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب دوسری اس کے رسول کی سنت۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کے لئے خالی کتاب اللہ ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے

ساتھ حضورﷺ کا دکھایا ہوا طریقہ مبارک بھی نہایت ضروری ہے اور جو جاہل صوفیوں پر بھی رد ہے جو سنتوں کو فضول قرار دیتے ہیں اور اپنی من گھڑت بدعتوں کو دین حق سمجھے ہوئے ہیں، بقول سعدی شیرازیؒ کے:

خلاف پیمبر کسے راہ گزید☆ کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

جو لوگ اخلاص کے ساتھ راہ حق کی تلاش میں ہیں ان کو اس حدیث سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ جس میں اتباع سنت نہ ہو وہ راہ یافتہ نہیں ہوسکتا اور وہ قابل اتباع نہیں ہے چاہے اس کے پاس کتنے علوم کیوں نہ ہوں، دیکھیئے اگر خالی علم کوئی چیز ہوتی تو ابلیس بھی بڑا عالم تھا اور بنی اسرائیل میں بلعم ابن باعورہ ایک بہت بڑا عالم گذرا ہے لیکن ایک بار اس نے وقت کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کیا تو ہمیشہ کے لئے مردود ہوا، اس کا علم اسکو کچھ کام نہ آیا، معلوم ہوا کہ جس علم کے ساتھ اتباع رسول نہ ہو خواہ وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو اور کیسا ہی کیوں نہ ہو، وہ عند اللہ مقبول نہیں ہے، مقبول عند اللہ ہونے کے لئے اتباع رسول ﷺ کی مہر کا ہونا ضروری ہے۔

کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

لو کان حبک صادقا لاطعنه

ان المحب لمن یحب مطیع

ترجمہ: اگر تیری محبت سچی ہوتی تو ان کی (رسول ﷺ) اطاعت کرتا بے شک محبّ محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کو اتباع سنت اور بدعت سے اجتناب میں بطور مثال کے پیش کیا جاتا تھا، ابو عصمہؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضرت امام احمد ابن حنبل کی خدمت میں رات گذاری تو آپ نے میرے پاس پانی لاکر رکھ دیا اور صبح کو دیکھا کہ بعینہٖ موجود ہے

تو فرمایا سبحان اللہ ایک آدمی جو علم کو طلب کر رہا ہے اور اسکے لئے رات میں کوئی ورد نہیں (تعجب کی بات ہے)۔

آپ جب زمانۂ آزمائش میں درے لگانے والوں کے سامنے پیش کئے گئے تو اللہ تعالی نے ابوالہیثیم عیار کے ذریعہ فریادرسی فرمائی اس طرح کہ حضرت امام کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے احمد! میں فلاں چور ہوں جس کو اٹھارہ ہزار کوڑے چوری کے اقرار کے لئے لگائے گئے مگر میں نے اقرار نہ کیا، اور حال یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میں حق پر نہیں ہوں تو تم کوڑوں کی اذیت سے قلق واضطراب میں پڑنے سے اپنے کو بچانا اسلئے کہ تم یقیناً حق پر ہو، پس جب ضرب شدید کی وجہ سے آپ دردمند ہوتے تو اس چور کی نصیحت یاد کر لیتے ،اس واقعہ کے بعد پھر حضرت امام کے ساتھ رحم کا معاملہ کیا گیا۔

چنانچہ حضرت امام جب متوکل کے یہاں تشریف لے گئے تو متوکل نے اپنی والدہ سے کہا اے اماں! اس شخص کی آمد سے تو پورا گھر منور وروشن ہو گیا پھر آپ کے لئے لوگ عمدہ عمدہ جوڑے لائے اور پہنایا تو آپ رونے لگے اور فرمایا کہ ان لوگوں سے زندگی بھر صحیح سالم رہا مگر جب موت قریب آئی تو ان امراء اور ان کی دنیا میں مبتلا کر دیا گیا، پھر جب باہر نکلے تو ان کپڑوں کو اتار دیا حضرت بشر ابن الحرثؒ فرماتے تھے کہ حضرت امام احمدؒ کی آزمائش بھٹی میں ڈال کر کی گئی مگر خالص سرخ سونا ہو کر نکلے۔

فرماتے تھے کہ اگر کسی کے اندر سو خصلتیں اچھی ہوں مگر ایک خصلت شراب پینے کی ہو تو یہ سب کو مٹا دے گی۔

آپ کی وفات ۷۷ سال کی عمر میں ۲۴۱ھ میں ہوئی، آپ کے جنازہ میں سوا لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں شریک ہوئیں اور ایک روایت میں ہے کہ بیس لاکھ آدمی شریک جنازہ

ہوئے یہ دیکھ کر بیس ہزار یہود و نصاری مسلمان ہو گئے۔ (طبقات ص ۴۸ ج ۱)

حضرت ابوالحسن علی ندوی اپنی مشہور تصنیف تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۱۱۲ پر حضرت امام احمد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ

امام احمدؒ کا زہد ضرب المثل تھا، مامون معتصم اور واثق کا دوران کے لئے اس حیثیت سے آزمائش کا تھا کہ وہ تینوں ان کے درپے آزار تھے، متوکل کا دور اس لئے آزمائش کا تھا کہ وہ انکا عقیدت منداور نہایت قدرداں تھا، اسکو اس دور کی آزمائش زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی اور اس سے ہمیشہ خائف رہتے تھے، کبھی کبھی فرماتے تھے کہ ان لوگوں کی ایذاء وتعذیت کے باوجود میرا دین درست رہا اب اس بڑھاپے میں اس دوسری آزمائش میں مبتلا ہوں لیکن معتصم کے تازیانے ان کے اعتصام بالسنۃ اور استقامت میں فرق پیدا نہ کر سکے اسی طرح متوکل کی عقیدت مندی ان کے استغناء وتوکل میں تغیر پیدا نہ کر سکی۔

۷۷ سال کی عمر ہوئی تھی کہ بیمار ہوئے، عیادت کرنے والوں کا اتنا ہجوم کہ لوگ فوج درفوج داخل ہوتے تھے اور گھر بھر جاتا تھا جب وہ چلے جاتے دوسرا انبوہ آتا، سڑک آدمیوں سے بھر جاتی تھی، نو روز وہ بیمار رہے ہجوم دمبدم بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ گلی بند کر دی گئی لوگ سڑکوں اور مسجدوں میں بھر گئے یہاں تک بازار میں خرید و فروخت مشکل ہوگئی، پیشاب خون کا آنے لگا تھا، طبیب سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ غم اور فکر نے ان کے پیٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے، جمعرات کو طبیعت زیادہ خراب ہوگئی، ان کے شاگرد مروزی کہتے ہیں کہ میں نے وضو کرایا تو انہوں نے تکلیف کی حالت میں بھی مجھے ہدایت کی کہ انگلیوں میں خلال کرو، شب جمعہ میں حالت زیادہ نازک ہوگئی اور جمعہ ۱۲/ ربیع الاول کو اس امام سنت نے انتقال کیا۔

آپ کی بے نظیر عزیمت واستقامت:

محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ احمدؒ کو ایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ایک کوڑا ہاتھی پر پڑتا تو چیخ مار کر بھاگتا، صاحبزادہ کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت میرے والد کے جسم پر ضرب کے نشان تھے، ابوالعباس الرقی کہتے ہیں کہ احمدؒ جب رقّہ میں محبوس تھے تو لوگوں نے ان کو سمجھانا چاہا اور اپنے بچاؤ کرنے کی حدیثیں سنائیں، انہوں نے فرمایا کہ خباب کی حدیث کا کیسا جواب ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ پہلے بعض لوگ ایسے تھے جن کے سر پر آرا رکھ کر چلا دیا جاتا تھا پھر بھی اپنے دین سے ہٹتے نہ تھے، یہ سن کر لوگ ناامید ہو گئے اور سمجھ گئے کہ وہ اپنے مسلک سے نہیں ہٹیں گے اور سب کچھ برداشت کریں گے، (اس کی وجہ سے) امام احمد کی شان دوبالا ہوگئی ان کی محبت اہل سنت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کا شعار وعلامت بن گئی، ان کے ایک معاصر قتیبہ کا مقولہ ہے کہ اذا رأیت الرجل یحب احمدبن حنبل فاعلم انه صاحب سنة یعنی جب تم کسی کو دیکھو کہ اس کو امام احمد بن حنبل سے محبت ہے تو سمجھ لو کہ وہ سنت کا متبع ہے۔

اس عظمت ومقبولیت کا نتیجہ یہ تھا کہ ۲۴۱ھ میں جب اس امام سنت نے انتقال کیا تو سارا شہر امنڈ آیا، کسی کے جنازہ پر خلعت کا ایسا ہجوم اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا اندازہ یہ ہے کہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں تھیں۔ (دعوت وعزیمت ص۱۱۴، ج۱)

امام احمد بن حنبل کی پیروئ سنت

رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا ان کا طرۂ امتیاز تھا اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے کہ جو کام حضور اکرم ﷺ نے جس طرح کیا ہے وہ بھی اسکو اسی طرح کریں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جو حضور نے نہ کیا ہو۔

امام کو کنیزیں رکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن ایک کنیز صرف اس لئے خرید لی تھی حضور ﷺ کے پاس کنیز تھی لیکن اسکو خریدنے سے قبل ہی اپنی بیوی سے اجازت لے لی تھی تا کہ وہ بھی پیروی سنت کے ثواب میں شامل ہو جائے اس طرح سے جب تک آپ کی عمر چالیس سال کی نہیں ہوگئی آپ نہ تو امامت کی گدی پر بیٹھے اور نہ درس شروع کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے رسول ہونے کا اعلان بھی چالیس سال کی عمر میں کیا تھا۔

آپ قرآن کے احکام اور رسول ﷺ کی سنت کو الگ الگ نہ سمجھتے تھے، انکا کہنا تھا کہ قرآن کی تفسیر سنت ہے اس سلسلے میں ایک واقعہ ہے، کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن روانہ فرماتے وقت پوچھا، معاذ تم یمن جا کر فیصلے کس طرح کرو گے؟

حضرت معاذ نے عرض کیا کہ کتاب اللہ سے، حضور ﷺ نے دوبارہ دریافت فرمایا، اگر قرآن شریف میں کوئی مسئلہ نہ مل سکا؟

حضرت معاذ نے جواب دیا کہ، ایسی صورت میں سنت رسول اللہ ﷺ کو سامنے رکھ کر فیصلہ کروں گا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا، اگر کوئی مسئلہ سنت میں بھی نہ مل سکا تو کیا کرو گے؟

حضرت معاذ نے عرض کیا، ، خود اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا، (یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر قیاس کروں گا۔)

امام کا کہنا ہے کہ قرآن کا صحیح علم وہی ہے جو سنت کے ذریعے حاصل کیا گیا ہو وہ دین کے اسی راستے کو سیدھا سمجھتے جو سنت کے بالکل موافق ہوتا، انکا کہنا تھا کہ جو لوگ قرآ مجید کو ہی کافی سمجھ لیتے ہیں اور سنت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے وہ راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔ (دس بڑے امام ص ۱۸۵ تا ۱۸۶) مطبع جمہور بک ڈپو دیو بند، محمد فاروخان جوہر

باب ﴿۲۸﴾

امام ابوداؤد کا جذبۂ اتباع سنت

امام ابوداؤد محدثین کے امام ہیں صحاح ستہ میں شامل انکی سنن ان کے زندہ وجاوید ہونے کے لئے کافی ہے ایک بار وہ کشتی میں سفر کر رہے تھے دریا کے کنارے ایک آدمی کو چھینکنے کے بعد، الحمدللہ، کہتے ہوئے سنا چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو جواب میں **یرحمک اللہ** کہنا بھی سنت ہے اور مسلمان بھائی کا حق بھی امام کی کشتی آگے نکل گئی، آپ نے ایک دوسری چھوٹی کشتی ایک درھم کے عوض کرایہ پر لی چھینکنے والے کے پاس آئے اور انہیں یرحمک اللہ کہا اسنے جواب میں **یھدیکم اللہ** (اللہ آپ کو ہدایت دے) کہا امام اپنی کشتی پر آگئے ساتھیوں نے ان سے اس تکلیف کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے مجھے خیال ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ آدمی مستجاب الدعوات ہو اللہ کے یہاں اسکی دعا قبول ہوتی ہو میرے **یرحمک اللہ** کہنے کے جواب میں وہ **یھدیکم اللہ** کہے گا تو بہت ممکن ہے کہ اسکی یہ دعا میرے حق میں قبول ہو جائے اسلئے میں کشتی لے کر اسکے پاس گیا، کہتے ہیں جب سفر کرتے ہوئے رات کو کشتی کے مسافر سو گئے تو سب نے یہ ہاتف غیبی سنی کہ آواز آرہی ہے، کشتی والو! ابوداؤد نے ایک درھم کے عوض اللہ سے جنت خرید لی ہے، سبحان اللہ ایک سنت پر عمل کرنے کا کتنا بڑا اجر ملا۔ (کتابوں کی درسگاہ میں ۵۲) روح پرور حالات اور حیرت انگیز واقعات ۸۷)

باب ﴿۲۹﴾

علامہ ابن حجر اور اتباع سنت

علامہ ابن حجرؒ کا عملی زندگی میں اتباع سنت کے اہتمام کا عالم یہ تھا کہ لوگ کھانے پینے

اور چلنے پھرنے میں انکی ادائیں دیکھ دیکھ کر سنتیں سیکھتے تھے۔(ظفر المحصلین ص۲۴۲)

باب ﴿۳۰﴾

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا اتباع سنت اور متعلقین کوز بردست سنت پر عمل کرنے کی تلقین

اتباعِ سنت کے متعلق مجدد الفِ ثانیؒ کے ارشادات

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کا فرمان ہے کہ فضیلت اور ثواب سنت کے مطابق اور سنت کی متابعت کی نیت سے ہو وہ ان کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے جو سنت کے مطابق نہ ہوں۔(علامات محبت)(مثالی نوجوان ص٦٦)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کا ارشاد ہے کہ۔

اللہ تعالی نے مجھے علوم ظاہری سے سرفراز فرمایا، حدیث پڑھی، تفسیر پڑھی، فقہ پڑھی، گویا تمام علوم ظاہرہ اللہ تعالی نے عطا فرمائے، اسمیں اللہ تعالی نے مجھے کمال بخشا، اسکے بعد مجھے خیال ہوا کہ یہ دیکھنا چاہیۓ کہ صوفیا کرام کیا کہتے ہیں۔

ان کے پاس کیا علوم ہیں چنانچہ ان کی طرف متوجہ ہوکر ان کے علوم حاصل کیۓ صوفیا کرام کے جو چار سلسلہ ہیں، سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، ان سب کے بارے میں دل میں جستجو پیدا ہوئی کہ کونسا سلسلہ کیا طریقہ تعلیم کرتا ہے؟

سب کی سیر کی اور چاروں سلسلوں میں جتنے اعمال جتنے اشغال جتنے اذکار جتنے مراقبات ملتے ہیں وہ سب انجام دیۓ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ تعالی نے مجھے ایسا مقام

بخشا کہ خود سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مجھے خلعت پہنایا پھر اللہ تعالی نے اتنا اونچا مقام بخشا کہ اصل کو پہنچا، پھر اصل سے ظل کو پہنچا حتی کہ میں ایسے مقام پر پہنچا کہ اگر اسکو زبان سے ظاہر کروں تو علماء ظاہر مجھ پر کفر کا فتوی لگا دیں اور علماء باطن مجھ پر زندیق ہونے کا فتوی لگا دیں۔

اتباعِ سنت کے متعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تین خاص دعائیں

لیکن میں کیا کروں اللہ تعالی نے مجھے واقعۃً اپنے فضل سے یہ سب مقامات عطا فرمائیے۔ اب یہ سارے مقامات حاصل کرنے کے بعد میں ایک دعا کرتا ہوں اور جو شخص اس دعا پر آمین کہدے گا انشاءاللہ اسکی بھی مغفرت ہوجائے گی وہ دعا یہ ہے کہ۔

اے اللہ مجھے نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع کی توفیق عطا فرما آمین،

اے اللہ مجھے نبی کریم ﷺ کی سنت پر زندہ رکھ، آمین۔

اے اللہ مجھے نبی کریم ﷺ کی سنت ہی پر موت عطا فرما، آمین، (ثم آمین)

(اصلاحی خطبات ج۵، بحوالہ مثالی نوجوان ص۶۴)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد- اتباعِ سنت سے نورانیت میں زیادتی ہوتی ہے

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ بدعت کے کاموں سے ظلمات میں زیادتی اورنورانیت میں کمی ہوتی ہے اور اتباع سنت سے ظلمات میں کمی اور نورانیت میں زیادتی ہوتی ہے۔ (اطاعت رسول ص۱۲۰)

دورفساد میں تمسک بالسنۃ کی اہمیت:

سینکڑوں احادیث میں حضور پاک ﷺ نے امت کو سنتوں کے اہتمام کی تاکید فرمائی ہے، جس کا اس جگہ احاطہ مشکل ہے، اور پھر جس زمانہ میں مسلمان سنتوں کو چھوڑے ہوئے

ہوں، بے راہ روی اختیار کئے ہوئے ہوں، اس وقت ہر سنت پر عمل کرنے والے کے لئے بڑے بڑے انعام اور ثواب کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عندفسادا فلہ اجر مائۃ شھید،

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو میری سنتوں پر قائم رہا میری امت کے فساد کے وقت تو اسکے لئے سو شہیدوں کے برابر اثواب ہے۔

یعنی جب امت سنتوں کو چھوڑ کر بدعتوں میں اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانیوں میں لگی ہوئی ہو تو اس وقت آدمی مضبوطی سے سنتوں پر عمل کرے گا تو اسکو سو شہیدوں کے برابر ثواب ہوگا، اور ایک شہید کا کیا رتبہ ہے۔

شہداء کے بارے میں قرآن کہتا ہے،

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا،بل احیاء عندربھم یرزقون ،فرحین بماآتاھم اللہ من فضلہ

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو انکو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضرت مقدام ابن معدیکربؓ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہید کے لئے اللہ کے نزدیک چھ خصوصیتیں ہیں۔

(۱) پہلی ہی پیشی میں اسکی مغفرت کردی جاتی ہے،

(۲) جنت میں اسکا ٹھکانہ اسکو بتادیا جاتا ہے،

(۳)عذاب قبر سے بچالیا جاتا ہے،

(۴)اور(قیامت والے صور کی آواز کی)بڑی زبردست گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا،۔۔۔۔۔اوراسکے سر پر عزت ووقار کا تاج رکھاجائے گا جسمیں سے ایک یاقوت دنیامیں جو کچھ ہے ان سب سے افضل ہے،اور بہتّر ۷۲ حورعین شھید کے نکاح میں دی جائیں گی اوراسکے ستر ۷۰ ستر ۷۰ رشتہ داروں کے بارے میں اسکی شفاعت قبول کی جائے گی۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے شھداء کی تین قسمیں بیان فرماتے ہوئے ارشادفرمایا۔

کہ ایک وہ مؤمن ہے کہ جس نے اپنے جان ومال سے خداکے راستے میں جہادکیا،پھر جب یہ اپنے دشمن سے مقابل ہواتو یہاں تک لڑتارہا کہ شھید ہوگیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا،کہ شھید جس کو مشقتوں کے ساتھ آزمایا گیاہے،یہ اللہ کے عرش کے نیچے اللہ کے خیمے میں ہوگا اس سے صرف انبیاءکرام علیھم السلام درجہ میں نبوت کی وجہ سے بڑھ سکتے ہیں۔

اس سے کچھ اندازہ ہواہوگا کہ کتنا بڑا رتبہ شھید کا ہے ،ایسے ایسے سوشہداء کا ثواب اسکودیاجائے گا جوزمانہ کےفساد کےوقت سنتوں پر عمل کرے۔

کیونکہ شھید میدان جنگ میں لڑکرایک دفع اپنی جان دیتاہےاورزمانہ کے فساد کے وقت جب کوئی حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کریگاتواول توغیراقوام اورغیر مسلمین اسکوانوکھا پن محسوس کرکے سنائیں گے اوراسکامذاق بنائیں گے ،اوراگرکہیں خدا نے انکے دلوں کونرم کردیااور بجائے حقارت کےاسکوعزت کی نگاہ سے دیکھنے لگےتو پھر بعض مسلمان رسول اللہ ﷺ کےاس شیدائی کی تحقیر وتذلیل کا بیڑہ اٹھاتے ہیں۔

اوراس پرپھر بحث مباحثہ نہیں بلکہ مجادلہ تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے کہ تم چوں کہ ہماری

قوم میں سے ہو،تمہارا ہمارا رنگ ایک ہے تم تو ایسا رنگ ڈھنگ اختیار کرتے ہو تو اس سے ہمیں بھی عار محسوس ہوتا ہے،اورتم سب کو ذلیل کررہے ہو وغیرہ وغیرہ۔

پس اس طرح کی باتوں سے اسکو پریشان کیا جاتا ہے تو مجاہد اور شھید ایک مرتبہ جان خلاصی پالیتا ہے اوراس خدا کے بندے کو محبت رسول ﷺ کا دعوی ہے اسلئے یہ رنگ اختیار کئے ہوتا ہے تو اسکو خوب رگڑا جاتا ہے،اسکی محبت وعشق کا امتحان ہوتا ہے اوراسکی بار بار نفس کشی ہوتی ہے۔

جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ومالمحب فی الھویٰ غیر شقوۃ☆وذروف دموع واشتیاق وخیبۃ

اوراردو میں کسی شاعر نے اسکواس طرح بیان کیا ہے۔

چوٹ پے چوٹ کھا کہ جی
زخم پے زخم کھا کے پی
آہ نہ کر لبوں کی سی
عشق ہے دل لگی نہیں

ایک طرف تو اتنا بڑا ثواب ملے گا،اوردوسری طرف جواسکا اصل مطلوب تھا اس سے سرفراز کیا جائے گا۔

بقول سعدیؒ

؎ دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

تواس عاشق کا دل خوش کرنے کے لئے اسے جنت کی بہاروںکے ساتھ آقائے دوجہاں ﷺ کا قرب ومعیت عطا کی جائے گی۔

یہ سب ثمرہ اپنوں کے اورغیروں کے طعن وتشنیع برداشت کرنے کا اورحضور ﷺ کی

سنتوں پر مضبوطی سے عمل کرنے کا ہوگا۔

اسلئے شہید کے لئے فرمایا گیا کہ انبیاء کرام سے ایک درجہ نیچے ہوگا اور خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے مطیع اور فرمانبردار کو یہ رتبہ دیا گیا کہ اسکو انبیاء کرام کی صحبت نصیب ہوگی جیسا کہ قرآن میں یہ آیت گذری۔

ومن يطع الله والرسول فاولئک مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئک رفيقا

اور جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کا کہنا مان لیگا، تو ایسے لوگ ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء وصدیقین اور شہداء اور صلحاء کے ساتھ اور یہ حضرات بڑے اچھے رفیق ہیں۔

تو جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا کہنا مانے اور اس پر عمل کرے اسکو انبیاء کی صحبت میں جنت میں رہنا نصیب ہو، اور جو حضور پاک ﷺ سے محبت رکھتا ہو اور آپ کی سنتوں پر مداومت ومواظبت کرتا ہو تو اسکے بارے میں حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

كان معي في الجنة

کہ جنت میں اسے میرے ساتھ رہنا نصیب ہوگا یہی سب سے بڑا انعام ہے، جس کو نصیب ہو جائے تو بڑا خوش قسمت ہے اور اصلی زندگی اسی کا نام ہے، اسکے سوا کو چاہے حیات کہدیں مگر وہ ممات ہے، بقول کسے۔

زندگانی نتواں گفت کہ مردہ است
زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد

مردہ سنت کے احیاء کا ثواب

غرض حضورﷺ نے اتباع سنت کی بہت ہی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے۔

من احی سنۃمن سنتی قدامیتت بعدی فانہ لہ من الاجر مثل اجور من عمل بھامن غیران ینقص من اجورھم .

کہ جس نے میری سنتوں میں سے کسی سنت کو جو مردہ ہوچکی تھی زندہ کیا،تو اس کو ان سب لوگوں کے برابر ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔(مشکوٰۃ ج۱ص۳۰)

ایک اور حدیث میں آپﷺ مبارک باد دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ دین حجاز کی طرف سمٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کے اندر گھس جاتا ہے،اور دین صرف حجاز میں محفوظ ہوکر رہ جائے گا جس طرح پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی پر جگہ لیتی ہے۔

بے شک دین اجنبی ہونے کی حالت میں ظاہر ہوا تھا تو عنقریب یہ پھر اجنبی بن کے رہ جائے گا جیسا کہ یہ ظاہر ہوا تھا۔

پس مبارک باد ہو ان غرباء(اجنبی لوگوں) کے لئے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میرے بعد میری سنتوں کو خراب کردیں گے تو یہ ان کی اصلاح کریں گے۔

ایک دوسری حدیث میں حضورﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

من اکل طیباوعمل فی سنۃ وامن الناس بوائقہ دخل الجنۃ فقال رجل یارسول اللہ ان ھذاالیوم کثیرفی الناس قال وسیکون فی قرون بعدی،

جس نے حلال کھایا اور سنتوں پر عمل کیا اور لوگوں کو اپنی شرارتوں سے محفوظ رکھا تو یہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایسے آج کل تو بہت ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا! میرے بعد زمانہ میں بھی ہوں گے۔

ایک حدیث پاک میں حضور ﷺ صحابہ کرام کو ارشاد فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ جس چیز کا تم کو حکم کیا گیا ہے اسکا اگر دسواں حصہ بھی ان میں سے کوئی کر لیگا تو نجات پا جائے گا۔

یہ حدیث بڑی ڈھارس باندھ رہی ہے انکے لئے جن کو اللہ تعالی نے اپنے دین پر کسی درجہ میں بھی عمل کرنے کی توفیق دی ہے، انہیں اپنے کو تھوڑا اور قلیل سمجھ کر چھوڑ نا نہیں چاہئے، یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہوتا ہے، جتنا جس درجہ میں بھی سنتوں پر عمل ہو سکے کرتے رہنا چاہئے نہ معلوم خدا کو ہماری کونسی ادا پسند آ جائے جس پر کام بن جائے اور بیڑا پار ہو جائے۔

اور طریقہ سنت پر مضبوطی سے کاربند رہنا چاہئے جیسا کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں جب تک تم ان دونونکو مضبوطی سے پکرے رہو گے گمراہ نہ ہوں گے، ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن، اور ایک اللہ کے رسول ﷺ کی سنت۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں ترکت فیکم ثقلین میں تم میں دو بوجھل بھای چیز چھوڑ کا جاتا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکرے رہے گے گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب، دوسرے میری سنت جب بھی سنت کا دامن ہاتھ سے چھوٹے گا پھر گمراہی ہی گمراہی ہے۔

جیسا کہ ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو، تو اسکو چاہئے کہ نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے

کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہو (یعنی مسجد میں) اسلئے کہ حق تعالی نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کے لئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہے، ان میں سے یہ جماعت کی نماز میں بھی ہے۔

اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص نما پڑھتا ہے تو تم نبی اکرم ﷺ کی سنت کو چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم ﷺ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (اطاعت رسول ص ۱۲۲ تا ۱۲۸)

سوائے اتباع سنت کے اور کوئی آرزو باقی نہیں

طریقۂ نقشبندیہ مثل اکسیر کے ہے اور سنت کی پیروی اسمیں ضروری ہے، علوم و معارف مثل بہاری ابر کے برستے رہے اور جو کام تھا وہ تمام کمال کو پہنچا، اب سوائے اتباع سنت کے اور کوئی آرزو باقی نہیں ہے، آپ کو چاہیئے کہ اپنے باطن کو حضرات خواجگان قدس سرہم کی نسبت سے معمور رکھیں اور ظاہر کو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی تابعداری سے آراستہ پیراستہ رکھیں ع

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ (در لاثانی ج ا ص ۵۲)

جو پیروی سنت کرے گا، وہ حسب حیثیت محبوب ہوگا

اللہ تعالی حضرت نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی سنت کی پیروی نصیب کرے حبیب کا ہر فعل محبوب ہوتا ہے، لہذا جو پیروی سنت کرے گا، وہ حسب حیثیت محبوب ہوگا اور اس کا فعل قابل قبول ہے اور خلاف سنت کوئی فعل قابل قبول نہیں۔ (در لاثانی ج ا ص ۵۴)

مکتوب بنام حافظ محمودؒ...... اتباعِ سنت کے متعلق

فقراء کی محبت دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے، اگر اتباع سنت اور عقائد اہل

سنت والجماعت کے موافق نہ ہوں تو استدراج ہے۔(درلا ثانی ج ا ص ۱۵۵)

دل کا زنگ دور کرنے کی سب سے بہتر چیز اتباع سنت حبیب خدا ﷺ ہے

جب تک انسان کا قلب پراگندہ تعلقات سے آلودہ ہے، تب تک محروم ومہجور ہے، دل کی حقیقت جامع کے آئینہ سے ماسوا اللہ کی محبت کا زنگ دور کرنا ضروری ہے اور زنگ دور کرنے کی سب سے بہتر چیز اتباع سنت حبیب خدا ﷺ ہے۔(درلا ثانی ج ا ص ۵۵)

بلا اتباعِ سنت کے عالم قدس کی طرف پرواز ممکن نہیں

بعد درستی اعقاد اہل سنت و جماعت کے اتباع سنت کریں، بعد اسکے حقیقت کی طرف رجوع کریں، بلا ان کے عالم قدس کی طرف پرواز ناممکن ہے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا ☆ توان رفت جز در پئے مصطفیٰ

(درلا ثانی ج ا ص ۷۷)

اگر اتباعِ سنت نصیب ہو جائے تو بخشش کے لئے کافی ہے

اگر عقائد حقہ موافق علمائے اہل سنت والجماعت کے ہو جائیں اور سنت کی پیروی نصیب ہو جائے ،تو بخشش کے واسطے کافی ہے ،اگر علاوہ اس احوال و مواجید دیدیں،تو نور علی نور ہے۔(درلا ثانی ج ا ص ۸۸)

سب سے اعلیٰ نصیحت یہ ہے کہ سنت کی پیروی کریں

سب سے اعلیٰ نصیحت آپ کو یہ ہے کہ سنت کی پیروی کریں اور بدعت سے اجتناب رکھیں ۔(درلا ثانی ج ۲ ص ۳۰)

سب سے بہترین نصیحت یہ ہے کہ سنت کی پیروی کریں اور بدعات سے اجتناب کریں

سب سے بہتر نصیحت دوستوں کے لئے یہ ہے کہ سنت کی پیروی کریں اور بدعات سے بچیں، جو سنت متروک کو زندہ کریگا یعنی عمل کرے گا اسکو سو شھید فی سبیل اللہ کا ثواب ملے گا۔ (درلا ثانی ج۲/ص۸۵)

زندگی کے چند روز یاد خدا اور اتباع سنت میں گذاریں

وقت گذرتا جا رہا ہے، عمر کم ہوتی جارہی ہے، اگر آپ نے آج فکر نہ کی تو کل ندامت اٹھانی پڑے گی، کوشش کرنا چاہئے کہ زندگی کے یہ چند روز یاد خدا اور اتباع محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والتسلیم میں گذریں، یہ جگہ دار عمل ہے جائے عیش آگے ہے۔ (درلا ثانی ج۲ص۸٦)

ہر سنت کو روشن ستارہ جانتا ہوں

سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند عزیز کو اور تمام دوستوں کو کی جاتی ہے، وہ یہی ہے کہ سنت کی پیروی کریں اور بدعت سے بچیں، اسلام روز بروز غربت پیدا کرتا جاتا ہے، قرب قیامت میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا اور قیامت شریر لوگوں پر قائم ہوگی۔

گذشتہ لوگوں نے بدعت میں کچھ حسن دیکھا ہوگا فقیر کے نزدیک بدعت میں کوئی حسن نہیں ہے، فقیر ہر بدعت کو کلہاڑی جانتا ہے، جو درخت دین کو کاٹتی ہے، اور ہر سنت کو ستارہ روشن جانتا ہے جو اپنی چمک سے راہ بتاتا ہے، صوفیہ وقت بھی اگر کچھ انصاف کریں تو سنت کے سوا اپنے پیروں کی اتباع نہ کریں، اتباع سنت باعث نجات ہے۔

اور غیر سنت کی تقلید خطر در خطر ہے، ہمارے پیروں کو خدا جزائے خیر دے جنہوں نے

اتباع سنت کی ہدایت کی اور اپنی تقلید سے منع کیا،اور سماع ورقص پر پشت پا ماری اور وجد وتواجد کو انگشت شہادت سے دوٹکڑے کر دیا،اور لوگ تکرار کلمہ نفی اثبات اس واسطے کرتے ہیں کہ اس عالم کا وجود نظر میں باقی نہ رہے اور بصورت حق نظر آئے ،اور حضرات نقشبندیہ اس واسطے تکرار کلمۂ طیبہ کرتے ہیں کہ ذات حق کے سوا جو کچھ نظر آئے وہ اس کو غیر اللہ جانیں خواہ کشف میں ہو خواہ شہود میں خواہ ادراک میں ہو خواہ خیال میں بعض لوگ اسم ذات اللہ کا ذکر کر کے پھر اسماء وصفات کی طرف اتر آتے ہیں صرف ذکر اسم ذات اللہ پر کیوں کفایت نہیں کرتے اور ذات حق کو اپنا قبلہ توجہ کیوں نہیں بناتے ؟ کیا ذکر اسم ذات اور ذات حق کافی نہیں ہے؟ حضرات نقشبندیہ کی صحبت بلند مقامات پر پہنچاتی ہے ،اور سو چلوں کا کام کرتی ہے ،اوران کا ذرا سا التفات برسوں کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بہتر ہے،اے عزیز! حضرات نقشبندیہ کا طریق عین طریق صحابہ کبار رضوان اللہ عنہم اجمعین ہے۔(درلا ثانی ج۲ص۳۲)

دوپہر کا سنت کے مطابق قیلولہ کروڑ شب بیداری سے افضل ہے

اللہ تعالی سیدالبشر علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کی پیروی نصیب کرے اوراس پراستقامت دے ،کیونکہ وہ پسندیدہ متابعت کاایک ذرہ تمام دنیاوی لذتوں اورآخرت کی نعمتوں سے کئی درجہ بہتر ہے ،بزرگی سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے اورزیادتی شریعت کی بجاآوری پہ منحصر ہے ،مثلا دوپہر کا سونا جواسکے تابعداری کے ساتھ واقع ہوکر کروڑ شب بیداریوں سے جواس تابعداری کے موافق نہ ہوں اولی وافضل ہے۔(درلا ثانی ج۱ص۸۹)

سب ترقی سیدالاولین والآخرین ﷺ کی تابعداری میں ہے

یہ راہ جس کو ہم قطع کرنا چاہتے ہیں،سب سات قدم ہے،جس میں سے دوقدم عالم

خلق میں ہیں اور پانچ عالم امر میں ہیں، پہلے قدم پر جو عالم امر میں لگاتے ہیں، تجلی افعالی ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات ،اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ شروع ہو جاتی ہیں، اسی طرح درجات کامل کے اختلاف کے بموجب ظہور ہوتا جاتا ہے، جیسے کہ اس راہ کے طے کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے ، یہ سب کچھ سید الاولین والآخرین ﷺ کی تابعداری پر وابستہ ہے اور بعض نے جو دو قدم اس راہ کو کہا ہے، وہ اس واسطے کہا ہے کہ ان کی مراد ایک عالم خلق اور ایک عالم امر ہے۔(درلا ثانی ج ا ص ۸۹)

اس طریقۂ عالیہ کی بلندی سنت کے احترام اور بدعت سے اجتناب پر ہے

اس طریقۂ عالیہ کی بلندی سنت کے احترام اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے ،اور اسی وجہ سے ان بزرگوں نے ذکر جہر سے پرہیز فرمایا ہے، اور ذکر قلبی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، اور سماع و رقص و تواجد جو آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں نہ تھے، ان سے منع کیا ہے۔(درلا ثانی ج ا ص ۱۰۸)

سنت کی پیروی صدیقین کی دلی آرزو ہوتی ہے

اللہ تعالی اپنے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کی پیروی نصیب کرے کیونکہ اصلی مقصود اور صدیقین کی دلی آرزو یہی ہے.(درلا ثانی ج ا ص ۱۱۹)

امام مہدیؒ بھی اپنی سلطنت میں مردہ سنت کو زندہ کریں گے

جہاں تک ہو سکے سنت کی پیروی کریں اور مردہ سنت کو زندہ کریں، حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اپنی سلطنت کے زمانہ میں سنت مردہ کو زندہ کریں گے اور ایک عالم مدینہ منورہ جس نے بدعت پر عمل کر رکھا ہوگا، اس کے قتل کا حکم دیں گے۔(درلا ثانی ج ۸ ص ۱۴۳)

مدارج اتباع سنت

اب جب کہ توفیق الٰہی سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ اتباع سنت میں ہی مدارنجات وکامیابی ہے، اب ہم ذرا اس پر غور کریں کہ اتباع سنت سے کیا مراد ہے، کیا اس سے اتباع ظاہری ہی مراد ہے یا کامل اتباع ظاہراو باطنا۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی متابعت جوکہ دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے کئی ایک مراتب اور درجات رکھتی ہے۔

پہلا درجہ عوام اہل اسلام کا ہے جوکہ شریعت کے احکام اور سنت سنیہ کی متابعت سے وابستہ ہے، جب کہ اس کے ساتھ دل کی تصدیق تو ہو لیکن اطمینان نفس حاصل نہ ہو۔

متابعت کا دوسرا درجہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال واعمال کا اتباع ہے جوکہ باطن سے تعلق رکھتا ہے، اس میں اخلاق کی تہذیب اوررزیل صفات کی مدافعت اورامراض باطنی اورمعنوی بیماریون کا ازالہ ہے متابعت کا تیسرا درجہ آنخضرت ﷺ کے احوال اوراذواق اورمواجید کی متابعت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالٰی ہمیں اورآپ کو حضرت محمد مصطفٰی ﷺ والبرکۃ والتحیہ کی پسندیدہ متابعت میں پوری طرح ثابت قدم رکھے، اللہ تعالی ان پراوران کے دوسرے بھائیوں انبیاء کرام اور ملائکہ عظام اوراانکے تمام تابعداروں پر قیامت تک اپنی رحمتیں اور سلامتی اور برکات نازل فرمائیں، آمین۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلھم

آخر میں ہم ان سالکین کے لئے جن کے جگر عشق رسول اللہ ﷺ میں سوختہ ہو رہے ہیں بطور ضمیمہ کے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی کے اس گرانقدر مکتوب کے چند حصے نقل کرتے ہیں، جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی متابعت کے نہایت ہی اعلی وارفع درجات و مراتب کی نشاندہی فرمائی ہے نقل کرنے کا مقصد محض یہ ہے۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں

گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

اس بیان میں کہ رسول اللہ ﷺ کی متابعت کے درجات اور مراتب مختلف ہیں اور اسکے سات درجے ہیں اور ہر ایک درجے کی دوسرے پر فضیلت کا بیان اور ان سے متعلقہ مسائل۔

الحمدلله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى امابعد!

رسول اللہ ﷺ کی متابعت جو کہ دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے کئی ایک مراتب اور درجات رکھتی ہے۔

پہلا درجہ عوام اہل اسلام کا ہے جو کہ شریعت کے احکام اور سنت سنیہ کی متابعت سے وابستہ ہے جب کہ اس کے ساتھ دل کی تصدیق تو ہے لیکن اطمینان نفس ابھی حاصل نہ ہوا ہو، کیونکہ وہ درجہ ولایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اور علماء ظاہر اور وہ عابد اور زاہد لوگ جن کا معاملہ ابھی اطمینان نفس کے ساتھ وابستہ نہیں ہوا، سب اسی درجہ متابعت میں شریک ہیں اور اتباع کی ظاہری صورت کے حصول میں سب برابر ہیں اور چونکہ نفس اس مقام پر کفر اور انکار سے آزاد نہیں ہوتا، تو لازمی طور پر یہ خاص درجہ صرف متابعت کی صورت رکھتا ہے اور متابعت کی یہ صورت حقیقی متابعت کی طرح آخرت کی کامیابی اور خلاصی کا ذریعہ ہے اور جہنم کے عذاب سے نجات اور جنت کے داخلے کی بشارت دینے والی ہے خداوند تعالی نے اپنی کمال

بخشش سے نفس کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں کیا اور صرف دل کی تصدیق پر کفایت فرمائی ہے اور نجات کا دارومدار اس تصدیق پر رکھا ہے۔

میتوانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول

اے کہ در ساختہ قطرۂ بارانی را

متابعت کا دوسرا درجہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال و اعمال کی اتباع ہے، جو کہ باطن سے تعلق رکھتا ہے اس میں اخلاق کی تہذیب اور رذیل صفات کی مدافعت اور امراض باطنیہ اور معنوی بیماریوں کا ازالہ ہے جو کہ طریقت کے مقام سے متعلق ہیں اور اتباع کا یہ درجہ ان ارباب سلوک کے ساتھ خاص ہے جنھوں نے صوفیاء کے طریقہ کو اپنے مقتدا شیخ سے اخذ کیا ہوا اور سیر الی اللہ کے صحراؤں اور بیابانوں کو قطع کر رہے ہیں۔

متابعت کا تیسرا درجہ آنحضرت کے احوال اور اذواق اور مواجید کی متابعت ہے یہ درجہ ولایت خاصہ کے مقام سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ ان ارباب ولایت کے ساتھ خاص ہے جو کہ مجذوب سالک ہوں سالک مجذوب۔

جب کہ ولایت کا مرتبہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو نفس مطمئنہ ہو گیا اور سرکشی اور نافرمانی سے باز آ گیا اور انکار سے اقرار میں اور کفر سے اسلام میں آجاتا ہے اس کے بعد اب متابعت کی جو بھی کوشش کرے گا وہ حقیقی متابعت ہوگی اگر نماز ادا کرے گا تو متابعت کی حقیقت بجا لائے گا اور اگر روزہ ہے تو اسکا بھی یہی حال ہوگا اور اگر زکوٰۃ ہوگی تو وہ بھی اسی طریقہ پر ہوگی، وعلی ہذا القیاس شریعت کے تمام احکام کی بجا آوری میں اتباع کی حقیقت موجود ہوگی۔

مطابعت کا چوتھا درجہ وہ ہے جو پہلے درجہ میں تھا پہلے درجہ میں اسکی صورت تھی اور اس درجہ میں اتباع کی حقیقت ہے اور یہ چوتھا درجہ اتباع علماء راسخین **شکر اللہ تعالی سعیھم**

کے ساتھ مخصوص ہے جو نفس کے اطمینان کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں اولیاء اللہ قدس اللہ تعالی اسرارھم کو چند تمکین قلب کے بعد ایک طرح کا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے لیکن نفس کو کمال درجہ کا اطمینان کمالات نبوت کے حصول سے حاصل ہوتا ہے جو کہ بطریق وراثت علمائے راسخین بواسطہ کمال اطمینان نفس شریعت کی حقیقت سے جو حقیقی اتباع ہے ،موصوف ہیں اور دوسروں کو چونکہ کمالات حاصل نہیں ہوتے لہذا کبھی تو وہ شریعت کی صورت سے موصوف ہوتے ہیں اور کبھی شریعت کی حقیقت سے متصف ،علماء راسخین کی علامت بیان کر دیتا ہوں تا کہ ظاہر دان عالم راسخ ہونے کا دعوی نہ کر سکے،اور اپنے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ نہ سمجھنے لگے عالم راسخ وہ ہے جس کو کتاب وسنت کے متشابہات کی تاویل سے حصہ حاصل ہو،اور قرآن مجید کی سورتوں کے اوائل میں جو حروف مقطعات ہیں ان کے اسرار سے بہرہ ور ہو،اور متشابہات کی تاویل بہت ہی دقیق اسرار میں سے ہے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ تاویل ید (ہاتھ) کی تاویل قدرت کی طرح ہے اور وجہ (چہرہ) کی تاویل ذات کی طرح کیونکہ یہ تاویلیں تو ظاہری علوم سے پیدا ہوتی ہیں،ان کا اسرار سے کوئی تعلق نہیں ہے ان اسرار کے اصل مالک تو انبیاء علیھم الصلوات والتسلیمات ہیں اور یہ رموز نہی کے معاملات کی طرف اشارہ ہیں اور یا پھر وہ لوگ ہیں جن کو تبعیت اور وراثت کے طور پر اس دولت عظمی سے سرفراز کیا جائے۔

اور اس درجہ متابعت کا حصول جو کہ اطمینان نفس اور صاحب شریعت علیہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی حقیقت کو پالینے سے تعلق رکھتی ہے کبھی تو بغیر وسیلہ فنا و بقا اور بغیر سلوک وجذبہ کے ہو جاتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ احوال ومواجید اور تجلیات وظہورات قسم کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی درمیان میں نہ آئے اور یہ دولت حاصل ہو جائے لیکن اس دولت تک ولایت کی راہ سے پہنچنا بہت زیادہ قریب ہے بنسبت اس کے جو دوسری راہ سے پہنچے اور وہ دوسری راہ اس

فقیر کے خیال میں سنت سنیہ علی صاحبا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کا التزام اور بدعت کے نام ونشان سے بھی پرہیز کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور بدعت حسنہ سے بھی جب تک بدعت سیّئہ کی طرح پرہیز نہ کرے گا اس دولت کی خوشبو بھی اس کی جان کے دل ودماغ میں نہ پہنچے گی۔

اور یہ بدعت سے اجتناب آج کل بہت مشکل ہوگیا ہے کہ ساری دنیا بدعت کے دریا میں غرق ہو چکی ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام حاصل کر رہی ہے، کسی کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارے اور سنت کو زندہ کرنے کے لئے لب کشائی کرے، اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں، عالمگیر بدعات کو خلق کا تعامل قرار دیتے ہوئے اسکے جواز بلکہ اس کے امتحان کا فتوی دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اچھا یہ تو بتائیں کہ کیا فتوی دیتے ہو، اس صورت میں کہ گمراہی عام پھیل جائے اور باطل متعارف ہوجائے اور لوگ اس پر عمل کرنے لگیں؟ ان علماء کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ مطلقا تعامل استحسان کی دلیل نہیں ہے، اور وہ تعامل جو معتبر ہے جو کہ ابتدائی دور سے آرہا ہو، اور یا پھر تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہو جیسا کہ فتاوی غیاثیہ میں ذکر کیا گیا ہے شیخ شہید رحمہ اللہ سبحانہ نے فرمایا کہ۔

''ہم مشائخ بلخ کے استحسان کو قبول نہیں کرتے، بلکہ ہم اپنے متقدمین اصحاب کے اقوال کو قبول کریں گے کیونکہ ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا، جواز پر وہ تعامل دلالت کریگا، جو کہ اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر مسلسل آرہا ہوتا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی تقریر پر دلیل ہو کہ آنحضرت نے لوگوں کو اس پر چھوڑا تو یہ حقیقت میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت ہوگا، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر لوگوں کا فعل حجت نہیں ہوگا، ماسوائے اس صورت کے تمام شہر ونکے تمام آدمی اس پر عمل کریں، تاکہ یہ اجماع ہوجائے اور اجماع حجت ہے کیا تم اس

بات پر غور نہیں کرتے، کہ اگر کچھ لوگ شراب کی تجارت یا سود کے رواج کو تعامل بنالیں تو ان کے حلال ہونے کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔

اور اس میں شک نہیں کہ تمام لوگوں کے تعامل اور تمام شہروں اور بستیوں کے عمل کا علم حاصل کرنا بشری طاقت سے باہر ہے باقی رہا ابتدائی دور کا تعامل جو کہ حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو اس عمل پر برقرار رکھنا ہے اور حقیقت میں وہ آپ ہی کی سنت ہے، وہ تعامل بدعت کیسے ہوسکتا ہے اور بدعت حسنہ وہ کب ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم کو تمام کمالات کے حصول میں صرف خیر البشر علیہ الصلوات والتسلیمات کی صحبت ہی کافی تھی، اور علماء سلف میں سے جو بھی رسوخ کی دولت سے مشرف ہوا ہے اور صوفیاء کے طریق کے اختیار کرنے اور سلوک اور جذبہ سے قطع مسافت کرنے کے بغیر اس دولت سے مشرف ہوا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سنیہ کی دوامی متابعت اور ناپسندیدہ بدعات سے پرہیز کرنے کی وجہ سے اس مرتبہ پر پہنچا ہے، اے اللہ ہمیں بحرمت صاحب سنت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی متابعت پر ثابت قدم رکھ اور بدعات کے ارتکاب سے بچا۔ آمین،

متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے کمالات کے اتباع کا ہے کہ ان کمالات کے حصول میں علم اور عمل کو کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ یہ صرف اللہ تعالی کے فضل واحسان سے وابستہ ہے اور یہ نہایت ہی بلند مقام ہے پہلے ذکر شدہ مراتب کو اس مرتبہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

اصل میں یہ کمالات اولوالعزم انبیاء علیھم الصلوٰت والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں اور تبعیت ووراثت کے طور پر جس کو بھی اس دولت سے مشرف فرمادیں۔

اور متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کی اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں جس طرح درجہ پنجم میں کمالات کا فیضان محض فضل

اوراحسان سے تھا،اسی طرح اس چھٹے درجہ میں آنحضرت ﷺ کے کمالات کا فیضان صرف محبت سے ہےاوران کا حصول عروج سے وابستہ ہے۔

متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جونزول وہبوط سے تعلق رکھتا ہے اور متابعت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے ،اسلئے کہ اس مقام میں نزول بھی تصدیق قلب اوراطمینان نفس ہے ،اورجسم کے عناصرار بعہ کا اعتدال بھی اس میں ہے کہ وہ سرکشی اورنافرمانی سے باز آجاتے ہیں یوں سمجھیں کہ پہلے درجات اس متابعت کے اجزاء تھےاور یہ درجہ ان کے لحاظ سے کل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس مقام میں پہنچ کرتابع اور متبوع سے اس طرح کی مشابہت پیدا کرلیتا ہے،کہ گویا پیروی (تبعیت) کا نام درمیان سے اٹھ جاتا ہے کہ تابع اپنے متبوع کی طرح جوکچھ بھی حاصل کرتا ہے وہ اصل سے براہ راست حاصل کرتا ہے، گویا دونوں ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں اوردونوشیر وشکر کی طرح ملے ہوئے ہوتے ہیں،تابع کہاں ہے ،متبوع کون ؟اورتبعیت کیسی؟ اتحادنسبت میں تفاسیرنسبت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ اس مقام میں جتنا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے ،تبعیت کی نسبت بالکل معلوم نہیں ہوتی اورتابعیت اورمتبوعیت کا کوئی امتیاز نظر نہیں آتا بس اتنا ہے کہ تابع اپنے کوطفیلی سمجھتا ہے اوراپنے آپ کو نبی کے کمالات کاوارث جانتا ہے (علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام) یہ تو یقینی بات ہے کہ تابع اور ہوتا ہےاور طفیلی اوروارث اور، ہرچند کہ یہ سب بظاہرتابع کی قطار میں نظر آتے ہیں،لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ تابع میں متبوع کی حیلولۃ (داخل ہونا)درکار ہے ،اورطفیلی اور وارث کے لئے متبوع کا حائل ہونا،(داخل ہونا)درکارنہیں ہے،تابع اپنے متبوع کا بچا کھچا کھانا کھاتا ہےاورطفیلی ضمنی طور پرساتھ بیٹھ کرکھانے والا ہے۔

قصہ مختصر یہ ہے کہ جو دولت بھی آئی ہے وہ دراصل انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے لئے آئی ہے اور امتوں کی سعادت مندی اسمیں ہے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی طفیلی اس دولت سے مستفید ہوں اور ان کا پس خوردہ تناول فرمائیں۔

درقافلہ کہ اوست دانم نرسم ☆ ایں بس کہ رسد ز دور بانگ برسم

مکتوب نمبر ۵۴ ''مکتوبات امام ربانی حصہ ہفتم دفتر دوم'' اتباع سنت ۱۷)

یارب صل وسلم دائما ابدا☆علی حبیبک خیر الحق کلھم

باب ۳۱

اتباع سنت کے متعلق حضرت سید کبیر احمد رفاعیؒ کے ارشادات

حضرت سید کبیر احمد رفاعیؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ فرمایا کہ

میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے تمام افعال میں جو آپ ﷺ نے کئے ہیں اور جن سے آپ ﷺ رکے ہیں اس طرح آپ ﷺ کی وضع کا اور کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے سونے بولنے میں بھی اتباع کیا جائے تا کہ تم کو اتباع کامل نصیب ہو جائے۔

ہم کو ایک بزرگ کے متعلق معلوم ہوا کہ انہوں نے (عمر بھر) خربوزہ نہیں کھایا، کیونکہ ان کو کسی حدیث سے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے۔

اسی طرح ایک بزرگ نے بھولے سے موزہ کو بائیں پیر میں پہننا شروع کر دیا تو اس (خلاف سنت حرکت) کے کفارہ میں کسی قدر گیہوں خیرات کیا۔ (بنیان المشید ص ۱۵۳) (بحوالہ مثالی نوجوان ص ۶۸)

فائدہ: اگر ہم رسول اقدس ﷺ کو اپنا نبی ومحسن اور ماوی وملجا تسلیم کرتے ہیں تو انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کے تمام شب وروز اتباع سنت میں گذارنے چاہئے۔

کوئی بڑا معاملہ ہو یا چھوٹا حتی کہ قضائے حاجت کے وقت بھی اتباع سنت کی نیت ہو اور آپ ﷺ کی تعلمیات کے مطابق ہر عمل کریں حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ نے انتہائی عمدہ بات ارشاد فرمائی کہ میں نے سالہاسال اس بات کی باقاعدہ مشق کی ہے کہ صبح سے شام تک کی زندگی کا ہر کام اتباع سنت کی نیت سے کیا جائے۔

اور مشق اس طرح کی کہ لذیذ کھانا سامنے آیا بھوک لگی ہوئی ہے دل چاہ رہا ہے کہ اسے کھائیں لیکن چند لمحوں کے لئے نفس کو کھانے سے روک لیا کہ نفس کی خواہش پر نہیں کھائیں گے پھر سوچا کہ یہ اللہ کی نعمت اوران کی عطا ہے اور آنحضرت ﷺ کی سنت یہ تھی کہ نعمت کو خدا کا شکر ادا کر کے استعمال فرماتے تھے اس سنت کی اتباع میں کھائیں گے۔

اور اس طرح گھر میں داخل ہوتے، بچہ پیارا معلوم ہوا دل چاہا کہ اسے گود میں اٹھا کر اس سے دل بہلائین، لیکن چند لمحوں کے لئے نفس کو روکا کہ نفس کی خواہش پر اسے نہیں اٹھائیں گے پھر چند لمحے بعد مراقبہ کیا کہ آنحضرت ﷺ بچوں سے محبت فرماتے تھے اور انہیں کھلایا کرتے تھے آپ ﷺ کی اس سنت کی اتباع میں اٹھائیں گے ٹھنڈا پانی سامنے آیا پیاس لگی ہوئی ہے اور دل کی خواہش ہے کہ اسے جلدی سے پی لیا جائے لیکن کچھ وقفہ کے لئے اپنے آپ کو روکا اور کہا کہ صرف دل کی خواہش پر پانی نہیں پئیں گے پھر تھوڑے وقفہ کے بعد استحضار کیا کہ آنحضرت ﷺ کو ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا آپ ﷺ کی سنت کی اتباع میں پئیں گے اور انہیں آداب کے ساتھ پئیں گے جن کی آپ ﷺ رعایت فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ بالکل اسی طرح ہمیں بھی چاہئے کہ اپنے ہر کام میں نیت ہو کہ یہ کام اسلئے

کررہاہونکہ رسول اقدس ﷺ نے اپنے قول وفعل سے ہمیں اسی طرح تعلیم فرمائی ہے۔

اسی میں ہمارے لئے دونوں جہاں کی فلاح ہے۔

میں ان کے سوا کس پر فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

(مثالی نوجوان ص ۶۹)

سیدنا رفاعیؒ کا فرمان ہے کہ درویش اسی وقت تک طریقت پر ہے جب تک سنت پر جما ہوا ہے اور جس وقت وہ سنت سے ہٹے گا طریقت سے الگ ہو جائے گا۔

(کمالات نبوت، بحوالہ مثالی نوجوان)

باب ﴿۳۲﴾

حضرت خواجہ معصوم نقشبندی سرہندیؒ کا اتباع سنت

حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی سرہندیؒ کا ارشاد:

اتباع سنت پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں،

اتباع سنت میں کوشش کرو بدعت اور اہل بدعت سے دور رہو صحبت صلحا وفقراء پابند شرع کی طرف راغب رہو جس جگہ خلاف شرع دیکھو وہاں سے گریزاں اور یکسو ہو جاؤ۔

عاشق صادق وہ ہے جو متابعت پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام پر راسخ ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعون یحببکم اللہ سے اسی حقیقت کا اظہار ہو رہا ہے۔

ایک طالب کو نصیحت کرتے ہوئے ارقام فرمارہے ہیں کہ

سیدالطائف حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کامیابی کے تمام راستے

بند ہیں سوائے اس شخص کے راستے کے جو آنحضرت ﷺ کے نشام قدم کی پیروی کرے۔
سیدالطائف ہی کا یہ قول بھی ہے کہ، مقربین صادقین کا راستہ درحقیقت کتاب وسنت کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ علماء جو شریعت وطریقت پر عامل ہیں اور وارث النبی کہنے کے مستحق ہیں۔ وہ اقوال اخلاق اور افعال میں آنحضرت ﷺ کے متبع ہوتے ہیں۔
مگر دیکھتا ہوں کہ آداب نبوی کا خیال نہ رکھنے والے اور سنن نبوی ﷺ کے چھوڑنے والے کو ہرگز ہرگز عارف خیال نہ کرنا اسکے ظاہری تبتل وانقطاع خوارق عادت وزہد وتوکل اورزبانی معارف توحیدی پر فریفتہ شیفتہ نہ ہو جانا صفحہ (مکتوبات معصوم) (اقوال سلف ص ۱۴۷۔۱۴۸ حصہ سوم)

تنویر باطن کے لئے اتباع سنت ضروری ہے

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر نور باطن کی تحصیل کے لئے اتباع سنت کو ضروری قرار دیتے ہیں اس مسئہ پر نہایت زوردار کلام فرما رہے ہیں چنانچہ کسی طالب علم کو کہتے ہیں۔

اوقات را بذکر وفکر معمور دارند، ودر تنویر باطن کوشد ذکر محل نظر مولی، است وتنویر باطن منوط بدوام ذکر ومرقبہ است ، ومربوط باداے وظائف بندگی واداے فرض وسنن وواجبات ،واجتناب از بدعات ومحرمات ومکروہات ، برقدر کہ دراتباع شریعت وسنت واجتناب از بدعت کوشیدہ آید، نور باطن بیفزاید وراہے بجناب قدس بکشاید اتباع سنت البتہ منجی است ونتیجہ بخش ورفع درجات احتمال تخلف ندارد وماوراے آں خطر در خطر است وراہ شیطان،

فاالحذر کل الحذر فماذا بعدالحق الاالضلال ، دین قویم را کہ، بوحی قطعی ثابت شدہ است بتر ہاست اوہام وخیال نمی داشت برداشت، **و ما علی الرسول الاالبلاغ**،
(مکتوبات معصوم)

ترجمہ: اپنے اوقات کو ذکر و فکر سے معمور اور آباد رکھو اور باطن کو روشن کرنے میں کوشش کرو، اسلئے کہ وہی نظر مولی کا محل ہے اور یہ سمجھ لو کہ تنویر کا تعلق ان امور کے ساتھ ہے، دوام ذکر، مراقبہ، وظائف بندگی کی ادائے گی یعنی ادائے فرض وسنن وواجبات نیز بدعات ودیگر محرمات مکروہات سے اجتناب، چنانچہ جو شخص جس قدر بھی اتباع سنت اور عمل شریعت اور اجتناب بدعت میں زیادہ کوشش کرے گا اتنا زیادہ اسے نور باطن حاصل ہوگا اور حق تعالی کی راہ اس پر کھلے گی بلا شبہ اتباع سنت نجات دلانے والی چیز ہے، بہرصورت نفع بخش اور درجات کو بلند کرنے میں، اسمیں خلاف کا تو احتمال ہی نہیں ہے لیکن اسکے ماسوا جو چیزیں ان میں خطرہ ہی خطرہ ہے بلکہ وہ شیطانی راستہ ہے لہذا ان سے بہت اجتناب کرو اور احتیاط کلی رکھو اسلئے کہ حق کے بعد بجز گمراہی کے اور رہ ہی کیا جاتا ہے دین متین کو جو کہ وحی قطعی سے ثابت ہے محض لغو باتوں اور وہام وخیالات سے تو نہیں چھوڑا جا سکتا بر رسولاں بلاغ باشد وبس

(سنیت صوفیہ ص ۶۴ بحوالہ اقوال سلف ص ۱۶۱۔۱۶۲ حصہ سوم)

اتباع سنت کی اہمیت اکابرین امت کی نظر میں

حضرت خواجہ معصوم کے ایک مکتوب میں رقم ہے کہ جو شخص جس قدر بھی اتباع سنت اور عمل بالسنۃ رہے اور اجتناب بدعت میں زیادہ کوشش کریگا اتنا ہی زیادہ اسے نور باطن حاصل ہوگا اور حق تعالی کی رہ اس پر کھلے گی بلا شبہ اتباع سنت نجات دینے والی چیز ہے۔ (مکتوبات معصوم)مثال نوجوان ص ۶۵

حضرت خواجہ محمد معصوم فرماتے ہیں کہ

حصول نجات اور وصول برکات متابعت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وابستہ ہے اولیاء نے جو کچھ بھی ولایت، محبت معرفت اور قربت الہی سے حصہ پایا ہے وہ بطفیل انبیاء علیہم السلام

پایا ہے راہ وصول انبیاء ہی کی اتباع پر موقوف ومنحصر ہے۔(فیضان محبت ص ۵۵ از مولانا محمد احمدؒ) بحوالہ مثال نوجوان ص ٦٦)

باب ﴿۳۳﴾

حضرت حاجی امداد اللہ اور حضرت حافظ ضامن صاحب مہاجر مکیؒ کا اتباع سنت

اتباع سنت کا ثمرہ جلد وصول الی اللہ

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں اس قدر جلد وصول الی اللہ ہو جاتا ہے حالانکہ نہ یہاں کچھ ریاضت ہے نہ مجاہدات اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں وصول بطریق جذب ہوتا ہے، بطریق سلوک نہیں ہوتا اور یہ جذب برکت ہے اتباع سنت کی، کیونکہ اتباع سنت کا ثمرہ بوجہ تشبیہ بالمحبوب محبوبیت عند اللہ ہے اور محبوبیت کے لئے جذب لازم ہے۔(اشرف السوانح ج ۲، ص ۵۹۵)(معارف اکابر ص ۱۳۳)

خلاف سنت واردات قابل عمل نہیں

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں ناخواندہ ہوں اور جو کچھ بیان کرتا ہوں یہ واردات ہیں، اگر یہ کتاب وسنت کے خلاف ہوں، عمل نہ کرنا اور مجھ کو اطلاع دے دینا میں بھی توبہ کرلوں گا، اگر اطلاع نہ کرو گے تو تمام بوجھ تم پر ہوگا میں بری رہوں گا۔(الافاضات الیومیہ ج ۲، ص ۳۱۷) (معاف اکابر ص ۱۴۹)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے سنت کے متعلق ارشادات وافادات ومعمولات

فرمایا: مولویہ فرقہ کا ایک شخص حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور عرض

کیا، حضرت مجھے اجازت دی جائے کہ میں بانسری سناؤں، حضرت نے فورا کیسا عمدہ جواب دیا، اگر ہم ہوتے تو سوچتے رہ جاتے، بجانا تو کیوں سنتے خلاف سنت تھا، فرمایا چونکہ میں اس فن کو نہیں جانتا، اس واسطے اس فن کی بے قدری کیوں کرتے ہو، کسی ماہر فن کو سناؤ جو قدر بھی کرے۔ (الکلام الحسن ملفوظ ۱۳۶) (معارف اکابر، ص ۱۵۵)

کھانے میں سب کے ساتھ اٹھنا سنت ہے

فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھانے میں سب کے ساتھ بیٹھتے تھے اور سب کے ساتھ اٹھتے مگر بہت کم کھاتے تھے اور کوئی ہدیہ لاتا تو حاضرین سے فرماتے کہ کھاؤ کہ اللہ کے واسطے آئی ہے، اس میں واسطے کی وجہ سے نور ہے، میں کیا بتلاؤں مجھے ایک مرتبہ ایک بزرگ نے چغہ (جھبہ) بھیجا، میں نے جب اس کو پہنا تو دو تین دفعہ پہننے سے یہ تجربہ ہوا کہ جب اسکو پہنتا ہوں گناہ کا وسوسہ نہیں ہوتا، اب حضرتؒ کے قول کی پوری طرح تصدیق ہوگئی کہ اللہ تعالی کے علاقہ سے جو چیز آتی ہے اس میں نور ہوتا ہے۔

نماز سنت کے مطابق پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے

فرمایا: ہمارے حضرت قدس سرہ کے خلیفہ مولانا محبّ الدین صاحبؒ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ ایک مرتبہ تو ایسی نماز پڑھیں کہ جس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے، لایحدث فیھا نفسہ مقبلا علیھا بقلبہ، یعنی ایسی رکعتیں پڑھے کہ اس میں اپنے نفس سے بالکل بات نہ کرے اور اپنے قلب سے اس پر متوجہ رہے، ان کو خیال ہوا کہ عمر بھر میں ایک نماز تو ایسی پڑھ لیں جس کی یہ شان ہو چنانچہ انہوں نے بڑا اہتمام کیا اور خطرات کو روکنے کے لئے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی۔

بعد نماز اس نماز کی حقیقت مثالیہ کی طرف متوجہ ہوئے کہ دیکھوں میری نماز کیسی ہوئی ؟دیکھا کہ نہایت حسین وجمیل عورت ہرطرح کامل ہے ،لیکن غور سے جو دیکھا تو آنکھیں نہیں ہیں، بہت حیرت ہوئی کہ کیا بات ہے ؟میں نے اس نماز کی تکمیل میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا۔

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کہ خدمت میں گئے اور حضرت کو اجمالا سارا قصہ عرض کیا،حضرتؒ نے فورا فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی ہوگی؟انہوں نے کہا کہ حضرت واقعی خطرات کے روکنے کے لئے میں نے ایسا کیا تھا اور فقہاء نے اس غرض کے لئے آنکھیں بند کرنا جائز بھی لکھا ہے ،فرمایا کہ گو جائز ہے لیکن سنت کے خلاف ہے ،اگر آنکھیں کھول کر سنت کے موافق پڑھتے تو یہ اچھا تھا، گو خطرات آتے ،غرض کامل عبادت کس سے ادا ہوسکتی ہے ۔

از دست وزباں کہ برآید☆ کہ عہدہ شکرش بدرآید

(معارف الاکابر ص۱۶۶)

خلاف سنت امور پر غصہ

فرمایا: حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآباد میں ایک بزرگ تھے میں ان کی خدمت میں دو دفعہ گیا،آخری مرتبہ ان کی ایسی شفقت تھی کہ جب میں روانگی کی اجازت چاہتا تھا،فرماتے تھے کہ کیا جلدی ہے ؟مگر اول مرتبہ لہجہ تُند تھا اور خفگی نمایاں تھی اور اکثر خفگی وتُندی کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کو خلاف سنت تنگی ہوتی ہے، چنانچہ مسجد میں جاتے وقت کوئی بایاں پاؤں زمین پر رکھ دیتا تھا تو مولانا کو ناگوار ہوتا تھا اور غصہ آجاتا تھا، مجھ سے جس مرتبہ تند لہجے میں بولے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ میں رات کو گیا تھا اور حدیث میں رات کو جانے کی ممانعت

آئی ہے لہذا خفگی ہوئی، مگر میں نے یہ سمجھا کہ یہ خفگی میرے لئے علاج ہے اس لئے ذرا نا گوار نہیں ہوئی بلکہ دوبارہ پھر حاضر ہوا اس وقت مولانا نہایت شفقت سے پیش آئے اور حصن حصین پڑھانا شروع کرادیا اور حدیث وغیرہ کی اجازت دی اور بہت توجہ فرمائی۔ (معارف اکابر،ص۴۶۱)

حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کا ارشاد- اتباع سنت میں ہر امر میں اعتدال ہے

فرمایا: حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں بارادہ بیعت آیا، حضرت نے فرمایا کچھ دنوں کھانا کم کھایا کرو تب بیعت کریں گے، ایک روز کے بعد وہ شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت اگر حکم ہو تو روزہ رکھ لوں مگر یہ تو بڑی مشکل بات ہے کہ سامنے مزیدار حلال طیب کھانا موجود ہو پھر کم کھاؤں۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ بس اسی منہ سے کہتے ہو کہ اللہ کا نام لوں گا اتنا بھی نہیں ہوسکا، صاحبو! سنت کا اتباع اسی واسطے لوگوں کو ناگوار ہے کہ اس میں ہر امر میں اعتدال ہے اور یہ نفس کو بھاری اور کٹھن ہے اور منشاء اس ناگواری کا یہ ہے کہ نفس چاہتا ہے آزادی کو اور نیز شہرت کے لئے اپنے حظوظ کو بالکلیہ ترک کردینا تو اسلئے آسان ہے کہ اس میں ایک آزادی ہے اور مخلوق کی نظروں میں بڑائی ہے کہ فلاں درویش کھانا نہیں کھاتے اتنے برسوں سے انہوں نے کھانا چھوڑ دیا ہے اور اعتدال دشوار ہے کہ اس میں شہرت نہیں ہوتی کیونکہ اس میں صورۃ امتیاز نہیں ہوتا۔ (معارف اکابر ص۲۱۴)

باب ۳۴

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کا اتباع سنت

اس عشق ومحبت ذوق وشوق کے باوجود اس درجہ کا اتباع سنت اور احترام شریعت تھا کہ

مبصراور صاحب نظر دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس درجہ کا متبع سنت ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، ان دو چیزوں کا اجتماع ایسا نادر و نایاب ہے کہ کہنے والوں نے بہت پہلے کہا ہے:۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہوسنا کے نداند جام سنداں باختن

لیکن مولانا کی زندگی ''سندان عشق'' اور جام شریعت کے اجتماع کا اس دور آخر میں بہترین نمونہ ہے۔

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:۔ میں نے عرض کیا کہ حضور نے کونسا عمل عمدہ فرمایا ہے کہ اس درجہ کو پہنچے، ارشاد ہوا کہ سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے سے۔

فرمایا کہ:۔ غوث ہو یا قطب، جو خلاف شرع کرے، وہ کچھ بھی نہیں۔

اتباع سنت کا درجہ

نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ:۔ اتباع سنت یہی غوثیت اور قطبیت ہے۔ (تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ ص۵۰)

اتباع سنت کے معنی

اتباع سنت کے معنی ایک جلسہ میں یہ ارشاد ہوا کہ:۔ **فاتبعونی یحببکم اللہ** اس کا ترجمہ کہو پھر خود ہی فرمایا کہ:۔ ہماری چال چلو، تب پیار کرے گا اللہ تم لوگوں کو۔

اتباع شریعت کی تاثیر

مولانا سید محمد علیؒ لکھتے ہیں:۔ مشائخ تصور شیخ بھی تعلیم کرتے ہیں اور اس کو نہایت موثر اور سہل ترین راہ بتاتے ہیں، مگر ہمارے حضرت مدظلہم العالی بسبب کمال احتیاط کے اس کی

تعلیم نہیں فرماتے، میں نے مکرر تصور شیخ کی نسبت دریافت کیا، ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ ہمارے حضرت کے یہاں یہ تعلیم نہیں تھی، شیخ کی محبت اور اسکا اتباع چاہئے، اور محبت کی وجہ سے بے اختیار تصور آجانا اور بات ہے، خود صحابہ کو ایسا ہوتا تھا، چنانچہ بعض صحابہ کا مقولہ ہے:۔**کانی انظر الی وبیص ساقیه ۔**

ارشاد ہوا کہ تصور یا بے تصور شیخ کی محبت ہونی چاہئے ہم نے کبھی نہیں کیا، ہم تو وہی باتیں کرتے تھے جو حدیث میں آئی ہیں، اسی سے کلمۂ **لاالـه الاالله** جاری رہتا تھا، یاد رکھو کہ جو بات شریعت کے اتباع اور ان اعمال سے حاصل ہوتی ہے، جو حدیث میں آئے ہیں وہ کسی سے نہیں ہوتی۔

اذکار و اوراد میں حدیث کی پیروی

مولانا سید محمد علیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بعد ظہر **انا فتحنا** پڑھنا چاہئے؟ ارشاد ہوا کہ حدیث میں نہیں آیا، پھر عرض کیا کہ بعد عصر **عم یتساء لون** پڑھنا چاہئے؟ ارشاد ہوا کہ یہ بھی حدیث میں نہیں آیا، مگر میں کبھی بعد عصر اور کبھی قبل عصر پڑھ لیتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت قبلہؒ نے یہ دعا پڑھی:۔ **اللهم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی** ،اور ارشاد ہوا کہ وضو کے اندر اسی دعا کا پڑھا حدیث سے ثابت ہے، اور کسی دعا کا پڑھنا حدیث میں نہیں آیا۔

میں نے عرض کیا کہ پیشتر حضور فلاں آیت پڑھ دیتے تھے ،ارشاد ہوا کہ حدیث میں نہیں آیا، معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف حالت کی وجہ سے معمول میں اختلاف ہوا، آخر میں اتباع سنت کو غلبہ ہو گیا، اس وجہ سے انہیں اعمال پر مدار رہا جو بتخصیص حدیث میں آئے ہیں، اگر چہ کسی اور آیت کا پڑھ دینا خلاف حدیث نہیں ہے۔

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ فقیر نے عرض کیا کہ ہم نماز ظہر میں **اللہ الصمد** پانچ سو مرتبہ پڑھتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ:۔حدیث میں **قل ھو اللہ احد اللہ الصمد** پورے سورہ تک پڑھنے کو فرمایا ہے، اور **اللہ الصمد** تو نہیں فرمایا، کسی اور دعا کو ہم نے پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ پڑھنے کو تو تھوڑی منع کرتے ہیں، ذکر اس کا ہے کہ سنت نہیں ہے، حضرتؒ کو سنت کا بڑا لحاظ تھا۔ (تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ ص۵۲)

ماثور دعائیں

نواب نور الحسن خان مرحوم لکھتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ مشائخ سے جو دعائیں منقول ہیں ان میں وہ تاثیر نہیں جو کہ آنحضرت ﷺ نے دعائیں فرمائی ہیں ان میں ہے۔

درود شریف کی اہمیت

ارشاد ہوا:۔ ''درود بکثرت پڑھو، جو کچھ ہم نے پایا، درود سے پایا''

اتباع سنت کا مفہوم

آپ نے فرمایا:۔ کہ اتباع سنت یہی ہے کہ جیسا آنحضرت ﷺ نے کیا ہے اسی طرح کرے گھٹائے بڑھائے نہیں، اور یہ قطعہ پڑھا ۔

گرد نعل اسپ سلطان شریعت سرمہ کن
تا شود نور الٰہی بادو چشمت مقترن

فنافی الرسول اللہ ﷺ کا مطلب

مولانا محمد علی صاحب لکھتے ہیں: کہ ارشاد ہوا کہ افعال ظاہری رسول اللہ ﷺ بسہولت اور بے تکلف ہونے لگنا یہی فنافی الرسول ہے اور کچھ نہیں۔ (تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ ص۵۳)

اتباع سنت کا اہتمام اور درس حدیث

مگر بایں ہمہ ضعف و ناتوانی اور کبھی کبھی بدن میں حرارت ہو جانے کے باوجود اتباع سنت اور پابندیٔ شریعت کا وہی اہتمام اور ہمیشہ اول وقت پر تازہ وضو کر کے نماز ادا فرماتے، اور بڑے ذوق وشوق سے حدیث شریف کا درس دیتے۔ (تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ ص۸۶)

غایت اتباع سنت

سب کی رائے ہوئی کہ اب تہ بند کھول لیا جائے، اور پائجامہ پہنا دیا جائے، چنانچہ صاحبزادہ صاحب و غلام قادر خاں صاحب والہ دیا صاحب نے پائجامہ پہنانا شروع کیا، غلام قادر خاں صاحب نے تہ بند جو مثل پائجامہ کے بنا ہوا تھا، داہنے پیر سے گھبراہٹ میں اتارنا چاہا، اسی وقت پائے مبارک کھینچ لیا اور بایاں پاؤں دراز کیا، سبحان اللہ! اس وقت بھی کس قدر اتباع شریعت محمدیہ کا خیال تھا۔ (تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ ص۹۳)

باب ۳۵

علماء دیوبند وسہارنپور واکابرین تبلیغ کا اتباع سنت ان کی عملی زندگی اور اقوال کی روشنی میں

بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی کا اتباع سنت

انگریز کے خلاف جہاد ۱۸۵۷ء میں دیگر اکابر کی طرح حضرت مولانا نانوتویؒ بھی بہ نفس نفیس خود شاملی وغیرہ کے جہاد میں شریک تھے اور زخمی بھی ہوئے تھے، اور جب ظالم انگریز کی

طرف سے حضرت مولانا حاجی امداداللہ صاحبؒ اور مولانا قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوچکے ،اور گرفتار کنندہ کے لئے صلہ تجویز ہو چکا تھا،اسلئے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ ودو میں پھرتے تھے ،تو چونکہ اللہ تعالی نے حضرت نانوتویؒ کو کمال شجاعت استقلال اور ہمت قلب عطا فرمائی تھی ،اسلئے ہر قسم کے نتیجہ سے بے نیاز ہوکر کھلے بندوں پھرتے تھے مگر اعزا وا قارب ہمدردوں کی طرف سے جب شدید اور بلیغ اصرار ہوا حضرت وقت کی نزاکت کے پیش نظر ضرور روپوش ہوجاویں،تو تین دن روپوش رہے ،اور تین دن پورے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے اور کھلئے بندوں پھرنے چلنے لگے۔

لوگوں نے پھر منت روپوشی کے لئے عرض کیا،تو فرمایا!

کہ تین دن سے زیادہ روپوش ہونا سنت سے ثابت نہیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ ہجرت کے وقت غار ثور میں تین ہی دن روپوش رہے تھے۔(اطاعت رسول ص۱۶۴/ ۱۶۵)

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی اتباع سنت میں تین دن کی روپوشی

۱۸۵۷ء میں سرزمین ہند پر انگریز کی حکومت تھی اور علماء کرام آزادی کی تحریک میں شب وروز مصروف عمل تھے چنانچہ انگریز گورنمنٹ کی جانب سے دن رات علماء کرام کی گرفتاریاں ہورہی تھیں حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ عزیز واحباب کے اصرار پر تین دن تک روپوش رہے تین دن پورے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے جبکہ کسی وقت بھی گرفتاری کا خطرہ تھا لیکن بغیر کسی خوف کے حضرت نانوتویؒ سرعام کھلے بندوں چلنے پھرنے لگیے لوگوں نے پھر مزید اصرار کیا کہ ابھی گرفتاری کا خطرہ نہیں ٹلا چنانچہ آپ روپوش ہی رہیں لیکن جواب میں حضرت نے فرمایا کہ چونکہ تین دن سے زیادہ روپوشی خلاف سنت ہے اسلئے خلاف سنت عمل کرتے ہوئے میں تین دن سے زیادہ روپوش نہیں رہ سکتا کیونکہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت کے وقت غار ثور میں تین ہی دن تک روپوش رہے تھے۔ (بیس بڑے مسلمان ص/ ۱۱۹) (بحوالہ مثالی نوجوان)

باب ﴿۳۶﴾

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کا اتباع سنت

حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہ کا معمول تھا کہ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے، کسی شاگرد نے عرض کیا حضرت بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب تو آدھا ہے، حضرت نے فرمایا ہاں بھائی یہ تو مجھے بھی معلوم ہے، مگر بیٹھ کر پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

پوری زندگی میں کوئی ادنیٰ سا فعل بھی خلاف سنت سرزد نہیں ہوا

حیات شیخ الہند ص/ ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ کوئی قول و فعل خلاف شریعت ہونا تو درکنار، مدتوں خدمت میں رہنے والے خادم بھی نہیں بتلا سکتے کہ کوئی ادنی سا فعل بھی آپ سے خلاف سنت سرزد ہوا۔

عمل بالسنۃ حضرت کے لئے امر طبعی ہو گیا تھا

دن ہو یا رات، صحت ہو یا مرض، سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں حضرت کو اتباع سنت کا خیال تھا، خود بھی عمل کرتے اور اپنے متبعین و متوسلین کو بھی قولا و عملا اسی کی ترغیب دیتے اور رفتہ رفتہ عمل بالسنۃ حضرت کے لئے ایک امر طبعی ہو گیا تھا، جس میں کسی تکلف و تحریک کی ضرورت ہی نہ تھی نہایت سہولت و متانت سے سنن و مستحبات کو ملحوظ رکھتے تھے، مگر یہ نہیں کہ ہر وقت ہر ہر فعل پر حاضرین کے جتلانے یا ان سے داد لینے کے لئے حدیث پڑھ کر سنائیں یا عمل کریں۔

نئے پھل کی سنت پر عمل

نیا پھل کسی نے پیش کیا تو خوشبو سونگھی آنکھوں سے لگایا پھر کسی بچہ کو پکارا اور اس کو دیدیا، اور کبھی کبھی یہ دیکھنے کے حیلہ سے کہ بارش ختم ہوگئی یا نہیں دو چار قطرے سر اور جسم پر لیکر حدیث عہد بر بی کا لطف اٹھالیا، ایک روز احقر (مولانا میاں اصغر حسین صاحب) کی عیادت کو تشریف لائے اور صرف مصافحہ کر کے واپس ہونے لگے، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو بھی آج ہی حدیث پر عمل کرنا تھا، تبسم فرما کر فوراً پڑھ دیا ''**العیادة فواق ناقة**۔

مالٹا کی جیل میں ایک سنت پر عمل

اسی میں ص/ ۱۱۸ پر لکھا ہے کہ مالٹا کی حراست کے زمانہ میں اگر چہ مسافر پر قربانی نہیں اور قیدی کے لئے تو ذبح کرنیکی بھی اجازت نہیں تھی مگر حضرت کا معمول ہندوستان میں کئی کئی قربانیاں کرنے کا تھا، یہ جذبہ حضرت کے دل میں پیدا ہوا اور محافظان جیل کو اطلاع دی کہ ہمیں قربانی کی اجازت دی جائے اور جانور مہیا کیا جائے ،دل کی نکلی ہوئی بات اثر کئے بغیر نہیں رہتی محافظوں پر اثر ہوا اور ایک دنبہ سات گنی میں خرید کر دیا جس کی قیمت حضرت نے بہت طیب خاطر سے ادا کی اور اس دارالکفر میں جہاں زوال سلطنت اسلامیہ کے بعد کبھی اس سنت ابراہیمی کے ادا ہونے کی نوبت نہ آئی ہوگی، دسویں ذی الحجہ کو بلند آواز سے تکبیر کہہ کر قربانی کر کے واضح کر دیا کہ علو ہمت ہو تو زنداں میں مستحبات بھی ادا ہو سکتے ہیں۔

سر کے کی سنت پر عمل

حدیث پاک میں سرکہ کے متعلق آیا ہے کہ بہترین سالن ہے، حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں جب بھی دستر خوان پر سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اس کی طرف رغبت فرماتے اور کبھی

گھونٹ بھر لیتے ،ایک مرتبہ بدن پر پھنسیاں وغیرہ نکل آئیں اطباء نے سرکہ کو منع کر دیا، پھر بھی حضرت سرکہ نوش فرما ہی لیتے۔

اپنی چاروں لڑکیوں کا نکاح مطابقِ سنت مکمل سادگی کے ساتھ کرایا

حضرت نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کی شادی اپنے استاذ حضرت نانوتویؒ کے طرز پر ایسی ہی سادگی اور اتباع سنت سے کی جو حضرت جیسے محدث اعظم اور عاشق سنت کے شایان شان تھی ،کبھی جامع مسجد میں نماز کے بعد اعلان کر کے داماد کو بٹھا کر نکاح پڑھ دیا، یا کبھی مدرسہ میں علماء اور طلباء کے مجمع میں بطریق مسنون عقد کر دیا اور معمولی کپڑے پہنا کر معمولی ڈولی میں بٹھا کر رخصت کر دیا۔ (اکابر علماء دیوبند ص/۳۱)

محمود الحسن شیخ الہندؒ کا اتباع سنت

حضرت مولانا قدس سرہ کی مقدس زندگی آپ کی اتباع سنت اشاعت علوم دین اشتغا ل بالحدیث النبوی اور تمام سیرت وحالات امید دلانے والے ہیں کہ حق تعالی نے اپنی رحمت سے آپ کو اس عالم میں مدارج عظمی اور درجات عالیہ عطا فرمائے ہونگے۔

وفات کے بعد ایک مخلص خادم کا خواب

اور اسی کے ساتھ بعض مخلص ودیندار، بے لوث حضرات کی قابل قدر متبرک خوابیں بھی (اگرچہ مفید علم قطعی نہیں) اسی حسن ظن کی تائید وتصدیق کرتی ہیں،کسی نے دیکھا کہ حضرت شاداں وفرحاں باغ میں کھڑے ہیں،کسی کو نظر آیا کہ بعزت وشان دربار لگا ہوا ہے اور تخت پر بیٹھے ہوئے قضایا فیصل ہو رہے ہیں،ایک شخص نے حدیث شریف کا درس دیتے ہوئے معائینہ کیا اگرچہ مضمون وماحصل سب کا تقریبا ایک ہی ہے لیکن سب سے فائق وہ خواب ہے جو ایک

مخلص خادم نے وفات کے بعد بالکل متصل دیکھا کہ ایک عظیم الشان مکان تیار ہے جس کی خوبصورتی اور زینت اور نورانیت ولذت کا بیان محال ودشوار ہے، خدام وحاضرین ہر طرف خوشی واہتمام سے دوڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب سرور عالم ﷺ تشریف رکھتے ہیں، اور جدید مہمان حضرت مولانا محمود حسن صاحب کا انتظار ہے حق تعالی ان سب بشرات منامیہ کوسچا کر کے حضرت سید الکونین فخر عالم کی مہمانداری کی عزت آپ کونصیب فرماین اور اپنی رحمت اور مغفرت سے معزز وممتاز اور درجات جنت میں سرفراز فرماویں، آمین یارب العالمین

(حیات شیخ الہندؒ ص/۱۹۹)

بخار کے علاج میں سنت پر عمل

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی زمانۂ صحت میں عادت تھی کہ تپ لرزہ اور بخار کے علاج میں تعمیل ارشاد فخر دو عالم ﷺ کا فضیلت حاصل کرنے کے لئے تازہ پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے، وفات سے کچھ عرصہ قبل جب آپ کو بخار آیا (جس سے اگرچہ صحت حاصل ہوگئی تھی مگر اس کے بعد فورا بخار کا دوسرا دور شروع ہوا جو بالآخر جان لیوا ثابت ہوا، یوں کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلا بخار مرض الموت کی تمہید تھا) یہ آپ کی عمر کا آخری دور ضعف ونقاہت کا غلبہ اور تین سال سے زائد قید وبند کی مشکلات جھیلنے کے باعث لاغری جسم کا جز بن چکی تھی اور عدم طاقت کے سبب یہ علاج بظاہر کچھ مناسب بھی معلوم نہ ہوتا تھا لیکن حضرت شیخ الہند نے کمال سنت کی وجہ سے اب بھی اس علاج کو نہ چھوڑا، اور ایک روز کنویں کے قریب بیٹھ کر پچاس ڈول تازہ پانی کے اپنے اوپر ڈلوا کر غسل فرمالیا۔ (نقوش علماء دیوبند ص/۱۷)

حضرت شیخ الہندؒ کا جذبۂ اتباع سنت

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کا معمول تھا کہ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے

تھے کسی شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت بیٹھ کر نفل پڑھنے کا ثواب تو آدھا ہے حضرت شیخ الہندؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہاں بھائی مجھے معلوم ہے مگر بیٹھ کر پڑھنا اتباع سنت ہے۔

رمضان المبارک میں تراویح کے بعد کی سنت پر عمل

حضرت شیخ الہندؒ کا معمول تھا کہ رمضان میں تراویح کے بعد سے لیکر صبح تک قرآن پاک سنتے تھے، حافظ پڑھتے رہتے تھے، اور حضرت شیخ الہندؒ اخیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے جس کی وجہ سے کبھی کبھی پاؤں پر ورم بھی آجاتا تھا تو اس پر خوش ہوتے کہ حتی تو رمت قدماہ، کی موافقت نصیب ہوگئی۔ (خطبات فقیر ج/۷) (بحوالہ مثالی نوجوان ص/۷۲)

باب ﴿۳۷﴾

امام ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا کمال اتباع سنت

مام ربانی (حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ) کے کمال اتباع سنت پر وارد ین کا تحیر و تعجب

حضرت مولانا قدس سرہ کے متوسلین کی جماعت کثیرہ میں، غالباً ایک متنفس بھی ایسا نہ ہوگا جس نے اتباع سنت میں آپ کی اس درجہ پختگی اور مواظبت کو بنگاہ حیرت نہ دیکھا ہو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے صرف وہی لوگ نہ تھے جن کو آپ کے ساتھ حسن عقیدت ہو چکی تھی بلکہ ایسے حضرات بھی تشریف لاتے تھے جن کو کمال اتباع شرع کا شہرہ سن کر جانچ کرنے اور امتحان لینے کی ضرورت بڑتی تھی اور ایسے حضرات بھی حاضر آستانہ ہوتے تھے جو بدعقیدگی

لیکر آئے تھے مگر یہی اصل کمال یعنی سنت کے اتباع کی مثل عادت مواظبت، انکی ہدایت کا سبب بنتی اور دفعۃ ان کے اندرونی خیال کو پلٹ دیا کرتے تھی۔

چنانچہ داروغہ اسدعلی صاحب جواسوقت پشاور میں انسپیکٹر پولس ہیں خود تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے پیر کی تلاش میں شاید ہندوستان کا کوئی صوبہ نہیں چھوڑا جس وقت یہ طلب میرے دل میں پیدا ہوئی تو میں نے رخصت لی اور بنگال سے لیکر مدراس ودکن تک اورادھر پنجاب وسرحدافغانستان سے لیکر بمبئی وممالک متوسطہ تک گشت لگائے اس دوران میں بیسیوں درویشیوں سے ملاقات ہوئی مگر جو بات میں دیکھنا چاہتا تھا وہ کہیں نظر نہ آئی یعنی ،کمال اتباع سنت ،آخر مایوس ہوکرلوٹا کیونکہ میرے ایام رخصت قریب الختم ہو چکے تھے واپسی میں مظفرنگر پہنچ کرا تفاقیہ حضرت مولانا کا تذکرہ ریل کے ایک مسافر کی زبانی میرے کان میں پڑااور میں معمولی طور پر یہ سوچ کرکہ آؤ گنگوہ بھی دیکھتا چلوں کیاانداز ہے حضرت امام ربانی کی خدمت میں حاضر ہوا پہلی ہی حاضری میں میرا غنچہ دل کھلا اور یاس امید سے بدلتی چلی کیونکہ جس کمال کومیں دیکھنا چاہتا تھا ہر ہر وضع اور عادت میں امید سے زیادہ مجھکو نظر آتا تھا چنانچہ چند گھنٹہ میں میرے طویل سفر کا مقصود گوہر میرے ہاتھ میں آگیا اور میں نے بیعت کی درخواست کی خدا کا شکر ہے کہ میرا سوال رد نہ ہوااور آج تک جو کچھ اسکا اثر ہے وہ قابل اظہار نہیں سچ ہے۔

ع ۔ بن مانگے موتی ملے مانگے ملے نہ بھیک (تذکرۃ الرشید ج/۲/ص/۳۴۔۳۵)

امام ربانی کی مردہ سنتوں کے احیاء کی بے نظیر طلب وسعی

مردہ سنتوں کے زندہ کرنے کی جوتمنا اور طلب آپ کوتھی اسکی نظیر اس زمانہ میں دکھائی نہیں دیتی مخلوق کی دینی نفع رسانی کے بدلہ میں جو کچھ تکلیف آپ کواٹھانی پڑتی اور آپ اسکے متحمل ہوکر ہر لحظہ ایک جہاد اکبر کا اجر حاصل فرماتے رہے وہ اس فقرہ سے ظاہر ہے جوایک مرتبہ

آپ کی زبان سے صادر ہوا کہ ’’بہت جی چاہتا ہے کہ میں چھوڑ کر مکہ چلا جاؤں مگر پھر سوچتا ہوں کہ مخلوق کی جہالت اور بڑھے گی اسلئے مجبور ہوں۔ (تذکرۃ الرشید ج/۲ص/۴۲)

خلاف سنت سلام کرنے پر امام ربانی کا غصہ

شعار اسلام کی ترویج آپ کو اس درجہ محبوب تھی کہ خلاف سنت سلام پر آپ غصہ کو ضبط نہیں فرما سکتے تھے ایک مرتبہ ایک صاحب تشریف لائے حضرت اس وقت بیت الخلاء تشریف لے گئے تھے آنے والے مسافر کچھ ایسے مغرور وجری تھے کہ بیٹھے ہوئے مجمع سے نہ سلام نہ دعا مونڈھا اٹھائے سب سے آگے بڑھا حضرت کی چارپائی کے پاس جا بیٹھے حضرت استنجاء سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو دور ہی سے انہوں نے پکارا جناب آداب، حضرت نے بے ساختہ جواب دیا، کون بے ادب ہے، جن کو شریعت کا ایک ادب بھی نہیں معلوم، ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور بولے، حضرت سلامت، آپ کے چہرہ پر غصہ کا اثر ظاہر ہو گیا، اور فرمایا، مسلمانوں والا سلام چاہیئے، یہ کون ہے حضرت سلامت والا، اس شخص نے عرض کیا کہ میں کچہری میں رہتا ہوں وہی عادت ہے، آپ نے ارشاد فرمایا یہاں تو کوئی کچہری نہیں بھائی میں تو فقیر آدمی ہوں۔
(تذکرۃ الرشید ج/۲ص/۴۹)

مسجد سے نکلنے کی دو سنتوں پر تعجب خیز عمل

حضرت کے یہاں ایک ایک سنت کا چونکہ بہت ہی زیادہ اہتمام تھا اسلئے، ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ مسجد سے بایاں پاؤں نکالنا اور جوتا سیدھے پاؤں میں پہلے پہننا سنت ہے، تو دیکھیں حضرت ان دونوں سنتوں کو کیسے جمع فرماتے ہیں، تو سب نے مل کر اسکا بہت خیال رکھا، کہ حضرت اسمیں کیا عمل کرتے ہیں، تو جب حضرت مسجد سے نکلنے لگے تو آپ نے پہلے بایاں پاؤں نکال کر کھڑاؤں پر رکھا، اور جب سیدھا پاؤں نکالا، تو کھڑاؤ، انگوٹھے میں ڈال لی، اس کے

بعد بایاں پاؤں کو کھڑاؤں کے اندر ڈالا سبحان اللہ کتنے اہتمام کے ساتھ حضرت نے دونوں سنتوں کو جمع فرما دیا۔(اطاعت رسول ص/۱۶۴)

ایک شخص آئے حضرت قدس سرہ اس وقت استنجاء کے لئے گئے ہوئے تھے حضرت کے آنے پر کہا جنات آداب! حضرت نے غصہ میں فرمایا یہ کون بے ادب ہے جس کو شریعت کا ایک ادب بھی معلوم نہیں، ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور بولے حضرت سلامت! آپ کے چہرہ پر غصہ کا اثر ظاہر ہو گیا اور فرمایا مسلمانوں والا اسلام چاہیئے ، یہ کون ہے حضرت سلامت والا۔ (تذکرۃ الرشید ج/۲ص/۴۹) ''حضرت کے وصیت نامہ میں بہت تاکید کے ساتھ لکھا ہے'' اپنی زوجہ، اپنی اولاد اور سب دوستوں کو بتاکید وصیت کرتا ہوں کہ اتباع سنت کو بہت ضروری جان کر شرع کے موافق عمل کریں۔تھوڑی مخالفت کو بہت سخت دشمن اپنا جانیں''

اللہ کی رضا جوئی سنتِ نبویہ کے اتباعِ کامل پر موقوف ہے

ایک مرتبہ آپ نانوتہ یا رامپور تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا، سردی کا موسم تھا صبح کے وقت گاڑھے کی میلی دوہر اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے ، آپ کے دائیں اور بائیں جانب حضرت مولانا یعقوب صاحب اور جناب حکیم ضیاء الدین صاحب بیٹھے تھے ایک صاحب آئے اور دائیں بائیں دونوں حضرات سے مصافحہ کیا مگر حضرت امام ربانی کو عامی آدمی سمجھ باوجود بیچ میں بیٹھے ہونے کے چھوڑ دیا، آپ کے استاذ زادے حضرت مولانا یعقوب صاحب چونکہ آپ سے بہت بے تکلف تھے اسلئے مسکرائے ، حضرت امام ربانی نے مطلب سمجھا اور ارشاد فرمایا الحمد للہ مجھے اس کی تمنا نہیں ہے کہ لوگ مصافحہ کیا کریں۔

حق تعالیٰ شانہ کی یاد کے ساتھ انس ومحبت کا آپ کے مبارک قلب کو جو قوی علاقہ تھا اس کو کوئی کیونکر سمجھ سکتا اور کس طرح کن لفظوں میں بیان کرسکتا ہے ، بطحائی پیغمبر کی لائی ہوئی

شریعت کے ساتھ آپ کو اس درجہ الفت تھی کہ اس کی نظیر ملنی زمانہ میں دشوار ہے، آپ کی عادت اور وضع کا ہر پہلو دیکھنے والوں کو شریعت کی عملی تعلیم دیتا تھا، آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کا ایک قدم بھی پیغمبر کے حکم کے خلاف حرکت کرے، اپنے مالک حق تعالی شانہ کی رضا جوئی آپ کی انتہاء مراد تھی اور سنت نبویہ کے اتباع کامل پر آپ نے اس کا حصول موقوف سمجھ رکھا تھا اسلئے آپ کے جملہ حرکات وسکنات اس مقدس سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے، بدعات کے متعلق حقیقت میں آپ کو تشدد پسند تھا اور یہ ثمرہ تھا اس تنفر طبعی کا جو سنت کے عشق کی بدولت ضلالت کے ساتھ آپ کے قلب مین پیدا ہوا تھا، شریعت کی تقلید پر آپ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو چکے تھے، پس اگر آپ کوشش بھی کرتے کہ خلاف شرع حالت کسی کی دیکھ کر ضبط کر جائیں تو آپ پر قادر نہ تھے۔ (تذکرۃ الرشید ج/۲ ص/۲۵)

حضرت امام ربانی کا اصل کمال جس کو قلب سے تعلق ہے خدا گواہ ہے کسی لفظ میں طاقت نہین کہ اس کو ادا کر سکے، جو کچھ زبان سے کہا جاتا ہے، یا قلم سے لکھا جاتا ہے، وہ اس اندورنی کیفیت راسخہ کے ثمرات وآثار ہیں جن کو محض علامت اور وہ بھی ضعیف علامت کہہ سکتے ہیں باقی مجھ نادان کی تو ہستی کیا ہے بڑے بڑے صاحب دل نورانی قلوب والے مشائخ زمانہ اس کی کنہ وحقیقت کا پتہ نہ لگا سکے، عالم کے پیدا کرنے والے خدا کی محبت می آپ اس درجہ فنا اور مستغرق تھے کہ اطاعت میں اپنی جان کھپائے دیتے اور ٹٹول ٹٹول کر ڈھونڈ ڈھونڈ مرضیات باری تعالی میں مشغول ہوتے تھے، شریعت کے اتباع اور خلاف سنت یعنی بدعات سے تنفر کی بدولت مخالفین کے طعن اور بدگوئیاں جو آپ کے کان میں پڑتی تھیں ان کو آپ اپنے مقصود کا حاصل ہونا اور مراد وآرزو کی کامیابی وظفر سمجھتے تھے پھر بھلا اس کی پروا اور خیال کا تو کیا ذکر ہے، مردہ سنتوں کا احیا آپ نے اپنا منصب سمجھ رکھا تھا اور ان مضامین پر مخلوق کو متنبہ

کرنا اپنے اوپر فرض گردان رکھا تھا جو واقع میں جزو شرع ہیں مگر خلق اللہ ان سے ناواقف و جاہل یا کسلمند اور غافل ہے ،قلب چونکہ حاکم ہے اور جوارح اسکے ماتحت ملازم پس چونکہ آپ کا ہونہار قلب تھانہ بھون میں آستانہ امدادیہ پر چلہ کشی کی بدولت مشکوٰۃ نبوت کا نور حاصل کر چکا اور آفتاب عالم تاب کی طرح سنور بن چکا تھا اسلئے سر سے لے کر پاؤں تک آپ کے تمام اعضاء کمال تہذیب کے ساتھ مہذب اور شریعت غرّا کی مضبوط قید میں پورے مقید ہو گئے تھے۔

سنت مصطفویہ نے آپ کا ہر پہلو اور بدن کا ہر جوڑ جکڑ لیا تھا

سنت مصطفویہ نے آپ کا ہر پہلو اور بدن کا ہر جوڑ ایسا مضبوط جکڑ لیا تھا کہ آپ ادھر ادھر ہل بھی نہیں سکتے تھے آپ کا قلب مشاہدۂ جمال احدیت میں عالم کی فریفتہ کرنے والی چیزوں سے بیزار ہو گیا تھا،آپ کے تمام اعضائے بدن حق تعالی کی رضا جوئی میں محنت کرنے کے شیدا ہو لئے تھے،آپ کا دل فیض منزل اپنے مولی کی سچی محبت کا گنجینہ بن چکا تھا اور آپ کے جسم کا ہر حصہ پاک خدا کی راضی کرنے والی محنتوں اور مقدس مزہب اسلام کی خدمت کرنے کا اس درجہ طالب ہو گیا تھا کہ نبی امی کی لائی ہوئی شریع پر عمل کرنا آپ کی عادت بن گیا تھا،سنت سے زیادہ چونکہ آپ کو کوئی چیز محبوب نہ تھی اسلئے اسکے اتباع میں آپ کو وہ لذت آتی تھی جس کی ماہیت بیان نہیں ہو سکتی،حق تعالی کا فضل ہر وقت آپ کا معین و مددگار تھا توفیق آپ کی پشت پناہ بنی ہوئی تھی سداد (درستگی ،ورشد، ہدایت) آپ کی قوت بازو بن گیا تھا،سکون واطمینان قلب آپ کو اپنے کاندھوں پر سوار کئے ہوئے تھا،ثبات واستقامت کا تاج آپ کے سر پر رکھ دیا گیا۔

(تذکرۃ الرشید ج/۲ص/۲۷)

یہی وہ حسن خلق ہے جس کی دیکھ بھال کرنی ہم پر فرض کی گئی ہے اور جو ولایت کا معیار گردانا گیا ہے،پس آپ کی مرحومہ امت میں جو مقدس جماعت اولیاء اللہ کے نام سے

پکاری جاتی ہے، وہ ضروری اعتدال قوائے نفسانیہ حاصل کر کے حسن سیرت ضرور حاسل کر چکی تھی ہاں البتہ اس حسن کی کمی بیشی کے اعتبار سے باہم ولایت کا فرق مراتب ان میں بھی تھا کیونکہ جس کے باطنی قوی کی روحانی ترکیب کو اعتدال حسن میں رہبر عالم ﷺ کے ساتھ جتنی مشابہت وموافقت زیادہ بڑھی تھی اسی قدر ان کا درجہ قرب حق تعالی اور محبوبیت میں اوپر چڑھا ہوا تھا اور جس کا حسن سیرت اتباع شریعت غراء اور تقلید سنت مصطفویہ میں کمزوری کے باعث گھٹا ہوا تھا اسی قدر درجۂ ولایت نیچے پڑا ہوا تھا۔

مگر افسوس کہ مخلوق نے جس طرح طریقت کے معنی سمجھنے میں غلطی کی اور برعکس نہند نام زنگی کافور ،مخالفت شریعت کا نام درویشی رکھ لیا اسی طرح خلق کا مفہوم سمجھنے میں کوتاہی کی کہ محض مخلوق کے راضی رکھنے کا نام خلق رکھ لیا خواہ حق تعالی راضی رہیں یا نارض، اگر ایسے سہل الحصول مضمون کا نام خلق ہو تو بھتیرے کافر لا مذہب فسقاء بھی صاحب خلق بن جائیں بلکہ اہل حق سے بڑھے ہوئے کہ اولیاء اللہ کے ہزاہا دشمن ہوتے ہیں اور یہ لوگ حب جاہ ومال کی بدولت ہر کہ ومہ کے ساتھ خندہ روئی کے خوگر اور ہنس مکھ بننے کی وجہ سے ہر دلعزیز ہوتے ہیں۔

امام ربانی نے چھوٹی سے چھوٹی سنت کے اقتداپر اتنی زبردست پیش قدمی کی کہ اس کی مثال سننے کو نہیں ملتی

ناظرین سے نہایت ادب کے ساتھ درخواست ہے کہ ولایت کی اس کسوٹی کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ذہن میں جمالیں کیونکہ یہی حسن باطنی جس کو تہذیب الاخلاق یا اصلاح نفس کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اصل طریقت ہے اور اسی کا حاصل ہو جانا وہ سچی معنوی کرامت ہے جس میں کفار کی تو ہستی کیا ہے عام اہل اسلام بھی سہیم وشریک اور ساجھی نہیں ہو سکتے ،اسی کے اکتساب میں خون پسینہ ایک ہوتا اور سالہا سال مجاہدے اور چلہ کشیاں کرنی پڑتی ہیں، اسی باطنی

ترکیب میں فرق آجانے کا نام روحانی مرض ہے جس کے معالجہ کی نیت سے روحانی حاذق طبیبوں کی تلاش ہوتی اور برسوں ان کی کیمیااثر نظر کے سامنے شفابخش آستانہ پرحاضر رہنا پڑتا ہے اسی کا حاصل ہونا دشوار اور بظاہر اس درجہ عسیر ہے کہ ہر کہ ومہ حصول کا قصد بھی نہیں کرسکتا، اسی کی دشواری طالبین ومخلصین کو مردان خدا کہلواتی اور قاصرین ومقصرین کو نامردوکم ہمت خطاب دلاتی ہے، یہی اعتدال قلب وحسن سیرت ہے جس نے اس زمانۂ پرفتن میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کو یکتائے زمانہ بنایا اور نیابت نبوت کا مسندنشین بنا کر قطب الارشاد ومخدوم العالم کہلایا کیونکہ جناب رسول ﷺ کا عادات وعبادات میں اتباع کرنا جس کمال علو اور استحکام واستقامت کے ساتھ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی ذات بابرکات میں نظر آیا اسکی نظیر اس صدی میں اب تک نظر سے نہیں گذری۔ چھوٹی سے چھوٹی سنت کے اقتدا پر جس رغبت وشوق کے ساتھ حضرت مولاناؒ نے پیش قدمی کی اسکی مثال دوسری جگہ سننے میں بھی نہیں آئی آپ کو شریعت محمدیہؐ کے ساتھ عشق تھا اگر یوں کہیں کہ اتباع شرع میں فنا اور مغلوب ومستغرق تھے تو شاید نازیبا نہ ہو، قدم قدم پر آپ کو متابعت پیغمبر ملحوظ تھی آپ کے واسطے اتباع شرع سے زیادہ فرحت بخش دنیا میں کوئی امر نہ تھا بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا کرتے تھے، کہ ''وہ شخص جو شریعت کا تابع ہوا گرچہ اس کے قلب میں نور نہ ہو مگر اس شخص سے بہتر ہے جس کو قلب میں نور معلوم ہوتا ہو مگر وہ خلاف شرع ہو۔''

آپ ﷺ کی سنت پر کمال استقامت

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے اخلاق واوصاف کا اگر کوئی شخص سوال کرے کہ کیا تھے تو میرے پاس بجز اسکے کوئی جواب نہیں کہ آپ کا خلق جناب رسول ﷺ کا اتباع تھا اور آپ کا وصف خاتم النبیین کی سنت پر کمال استقامت اور عاشقانہ فرط محبت کے ساتھ اس

پر جاں نثاری و دلدادگی ،اس اصل کمال اور یکتائے زمانہ حسن خلق کے متعلق دو چار واقعات ہوں تو ذکر کردئے جائیں آپ کا وجود باجود سرتاپا گویا شرعت کے سانچہ میں ڈھال دیا گیا تھا جس کے خلاف شرع ارتکاب کی گویا قابلیت واستعداد ہی نہ رہی تھی ،ایک روز مجمع کثیر میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ ’’بھائیوایک بات کہتا ہوں اور یااللہ تو خوب جانتا ہے کہ کیوں کہتا ہوں (یعنی فخر مقصود نہیں بلکہ اظہار حق مطلوب ہے)وہ یہ کہ یہ جو میرا طریقہ ہے بعینہ یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق ہے اس پر ثابت قدم رہنا اور اسکو ہاتھ سے نہ جانے دینا‘‘۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے جملہ حرکات وسکنات ،خوردونوش ،مسکن وملبوس ،نشست وبرخاست ،رفتاروگفتار غرض جملہ اوضاع واطوار قدرتی اور فطرتی طور پر اس طریق حسن پر واقع ہوئے تھے جس کو متابعت سنت کے لحاظ سے خوب سیرتی اور حسن خلق کہا جاتا ہے مسجد میں داخل ہوتے وقت داہنا پاؤں اوّل رکھنا اور باہر آتے وقت بائیں پاؤں کا پہلے نکالنا سنت کے موافق آپ کا ہمیشہ معمول رہا،لیکن دیکھنے والے امتحانا اس پر نگاہ ڈالا کرتے تھے کہ شریعت نے مسجد سے باہر نکلتے وقت بائیں پاؤں کا پہلے نکالنا سنت قرار دیا ہے مگر اسکے ساتھ ہی جوتا پہننا اول دائیں پاؤں میں مسنون ومستحب گردانا ہے پس دیکھیں کہ حضرت مولانا ان دونوں بظاہر متضادین میں کیونکر تطبیق دیتے ہیں،سو دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ آپ جب مسجد سے باہر قدم رکھتے تو بایاں پاؤں باہر لاتے اور کھڑاؤں پر رکھ لیتے تھے اس کے بعد داہنا پاؤں مسجد سے باہر لاکر اول اس میں کھڑاؤں پہنتے اور پھر بائیں پاؤں میں جو کھڑاؤں پر اول قدم رکھ لیا گیا تھا کھونٹی ڈالتے اور کھڑاؤں پہن کر چلتے تھے اور چلنے میں بھی داہنے سے ابتداء فرمایا کرتے تھے،اس معمول میں غالبا مدت العمر تخالف نہیں ہوا اور کسی وقت بھی اسکے خلاف کسی شخص سے سننے میں نہیں آیا بھلا جس مقدس ذات کی عادات میں متابعت شرع اور مداومت

مستحبات کا یہ حال ہو اُس کی عبادات میں اتباع سنت کا کیا ٹھکانہ ہے۔

جس زمانہ میں تعلیم دین کا صدر دروازہ آپ نے کھول رکھا اور تدریس و دورۂ حدیث کا سلسلہ جاری فرما رکھا تھا اس زمانہ میں فن شریعت کے ماہرین علماء وطلبہ کا جم غفیر آپ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا، اس مقدس جماعت میں بہتیرے طالب علم جو کچھ سبق پڑھتے اسکو عملی حالت میں حضرت امام ربانی پر چسپاں کرتے اور موافقت ومطابقت کی جانچ کیا کرتے تھے، آج آپ کی تلامذہ کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہوئی ہے جن میں بیسیوں کو کئی کئی سال رات دن آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کا اتفاق ہوا ہے آپ کے قوائے نفسانیہ کا اعتدال جتنا اس جماعت کو معلوم ہوسکتا ہے شاید دوسروں کو معلوم نہیں ہوسکتا کیونکہ قلب کے اندر ودیعت رکھی ہوئی قوتوں کے امتحان اور آزمائش کے بیسیوں اوقات ان کے سامنے پیش آئے لیکن الحمدللہ اس گروہ میں ایک شخص بھی ایسا نہیں نکل سکتا جو حسن خلق اور اعتدال قلب یا اتباع سنت اور موافقت شریعت میں آپ کی کچھ بھی کمزوری بیان کرسکے، یہ نو وارد جماعت طلبہ ساری آپ کی معتقد اور مرید نہ تھی کہ حسن عقیدت کی بنا پر آپ کی تعریف وتوصیف کرے آخر ان لوگوں نے کچھ دیکھا ہی تھا کہ اکثر حصہ اس گروہ کا فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کا متوسل خادم اور منتسب مرید بنا اور جس نے بیعت نہ کی وہ بھی معتقد اور عمر بھر کے لئے مداح بلکہ یکتائی وفردیت کا معترف بن کر وطن کو گیا، مولوی علی رضا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''مجھے طالب علمی کے زمانہ میں پانچ سال متواتر حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے کا اتفاق ہوا اور اس کے بعد ایک زمانہ تک وقتاً فوقتاً حاضر ہوتا رہا چونکہ بندہ کو شیخ کی طلب تھی اور اس کے ساتھ ہی ہر کس وناکس کے ہاتھ میں باگ دینا جو مقصود بیعت ہے مجھے گوارا نہ تھا اسلئے حضرت امام ربانی کے حرکات وسکنات پر میری بہت نظر رہتی تھی، خدا شاہد ہے کہ سالہا سال میں نے حضرت کے افعال وعادات

اوراخلاق و معمولات پر امتحان کی نظر ڈالی، خدا علیم ہے کہ میں نے حضرت امام ربانی کا ایک فعل بھی خلاف سنت نہیں پایا، میں نے دیکھا کہ آپ حتی المقدور مستحبات اور جانب اولی کو بھی ترک نہ فرماتے، کمال اتباع سنت ہی کا ثمرہ تھا کہ آپ کے نزدیک اہل وطن دوسروں سے اس خاص محبت میں ممتاز تھے بمقتضائے ''حب الوطن من الایمان '' آپ کو گنگوہ کے بچہ بچہ کے ساتھ ایک انس خاص تھا مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہی فرماتے ہیں کہ میں جب حسب عادت اپنی جائے ملازمت یعنی گوالیار سے ہر سال دو ماہ کی رخصت لیکر وطن آتا اگر فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو بہتر ورنہ بشرۂ مبارک پر ملال کا اثر محسوس پاتا تھا جو غایت شفقت کا ثمرہ تھا اسی طرح حضرت کا منشا یوں معلوم ہوتا تھا کہ جب گوالیار جاؤں تو عین روانہ ہوتے وقت مل کر جاؤں، ایک مرتبہ میں نے اپنے آنے کی اطلاع حضرت کو نہ دی معمولی طور پر ایک عزیز کو لکھ دیا کہ ''حضرت سے بھی اطلاع کردیں جب بندہ حاضر خدمت ہوا تو جواب سلام کے بعد پہلا فقرہ یہ تھا کہ کیوں ہمیں اطلاع بھی نہیں'' میں نے عرض کیا کہ حضرت فلاں شخص کی وساطت سے اطلاع کر چکا تھا آپ نے فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے نہیں کہا۔ (تذکرۃ الرشید ج/۲ص/۶۰)

آن غواص بحر حقیقت، آں صدف لآلئ طریقت و شریعت، عالم محدث وفقیہ کامل زین عصرہ فخر دہرہ قطب الارشاد سالک مناہج الرشاد مرشد رشید ذی رائے سدید حجۃ اللہ فی الارض مقبول بارگاہ احد حضرت مولانا الحاج الحافظ رشید احمد گنگوہی اعلی اللہ درجاتہ فی علیین۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کا علم وعمل وزہد و تقوی وتوکل وصبر و رضا وتسلیم بما یجری بہ القضا اس درجہ کے تھے کہ اس کا بیان احصاء سے باہر ہے تمام عمر ایسی استقامت میں گذاری کہ سفر و حضر میں برابر اوقات شب و روز کو مشغول طاعت حق تعالی رکھتے تھے مجلس ان

کی پرانوار تھی ظاہری وباطنی ،اہل علم ،نکات علمیہ سے مستفید ہوتے تھے اوراہل حال نوروسکینہ قلبی حاصل کرتے تھے ،بیس بائیس برس سے احقر کواتفاق حاضری دربار گہربار حضرت مولانا قدس سرہ ہوتا تھا کسی وقت ذرہ برابر کسی مشغلہ میں فرق نہیں دیکھا جواوقات جس شغل کے تھے ان کر برابرانہیں مشاغل میں مصروف رکھتے تھے،اس زمانہ میں ایسا جامع شریعت وطریقت متبع علم وعمل زمانہ کی آنکھ نے نہ دیکھا نہ سنا،علم حقائق میں بے نظیر اتباع سنت میں بے مثل تھے ہمیشہ دوپہر کو۱۲ بجے کے بعد ایک بجے تک قیلولہ فرماتے تھے ایک بجے جس وقت ظہر کی اذان ہوتی تھی فورا بیدار ہوجاتے تھے اورظہر کی نماز کا سامان فرماتے اکثر ظہر سے پہلے غسل فرماکر سنتیں ظہر کی حجرہ شریفہ میں پڑھ کر مشغول ذکر وتسبیح رہتے تھے ،جب وقت جماعت کا ہونا مسجد میں تشریف لاکر امامت ظہر کی فرماتے بعد ادائے فرض ظہر سنتیں حجرہ میں آکر ادا فرماتے دوسنت مؤکدہ دونفل اس کے بعد کھڑے ہوکر بعد ادائے سنن ومعمولی وظائف مشروعہ تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہوتے ،تلاوت سے فارغ ہوکر تسبیح وتہلیل لسانی میں مشغول رہتے تھے ،اس وقت میں بھی جو مہمان وخدام موجود ہوتے تھے خدمت شریف میں حاضر ہوکر استفادہ مسائل شریعت وجمعیت باطنیہ کرتے تھے لیکن باوجود اسکے کہ جواب مسائل بھی دیتے تھے اورضروری باتیں بھی فرماتے تھے لیکن مراقبہ ذکر لسانی میں برابر مشغول رہتے تھے اور چہر پرانوار سے کیفیت استغراق وحضوری نمایاں ہوتی تھی ،اسی مشغولی میں جب وقت عصر آجاتا وضوئے جدید فرماکر مسجد میں تشریف لاکر دورکعت نفل ادا فرماتے پھر امامت عصر فرماکر اکثر اوقات حجرہ سے باہر تشریف رکھتے تھے ،اس وقت خدام وحاضرین کا مجمع ہوتا تھا اہل شہر بھی اس وقت حاضر خدمت ہوتے تھے ،اورمہمانان ومریدین عموما اس وقت حاضر خدمت رہتے تھے،علماء جو حاضر خدمت ہوتے تھے،وہ اس وقت سوالات بھی کرتے تھے

اورحضرت قدس سرہ ہرایک کا جواب تحقیقی دیتے تھے مغرب تک اسی طرح تشریف رکھتے تھے لیکن اس وقت میں بھی برابر درود ذکرلسانی جاری رہتا تھا، اذان مغرب کے ہونے کے بعد مسجد میں تشریف لاکر امامت مغرب فرماتے اور بعد نماز سنن ونوافل اوّابین مسجد مین ادافرما کر دیر تک مراقب ومشغول رہتے تھے اورادعیۂ مسنونہ اوراوراد مشروعہ سے فارغ ہوکر پھر کچھ دیر حجرہ میں یا باہر حجرہ سے تشریف رکھ کر مکان کو تشریف لے جاتے کھانا تناول فرما کر قبل ازعشاء تشریف لاکر وضوفرما کر مسجد میں تشریف لاتے تھے اور دورکعت نفل ادا فرما کر امامت عشاء فرماتے اور سنن و وتر مسجد میں ادا فرما کر حجرہ میں آکر مشغول رہتے تھے، پھر بعد عشاء اورادووظائف سے فارغ ہوکر استراحت فرماتے بعد نصف شب کے جب ایک ثلث شب تقریبا باقی رہتی اٹھ کر تہجد ادا فرما کر تلاوت قرآن شریف صبح صادق تک فرماتے حسب ارشاد حق تعالی و قرآن الفجر کان مشهودا ،اس وقت تلاوت قرآن شریف حفظ سے فرماتے تھے صبح صادق کے ہونے کے بعد سنتیں پڑھ کر حجرہ شریف میں مشغول رہتے تھے جب وقت جماعت صبح کا حسب مذہب امام ابوحنیفہؒ ہوتا تھا یعنی جس وقت خوب اسفار ہوجاتا نماز صبح کی امامت مسجد میں آکر فرماتے اور بعد نماز صبح حجرہ میں تشریف رکھتے اور ارتفاع شمس تک خلوت میں رہتے تھے ، بعد نماز اشراق حجرہ کھلتا تھا اور مستفیدین حاضر خدمت ہوکر انوار شریعت وطریقت سے مستفید ہوتے تھے دس گیارہ بجے دن کے طعام تناول فرما کر بعد ۱۱ بجے دن کے قیلولہ فرما کر حسب دستور وظائف طاعت میں مشغول ہوتے تھے، یہ ہے مختصر طریق سے بیان آنحضرت قدس سرہ کے مشغولی طاعت وعبادت کا پھر اس مشغولی میں کسی حال فرق نہ آتا تھا، جناب مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ فرماتے تھے کہ میں سفر حجاز میں ہمرکاب حضرت مولانا قدس سرہ تھا ایک روز جہاز میں تہجد کے وقت آپ کو ضرورت غسل کی تھی مجھ سے فرمایا کہ دریا میں سے ایک

دو ڈول کھینچ دو کہ غسل کروں، میں نے کہا کہ ابھی بہت رات ہے صبح ہونے دیجئے سفر میں اگر ایک تہجد قضا ہو جائے تو مضائقہ نہیں مگر حضرت کو یہ منظور نہیں ہوا اسی وقت غسل فرما کر نماز تہجد ادا فرمائی اور حسب معمول وظائف وتلاوت میں مصروف ہوئے۔(تذکرۃ الرشید ج/۲ص/۴۱)

جس تہذیب سے مہذب ومزین ہونے کا حق تعالی نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے اسکا عملی حالت میں نمونہ بنا کر جناب رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں بھیج دیا گیا اور ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ'' سے تمام مخلوق کو اطلاع دی گئی ہے کہ قلب اور اعضاء کو اس نمونہ کے موافق سنوار کر ہمارے حضور میں حاضر ہونا چاہئے۔

پس امام ربانی قدس سرہ کو اس مشعل کی روشنی میں جو آپ کو مشائخ کے معمول ومتداول طریق سے پچیس سال کی عمر میں عطا ہوئی تھی جھلکتا ہوا صاف نظر آ رہا تھا کہ شاہنشاہ کی پیشی کے وقت سب سے پہلا سوال یہی ہوتا ہے کہ نمونہ کے موافق مہذب بنکر آئے ہو یا نہیں؟ اس لئے بقیہ تمام عمر میں شاید ایک لحظہ ایسا گذرا ہو جس میں سرتاج امت کی متابعت سے آپ کا قلب غافل ہوا ہو، آپ اپنے زمانہ میں اس مضمون کے اندر یگانہ تھے ،صدف عالم کا درفرید اگر آپ کو کہا جائے تو بجا ہے کیونکہ آفاق عالم سے آنے والی مخلوق متعدد اوقات اور مختلف حالات وواقعات میں آپ کے آستانہ پر حاضر ہوتی تھی آنے والے ہزاروں تھے اور زمانے متعدد مگر آپ کا کام ہمیشہ ایک اور آپ کا مشغلہ سدا یکساں تھا، دس برس کے بعد حاضر ہونے والا شخص آپ کو بے کم وکاست اور بلا تفاوت اسی حالت میں دیکھ کر گیا ہے جس حال میں دس سال قبل دیکھ چکا تھا۔

سنت کے طلب گاروں کے لئے آپ کا وجود ہزار ہا سوالات کا جواب تھا

اتباع شرع کی محویت وفنائیت میں اس درجہ استحکام واستقامت کے باعث سنت کے

طلب گاروں کے لئے آپ کا وجود ہزار ہا سوالات کا جواب تھا کہ زندگی بھر کے واقعات وحوادث اور پیش آنے والے امور میں نبوی تعلیم کا سبق آپ کی ذات سے حاصل ہوتا تھا، آنکھوں نے زبان کو بولنے کی تکلیف سے چھٹی دے رکھی تھی کیونکہ تمدن وطرز معاشرت کے متعلق نبوی عمل جو دوسری جگہ دریافت کرنے سے مخلوق کو معلوم ہوتا تھا وہ یہاں آنکھوں سے دیکھ کر حاصل ہوجاتا تھا کہ عمل کرنے کی ترغیب دلانے والا محرک اور ہمت بندھانے والا حامی ومددگار بن جاتا تھا، آپ کے حرکات وسکنات اور روزمرہ کے معمولات آنے والے عامی کو تہذیب واصلاح کا سبق پڑھا دیتے اور خواص کے شبہات وشکوک کی الجھنیں دور کردیتے تھے ،تعارض اٹھاتے اور علم کو عمل کے ساتھ تطبیق دیکر نبوی نیابت کا کام دیا کرتے تھے۔(تذکرۃ الرشید ۳۳)

آپ نے کسی وقت ذرہ برابر اتباع سنت نبویہ سے قدم باہر نہیں رکھا

جس سے کمال استقامت حضرت کی ظاہر تھی اور یہ حضرت کے لئے کوئی امر موجب پریشانی نہیں ہے، جو کچھ آتا ہے اسکو حق تعالیٰ کی طرف سے دیکھتے اور جانتے ہیں چنانچہ حضرت اعلیٰ جناب حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک بار حضرت مولانا قدس سرہ کو لکھا کہ اپنا حال لکھے تو حضرت مولانا قدس سرہ نے جواب میں یہ بھی فقرہ لکھا تھا کہ بندہ کو مدح وذم یکساں ہے جس پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اظہار مسرت فرمایا کہ یہ اعلیٰ مرتبہ ولایت کا ہے۔

باوجودیہ کہ دریائے وحدت میں مستغرق تھے اور واردات غیبیہ قلب مبارک پر وارد ہوتے تھے مگر کسی وقت ذرہ بھر اتباع سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوات والتحیۃ سے قدم باہر نہیں رکھا۔

احقر جس زمانہ میں حضرت ہادی برحق فانی مطلق محو فی مرضات اللہ جناب حاجی

امداداللہ مہاجرقدس سرہ کی خدمت فیض اثر سے رخصت ہوکر ہندوستان کوواپس آیا آثارتوحیدوجودی برخلاف اپنے مسلک نقشبندی مجددی کے غالب ہوئے اوراس میں غلو ہونے لگا۔(تذکرۃ الرشید ج/۲ص/۴۳)

آپ پرغلبۂ اتباع سنت عشق کے درجہ پر پہنچا ہوا تھا

غلبہ اتباع سنت وحب اسلام جوحضرت کے قلب مبارک میں عشق کے درجہ پر پہنچا ہوا تھا وہ ان لوگوں کی نظروں میں جوسنت کی محبت سے عاری اورمحبت کے ثمرات سے ناواقف ہیں حضرت امام ربانی کی بدخلقی نظر آتا تھا جس زمین قلب میں محبت کا بیج ہی نہیں پڑا ان کوکوئی کیونکر سمجھائے کہ یہ واقعات خلاصۂ اصلاحات قلب ہین''اندھوں کے سامنے روئے اوراپنی آنکھیں کھوئے''یااللہ اول دل کی آنکھین کھول دیجئے اوراپنی محبت دید یجئے تاکہ محبوب کے قانون کے ذرہ برابر خلاف ورزی پر جوناگواری ہوا کرتی ہے اپنے اوپر پیدا ہونے لگے ورنہ دلیل کے دائرہ میں توبجز شکوک واہیہ کے کچھ کام چلتا اور مقصود ہاتھ آتا نظرنہیں آتا۔

محبت کاملہ ہوئے پیچھے ہروہ ادا جس میں محبوبیت کا رنگ نہ ہوکیسی ہی چھوٹی ہوا یک بڑا پہاڑ معلوم ہوتی اوردل کوبرچھی وتفنگ سے زیادہ صدمہ پہنچاتی ہے جن عورتوں نے زلیخا کوغلام کی طرف میلان میں احمق اورضعیف الہمت کے خطاب دئے تھے حسن یوسفی کا نظارا کرکے چھری سے اپنے ہاتھ تراش لئے اور''ان ھذاالاملک کریم''پکاراٹھیں اسی طرح اہل حق کی جوادائیں آج نظر میں کھٹکتی ہیں خدا کرے کہ دل کوچاٹ اورمحبت کا چسکا لگ جائے اس وقت پوچھا جائے کہ ایسی خفیف اورمعمولی باتوں پرکیوں نظر ہے جن کے ترک سے مسلمان کافرنہیں ہوتا۔

حضرت امام ربانی کا سنت مصطفویہ کے ساتھ عشق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ آپ کوعربی

مہینے چھوڑ کر بلاضرورت انگریزی مہینوں کا استعمال بھی گراں گذرتا تھا مولوی اسماعیل صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر تھے کہ کسی شخص نے پوچھا گوالیار کب جاؤ گے انہوں نے جواب دیا جولائی کی فلاں تاریخ کو حضرت مولانا نے تاسف کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ ''اور ماہ وتاریخ نہیں ہے جو انگریزی مہینوں کا استعمال کیا جاوے'' یہی وجہ ہے کہ حضرت کی تحریرات میں کہین انگریزی یا ہندی مہینوں کا نام نہیں، اسی طرح منطق وفلسفہ کے ساتھ آپ کا تنفر عداوت کے درجہ پر پہنچا ہوا تھا، ایک مرتبہ آپنے ارشاد فرمایا کہ میرا جو مرید اور شاگرد فلسفہ کا شغل رکھے گا وہ میرا مرید اور شاگرد نہیں اس کے بعد ایک قصہ نقل فرمایا کہ ایک انگریز لندن سے لکھنو میں حاکم ہو کر آیا اسکو معلوم ہوا کہ یہاں مولوی لوگ بہت ہیں اور علم کا بہت چرچا ہے اسنے علماء کو طلب کیا اور ہر ایک سے دریافت کیا کہ تم کو کس علم میں دستگاہ ہے؟ ہر ایک نے منطق وفلسفہ کا ذکر کیا وہ سن کر خاموش ہو گیا پھر اتفاق سے وہی انگریز دہلی میں تبدیل ہو کر آیا یہاں بھی علماء کی کثرت اسکو معلوم ہوی دہلی کے مولویوں کو بھی اسنے بلایا وہی سوال کیا کہ کون سے علم میں دستگاہ ہے یہاں بھی اکثر کی زبانی منطق وفلسفہ ہی کا نام نکلا صرف ایک عالم نے کہا مجھے علم فقہ آتا ہے اس پر وہ انگیر بہت خوش ہوا اور کہا بس تم عالم ہو کیونکہ فلسفہ اور منطق کے عالم تو دنیا کے عالم ہیں اپنے دین کے عالم نہیں یہ علم تو ہم میں بھی ہے بلکہ تم سے زیادہ ہے۔

حضرت امام ربانی بارہا فرمایا کرتے تھے کہ اس منطق وفلسفہ سے تو انگریزی بہتر کہ اس سے دنیا کے نفع کی امید تو ہے یہ سب کچھ محض ثمرہ تھا حب خدا اور سول کا جس نے حضرت مولانا کو سنت کا دلدادہ وجان نثار اور شیدا و عاشق زار بنا رکھا تھا آپ کے بال بال اور روئیں روئیں سے بطحائی پیغمبر ﷺ کی ہر ہر ادا پر شیفتگی ٹپکتی تھی اور آپ کا ہر بن مو گویا زبان بنا ہوا تھا جس سے بجز اتباع شریعت کی آواز کے دوسری صدا نکلتی ہی نہ تھی آپ اس محبت کے جام سے اس درجہ سرشار تھے کہ

عضو عضو **ففر و ا الی اللہ** اور **فاتبعونی یحببکم اللہ** پکار رہا تھا آپ کو اس جانفروش عشق میں کچھ ایسی لذت حاصل ہوئی تھی کہ ہر لحظہ **ھل من مزید** کا سوال تھا آپ نے اپنا مال اپنی اولاد اپنا گھر اپنی راحت اپنا ناموس اپنی عزت یہاں تک کہ اپنی جان اسکے ہاتھوں بیع کر دی تھی آپ کی زبان اس سے قبل کہ کوئی کلمہ نکالے سوچ لیتی تھی کہ شرع کے موافق ہے یا مخالف ؟اور آپ کی آنکھیں اس سے پہلے کہ اوپر اٹھیں اور کسی شئ پر نظر ڈالیں یہ پوچھ لیتی تھیں کہ پیغمبرؐ اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ (تذکرۃ الرشید ج ۲/۷۳)

آپ سنت کی محبت میں ایسے فنا تھے کہ اپنے نفس کی باگ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیدی تھی

حضرت امام ربانی کو کمال ایمان کے امتحان اور محبت رسول و محبت اولاد و مال و جان میں مقابلہ کے بہتیرے واقعات پیش آئے مگر الحمدللہ چھوٹا یا بڑا ایک قصہ بھی ایسا نہ ملے گا جس میں حب الرسول مغلوب ہوئی ہو اور حب المال والولد یا حب النفس غالب رہی ہو، سارے واقعات کا احاطہ کرنا نہ میری طاقت میں ہے اور نہ سوانح کا یہ مقصود ہے بمقتضائے ''**تخلقوا باخلاق اللہ**'' یہ ظاہر کرنا تھا کہ سچا خلق جس کا مفہوم کمال اتباع شرع اور انتہاء اتباع وموافقت سنت ہے حضرت امام ربانی میں اس درجہ غالب اور ظاہر تھا جس کی نظیر آنی مشکل ہے خلاصہ یہ ہے کہ آپ شریعت غرا کی متابعت اور سنت بیضاء کی محبت میں ایسے فنا تھے کہ اپنے نفس کی باگ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیدی تھی کہ جدھر آپ چلانا چاہیں، ادھر قدم اٹھے اور جس جانب سے منع کریں اور روکیں فوراً باز آجائے اور تھم جائے حق تعالی نے آیت مقدسہ ''**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی**'' میں چونکہ اسی اتباع کامل پر محبوبیت کا وعدہ فرمایا ہے

اسلئے آپ نے اپنے دعویٰ محبت خداوندی کو پورا فرمایا اور ایسا پورا فرمایا کہ ''موتوا قبل ان تموتوا کے مصداق ہو گئے'' اپنے اختیارات بالکلیہ سلب فرمادیئے اور اپنی عزیز جان کو نہایت شوق اور محبت کے ساتھ آستانہ محمدیہ پر ڈال کر حق تعالیٰ کے نام پر نچھاور اور نثار کر دیا آپ کی روح اور آپ کا بدن دونوں خدا کے ہو چکے تھے آپ کے ہاتھ اور آپ کے پاؤں دونو دیگر اعضاء کی طرح شریعت کی سنگین قید میں مقید ہو کر آپ کے اختیار اور ارادہ سے باہر ہو لئے تھے دنیا آپ کے لئے قید خانہ بن گئی تھی اور آزادی یعنی اپنے خودمختار ارادہ کا کام میں لانا آپ جانتے ہی نہ تھے کہ کس کو کہتے ہیں؟

عاشق چیست بگو بندۂ جانان بودن پا بدستے دگرے دست بدستے دگرے

اطاب الله ثراه وجعل الفردوس مثواه۔(تذکرۃ الرشید ج/۲ص/۷۵)

عادات مرضیہ اور معمولات

كُلُّ امْرِءٍ فِيْ امورِ الدَّهرِ مشتغلٌ وَاَنْتَ عن كلهافي احسن الشغل

باز گو از نجد واز یاران نجد ☆ تا در و دیوار آری بوجد

یاد یاران یار را میمون بود ☆ خاصہ کان لیلیٰ وایں مجنوں بود

انسان سے جو کام باقتضائے طبع ہمیشہ یا اکثر صادر ہوتے ہیں وہ انسان کی عادت اور خو کہلاتے ہیں حق تعالیٰ کا فرمانبردار مسلمان بندہ جب اپنے اعضاء اور جوارح سے کام لیتا ہے تو جن کاموں میں حق تعالیٰ کی خوشنودی ورضا جوئی اور امتثال واطاعت حکم خداوندی مطلوب ہوتی ہے وہ عبادت کہلاتے ہیں اور جن کاموں میں یہ نیت سبب صدور نہیں بنتی وہ عادت محضہ سمجھتے جاتے ہیں مگر تحریر گذشتہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ خاصان خدا کے دل جس وقت مشکوٰہ نبوت کی روشنی سے جگمگاتے اٹھتے ہیں تو طلب رضائے حق قلب میں مستحکم اور وہ نسبت یادداشت ثابت

وقائم ہوجاتی ہے جوتمام اعضاء کوحرکت سے قبل ٹوکتی اورمتنبہ کیا کرتی ہے کہ ''دیکھو بندہ بنے رہواوراس خدائی عطیہ کوخدا کے سواکسی دوسرے کام میں نہ لاؤ'' پس کسی صاحب دل اوراہل اللہ کے حق میں یہ کہنا کہ فلاں عمل ان کا عبادت میں داخل ہے اورفلاں کام عادت میں شامل ہے محض صورت کے اعتبار سے ہے ورنہ درحقیقت ان حضرات کی تو یہ شان ہے کہ ان کے پاس نہ اختیار ہےاورنہ ارادہ،ان کی زندگی کے جملہ احوال میں جوکچھ بھی ان سے ظاہر ہوتا ہے یا عبادت ہوتا ہے یا ذریعۂ عبادت اور چونکہ وسیلۂ عبادت بھی عبادت ہے اسلئے ان کا کوئی تحرک اورکوئی سکون عبادت مقصودہ یا غیرمقصودہ سے باہرنہیں نکلنے پاتا،اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اولیاء اللہ سے معصیت نہیں ہوتی حاشاوکلا بندہ خاکی نژاد سواانبیاء ہر وقت خطاوار ہے صدور معصیت سرداران اولیائے امت یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے ثابت ہے دیگراولیائے امت کا تو کہنا ہی کیا مگر یہ بات ہے کہ غلبۂ نفس باقتضائے ضعف بشریت مجرم ضرور بنادیتا ہے لیکن اصل ایمان جس کونسبت سے تعبیر کیا جاتا ہے معصیت پرفورا متنبہ کرنا ارمنورو بیدار قلب پراس سیاہ دھبہ کونمودار پاکرکھٹکتا اور تلملا اٹھتا ہے توبہ کرتا ہے اورنادم ہوتا ہے روتا ہے اوربلبلا اٹھتا ہے پس ان حضرات کی معصیت بھی شان غفاری کی مظہراورصدورتوبہ وزیادت خشیت کا سبب بن کر باعث ترقی مراتب وقرب خداوندی ہوجاتی ہے۔

اتباع سنت اصل عبادت ہے

خلاصہ یہ ہے کہ اہل اللہ کی عادات بے شبہ عبادات میں داخل ہیں اوران حضرات کے صبح شام تک نوم ویقظہ،اکل وشرب،۔بول وبراز،سکوت وتکلم،راحت ومحنت،حرکت وسکون وغیر جملہ افعال ذریعۂ عبادت ہونے کی حیثیت سے طاعت میں داخل ہیں اور چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ اس صدی میں اپنے زمانہ کی اس پاکباز جماعت کے پیشوااورسردار تھے اسلئے

آپ کی عادات کا عبادت ہونا تو اظہر من الشمس ہے اتباع سنت جس کا اصل عبادت ہونا مسلم ہے وہ سرنامہ ہے جس کی تفصیل حضرت مولانا کے اعضا اور جوارح کے افعال قرار پائے ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کی تعداد ہزاران ہزار سے متجاوز ہے ان میں سے ایک متنفس بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کا فلاں کام آداب شرع کی چاردیواری سے باہر نکل گیا تھا، اتباع شریعت آپ کا ایسا طبعی امر ہو گیا تھا کہ غفلت سے بھی کوئی امر خلاف شرع صادر نہ ہوتا تھا ار چونکہ جناب رسول ﷺ کے قدم بقدم چلنے اور محکوم و تابع رسول بن کر زندگی گذارنے سے مقصود محض رضائے حق تعالی شانہ تھی اسلئے آپ کی حیات کے زمانہ کو اگر سرتاپا عبادت کہیں تو بیجا نہیں ہے،

شریعت پر استقامت اور ثبات قدم آپ کو اس درجہ حاصل تھا کہ بلا عذر شرعی کبھی بھول کر بھی آپ سے ترک مندوب یا ارتکاب مکروہ نہیں ہوا، رات اور دن کے آٹھوں پہر میں جس قدر اقوال و افعال آپ سے سرزد ہوتے تھے وہ یقیناً یا نفع رسانی خلائق میں ہوتے تھے یا رضائے خلاق میں پس نفع رسانی خلائق کام اور کلام کا نام اگر عادت رکھ لیا جائے اور رضائے خالق کو عبادت کہا جائے تو اس صوری تفریق سے آپ کی عادت اور عبادت میں تشقیق ممکن ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ خلق کی نفع رسانی بھی جز و مرضیات خالق ہے بلکہ شاہی عہدہ دار کے لئے رعایا پروری ہی بڑی خدمت اور اعلی رضا کے حصول کا سبب ہے تو پھر عادت اور عبادت میں امتیاز دشوار پڑ جائے گا، آپ کا بیدار دل سمجھ چکا تھا کہ زندگی کا مقصود اپنے خالق کی بندگی ہے اسلئے یہی عبودیت آپ کی عادت تھی اور یہی اطاعت آپ کا معمول۔ (تذکرالرشید رج ۲/۸۶)

ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت قدس سرہ کے چار حقیقی ماموں تھے جن میں بڑے ماموں مولانا نقی صاحب کی صاحبزادی مسماۃ خدیجہ خاتون سے آپ کا رشتہ قرار پایا تھا، مولوی

محمد نقی صاحب خاندان قادریہ میں شاہ سیف اللہ صاحب نارنولی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور مجاز تھے نہایت پابند شرع اور عاشق سنت شیخ تھے حضرت خاتم النبیین ﷺ کے عبادت میں اتباع کرنے کا تو کیا پوچھنا عادات میں متابعت کا اس درجہ خیال تھا کہ رفتار و گفتار میں بھی نبوی طرز کی آپ کو ٹوہ رہتی تھی، مولوی محمد نقی صاحبؒ کی یہ بات مشہور ہے کہ آپ کو جس چیز کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ بطحائی پیغمبر ﷺ کو اس چیز کی طرف رغبت تھی حضرت مولانا بلا تامل اس چیز کا تناول اپنا معمول ٹھہرا لیتے اور چاہے مضر ہی کیوں نہ پڑے مگر اسی پر مداومت فرمایا کرتے تھے مولانا ممدوح جھجر کی ریاست میں فوجی ملازم تھے اور آقا کے جان نثار خیر خواہ ، ایام غدر میں آپ مفسدین کے ساتھ نہ تھے بلکہ اس جماعت میں تھے جس کے غنیم سے لڑنے کی غرض سے دو حصہ کر دیئے گئے تھے کہ ایک دستہ آج میدان جنگ میں جائے تو کل کو دوسرا، آپ بلحاظ تقسیم ایک گروہ میں منقسم ہوئے تھے مگر شوق جہاد اور سرکار کی جان نثاری میں مقتول ہو جانے کی تمنا آپ پر اس درجہ غالب تھی کہ ہر دو گروہ میں شریک ہوتے اور روزانہ میدان جنگ میں چلے آیا کرتے تھے دل اشتیاق وصال میں بیتاب ہوتا تھا اور قلب انتظار حضور لقاء میں بے چین، دن بھر اسی جستجو میں تلوار کے قبضہ پر قبضہ کئے گھوڑے پر سوار بھاگتے دوڑتے باغیوں کو مارتے گزر جاتا اور شام کو بے نیل مرام خیمہ گاہ پر واپس آتے تو افسوس کرتے اور بعض وقت رو بھی دیتے تھے کہ ہائے یہ ناکارہ جان منظوری محبوب کے قابل نہیں ہے آخر جس دن جنگ کا خاتمہ اور قصہ نوابی کا آخری فیصلہ تھا اس روز مولانا محمد نقی صاحب نے فوجی لباس پہنا ہتھیار زیب تن کئے اور غمزدہ آواز سے فرمایا کہ ”آہ ایک دو خوش قسمت بندگان خدا ہیں جو اپنے آقا کی نذر ہو رہے ہے اور حیاۃ اخرویہ حاصل کر رہے ہیں اور ایک ہم حسرت زدہ ہیں کہ بدن پر ایک زخم بھی نہ آیا“ اس کلام کے بعد جب میدان کی طرف رخ کیا اور لڑائی میں جانے لگے تو اپنے

وفادار نوکر کو بلایا جس کا نام بندو تھا (یہ شخص گنگوہ کا رہنے والا اور مولانا کا قدیمی نمکخوار، پرانا ہمراہی تھا) کہ میاں بندو اول تو مجھے امید نہیں کہ یہ عزت مجھے حاصل ہوگی مگر شاید میں آج کی لڑائی میں مارا جاؤں پس اگر مرنے سے پہلے میں کچھ بولوں اور بات کروں تو مجھے غسل دینا اور نعش کو نہلا کر دفن کر دینا اور اگر فورا میرا دم نکل جائے تو انہیں خون آلودہ کپڑوں میں مجھے دفنا دینا جس میں میرا دم نکلے:: یہ آخری وصیت فرما کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ دلھا بنے ہوئے جنگ کے ہولناک منظر کی طرف لپکے اور وار پر وار شروع کئے، چہرہ پر بجائے گھبراہٹ وسراسیمگی کے سکون وطمانیت اور بجائے وحشت وپریشانی کے مسکراہٹ وبشاشت تھی بجلی کی طرح کوندتے اور پھرتی کے ساتھ ادھر سے ادھر اور اُدھر سے ادھر نکل جاتے تھے یکے بعد دیگرے باغیوں کو قتل کیا اور تیسرے کے چہرہ پر چھرے نشانہ لگایا، بندوق کا فیر ہونا اور گولی کا نکل کر چلنا تھا کہ خود بھی چلا اٹھے اور سفر آخرت کا تہیہ کر دیا۔ (تذکرۃ الرشید ج۱/۶۴)

آپ کی مجلس مبارک نمونۂ محفلِ رسول ﷺ تھی

آپ کی مجلس مبارک کو غور کر کے دیکھا ہے تو نمونہ محفل سرور عالم ﷺ پایا آپ کی مجلس مبارک میں بے ضرورت کوئی کلام نہ کرتا جس وقت آپ کوئی بات فرماتے سب خاموش متوجہ ہو کر سنتے اور جب کوئی شخص کچھ سوال کرتا جب بھی سب خاموش رہتے آپ جواب دیتے مجلس مبارک میں شوروشغب غل غپاڑا لغو باتیں ہرگز نہ ہوتیں اکثر مسائل کا تذکرہ یا آیت وحدیث کی تحقیق یا توضیح کسی مسئلہ تصوف کی ہوتی یا تذکرہ اولیاء اللہ علمائے کرام کا کسی کی ہجو یا غیبت اس مجلس شریف میں ہرگز نہ ہوتی، بعض جہال جو اپنے شوق سے اس ذات بابرکات سے عداوت کھلم کھلا رکھتے ان کا تذکرہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں نہ ہونے دیتے اگر احیانا کسی نے اس بے ادب کا ذکر کیا تو آپ نے جھٹ روک کر دوسری طرف متوجہ کر دیا چونکہ اس مجلس شریف

میں حسب ضرورت تکلم ہوتا تو اکثر اوقات حاضرین ساکن وساکت **کان علی رء وسھم الطیر** رہتے ، برکات وانوار وخیرات سے مجلس شریف معمور اوشر ور وفساد سے بمراحل دور تھی ، چونکہ آنحضرت خود ہر وقت باوضو رہتے تھے تو حاضرین مجلس بھی چارو نا چار باوضو اور بخوف وتوجہ حضرت دل سے رجوع الی اللہ رہتے بعض حاضرین ذکر خفی لسانی اور بعض ذکر قلبی میں مشغول رہتے اور بعض فکر ومراقبہ میں غرق رہتے تھے اور بعض بندہ جیسے صرف منتظر کہ یا حضرت خود کوئی کلام فرمادیں یا کسی سائل کا جواب ارشاد فرماویں مجلس کا لطف نا اہل وفارغ القلب کو بھی معلوم ومحسوس ہوتا تھا رحمۃ اللہ علیہ وعلی احزابہ وجعلنا فی زمرتہ۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی عادت شریفہ زیادہ بولنے اور باتیں کرنے کی نہ تھی آپ کم گو تھے قلت کلام اور کثرت ذکر کا مصداق ،اتباع سنت کی حدود کے ساتھ آپ کی برابر کسی دوسرے میں شاید کسی نے کم دیکھا ہوگا ،ذکر کا یہ عالم تھا کہ مسجد تک تشریف لانے اور واپسی میں حجرہ تک تشریف لے جانے میں بھی ذکر ہی کے اندر مشغول پائے جاتے تھے یوں تو ہر وقت ہی ذکر میں مستغرق اور محو رہتے تھے سوتے سوتے آنکھ کھلتی تو بے اختیار کلمۂ توحید یا استغفار زبان سے نکلتا تھا ،جس گفتگو سے کوئی دینی نفع حاصل نہ ہو اس کا سننا بھی آپ کو گوارا نہ تھا۔(تذکرۃ الرشید ص/۹۳)

سنتوں کی اشاعت کی محنت سے آپ بہت خوش ہوتے تھے

عالم میں ہدایت کا پھیلنا اس قدر مرغوب تھا کہ شاید اس سے زیادہ کسی شئے میں لذت نہ تھی اور مخلوق کی گمراہی اور جہالت سے آپ کو اس درجہ صدمہ اور رنج ہوتا تھا کہ اس سے بڑھ کر کوئی کلفت آپ کے حق میں نہ تھی حق کی اشاعت اور باطل کی اضاعت میں آپ جی توڑ کر کوشش کرتے اور ہمہ تن متوجہ ہو کر پوری سعی کام میں لاتے تھے دین میں جو بھی نیا فتنہ پیدا ہوتا

آپ اس کے انسداد میں اپنی ہمت وقف فرماتے اور جو تدبیر آپ سے بن پڑتی اس کو عمل میں لے آتے تھے، مناظرہ اور مباحثہ سے آپ کو طبعاً نفرت تھی مگر بدعات اور معصیت کے پھیلانے والی تحریر دیکھ کر آپ ضبط نہ کر سکتے تھے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے بلکہ سچ پوچھئے تو غصہ اور رنج کے باعث گویا خون اتر آتا تھا آپ کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے اور اس کے جواب میں سنت کا دامن پکڑ کر غایت ضبط کے ساتھ کام لے کر جواب تحریر فرماتے تھے پھر اس کا طبع ہونا اور کثرت شیوع آپ کو پسند آتا اور جو باہمت شخص اسکا متکفل ہوتا اس سے آپ خوش ہوتے اور دعا دیا کرتے تھے، چنانچہ فتوی ظہر احتیاطی، سبیل ارلشادال، ہدایۃ المعتدی ھدایۃ الشیعہ، رسائل شریفہ اسی قبیل سے ہیں۔

مردہ سنتوں کے زندہ کرنے کی آپ کو بہت ہی زیادہ تمنا وطلب تھی

مردہ سنتوں کے زندہ کرنے کی جو تمنا اور طلب آپ کو تھی اس کی نظیر اس زمانہ میں دکھائی نہیں دیتی، مخلوق کی دینی نفع رسانی کے بدلہ میں جو کوفت آپ کو اٹھانی پڑتی اور آپ اسکے متحمل ہو کر ہر لحظہ ایک جہاد اکبر کا اجر حاصل فرماتے رہے وہ اس فقرہ سے ظاہر ہے جو ایک مرتبہ آپ کی زبان سے صادر ہوا کہ' [بہت جی چاہتا ہے کہ سب چھوڑ کر مکہ چلا جاؤں مگر پھر سوچتا ہوں کہ مخلوق کی جہالت اور بڑھے گی اسلئے مجبور ہوں''۔(تذکرۃ الرشید ج/۲ص ۶۳)

امام ربانی کی ہر ادا اتباع سنت کی تعلیم دیتی تھی

خلاصہ یہ ہے کہ امام ربانی قدس سرہ کا دل فیض منزل جس بے بہا اور انمول جوہر کا حامل بنایا گیا تھا اس کی ماہیت معلوم ہونی دشوار ہے اور اگر کسی کو معلوم بھی ہو جائے تو بیان ہونی محال ہے، بندہ ناکارہ نے جو کچھ لکھا خدا شاہد ہے کہ ناکافی لکھا وجدان جو کچھ سمجھے ہوئے ہیں اسکو الفاظ کا لباس پہنانے کی اپنے اندر طاقت نہیں پاتا اور حق یہ ہے کہ سقیم الحال اور اس فن

سے محض نا آشنا ہونے کی وجہ سے سمجھ بھی نہیں سکتا کہ حضرت میں کون کون معنوی کمالات ودیعت رکھے گئے تھے بالاختصار اسقدر جانے ہوئے ہوں اور یہی لکھ چکا اور لکھنا چاہتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت بیضاء کا محمود اور سچا اتباع آپ کے قلب میں راسخ اور اعضاء وجوارح کا معمول بن گیا تھا۔ آپ کی ہرادا اسی اتباع سنت کی تعلیم دیتی اور آپ کا ہر طور وطریق اسی مضمون کی مخلوق کو رغبت دلاتا تھا یہ ایک کمال اصل تھا اور باقی کمالات اسی کی فروع اور شاخیں، یہ کیفیت راسخہ حاکم تھی اور جملہ حرکات وسکنات اسکی ماتحت اور تابع فرمان۔ (تذکرۃ الرشید ج/۲ ص/۲۴۳)

اثر صحبت

اثناء طالب علمی میں میری شادی گنگوہ ہوئی اور اس وجہ سے مجھے گنگوہ قیام کا زیادہ اتفاق ہوا اور قیام گنگوہ کے زمانہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں اکثر حاضر رہتا تھا مجھ کو خوب یاد ہے کہ مجھے اس وقت آفتاب کی طرح محسوس ہوتا تھا کہ اس احاطہ مبارک میں ایک نورانیت اور قلب میں بشاشت اور طمانینت محسوس ہوتی تھی حالانکہ میں اس وقت نہ مرید تھا اور نہ چنداں معتقد تھا، دوسرے اس وقت جو لوگ حاضر باش آستانہ تھے حافظ عبدالرحمٰن صاحب ومولوی الطاف الرحمٰن صاحب وغیرہ ان کے نفوس اخلاق رزیلہ سے اور اوصاف حمیدہ کے ساتھ مجلی فیض صحبت کی برکت سے پاتا تھا ان کے اخلاق اور سادگی اور اتباع سنت کی محبت اور بدعت سے نفرت گویا بالکل نقل صحابہ تھی مگر بایں ہمہ یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ حضرت سے درخواس بیت کروں۔ (تذکرۃ الرشید ج/۱/۳۰۹)

سید صاحب توحید ورسالت اور اتباع سنت پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور بس سید صاحب اتباع سنت کے لئے ازحد تاکید فرمایا کرتے تھے اور بدعت کے سخت ماحی اور مخالف

تھے مولوی عبدالحیٔ صاحب سے ایک دن فرمایا کہ ''اگر کوئی امر مخالف سنت مجھ سے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا'' مولوی صاحب نے کہا حضرت جی کوئی مخالف سنت فعل آپ سے عبدالحیٔ دیکھے گا تو وہ آپ کے ساتھ ہوگا ہی کہاں؟ یعنی ہمراہی چھوڑ دونگا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے سید صاحب نے شادی کی تھی نماز میں کچھ دیر سے آئے مولوی صاحب نے سکوت کیا کہ شاید نئی شادی کی وجہ سے اتفاقیہ کچھ دیر ہوگئی، اگلے دن پھر ویسا ہی ہوا کہ سید صاحب کو اتنی دیر ہوگئی کہ تکبیر اولی ہو چکی تھی مولوی عبدالحیٔ صاحب نے سلام پھیرنے کے بعد کہا کہ ''عبادت الٰہی ہوگی یا شادی کی عشرت'' سید صاحب چپ ہو رہے اور اپنی غلطی کا اقرار کیا پھر نماز میں اپنے معمولہ طریق پر تشریف لانے لگے۔ (تذکرۃ الرشید ج/۲ص/۳۴۲)

باب ﴿۳۸﴾

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کا اتباع سنت

حضرت تھانویؒ کے اتباع سنت کے متعلق افادات

حضرت تھانویؒ کے ہاں کوئی بات بھی خلاف کتاب وسنت نہ ہوتی تھی بلکہ آپ طبعا کوئی خلاف شرع بات برداشت کر ہی نہ سکتے تھے، کانپور سے واپسی کے بعد آپ نے گو اپنے شیخ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے فرمان کے مطابق توکلا علی اللہ زندگی بسر کرنی شروع کر دی تھی، مگر یہ توکل بھی اس زمانہ کے مقتضیات کے عین مطابق تھا یعنی آپ سال بھر کا خرچ ہمیشہ اپنے پاس جمع رکھتے تھے، کیونکہ آپ کے ارشاد کے مطابق:

''اس سے اطمینان رہتا ہے، حدیث شریف میں بھی ہے کہ حضورؐ ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ دے دیا کرتے تھے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ سال بھر کا

خرچ ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، قلیل ہدایا کی قبولیت، اور کثیر ہدا کا استرداد بھی عین سنت کے مطابق تھا ایک روز مجلس عام میں اسکی علت وحکمت کے متعلق خواجہ عزیز الحسنؒ کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

کہ ہدیہ قبول کرنے کا طریقہ میں نے ایجاد نہیں کیا، یہ بھی دین کا طریقہ ہے کہ الحمدللہ اس کا مجھے بہت خیال رہتا ہے کہ کوئی دستور العمل سنت اور شریعت کے خلاف نہ ہو جو خدا تعالی کی بڑی رحمت ہے، ایک بات میں میرا خیال تھا کہ شاید سنت کے خلاف ہو، وہ یہ کہ اگر کوئی بڑی رقم کا ہدیہ دیتا ہے، تو گو دینے والے کی حیثیت سے زیادہ نہ ہو اور خلوص میں بھی کمی نہ ہو، لیکن مجھے زیادہ معلوم ہوتا ہے، اور طبیعت پر بوجھ سا ہوتا ہے جس کی وجہ سے واپسی کو جی چاہتا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ میں یہ کہتا ہوں کہ یہاں کیا عذر شرعی ہے لیکن باوجود عذر سمجھ میں نہ آنے کے چونکہ طبعی بات کی مخالفت مشکل ہوتی ہے اس لئے میں انکار کر دیتا تھا لیکن میں سمجھتا تھا کہ یہ محض طبعی معذوری ہے سنت میں اس کی اصل نہیں ہے بہت دنوں مجھے یہ شبہ رہا، میں اپنے کو اس واپسی میں قاصر سمجھتا تھا، مگر واپس کر دیتا تھا، لیکن الحمدللہ میرا وہ شبہ جاتا رہا، جب سے کہ میں نے ایک حدیث دیکھی (حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی خوشبو پیش کرے، تو واپس مت کرو کیونکہ اسکا بار کچھ زیادہ نہیں ہوتا اور فرحت کی چیز ہے، پس عدم رد کی علت خفیف المحل ہونے کو بتلایا الحمدللہ کہ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ طبیعت پر بوجھ پڑھنا بھی ہدیہ کو رد کرنے کا ایک معقول و مشروع عذر ہے میں نے احتیاطا اوروں سے بھی پوچھا کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے یا نہیں، کیونکہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں نفس نے ہی یہ مطلب نہ تراشا ہو، مگر وہ کہنے لگے کہ اجی دلالت صاف ہے۔ (حضرت تھانویؒ کے حیرت انگیز واقعات ص/۲۷۲)

ہدیہ مسنون کی اقسام

اسی سلسلہ میں ایک بار فرمایا کہ آج کل جو بزرگوں کو بصورت ہدایا دیا جاتا ہے اکثر اسکی تین قسمیں ہوتی ہیں، ایک تو بغرض دنیا یعنی رشوت، دوسرے بغرض ثواب اخروی یعنی صدقہ وخیرات، تیسرے کسی امر دینی کی غرض سے (مثلاً استغفار کے سلسلہ میں) اس کی اجرت، اور میں، ان تین قسموں میں سے ایک قسم کا بھی ہدیہ نہیں لیتا، البتہ جو محبت سے دیا جاوے، وہ لے لیتا ہوں کیونک صدقہ لینا تو مجھے بوجہ غنی ہونے کے جائز نہیں، اور اجرت امور دینیہ پر لینا بھی جائز نہیں سمجھتا اور رشوت تو سب ہی کے نزدیک حرام ہے، جو محض محبت کی وجہ سے ہو وہ ہدیہ ہے اور اسی کا قبول کرنا سنت ہے۔

دین کی حفاظت بلا اتباع سنت نہیں ہوسکتی

دین کی حفاظت بلا اتباع سنت نہیں ہوسکتی، ہماری طرف جو لوگوں کی توجہ ہے، وہ سب دین کی بدولت ہے اس لئے ہمیں اس دین کی عزت قائم رکھنے کی سخت ضرورت ہے، اگر اسکی عزت نہ رہے تو پھر ہم کو کون پوچھتا ہے۔ (حضرت تھانویؒ کے حیرت انگیز واقعات/ ۲۷۴)

نقش بندی تو متبع سنت مشہور ہی ہیں مگر اصول کے اعتبار سے ان سے زیادہ چشتیہ متبع سنت ہیں

ایک مرتبہ مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نقش بندی تو متبع سنت مشہور ہی ہیں مگر اصول کے اعتبار سے ان سے زیادہ چشتیہ متبع سنت ہیں البتہ جو چشتیہ ہونے کے محض مدعی ہی ہیں اور ہیں جاہل اور خالی، ان کی نسبت میں کچھ نہیں کہتا لیکن اہل حق اور اہل علم میں جو چشتیہ ہیں وہ نقش بندی سے بھی زیادہ متبع سنت ہیں جیسا کہ ان کے اصول سے معلوم

ہوتا ہے اور نقشبندیوں میں بھی سب محقق نہیں تو وہ متبع سنت میں بھی کامل نہیں ہو سکتے چنانچہ ایک نقشبندی صاحب جو عالم بھی تھے اور مشائخ میں سے بھی مشہور تھے ان کی ایک بات سن کر مجھ کو حیرت ہوگئی ،ایک صاحب جو ذاکر شاغل میں ان نقشبندی صاحب کو بزرگ سمجھ کر ان سے ملنے کی غرض سے ان کے پاس گئے انہوں نے اول یہ سوال کیا کہ کچھ ذکر و شغل کرتے ہو،سو اول تو یہ سوال ہی غیر مناسب ہے اس لئے کہ یہ بندہ اور خدا کے درمیان ایک راز ہے، بتلاتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے ،اور بلا ضرورت بتلانا بھی نہیں چاہئے ،خیر انہوں نے اخفاء کو خلاف ادب سمجھا کہ ایک بزرگ پوچھ رہے ہیں بتلا دیا،اس پر یہ سوال کیا کہ کچھ نظر بھی آتا ہے،انہوں نے کہا کہ نظر تو کچھ نہیں آتا اس پر کہتے ہیں خیر بہتر ثواب لئے جاؤ باقی نفع کچھ نہیں مجھ کو تو بڑی حیرت ہوگئی کہ اہل علم اور مشائخ میں سے ہو کر بالکل عامیانہ بات کہی کہ ثواب سے بڑی بھی کوئی چیز ہے جو مقصود ہے بلکہ جو چیزیں طریق میں مقصود سمجھی جاتی ہیں خود ان سے بھی ثواب ہی مقصود ہے ،اور اگر کچھ عجیب چیزیں ہی نظر آنا مقصود ہیں تو کچھ روپیہ صرف کیجئے اور کسی بڑے شہر میں چلے جایئے ،مثلاً بمبئی ہے کلکتہ ہے،رنگون ہے شملہ ہے بہت کچھ عجیب چیزیں نظر آئیں گی، ایسے ہی لوگوں نے طریق پر منکروں کو اعتراض کا موقع دیا،غیر مقلد جو صوفیوں سے زیادہ برہم ہیں وہ ان خرافات ہی کی وجہ سے حالانکہ ان چیزوں کو طریق سے کوئی تعلق نہیں،نہ طریق ان چیزوں کا نام ہے طریق نام ہے اتباع سنت کا،اعمال کی اصلاح کا ان ہی اعمال کے رسوخ کے لئے مشائخ کے یہاں ذکر و شغل کی تعلیم کی جاتی ہے ،باقی جزوٴ طریق نہیں مگر لوگوں نے طریق سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کو جزوٴ طریق مشہور کر دیا معترضین نے بھی حقیقت پر نظر نہیں کی اور اصل طریق پر ہی اعتراضات شروع کر دئے یہ ان کی زیادتی ہے کہ کہیں افراط ہے کہیں تفریط،غرض ان غلطیوں میں عام ابتلاء ہو رہا ہے،اعتدال پر کوئی بھی نہیں الا ماشاء اللہ۔

جو شخص اتباع سنت کا پابند ہو گیا اس نے سب کچھ حاصل کر لیا

انہیں بزرگ کے مرید کا خط میرے پاس موجود ہے، جس میں انہوں نے اپنے پیر کو لکھا ہے کہ مجھ کو اول چھچھوندریں اور چوہے اور بطخیں نظر آتی تھیں پھر وہ بھی غائب ہو گئیں، یہ ہے بڑا کمال، یہ ایسا ہی ہوا کہ جیسے سرکاری مدارس میں بجائے علوم کے بلی چوہے کتے طوطے بیل گائے کی حالات کی تعلیم ہوتی ہے، پیر خوش ہوں کے کہ مرید کو نفع ہوا اور مرید خوش ہے کہ میں مقصود تک پہنچ گیا، استغفر اللہ لاحوال ولاقوۃ الا باللہ، اگر ساری عمر بھی کچھ نہ نظر آوے اور اتباع سنت کا پابند رہے واللہ اس نے سب کچھ حاصل کر لیا، اور ہزاروں نفع اس پر قربان ہیں، کیسا نفع لئے پھرتے ہو، ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے طریق کے متعلق کہا تھا کہ سبحان اللہ الحمد للہ کی تعلیم ہوتی ہے، درویشی نہیں ہے، میں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بھی درویش نہ تھے اسلئے کہ اس وقت بھی یہ اشغال حادثہ نہ تھے ان کے یہاں بھی صرف نماز روزہ تلاوت قرآن تقوی طہارت ہی کا شغل تھا اور متعارف اشغال نہ تھے، جو منہ میں آیا بوجہ نادانی اور بے خبری کے ہانک دیتے ہیں یہ تمیز نہیں کہ اس کا اثر کیا ہوگا اور کہاں تک نوبت پہنچے گی اس وقت تو اکثر جگہ دعوے ہی دعوے ہیں نہ علم ہے، نہ عمل، بحمد اللہ تعالی اب اپنے بزرگونکی برکت سے مدتوں کے بعد طریق زندہ ہوا ہے، اب کسی کا منہ نہیں کہ اعتراضات کر سکے اور یوں تو اللہ اور رسول کو بھی کوئی اعتراضات سے نہیں چھوڑتا، غیر مقلد ہوں یا مقلد، صوفی ہو یا غیر صوفی، عالم ہو یا غیر عالم، درویش ہوں یا غیر درویش عوام ہوں، یا خواص سب کو روز روشن کی طرح طریق کی حقیقت معلوم ہو گئی اب اس پر عمل کرنا نہ کرنا یہ ہر شخص کا اختیاری فعل ہے اور یہ سب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت اور آپ کے فیوض کے ثمرات ہیں کہ اس قدر پر فتن اور الحاد اور دہریت کے زمانہ میں آپ نے اللہ کے راستے کو مخلوق پر ظاہر کر دیا بڑی ہی بابرکت ذات تھی۔

(ملفوظات حکیم الامتؒ ج ۴/، قسط ۴، ص/ ۳۸۶)

حضرت عثمان ہارونی نے خلافِ سنت بیس برس کی نماز لوٹائی

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف نے اتباع سنت کا بڑا اہتمام کیا ہے حضرت عثمان ہارونی رحمہ اللہ کی حکایت ہے کہ آپ نے فرمایا چونکہ اس طرح خلال کر کے نماز نہیں پڑھی جو سنت کے موافق ہے اسلئے بیس برس کی نماز لوٹائی سنت کے موافق خلال کر کے، حضرت شیخ عبدالحق صاحب ردولویؒ باوجود اسکے کہ ان پر استغراق کا ایسا غلبہ تھا کہ تیس برس تک جامع مسجد میں نماز پڑھی مگر راستہ یاد نہیں ہوا، پھر بھی اتباع سنت کس قدر غالب تھا کہ فرماتے ہیں کہ منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد ایں جا مرداننِد کہ دریا ہا فرد برند و آروغ نہ خورند، دیکھئے اس غلبۂ حال میں بھی خلاف سنت پر نکیر فرمایا پھر ایک غلبۂ حال کی حکایت بیان فرمائی کہ ان کو ان کے بھائی نے علم درسی پڑھانا چاہا، نحو شروع کرائی اس میں ایک مثال آئی ''ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْراً'' پوچھا زید نے کیوں مارا انہوں نے کہا مارا وارا نہیں یوں ہی ایک مثال ہے کہا کہ مارا نہیں تو کذب ہے، اور اگر مارا تو ظلم ہے، میں ایسی کتاب نہیں پڑھوں گا جس میں پہلے ہی سے تعلیم کذب اور ظلم کی ہو۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ ج/۲، قسط/۲، ص/۱۴۹)

آج کل کی جو تہذیب ہے وہ بالکل خلافِ سنت ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضور ﷺ سے زیادہ کون معظم ہوگا مگر خود صحابہ حضور کے ساتھ بے تکلف رہے تھے، صحابہ نے محبت اور بے تکلفی کو جمع کر کے دکھلایا، اور آج کل کی جو تہذیب ہے بالکل خلاف سنت ہے، اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے، میں تو کہا کرتا ہوں کہ آج کل کی تہذیب تعذیب ہے اور یہ واقعہ ہے کہ جتنا جس چیز میں سنت سے بعد ہوگا اس میں ظاہری بھی کلفت ہوگی اور باطنی بھی مگر ایسی بے تکلفی بھی نہیں چاہئے کہ بڑوں کے ساتھ درجہ مساوات کا پیدا ہو جائے، ہر چیز کے حدود ہیں اب تو حقائق پر رسوم کا غلبہ ہے اور قریب قریب اس

میں سب کو ابتلاء ہے۔(ملفوظات حکیم الامتؒ ج۴/قسط۴ ،ص/۴۳۰)

حضرت تھانویؒ کا ایک سنت پر عمل

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامتؒ مولانا اشرف علی تھانویؒ تھانہ بھون سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں دعوت میں تشریف لے جارہے تھے اور اہلیہ محترمہ ساتھ تھیں، جنگل کا پیدل سفر تھا، کوئی اور شخص بھی ساتھ نہیں تھا جب جنگل کے درمیان پہنچے تو خیال آیا کہ الحمدللہ رسول اقدس ﷺ کی بہت سی سنتوں پر عمل کی توفیق ہوگئی ہے، لیکن اہلیہ کے ساتھ دوڑ لگانے کی سنت پر ابھی تک عمل کا موقع نہیں ملا، آج موقع ہے اس سنت پر عمل ہوجائے چنانچہ اس وقت آپ نے سنت نبوی ﷺ کو زندہ کرتے ہوئے دوڑ لگا کر اس سنت پر بھی عمل کرلیا اب ظاہر ہے کہ دوڑ لگانے کا کوئی شوق وغیرہ نہیں تھا لیکن محض حضور اقدس ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کے لئے دوڑ لگائی۔(اصلاحی خطبات ج/۷،ص۹۷)(بحوالہ مثالی نوجوان/۷۳)

حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں بہت جلد نفع شروع ہوجاتا ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کے یہاں اتباع سنت کا بہت ہی اہتمام ہے

حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں بہت ہی جلد نفع شروع ہوجاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں بطریق جذب نفع پہنچتا ہے نہ بطریق سلوک اور اس جذب کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اتباع سنت کا بڑا اہتمام ہے جب حق تعالی کے محبوب کا اتباع کیا جاتا ہے تو محبوب کا اتباع کرنے والا بھی اسکو اپنی طرف منجذب فرمالیتے ہیں چنانچہ حق تعالی کا ارشاد ہے، قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله'' آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدا تعالی سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو خدا تعالی تم سے محبت کرنے لگے گے۔(آثر حکیم الامتؒ ص/۲۳۰)

حضرت تھانویؒ کا بچوں کے ساتھ کی سنت پر عمل

حضرت تھانویؒ نے فرمایا: کہ میں بچوں کو خط میں دعا بھی لکھ دیتا ہوں ان کی طبیعت خاطر کے لئے مگر اول سلام بھی کہہ دیتا ہوں کیونکہ سنت ہے سلام کو نہیں چھوڑنا، عبارت کی ترتیب یہ ہوتی تھی۔

(السلام علیکم بعد دعا کے واضح ہو کہ) فائدہ ۔اس سے حضرت والا کی اتباع سنت کا طبیعت ثانیہ ہونا معلوم ہوا۔ (کمالات اشرفیہ ص/۳۳۱)

اتباع سنت بڑی دولت ہے

ایک ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلا تو عجیب جوش وخروش کا ارادہ تھا کہ پہنچتے ہی آپ کے ہاتھ چوموں گا اظہار شوق کروں گا، لیکن خانقاہ میں قدم رکھتے ہی وہ کیفیت فرو ہوگئی، اور ایک سکون سا ہوگیا یہاں تک کہ ہاتھ منہ اطمینان کے ساتھ دھو کے پھر آپ سے ملا، فرمایا کہ اوفق بالسنۃ یہی دوسری حالت ہے اور یہی کامل ہے کیونکہ بڑی دولت ہے اتباع سنت وہ پہلی حالت بھی ایک کیفیت محبت کی ہے اور محمود ہے لیکن وہ دوسری اس سے اکمل ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص/۲۳۳)

بیماری کا علاج کرنا مسنون ہے

فرمایا کہ حدیث میں ہے **ان اللہ تعالی انزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولاتداووا بالحرام** ۔یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے مرض ودواء دونوں اتارا ہے اور ہر مرض کے لئے دوا رکھی ہے پس دوا کرو لیکن حرام سے علاج نہ کرو، اس میں ترغیب ہے دوا کرنے پر غالب عادت حضور ﷺ کی یہی تھی تو مسنون طریقہ یہی ہوا۔

(کمالات اشرفیہ ص/۵۹)

باب ﴿۳۹﴾

شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنیؒ کا اتباع سنت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی نوراللہ مرقدہ آفتاب رشد وہدایت کے وہ مظہر ہیں جن کی تجلیات ربانی کی ضوفگن شعاعوں نے چہار دانگ عالم کوجگمگادیا گم گشتگان راہ شریعت وطریقت کوواصل بحق کیااور جویان طریق عبودیت کوراہ یاب فرمایا،حقائق کی نقاب کشائی کی اورظلمات متراکمہ کے پردونکوچاک کردیا،احیائے سنت نبوی اورامحاء بدعت آپ کا شعاراورعمل بالسنۃ آپ کی حیات کا مرقع ،معمولات مختلفہ کا تجزیہ ہرفعل وعمل پرآپ کے عامل بالسنۃ ہونے کا شاہد ہے۔

معمولات نبوی ﷺ کا وہ گل دستہ رشد وہدایت جوعموما بے اعتنائی کا شکار ہورہا ہےاس چمن میں پھلا پھولا ،آپ نے قول وفعل سے ثابت کردیا کہ آنخضرت ﷺ کے نشان زدہ طریق پرعمل کرنے میں انسانی فلاح وبہبود مضمر ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیم اجمعین کی تعظیم وتکریم اورسلف صالحین کی عظمت ووقعت اوران کے اقوال وافعال کی پیروی میں کامیابی دارین منحصر ہے ذیل میں حضرت کے اقوال وافعال پیش کیئے جاتے ہیں،جن سے حضرت کی زندگی کامن وجہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آج کل جب کہ عام طریقہ پرسنت کواختیار کرنا تودرکنارفرائض اورواجبات کی کماحقہ ادائے گی خال خال رہ گئی ہےاور جہاں ہےبھی تووہ محدودشریعت کا بتمامہا ملحوظ نظر رہتا خواہ وہ حقوق اللہ ہوں یاحقوق العباد پھر یہ کہ عبادات کے قبیل سے یا معاملات کے بہت شاذ ونادر ہے، ایسے حالات میں حضرت کا عمل اوراس پراستقامت ہرشخص کوعموما اورمتبعین کوخصوصا اپنے

اعمال پر محاسبہ اور شریعت پر ثابت رہنے کی دعوت دیتے ہیں اب آیئے غور کریں کہ حضرت نوراللہ مرقدہ نے کس طرح رہبری فرمائی۔

جوتا پہننے کی سنت پر عمل

دایاں پیر جوتے میں اول داخل کیا کرتے تھے اور نکالتے وقت بایاں پیر جوتے سے نکالا کرتے تھے مسجد میں داخل ہونے کے وقت روایات مختلفہ کی تطبیق اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے بایاں پیر جوتے سے نکالکر باہر رکھا اور داہنا پیر مسجد میں رکھا، اور مسجد سے خارج ہونے کے وقت بایاں پیر نکال کر باہر رکھا اور پھر دایاں نکال کر جوتے میں داخل کیا۔

یہ وہ سنت ہے جس کو عام طریقہ پر معمولی شمار کیا جاتا ہے،

من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها

ترجمہ: جس نے کسی سنت کو رواج دیا اسکے واسطے اسکا ثواب ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب (مزید) ہے بلا شبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ثواب پر ثواب ہے اور اس پر زیادتی متیقن ہے۔

ترجمہ: حدیث ہی سن لیجئے حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب جوتا پہنے تو دائیں سے ابتدا کرے اور جب نکالے تو بائیں سے۔ دایاں پہنے جانے میں اول ہو اور نکالے جانے میں آخر ہو۔ (شمائل)

حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ کے ہر فعل سے سنت کی رونمائی ہوتی ہے۔

(مناقب شیخ الاسلامؒ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ص/۱۱۰)

بلندی پر چڑھنے کی سنت پر عمل

زینہ پر جانے کے وقت دائیں پیر کو سبقت کی سعادت حاصل ہوتی اور واپس نزول

کے وقت بایاں پیر نیچے کے ہر زینہ پر واقع ہوتا یہاں بھی اتباع سنت پورے طریقے پر جلوہ گر نظر آتی ہے بہت کم ہیں وہ لوگ جن کے قلوب میں اتباع سنت کا یہ ولولہ موجود ہو۔ (مناقب شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ ص/۱۱۰)

نشست و برخاست کی سنت پر عمل

حضرتؒ کی نشست کے عموماً تین حالات رہے ہیں، حالت تشہد، حالت تورک، اور تکیہ پر دائیں جانب سہارا لینے کی حالت، عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرتؒ کا ہر فعل سنت کی طرف رہبری کرتا ہے اور یہ آپ کی عملی تعلیم ہے جو کما حقہ پوری ہوچکی اس پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا تعلق دوسروں پر ہے، اب ہر ایک حالت پر غور فرمائیں۔

(۱) حالت تشہد طعام کے وقت تھی جس میں کسی وقت بائیں ہاتھ پر ضرورت کی وجہ سے سہارا لیا ہے، مہمانوں کے سامنے اپنے ہاتھ سے کھانا پیش فرماتے اور فرماتے کھائیے کھائیے کسی مہمان کے بعید ہونے کی وجہ سے ہاتھ پر سہارا لیکر کھانا آگے پہنچاتے۔

(۲) حالت تورک تدریس کے وقت رہتی تھی اسمیں بھی دو حال رہے ہیں اکثر و بیشتر تو دائیں سرین پر سہارا لیا جاتا رہا اور اگر تعب لاحق ہوا تو بائیں سرین پر بھی سہارا لیا ہے مگر یہ کم ہے۔

(۳) دیگر اوقات میں تکیہ پر دائیں جانب سہارا لے کر نشست فرما رہے ہیں یہ حالت نشست گاہ میں گفت وشنید کے موقع پر رہی ہے۔ (مناقب شیخ الاسلامؒ ص/۱۱۰/ ۱۱۱)

جمائی کی سنت پر عمل

اور سنئے بہ وقت تدریس اگر بتقاضائے شریعت کبھی تثاؤب (جمائی) پیدا ہوتا تو اکثر و بیشتر کظم فرماتے (بہ تکلف منھ بند کرنا) دیکھا گیا ہے اور احیانا منہ پر ہاتھ بھی رکھ دیا ہے۔

حضرت مولانا مدنیؒ نور اللہ مرقدہ کا معمول رہا ہے کہ مجلس میں تشریف آوری کے وقت

اسی طرح دوسرے مواقع پر بھی کسی کو تعظیما کھڑے ہو جانے کی مجال نہیں تھی اگر کسی سے ناواقفیت کی بنا پر قیام پایا گیا اور حضرت مولانا نے دیکھ لیا تو آپ اسی جگہ کھڑے ہو جاتے تاوقتیکہ وہ بیٹھ جائے آپ آگے روانہ نہیں ہوتے۔

تعظیماً قیام سے متعلق واقعہ

بعد العشاء بخاری شریف کی تدریس کے واسطے دارالحدیث میں تشریف فرما ہوئے قیام التعظیم کا تذکرہ شروع ہو گیا طلبہ ثبوت پر دلائل پیش کرتے رہے اور مقصد تھا کہ حضرت اپنی آمد کے وقت کھڑے ہونے کی اجازت دیدیں حضرت خندہ پیشانی کے ساتھ تو ہر ایک کا جواب دیتے رہے حتی کہ مسکراتے ہوئے فرمایا اچھا میں پاپی ہوں پھر آپ کو جواب دوں گا، یہ سلسلہ تقریبا پندرہ منٹ تک جاری رہا اور آخر کار طلبہ نے سکوت اختیار کرلیا آج کل تعظیما کھڑے نہ ہونے پر چیں بجبین ہونا اور مستحق ملامت قرار دینا ایک عام بات ہے مگر حضرت مولانا کے یہاں اسکا برخلاف ہوتا یہ ہے اتباع سنت نبوی، کہ اصرار کے باوجود قیام کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔

یہاں جواز وعدم جواز کی تحقیق بحث سے خارج ہے آپ کے تکلم اور مخاطبت کے متعلق بھی سن لیجئے اور اصل بات تو یہ ہے کہ کہاں تک بیان کیا جائے اور کیا بیان کیا جائے اور کونسی بات نظر انداز کی جائے ہر فعل مستقل ایک باب ہے جس کا بیان کرنا دشوار گذار منزل ہے۔

نہ حسنے غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

پھر کس طرح بیان کیا جائے۔(مناقب شیخ الاسلام ص/ ۱۱۱ تا ۱۱۲)

تکلم کی سنت پر عمل

آپ کا خطاب بہت واضح اور شستہ ہوتا تھا، بلید الذہن یا ذکی الفوائد سب ہی مستفید ہوتے تھے جملوں کی ترتیب اور تعلق کی ہمہ گیری کے باوجود ہر جملہ مستقل اور علیحدہ علیحدہ ادا کیا

جاتا تھا سرعت اور جلد بازی آپ کے کلام سے وراء الوراء تھی تدریس، تلقین تقریر اور تخاطب ہر ایک میں یہی حال تھا۔

تدریس کی سنت پر عمل

اثنائے تدریس میں ایک مرتبہ استطر ادا فرمایا میں بہ سرعت تامہ تقریر کرسکتا ہوں مگر یہ توقف فی الکلام کوشش کے بعد حاصل کیا گیا ہے اور وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے متعلق اسی طرح کلام کرنا نقل کیا گیا ہے (الفاظ راقم کے ہیں) یہ محض اتفاق ہے کہ حضرت مولانا کی زبان سے یہ کلمات نکل گئے ورنہ ارباب نظر سے مخفی نہیں کہ آپ میں اخفا کس حد تک کارفرما تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ تمہاری اس سبقت لسانی جیسی سبقت نہیں فرماتے تھے لیکن آپ واضح حاصل کلام فرمایا کرتے تھے آپ کا ہم نشین اسکو محفوظ کرلیتا تھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت مولانا کا عمل، طبق النعل بالنعل کے مرادف ہے آپ کی طبیعت میں اتباع سنت کا ذوق رچ گیا تھا اور پھر کیوں نہ رچتا شب وروز قال اللہ اور قال الرسول ﷺ زبان پر جاری رہتا تھا اور فکر آخرت قلب پر مستولی رہتی تھی حضرت کے لباس اور اسکی وضع قطع کا مستقل باب ہے اسکے متعلق بھی کچھ گوش گذار کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (مناقب شیخ الاسلام ص/۱۱۲ تا ۱۱۳)

لباس میں سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل

آنحضرت ﷺ کے لباس کی صفت میں ثوب خشن (کھردرا کپڑا آیا ہے حضرت شیخ الاسلام کا لباس ہر خاص و عام اور موافق ومخالف پر ظاہر ہے آپ کے واسطے خاص طریقے پر تیار کرایا جاتا جس پر خشن ہونے کا اطلاق کما حقہ ہوتا تھا یہ امر آخر ہے کہ استخلاص وطن کے پیش نظر اس خاص دیسی پارچہ کو مزید برآں اہمیت حاصل ہوگئی اور یہ اہمیت نہ تو ثوب خشن کے سنت

ہونے کوختم کردیتی ہے اورنہ اس پرثواب کے مترتب ہونے میں کمی واجب کرتی ہے ہردو چیز اپنے مقام پر ہیں پھر یہ کہ استخلاص وطن احکامات شرعیہ کے پیش نظر رہا اسلئے اس اعتبار سے بھی انشاءاللہ ثواب کا ترتب ہوگا۔(مناقب شیخ الاسلام ص/۱۱۳)

سلف صالحین کا طرز عمل

زیب تن کرنے کے ہر سہ عدد اسی دیسی پارچہ سے تیار شدہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید لباس اختیار کرو، اسلئے کہ وہ لطیف تر ہے اور عمدہ ہے اور اسمیں اپنے مردوں کو کفن دو۔

جبہ وشیروانی

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نوراللہ مرقدہ کے استعمال میں شیروانی بھی رہی ہے اور جبہ بھی علمائے عظام اور سلف صالحین کا یہی طرز عمل رہا ہے۔

موزے کی سنت پر عمل

دیوبند کے علاقہ میں سردی غیر معمول رہتی ہے آنحضرت ﷺ سے خف (موزہ) پر مسح منقول ہے حضرت مولانا نے سنت کے ارادے سے ضرورت کی بنا پر سفر وحضر ہر دو حالت میں خف پر مسح کیا ہے۔

مزاح کی سنت پر حضرت کا عمل

آنحضرت ﷺ سے مزاح کرنا بھی منقول ہے کتب احادیث میں مزاح کا باب مستقل قائم کیا گیا ہے روایت ہے آپ نے مزاحا فرمایا: اے دو کان والے!

دوسری روایت ہے **یااباعمیر مافعل النغیر** (اے ابوعمیر (بچے) نغیر (پرندہ) کیا ہوا۔ حضرت مولانا مناسب انداز میں مزاح فرمالیا کرتے تھے۔

مزاح کا واقعہ:

خوب یاد ہے دارالحدیث میں تقسیم کتب انعامیہ کا جلسہ ہوا حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ کے ہاتھ سے انعام حاصل کرنے کی سعادت ہر طالب علم کے قلب میں موجزن رہتی تھی اور پورے سال انتظار کرنے کے بعد یہ موقعہ دستیاب ہوتا تھا حضرت نے راقم الحروف کا نام لیا، شعبہ تعلیمات کے جس حسن وخوبی کے ساتھ انتظام کر رکھا تھا، اسکے مطابق طلبہ کے درمیان سے گذر ہوا اور حالت یہ تھی کہ میرٹھی منقش ٹوپی سر پر تھی حضرت نے نظر فرمانے کے بعد مسکراتے ہوئے خاص انداز میں فرمایا!

آپ تو خود انعام ہیں آپ کو انعام کی کیا ضرورت، حاضرین جلسہ پر مزاح کی وجہ سے مسکراہٹ طاری ہوگئی، اور پھر حسب دستور تمام کتب ممتحنہ کے حاصل کردہ نمبرات اور کتب انعامیہ کے اسماء ذکر کرنے کے بعد کتابیں سپرد فرمائیں۔ (مناقب شیخ الاسلام ص/۱۱۴۔۱۱۵)

سفید لباس

لباس کے متعلق معتد بہ کلام ہو چکا مگر ابھی کلام باقی ہے اور وہ یہ کہ ان تمام خوبیوں کے ساتھ حضرت مولانا کا لباس سفید رہا ہے اور یہ علیحدہ ایک سنت ہے۔ (شمائل ترمذی) (مناقب شیخ الاسلام ص/۱۱۱)

حضرت حسین احمد مدنیؒ اپنے کردار کے آئینہ میں

بقول حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کا کامل متبع ہو، آج کل عام لوگ قصیدہ بازی یا ظاہری خرق عادت اطوار وافعال کو کرامت سمجھتے ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ لادین اور ایمان سوز ماحول میں دہریت اور مادیت کے زمانے

میں کوئی شخص اتباع سنت میں کامل ہو حقیقتا ایسا ہی شخص، با کرامت ولی ہے۔

آج کل ایک رخ قصیدہ نگاروں کا یہ بھی ہوگیا ہے کہ کسی شخص کے دنیا سے انتقال کر جانے کے بعد اسکی تعریف وتوصیف میں وہ قصائد کہے جاتے ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں اسلئے ان قصائد سے قطع نظر حضرت شیخ الاسلام، شیخنا ومحبوبنا سیدنا مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نوراللہ مرقدہ کی زندگی کے چند حقائق پیش کرتے ہیں تاکہ دنیا جس مبارک ذات کو ان کی حیات مبارکہ میں نہ پہچان سکی ان کے واصل باللہ ہونے کے بعد ہی کچھ پہچان لے۔

حضرت کی زندگی کے تمام اعمال سنت نبویہ کی اتباع میں ہی ہوتے تھے آج ہم لوگوں کی عمومی زندگی میں اول تو سنت کا اہتمام ہی نہیں ہے، اور اگر ہے تو بڑے امور میں لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ہر چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام اتباع سنت میں تھا چند مثالیں پیش ہیں۔

مسجد میں داخل ہونے کی سنت پر حضرت مدنیؒ کا عمل

سنت مبارکہ یہ ہے کہ مسجد میں جاتے وقت دایاں پیر پہلے رکھا جائے اور نکلتے وقت بایاں پیر پہلے نکالا جائے اسکے برخلاف جوتا پہننے میں سنت یہ ہے کہ پہلے دائیں پیر میں پہنا جائے اسکے بعد بائیں پیر میں ان دونوں سنتوں پر مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے باہر آنے کے وقت عمل کرنا دشوار معلوم ہوکرتا ہے۔

حضرت دونوں سنتوں پر عمل اس طرح کرتے تھے اور اسکے پابند تھے کہ مسجد میں جاتے وقت اول جوتا بائیں پیرسے نکال کر پیر کو جوتے پر رکھ لیتے اسکے بعد دائیں پیر سے جوتا نکالتے اور اسکو پہلے مسجد میں داخل کردیتے اسکے بعد جوتے پر رکھا ہوا بایاں پیر مسجد میں داخل کرتے مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پیر نکال کر جوتے پر رکھتے پھر دایاں پیر نکال کر اسمیں جوتا پہن

لیتے اسکے اور بائیں پیر میں جوتا پہنتے۔

ملاقاتی کے ساتھ پیش آنے کی سنت پر عمل

آپ ﷺ کی اس عالی صفت کے مطابق جب بھی کسی سے گفتگو فرماتے خوش اخلاقی کے ساتھ اوراسطرح بات فرماتے کہ مخاطب سمجھتا کہ سب سے زیادہ حضرت مجھ سے محبت کرتے ہیں آپ کی گفتگو کا انداز مزاحیہ بھی ہوتا حضرت شیخ کے متعلق انکا ہر معتقد ہر مرید ہر ہم نشین یہی سمجھتا ہے کہ حضرت کو مجھ سے خاص تعلق تھا۔

حضرت مدنیؒ کا مہمانوں کے ساتھ سنتوں پر عمل

آپ کے یہاں مہمانوں کا خاص اہتمام تھا انکا خاص اکرام ہوتا تھا رات میں ہر مہمان کو ایک پلنگ اور بستر حضرت کے یہاں سے ہی ملتا تھا خاص بات یہ کہ مہمان اپنا بستر خود نہ بچھا سکتا تھا اور نہ پلنگ اٹھا کر جا سکتا تھا اور نہ حضرت کا خادم رعتاب ہوتا، آپ کا دسترخوان نہایت سادہ ہوتا اس کھانے میں بھی سنت کا ایسا اہتمام کہیں نہ دیکھا ایک بڑی پلیت میں ترکاری ہوتی امیر وغریب ادنی واعلی، عالم وجاہل سب ہی اسی پلیٹ میں ہاتھ ڈالتے روٹیاں حضرت کے پاس دسترخوان میں لپٹی ہوئی ہوتی جو حسب ضرورت اس طرح تقسیم کی جاتی رہتی جیسے کہ ایک شفیق باپ اپنے لاڈلے فرزندوں کو شفقت کے ساتھ کھلا رہا ہے۔

ہمیشہ حضرت کے دسترخوان پر گوشت ضرور دیکھا آپ نے مزاحیہ طور پر ایک مرتبہ فرمایا مسلمان کے دسترخوان ہو اور گوشت نہ ہو حضرت بالکل ملحق مجھے ایک روز کھانا کھانے کا اتفاق ہوا میں نے بغور سنا بہت آہستہ ہر لقمہ کے بعد فرماتے تھے اللھم لك الحمد ولك الشكر اسکے علاوہ بھی بعض دعائیں سنیں جو سمجھ میں نہ آسکیں۔

مجلس میں آمد کی سنت پر عمل

کسی شخص سے بھہ وہ اپنا اعزاز نہ چاہتے آپ جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے اور اہل مجلس آپ کے اعزاز میں استادہ ہوتے تو یہ اور سخت نا گوار ہوتا جب تک آپ اہل مجلس کو بٹھا نہ لیتے مجلس میں تشریف نہ لاتے بلکہ دروازے پر ہی رک کر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے پہلے آپ سب لوگ بیٹھ جائیں، جب سب لوگ بیٹھ جاتے تب آپ مجلس میں تشریف لاتے اور پھر اپنی طرف سے ناراضگی کا اظہار فرماتے۔

خلاف سنت امر پر سخت نا گواری کا اظہار فرماتے تھے

خلاف سنت امر آپ کو سخت نا گوار تھا ڈاڑھی نہ رکھنے والوں یا کتروانے والوں پر سخت عتاب فرماتے۔

سائل کو بغیر کچھ دیئے واپس نہ کرنے کی سنت پر عمل

آپ کے در سے کوئی سائل محروم نہ جاتا تھا حتی کہ ایک مرتبہ ایک بہروپیہ ضرورت مند بن کر آیا آپ سے سوال کرنے لگا اول آپ نے اس کو اس فعل سے باز آجانے کے لئے نصیحت فرمائی لیکن جب وہ باز رہنے کے لئے کسی طرح تیار نہ ہوا تو آپ نے ایک بچہ سے گھر سے کچھ منگا کر دیدیا اسکے علاوہ وہ واقعات الگ ہیں کہ کتنے ہی طلبہ کو آپ کی طرف سے کھانا وغیرہ دیا جاتا تھا اور کتنے غیر طلبہ ضرورت مند سوالی آپ سے دامن مراد بھر کر کے جاتے تھے بہر حال سرکار دو عالم ﷺ کی یہ عالی صفت کہ آپ کسی کو انکار نہ فرماتے تھے یہ آپ کی زندگی میں بدرجۂ اتم موجود تھی آپ جب کبھی سلہٹ یا اپنے وطن مالوف ٹانڈہ ضلع فیض آباد مراجعت فرماتے، پیسنجر ٹرین کے ذریعے سفر فرماتے اسکی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ ضلع بجنور، مراد آباد، سہارنپور،

مظفرنگر، میرٹھ وغیرہ کے عقیدت مندوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ایکسپریس میں یا میل کے زریعے ہمارے علاقوں سے گزرجاتے ہیں ہم سب آپ کے دیدار سے محروم رہتے ہیں اگرحضرت والا پیسنجر کے ذریعے سفر فرمایا کریں تو حضرت کی زیارت سے ہم مشرف ہوجایا کریں گے چنانچہ حضرت نے محض اللہ کے بندوں کوخوش کرنے کے لئے ان علاقوں کے سفر پیسنجر ٹرین سے شروع کردئے اور آپ کی آمدورفت کے مواقع پر ہراسٹیشن پر کثیر تعداد میں معتقدین حضرت کی زیارت سے اپنی آنکھوں کوٹھنڈا کرتے مجھے جب بھی اسٹیشن پر زیارت کا اتفاق ہوا خواہ کوئی بھی وقت ہودن کا ہو یارات کا حضرت کوکھڑکی کے پاس بیٹھا پایا حضرت کے چہرہ سے سفر کی تکان محسوس ہوتی نہ نیند کا خمار نہ گرانی کھڑکی پر جب عقیدت مندوں کا جم غفیر پہنچتا تو حضرت ایک ہی مسکراہٹ میں لوگوں کے قلوب پر فیضان عرفان کی بارش فرمادیتے ان حاضرین میں جوشخص نہ ہوتا آپ اسکے بارے میں دریافت احوال فرماتے بہت سے ضرورت مندوہاں بھی دعا کی درخواست کرتے حضرت اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیتے کوئی شخص تعویذ کی فرمائش کرتا اسی وقت اپنے ہم سفر کوحکم ہوجاتا وہ آپ کے بیگ میں سے تعویذ نکال کر تعمیل کردیتا الغرض آپ خود ملاحظہ فرمائیں، بغیر کسی روحانی شخصیت کے اسقدر مشقت کے ساتھ سفر کرنا اور محض اپنے محبیب کی درخواست پر سفر ہی پیسنجر سے شروع کردینا ہرکس وناکس کے لئے ممکن ہی نہیں لیکن دوسری طرف آپ کا اور سیاست میں اشتغال شاید عام حضرات کوشبہ میں ڈالتا ہے کہ یہ سیاسی پہلو ایک درویش باخدا کے ساتھ کس طرح منسلک ہوسکتا ہے ایسا سوچنا اپنی بصیرت کی کمی ہے اسلام میں سیاست کا اہم مقام ہے جودین سے خارج نہیں لیکن آپ کا سیاست کے انہماک واشتغال کے ساتھ اپنے روزمرہ کے ذکر مشغل اور انفرادی واجتماعی زندگی میں سنت کا رجحان اور اسکا انتہائی ارادتا اہتمام خاص الخاص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی حصہ ہے جوحضرت شیخ کی شخصیت کوممتاز بنادیتا ہے یہ دونوں پہلو ساتھ لیکر چلنا ہرآدمی کا کام

نہیں لیکن ہاں اکمل ترین انسان کی علامت ضرور ہے یا یوں سمجھئے اہل اللہ اور وہ باخدا لوگ جن کا اللہ تبارک وتعالی سے خاص تعلق ہوتا ہے ہمیشہ اپنے کو چھپایا کرتے ہیں اور دنیا میں ایسے حال میں رہتے ہیں لوگ ان کے علوم رتبت سے بیخبر رہتے ہیں آپ کا سیاست میں اشتغال ایک پردہ بھی ہے جو اپنے باطن کو چھپانے کے لئے استعمال کیا گیا مگر یہ بھی معمولی بات نہیں یہ پردہ بھی معمولی پردہ نہیں الغرض آپ کا سیاست میں اشتغال متبع سنت ہونے پر ایک مہر ہے۔ (روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۱۰ فروری ۱۹۵۸ء) (بحوالہ مناقب شیخ الاسلام ص/۱۳۶ تا ۱۳۹)

اتباع سنت کا خیال رکھنا یہی کمال ہے

اتباع سنت کا خیال رکھئے یہی کمال ہے یہی مطلوب ہے یہی رضائے خداوندی کا موجب ہے۔ (ارشادات وخطبات مدنیؒ ص/۳۰۵)

جہاں تک ہوسکے اتباع سنت کا جملہ امور میں خیال رکھئے ۔(ارشادات وخطبات مدنیؒ/۳۱۲)

دینی کام کرنے والوں کے لئے سنن نبویہ کا شیدائی ہونا ضروری ہے

تم لوگ ہرگز امت محمدﷺ کی خدمت انجام نہیں دے سکتے جب تک کہ اپنے آپ کو شریعت کا پابند اور سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کا شیدائی اور اپنے ظاہر و باطن کو جناب رسول اللہﷺ کا نمونہ نہ بناؤ گے لوگ بغیر اسکے آپ کی تقلید کس طرح کریں گے؟ (ارشادات وخطبات مدنیؒ ص/۳۱۲)

حضرت مدنیؒ نماز ایسی پڑھتے تھے جیسے رسول اللہ ﷺ کی نماز ہوتی تھی

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کے اتباع سنت کے واقعات اس قدر مشہور اور زباں زد ہیں کہ ان سب کا لکھوانا تو بہت مشکل ہے اور اسکے دیکھنے والے ابھی تک

بہت موجود ہیں،اس نا کارہ نے اپنے اکابر میں اخیر شب میں رات کوگڑ گڑاتے ہوئے رونے والا دو کو دیکھا، ایک اپنے والد صاحب کواور دوسرے حضرت شیخ الاسلامؒ کو،ایسی ہچکیاں اور سسکیاں لیتے تھے جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہوں،قاری محمد میاں صاحب مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی لکھتے ہیں کہ:

''تہجد میں اول دو رکعتیں مختصر پڑھتے اور اسکے بعد دو رکعتیں طویل جن میں ڈیڑھ دو پارے قرأت فرماتے ،تہجد کی قرأت قدرے جہر سے ادا فرماتے پاس بیٹھا ہوا آدمی غور سے سنے تو پوری قرأت سن سکے،قرأت کرتے وقت اس قدر خشوع ،اتنا گریہ سینہ مبارک سے ایسے کھولتے ہوئے گرم سانس،جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت احادیث میں ذکر کی گئی ہے ،''کان یصلی ولجوفه ازیز کازیز لمرجل من البکاء ''(آپؐ نماز ایسی پڑھا کرتے تھے کہ آپ کے اندرون سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز کی طرح آواز آتی تھی)وہ منظر میں نے اپنی آنکھونسے دیکھا اور کانوں سے سنا،تہجد کی نماز سے فارغ ہوکر پہلے دعاء مانگتے پھر مصلے پر استغفار کرنے کے لئے بیٹھ جاتے ،تسبیح ہاتھ میں ہوتی ،جیب میں سے رومال نکال کر آگے رکھ لیتے ،اگالدان قریب رکھ لیا کرتے ،اس وقت رونے کا جو منظر بار ہا دیکھنے میں آیا ہے وہ کسی اور وقت نہیں آیا،آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں مسلسل جاری رومال سے صاف کرتے جاتے اور استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھوالحی القیوم واتوب الیہ جھوم جھوم کر پڑھتے جاتے کبھی کبھی اور بھی کلمات پڑھتے ،بعض اوقات اسی کرب و بے چینی کے عالم میں فارسی یا اردو کا کوئی شعر بھی پڑھا کرتے ،فجر کی نماز تک یہی معمول رہتا۔(الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر صفحہ/۸۰)

اس ناکارہ زکریا نے پوری، ہندی کے دوہے اس وقت میں بہت سنے ،مفتی مہدی حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضرت مدنیؒ نے دارالعلوم دیوبند کے احاطے میں کیکر کا درخت لگوایا تھا

’’عبادت خداوندی کا یہ ذوق کہ شدید مرض کی حالت میں بھی نماز فجر میں طوال مفصل ہی پڑھا کرتے تھے، سنت کی شیدائیت اتنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی کہ جن امور کو ادنی تعلق بھی رسول اللہ ﷺ سے ہوان پر عمل کرتے تھے، دنیا کو حیرت ہوگی کہ دارالعلوم کے چمن میں کیکر کا درخت لگوایا، لوگوں کو خیال ہوا کہ اس درخت سے کیا فائدہ؟ نہ اس میں پھول نہ پھل، نہ اس سے خوشنمائی نہ یہ زینت چمن، پھر کیوں لگوایا، تحقیق سے پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ سے بیعت لی تھی جو ’’بیعت رضوان‘‘ کے نام زدِ زباں زد خاص و عام ہے، یہ درخت اسکی یادگار ہے‘‘۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ۵۲)

بذل کی تحریر کے وقت جب نظائر والی حدیث ابوداؤد میں آئی جس کی ترتیب مصحف عثمانی کے خلاف ہے تو میرے حضرت قدس سرہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس حدیث کو ایک پرچہ پر نقل کر دو اور مجھے دیدو آج تہجد اسی سے پڑھیں گے، یہ حضرات سنت کے شوق میں ثواب کی کمی کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے، میرے والد صاحبؒ کا مشہور مقولہ تھا کہ سنت کے موافق پاخانہ میں جانا خلاف سنت نفلیں پڑھنے سے افضل ہے۔

حضرت میرٹھیؒ تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۶۲ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا اتباع سنت میں وہ ثبات قدم جس کو استقامت کہتے ہیں ایسا واضح اور عالم آشکارا ہے کہ محتاج دلیل بتانا بے ادبی کے علاوہ گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے، سنت کے ساتھ محبت رکھنے والے دنیا میں اور بھی ہیں مگر اصل حبۃ القلب اور سودائے دل میں اس محبت کا وہ رسوخ بہت ہی کم نظر آئے گا جس کو محویت اور فنائیت کہہ سکیں اور جس کا جسم پر یہ ثمرہ ظاہر ہو کہ کبھی بھول کر بھی بلاقصد امر خلاف شرع صدور نہ ہو، مولوی حکیم محمد اسماعیل صاحبؒ گنگوہی اجمیری نے ایک قصیدہ

آپ کی مدح میں لکھا اور چونکہ موردعنایات ہونے کی وجہ سے بے تکلف زیادہ تھے اس لئے ہر چند حضرت نے سننے سے تنفر فرمایا مگر انہوں نے باصرار سنایا، جب ختم کر چکے تو آپ جھکے اور زمین سے خاک اٹھا کر ان پر ڈالدی، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرے کپڑے خراب ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ منہ پر مدح کرنے والے کی یہی جزاء ہے میں کیا کروں جناب رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ (اکابر علماء دیوبند اتباع سنت کی روشنی میں ص/۳۱)

حضرت مدنیؒ نے مرض الوفات میں بھی خلافِ سنت ٹیک لگا کر کھانا تناول نہیں فرمایا

بیماری کے دنوں میں جب مولانا حسین احمد مدنیؒ پر ضعف ونقاہت کا غلبہ ہو گیا اگر چہ ذکر وعبادت اور سنن ومستحبات کی پابندی جاری تھی تاہم کمزوری کا یہ عالم تھا کہ بغیر سہارے کے بیٹھ نی سکتے تھے، وقت طعام تکیہ سے علیحدہ ہو جاتے خدّام کا اصرار ہوتا کہ حضرت ٹیک لگا کر ہی کھانا تناول فرمالیں مگر اپ اس رخصت وگنجائش پر ہرگز عمل نہ فرماتے اور صاف فرمادیتے ''نہیں بھائی یہ خلاف سنت ہے''' اور ٹیک لگائے بغیر ہی کھانا تناول فرماتے۔ (نقوش علماء دیوبند/۱۶)

حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنی رفتار وگفتار نشست وبرخاست خوردونوش، کواب وبیداری مواقع پیدائش وموت، نکاح ودیگر تقریبات اورعبادات ومعاملات غرض ہر ہر چیز میں اتباع شریعت اور پیروی رسول ؐ کا لحاظ رکھتے ہیں، نمونے کے لئے یہ واقعات بھی کافی ہیں جو بیان کئے جاچکے ہیں، تاہم چوں کہ ''حکایات لذیذ'' ہیں اسلئے کثرت ودرازی بار محسوس نہیں ہوتی چند واقعات جو صفحۂ ذہن پر ابھر آئے ہیں تحریر کرتا ہوں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے ایک روز بخاری شریف کے درس کے دوران فرمایا کہ بفضلہٖ تعالیٰ میں بسرعت (جلدی جلدی) تقریر کرسکتا ہوں لیکن یہ توقف فی الکلام (بولنے میں ٹھہر ٹھہر جانا) بہت مشقت کے بعد حاصل کیا ہے کیوں آخر ٹھہر ٹھہر کر بولنے کی مشق کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی یہی بات تو سننے کے لائق ہے فرماتے ہیں کہ شمائل ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ اس طرح تیزی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے جیسے کہ تمہاری زبان چلتی ہے بلکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ جو شخص آپ کے پاس ہوا سے محفوظ ہو جائے'' (نقوش علماء دیوبند ص/۱۷)

حدیث شریف میں ہے کہ سرکہ نعم الادام (عمدہ سالن) ہے حضرت شیخ الہندؒ کے دسترخوان پر جب سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اس کی طرف توجہ فرماتے بلکہ بعض دفعہ ایک دو گھونٹ بھی بھر لیتے، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ محدث دارالعلوم دیوبند کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سوداوی مادہ کی تکلیف میں مبتلا ہوئے بدن پر پھنسیاں اور بغل میں دنبل نہایت تکلیف دے رہے تھے اطباء نے سرکہ سے سختی سے منع کر رکھا تھا مگر حضرت کبھی کبھی ذرا سا استعمال فرما ہی لیتے۔

کتب شمائل میں حضور ﷺ کی چال اور رفتار کی کیفیت صحابۂ کرام نے ان الفاظ میں بیان کی ہے'' کانما ینحط الی صبب'' کہ جیسے اوپر سے نیچے کو اتر رہے ہیں علماء دیوبند کے اکثر حضرات کا عمل بالسنۃ ایک طرح سے عادت ثانیہ بن گئی تھی جس کے لئے کسی تکلف یا تحریک کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ (نقوش علماء دیوبند ص/ ۱۸)

باب ۴۰

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کا اتباع سنت

حضرت مولانا سہارنپوریؒ قدم قدم پر سنت نبویؐ کی پیروی فرماتے تھے

حضرت مولانا کا سب سے بڑا وصف کمال اتباع سنت تھا کہ آپ زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ عبادات سے تعلق رکھتا ہو یا معاشرت سے قدم قدم پر سنت نبویؐ کی پیروی فرماتے اور کسی حال میں بھی اس بارے میں سرمو فرق نہیں آنے دیتے تھے، سنن ونوافل کا بھی بڑا اہتمام فرماتے ، ہروقت باوضو رہتے ،عموماً سنتیں مکان پر ادا کرتے آپ نماز کے ہر جزء میں سنت واستحباب کی رعایت کرتے ایک بار فرمایا کہ ''جمعہ کے دن فجر کی نماز میں حضور ﷺ کی عادت تھی کہ الٓم تنزیل السجدہ اور سورۃ الدھر پڑھا کرتے تھے شافعیہ نے تو اسکا واجب کی طرح التزام کرلیا ہے کہ کبھی ترک ہی نہیں کرتے اور حنفیہ نے اس کے ترک کا التزام کرلیا کہ کبھی نہیں پڑھتے دونوں فعل سنت کے خلاف ہیں،اولی یہ ہے کہ جمعہ کے دن ان کو اکثر پڑھا جائے احیانا ترک بھی کردے''

حضرت سہارنپوریؒ کی نماز بعینہٖ حضور ﷺ کی نماز کی طرح تھی

آپ نماز میں کامل خشوع وخضوع اختیار کرتے ،مولوی عبداللہ جان لکھتے ہیں:

'' ایک خاص واقعہ جو میں نے حضرت کے متعلق ہمیشہ نوٹ کیا اور وہ میرے دل پر نہایت موثر رہا ہے یہ کہ ادائے نماز کی حالت میں بمصداق کانک تراہ حضرت پر وقار اور خشوع وسکینہ کی ایک خاص حالت طاری رہتی تھی بحمداللہ بچپن سے میری تعلیم وتربیت اور نشست وبرخاست علماء کرام کی صحبت میں رہی ہے مگر حضرت کے سوا میرے ذہن میں اور کوئی مثالی

نہیں جس کو حضرت کی نماز کے مماثل کہہ سکوں۔

حضرت مولانا کے نماز میں خشوع وخضوع اور کمال اتباع سنت کے متعلق مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی لکھتے ہیں:

''حضرت کی نماز جس نے بھی دیکھی وہ کہہ سکتا ہے کہ شاید عمر بھر ایسی نماز نہ دیکھی ہوگی قیام کی حالت میں کیا مجال کہ ادھر ادھر میلان ہو سیدھے ایسے سکون کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے کہ حرکت نام کو نہ تھی پھر قیام بھی طویل ہوتا تھا اور عمر بھی ضعیفی و پیری کی تھی مگر آپ کا سکون دیکھ کر جوانوں کو شرم آتی تھی۔

ہر چند پیر وخستہ وبس ناتواں شدم
ہر گہ نظر بسوئے تو کردم جواں شدم

اس کے بعد رکوع بھی موافق سنت سجدہ بھی موافق سنت ہر رکن میں پوری تعدیل؛ اور ہر جزو میں کامل سکون، سنن وآداب ومستحبات کی پوری رعایت کہ جی چاہتا تھا حضرت کی نماز کو دیکھے جاؤں اور کتابوں میں جو تفصیل پڑھی ہے اسکا مجموعہ مفصل نظر میں ڈال لوں''۔

اپنے اس تاثر کا ذکر کر کے مولانا میرٹھی نے ایک ایسا واقعہ لکھا ہے جس کو پڑھ کر یہ تاثر بھی دل میں پیدا ہوتی ہے کہ آپ کی نماز صرف اپنوں کو ہی اپیل نہیں کرتی تھی بلکہ جو بھی دیکھتا تھا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا واقعہ یہ ہے...

ایک بار آپ سفر میں تھے اسٹیشن پر ظہر کی نماز کا وقت ہوا اور جماعت کا انتظام کیا گیا، آپ نے ظہر کی سنتیں حسب عادت کمال اعتدال کے ساتھ پڑھیں اور پھر فرضوں کی جماعت ہوئی چند انگریز بھی نماز کے منظر کو دیکھ رہے تھے جماعت سے فارغ ہو کر سب نے سنتوں کی نیت باندھی اور جب اس سے فارغ ہو گئے تو ایک انگریز نے ایک نمازی سے پوچھا کہ تم کس کی

نماز پڑھ رہے ہو؟ کہا خدا کی نماز پڑھتے تھے انگریز نے حضرت کی طرف اشارہ کر کے پوچھا اور یہ کس کی نماز پڑھ رہے ہیں؟ کہا یہ بھی خدا کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ انگریز بے ساختہ بولا کہ ہاں یہ پادری تو بے شک خدا کی نماز پڑھتا ہے مگر تم خدا کی نماز نہیں پڑھتے معلوم نہیں کس کی نماز پڑھتے ہو؟۔

جوانی میں ۲۵،۳۰ سال کی عمر تھی مگر اتباع سنت میں آپ کا درجہ سب سے بلند اور ممتاز تھا

آپ کا اتباع سنت صرف عبادات تک محدود نہ تھا بلکہ معاشرتی امور ہوں یا عادات واطوار ان سب میں آپ کا طریقہ کار حضور ﷺ کی پیروی اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کا تھا جب آپ بھاولپور میں تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۵،۳۰ سال کی تھی مگر اتباع سنت میں آپ کا درجہ سب سے بلند اور ممتاز تھا، ایک مرتبہ بھاولپور کے دور قیام میں کسی افسر نے افطار کی دعوت کی جس میں حکومت کے ارکان عمائد، اور معزز حضرات بھی مدعو تھے میز اور کرسیوں کا انتظام تھا، ارکان حکومت میں اکثر حضرات پہلے ہی سے آ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے، تھوڑی دیر میں حضرت مولانا اپنے خدام کے ساتھ تشریف لائے منظر کو دیکھا اور نہایت سادگی اور بے تکلفی کیساتھ ایک طرف دری پر بیٹھ گئے اور فرمایا ''اسلام میں کھانے پینے کا طریق یہی ہے کہ فرش پر بیٹھ کر کھایا جائے میز و کرسی کی ضرورت نہیں'' حضرت مولانا کے اس قول و عمل کے بعد کسی کی بھی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اعتراض کرے بلکہ اس کا اثر یہ پڑا کہ سارے حضرات آپ کے اردگرد آ کر بیٹھ گئے اور سنت کے موافق دسترخوان بچھا اور سب لوگوں نے سنت کے مطابق بیٹھ کر افطار کیا۔

معمولی سے معمولی باتوں میں آپ سنت نبوی کا اہتمام فرماتے تھے

معمولی سے معمولی باتوں میں آپ سنت نبوی کا اہتمام فرماتے اور دوسروں کو تاکید فرماتے کہ وہ ہر موقعہ پر سنت کا اہتمام فرمائیں، کھانا کھانے سے پہلے اگر کوئی ہاتھ نہ دھوتا اور یہ کہتا کہ میں ابھی وضو کر کے یا غسل کر کے آیا ہوں یا میرے ہاتھ صاف اور پاک ہیں تو آپ فرماتے:

''یہ تو کھانے کی سنت ہے طہارت یا نظافت کے لئے نہیں ہے مسلمان جب کھانا کھاوے تو بہ نیت ادائے سنت اول بھی ہاتھ دھووے اور بعد میں بھی'' مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی آپ کے اتباع سنت کے متعلق لکھتے ہیں۔

''ہر امر میں اتباع سنت آپ کی عادت تھی کہ کسی وقت بھی بھول نہ ہوتی تھی۔

مدرسہ کی ایک ضرورت کے لئے آپ نے بندہ کے ساتھ ایک بار مولوی یحی صاحب سہرامی کو کلکتہ بھیجا تو میرے نام تحریر فرمایا، السلام علیکم **قال رسول اللہ ﷺ یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا تطاوعا ولا تختلفا**۔ والسلام خلیل احمد عفی عنہ۔

حضرت سہارنپوریؒ کی پوری زندگی سنت کے مطابق گذری

اتباع سنت کے سلسلہ میں آپ سے بہت سے واقعات ثابت ہیں جن کی تفصیل کی گنجائش نہیں، سفر میں، حضر میں، خلوت میں جلوت میں، ہمیشہ آپ سنت کی پیروی کرتے اور ہر ہر عمل میں حضور ﷺ سے محبت و شیفتگی کا ظہور ہوتا، مختصراً یہ کہ آپ کی پوری زندگی سنت کے مطابق گذری، سلام کرنے میں آپ پہل کرتے کوئی اگر جواب نہ دیتا یا دیتا تو آہستہ اس کے اس طرز عمل سے آپ ناراضگی کا اظہار کرتے اور فرماتے کہ ''سلام کا جواب دینا واجب ہے'' گھر میں تشریف لے جاتے تو دروازہ پر کھڑے ہو کر فرماتے آؤں اور جب پردہ

ہوجاتا تو السلام علیکم کہہ کر داخل ہوتے عورتوں میں مسنون سلام کا رواج کم تھا، آپ اس کی اصلاح فرماتے کہ سلام کا جواب کیوں نہیں دیا عورتیں جواب دیتیں کہ شرم آتی ہے آپ فرماتے دین میں شرم کیسی؟ یہ تو ضعف ایمان ہے اس کا نام شرم کس نے رکھا آپ کی کوشش سے سلام مسنون کا رواج عام ہوگیا، اور عورتیں بھی مسنون سلام (السلام علیکم) کرنے لگیں۔

ایسا بہت کم ہوتا کہ کوئی دوسرا اسلام کرنے میں سبقت لے جائے اکثر آپ ہی سلام کرتے، مولانا عاشق الٰہی صاحب لکھتے ہیں۔

''ایک مرتبہ آپ سلام کرتے ہوئے گھر میں تشریف لائے تو عورتوں نے بجائے وعلیکم السلالم کے السلام علیکم کہا گویا پیر کو خود سلام کیا فرمایا کیوں ہمارا سلام قابل قبول نہیں تھا جو اس کا جواب نہ دیا عرض کیا حضرت چھوٹوں کو سلام میں ابتدا کرنا چاہئے ہم کوشش کرتے ہیں کہ حضرت کے آتے ہی خود سلام کریں گے مگر حضرت اسکا موقع ہی نہیں دیتے اور ہم اپنے عزم پر جلدی سے السلام علیکم کہتے ہیں، فرمایا اس میں چھوٹا بڑا کیا تھا، سنت یہ ہے کہ آنے والا اول سلام کرے اس لئے اس کا جواب دو وعلیکم السلام۔

حضرت کو عشق رسول ﷺ کا وافر حصہ ملا تھا

حضرت مولانا کو عشق رسول اور محبت نبوی کا وافر حصہ ملا تھا اور اسکا اظہار قدم قدم پر ہوتا تھا، یہی وہ عشق نبوی تھا جو بار بار آپ کو دیار محبوب لے جاتا تھا اور اس تمنا کے ساتھ لے جاتا تھا کہ مرنے کے بعد بھی جوار نبی نصیب ہو۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

کبھی آپ کی آرزو وتمنا شیخ عبدالرحیم البرعی کے اشعار میں ڈھل جاتی اور ہر مو، لب

کشا ہوتا۔

ومن لی ان ازورک بعد بعد

صباحا یا محمدا ومساء

واشم تربة نفحت عبیرا

وانظر قبة ملئت ضیاء

حج بطریق سنت ادا فرماتے تھے

یہی وہ جذبہ عشق ومحبت تھا جس نے ایسے فتنہ وفساد کے دور میں مدینہ منورہ پہنچایا، جب مدینہ منورہ کے راستہ میں بدامنی پورے شباب پر تھی اور راستہ اتنا خطرناک اور اتنا وحشت ناک تھا کہ حاجی کا مدینہ منورہ پہنچنا مشکل سے مشکل تھا۔

۱۲۹۲ھ میں جب آپ اپنے پہلے حج کے ارکان ادا کر چکے اور مدینہ منورہ تشریف لے جانا چاہا تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی خلیل احمد کہو کیا ارادہ ہے سنتا ہوں کہ مدینہ منورہ کے راستہ میں امن نہیں اسلئے حجاج بکثرت وطن جا رہے ہیں حضرت مولانا نے اس کا جو جواب دیا وہ آب زر سے، لکھنے کے قابل ہے، آپ نے عشق نبوی سے سرشار ہو کر عرض کیا۔

''حضرت میرا مقصد تو مدینہ طیبہ کا پختہ ہے کہ موت کے لئے جو وقت مقرر ومقدر ہو چکا وہ کہیں بھی نہیں ٹل سکتا اور اس راستہ میں آجائے تو زہے نصیب کہ مسلمان کو اور چاہئے کیا اللہ کا فضل ہے کہ اس نے یہاں تک پہنچا دیا اب اگر موت کے ڈر سے مدینہ طیبہ کا سفر چھوڑ دوں تو مجھ سے زیادہ بدنصیب کون''؟

زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلنے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کا چہرہ خوشی ومسرت سے

کھل اٹھا اور فرمایا۔

''بس بس تمہارے لئے یہی رائے ہے کہ ضرور جاؤ اور انشاء اللہ تعالی پہنچو گے''

یہ شوق وذوق اور دیار محبوب کی زیارت اور بے قراری و بے تابی عشق نبوی کا نتیجہ تھی آپ بادۂ عشق نبی سے سرشار اور اسی میں بے تاب و بے قرار رہتے بقول میرؔ درد کے۔

لاگ گر دل کو نہیں، لطف نہیں جینے کا
الجھے سلجھے کسو کا کل کے گرفتار رہو

آپ کے عشق نبوی کا ذکر مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی اس طرح کرتے ہیں۔

''عشق رسول کی آگ آپ کی رگ رگ میں اتنا اثر کر گئی تھی کہ آپ نے بار بار عرب کا سفر صرف اسی شوق و آرزو میں کیا کہ ہر مرتبہ آپ کی ہجرت کا شور عوام کی زبانوں پر مچا آخر جب وقت آیا تو وہ پورا ہو کر رہا اور وہ آتش فراق بلقائے محبوب ٹھنڈی ہوئی جس نے آپ کو صرف ایک دروازہ کا بنا رکھا تھا۔ (حیاۃ خلیل ص/۳۴۹)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کا اتباع سنت کا اہتمام

حضرت مولانا کا سب سے بڑا وصف کمال اتباع سنت تھا کہ آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ عبادات سے متعلق رکھتے ہوں یا معاشرت سے قدم قدم پر سنت نبویؐ کی پیروی فرماتے اور کسی حال میں بھی اس بارے میں تھوڑا سا بھی فرق نہیں آنے دیتے تھے ہر وقت باوضو رہتے عموماً سنت مکان پر ادا کرتے آپ نماز کے ہر جزو میں سنت واستحباب کی رعایت کرتے اور اسکی دوسروں کو بھی تاکید فرماتے کہ وہ ہر موقعہ سنت کا اہتمام کریں کھانے سے پہلے اگر کوئی ہاتھ نہ دھوتا اور یہ کہتا کہ ابھی وضو یا غسل کر کے آیا ہوں یا میرے ہاتھ تو صاف ہیں تو آپ فرماتے:

یہ تو کھانے کی سنت ہے طہارت یا نظافت کے لئے نہیں ہے مسلمان جب کھانا

کھاوے بہ نیت سنت اول بھی ہاتھ دھوئے اور بعد میں بھی گھر میں تشریف لے جاتے تو دروازہ پر کھڑے ہوکر فرماتے آؤں؟ جب پردہ ہوجاتا تو السلام علیکم کہہ کر داخل ہوتے، عورتوں میں سلام مسنون کا رواج کم تھا آپ اس کی اصلاح فرماتے کہ سلام کا جواب کیوں نہ دیا، عورتیں جواب دیتیں کہ شرم آتی ہے تو آپ فرماتے کہ دین میں شرم کیسی یہ تو ضعف ایمان ہے اسکا نام شرم کس نے رکھا؟

سلام کی سنت کا اہتمام

آپ کی کوشش سے سلام مسنون کا رواج عام ہوگیا، اور عورتیں بھی سلام مسنون السلام علیکم کرنے لگیں، آپ ابتداء بالسلام کا اہتمام فرماتے چنانچہ آپ ایسا بہت کم ہوتا کہ دوسرا اسلام کرنے میں سبقت لے جائے اکثر آپ ہی سلام کرتے۔ (حیات خلیل ص/ ۳۴۷) (بحوالہ اقوال سلف حصہ چہارم ص ۳۰۵ تا ۳۰۶)

حج کی سنتوں کا اہتمام

حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کے حالات میں تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے کہ منی کے قیام میں کھچا کھچ اسباب کے گرد برابر برابر شغدف لگے ہوئے تھے کہ قبیل صبح صادق مطوّف آیا اور شور مچایا کہ عرفات کے لئے تیار ہوجاؤ، دیکھتا ہوں تو حضرت دوشغفوں کے بیچ میں گل نما جو تنگ جگہ چھٹتی ہے اس میں کھڑے ہوئے اپنے مولی کے ساتھ راز ونیاز میں مشغول ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے ہیں، مطوف اور جمالین نے بہت شور مچایا مگر حضرت کے طویل قیام میں ایک آیت کا بھی فرق نہ آیا، تلاوت قرآن جس سکون کو چاہتی ہے اس کا حق ادا فرما کر جب آپ نے سلام پھیرا تو اللہ کے شیر پر غصہ کے آثار نمودار تھے، اور تند و تیز لہجہ میں آپ نے مطوف سے کہا تم بھول گئے، ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ سنت کے خلاف ہم

ہرگز نہ کریں گے اور تم نے اقرار کیا تھا کہ جس طرح کہے گے اسی طرح کروں گا، پھر قبل طلوع آفتاب لے چلنے پر ہم سے کہنے کا تم کو کیا حق ہے کہ فضول پریشان کر رہے ہو؟ مطوف نے کہا میں کیا کروں جمال نہیں مانتے جن پر کسی کا زور نہیں اور یہ اونٹ لے کر چل دیئے تو حج فوت ہو جائے گا، سنت کی خاطر فرض کو خطرہ میں ڈالنا تو اچھا نہیں، اس جواب پر حضرت کا غصہ تیز ہو گیا، بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا ہم نے تم کو مطوف قرار دیا ہے استاد اور پیر قرار نہیں دیا ہے کہ علمی مشورہ لیں، جاؤ اپنا کام کرو ہم شروق آفتاب سے ایک منٹ پہلے بھی نہیں اٹھیں گے ہمارا مال خرچ اور صعوبت برداشت کر کے آنا حج کو بطریق سنت ادا کرنے کے شوق میں ہوتا ہے نہ کہ تمہارے اور جمالوں کے غلام بننے کے لئے ، جمالوں کو اپنے اونٹوں کا اختیار ہے ،ان کا جی چاہے وہ ان کو لے جاویں باقی ہم پر ان کو کوئی اختیار نہیں کہ اٹھنے پر مجبور کریں تم نے بے وقت شور مچا کر ہم کو پریشان کر دیا اور نماز تک نہیں پڑھنے دی ،اسلئے ہم تم کو بھی آزاد کرتے ہیں، اپنے دوسرے حاجیوں کو سنبھالو ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو، اللہ تعالی کا شکر ہے ہم لولے لنجے نہیں ہیں، اور نہ عرفات کچھ زیادہ دور ہے، اونٹ چلے جائیں گے تو پیدل بھی ہم انشاء اللہ پہنچ جائیں گے، مگر تم یہ چاہو کہ سنت چھوڑ کر تمہارا کہنا مانیں سو اس کی ہرگز ہم سے توقع مت رکھو۔

ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید نے ضلع رہتک کے ایک عالم کی صفائی کرتے ہوئے یوں کہا کہ حضرت! وہ تو حضور کے رشتہ دار ہیں اور بالکل ہمارے ہم خیال ہیں، صرف بعض عقائد میں کچھ یوں ہی جزوی سا اختلاف ہے جیسا باہم ائمہ میں .....وہ صاحب اپنی تقریر ختم نہ کر پائے تھے کہ آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہو گئے اور آپ نے تعجب کے ساتھ فرمایا کہ ہائیں! عقائد میں اور اختلاف؟ یہ تو جزوی ہونا خود ہی آپ کو تسلیم ہے میرا تجربہ تو یہ ہے کہ عقائد مین جز تو جز اگر بالکل بھی اختلاف نہ ہو مگر شک اور شبہ کا درجہ ہو تو وہ بھی برباد اور گمراہ ہوئے بغیر نہیں بچتا، پھر اس کو ائمہ کے اختلاف سے تشبیہ دینا تو بڑی ہی دلیری کی بات ہے، پس

چاہے عمل میں کتنی ہی کمزوری ہومگر خدا نہ کرے کہ کوئی مسلمان بدعت کوسنت سمجھے یا سنت کے سنت ہونے میں شک لاوے کہ یہ بلائے بے درماں، مہلک اورسم قاتل ہے۔ (تذکرۃ الخلیل ۳۵۵)

سفر وحضر میں بھی آپ مسواک کا بہت اہتمام فرماتے تھے

مسواک سفر میں بھی آپ کے کرتہ کی جیب یا تکیہ کے غلاف میں رہتی تھی اورکوئی وضوآپ کا مسواک کے بغیر نہیں ہوتا تھا۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ''ارواح ثلثہ'' میں لکھا ہے کہ اکبری مسجد میں پہلی صف میں ایک پتھر بیٹھ گیا تھا جس کی وجہ سے وہاں گارہ ہوجاتا تھا اورلوگ اس کی وجہ سے چھوڑ کر دوسری صف میں کھڑے ہوجاتے تھے، حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اوروہ زمانہ ان کے بہت عمدہ کپڑا پہننے کا تھا مگر وہ آکر صف اول میں اسی جگہ کھڑے ہوئے جہاں کیچڑ تھی، یہ اتباع سنت کے شوق کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا سنتوں کے اہتمام کی تلقین کرنا

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جن سے بیعت لیتے تھے ان کو اتباع سنت کی بہت تاکید کرتے تھے مولانا عبدالحی صاحب سے ایک دفعہ کہا کہ اگرکوئی امر خلاف سنت مجھ سے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کردینا، مولانا عبدالحی صاحبؒ نے کہا جب کوئی مخالف سنت فعل آپ سے عبدالحی دیکھے گا تو عبدالحی آپ کے ساتھ ہوگا ہی کہاں یعنی ہمراہی چھوڑ دے گا، مولانا عبدالحی صاحبؒ کے اتباع سنت کی نگرانی کا یہ عالم تھا کہ اپنے شیخ کو بھی خلاف سنت پرٹوک دیتے تھے، ایک دفعہ حضرت سید صاحبؒ کی نئی شادی ہوئی تھی، نماز میں اپنے معمول سے کچھ دیر سے تشریف لائے، پہلے دن تو مولانا عبدالحی صاحب نے سکوت کیا، دوسرے دن بھی دیر ہوگئی کہ تکبیر اولی فوت ہوگئی، مولانا عبدالحی صاحبؒ نے سلام پھیر کر فرمایا ''عبادت الہی ہوگی

یا شادی کی عشرت'' سید صاحبؒ نے اپنی غلطی کا اعتراف فرمالیا۔(اکابر علماء دیوبند،اتباع شریعت کی روشنی میں/۴۴)

باب ۴۱

حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کا اتباع سنت

اتباع سنت کا راستہ ہی صراطِ مستقیم اور سیدھا راستہ ہے

انسان کے کامل اور مکمل ہونے کے لئے اتباع سنت ہی کسوٹی اور دلیل ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم،**

اے محمد ﷺ آپ لوگوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنے کا دم بھرتے ہو،تو میری اتباع کرو میری سنت پرعمل کرو پھراسکے نتیجہ میں اللہ سبحانہ وتقدس تم کو اپنا محبوب بنالیگا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اور یادرکھو جس نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اسنے بہت بری کامیابی حاصل کرلی یہی اللہ تعالیٰ سے محبت کا معیار بھی ہے اتباع سنت ہی فوزوفلاح اور کامیابی بھی اطاعت خداوندی اور تباع رسول ﷺ پر ہی معلق ہے اورمنزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اتباع سنت رسول ہی ایسا راستہ ہے جو بالکل مستقیم اور سیدھا اوراس پر چلنے والا گمراہ اور بھٹکنے والا نہیں ہوسکتا۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

اسلئے تمام اکابراولیاء اللہ بزرگان دین اپنے ہرقول وفعل رہن سہن غرضکہ ہر چیز میں سنت رسول پرعمل کرتے ہیں، مولانا یحیٰ صاحبؒ بھی جن کو والد صاحب سے وراثت میں یہ چیز ملی تھی اتباع سنت کے پرتو کامل تھے حضرت شیخ لکھتے ہیں:

سنت کے مطابق استنجاء کرنا خلاف سنت نفلیں پڑھنے سے زیادہ افضل ہے

میرے والدصاحب نوراللہ مرقدہ کاایک بہت مشہورقول جوسینکڑوں دفعہ سنا ہوگا کہ: اتباع سنت کے ساتھ اتباع کی سنت سے پائخانہ میں جانا خلاف سنت نفلیں پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔

خدا کا ماننے والا مسلماں ہو نہیں سکتا
بجز حب نبی کامل یہ ایماں ہو نہیں سکتا

(سیرت مولانا یحیٰ صاحبؒ ص/۲۳۲۔۲۳۳)

باب ﴿۴۲﴾

بانیٔ تبلیغ حضرت جی اول حضرت اقدس مولانا الیاس صاحبؒ کا اتباع سنت اور سنت رسول سے عشق

حضرت جیؒ نے وفات سے پہلے حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کو بلا کر اشاعت سنت کی تلقین اور وصیت فرمائی

مولانا کو اتباع سنت کا جیسا اہتمام تھا اس کی نظیر اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے ان کے اس اہتمام اور التزام سے ائمۂ سلف کی یادتازہ ہوتی تھی، چھوٹی چھوٹی سنتوں کی تلاش اور تتبع، پھران

کی پابندی اوراشاعت کا شوق چھوٹی اور جزوی سنت کو بھی عملا بڑااوراہم سمجھنا مولانا کا طبعی ذوق تھا،آخری دن جوزندگی کا مصروف ترین دن ہوتاہے ،شیخ الحدیث مولانا محمدزکریا صاحب کوبلاکر بڑے اہتمام سے فرمایا کہ ’’میں تم کووصیت کرتا ہوں کہ احادیث سے حضورﷺ کے واقعات وعادات واخلاق کاتتبع کرکےان کے پھیلانے کی جتنی سعی کرسکتے ہوکرتے رہیو‘‘۔

بعض خدام جوحاضرنہیں تھے،حاجی عبدالرحمٰن صاحب کے ذریعہ ان کووصیت فرمائی اوران کے نام پیغام چھوڑاجس میں سب سے زیادہ تاکیداتباع سنت کی تھی اور یہ کہ فقہا کی اصطلاحیں اورتقسیم برحق بجائے خودصحیح ہے مگرآنحضرتﷺ سے جس چیز کی نسبت ہواس کوعملا ضروری ہی سمجھنا چاہئے۔

مرض الوفات میں بھی دوآدمیوں کے سہارے مسجد میں آکر اتباعِ سنت کی غرض سے جماعت سے نماز پڑھتے تھے

محبت واتباع کےغلبہ نےعبادات کےعلاوہ عام عادات پربھی اثرکیا تھا،عادات وطبعی امورمیں بھی آنحضرتﷺ سے مشابہت کوان کا جی چاہتا تھا،مرض الوفات کےدرمیانی زمانہ میں دوآدمیوں کی مدد سے مسجد میں نماز کے لئے آتے،چاہتے تھے کہ اس میں بھی وہی مسنون کیفیت ہو،جوآنحضرتﷺ کی مرض وفات میں مسجد میں آنے کی احادیث میں بیان کی گئی ہے ،فَقَامَ یُهَادیٰ بَیۡنَ رَجُلَیۡنِ وَرِجۡلاہُ تخطّانِ فِی الۡاَرۡضِ (دوآدمیوں کےسہارےتشریف لائے اور پاؤں پرزورنہیں دے سکتے تھے)کبھی اگراسکےخلاف کیفیت ہوتی توگرانی ہوتی۔

اتباع سنت کاایک دقیق،نہایت لطیف اور بلند درجہ یہ ہے کہ اعام انسانی حالات وحوادث سے حدودشریعت کے اندرطبعی طورپرمتاثر ہوا جائے،آنحضرتﷺ کوان واعات پرجوبشری

طور پر رنج وحزن کا باعث ہیں طبعی طور پر حزن بھی ہوتا تھا اور سرور کے مواقع پر سرور اور شکر کیفیت بھی پیدا ہوتی تھی ،بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ سلوک وتصوف اور کمالی وترقی یہ ہے کہ انسانی احساسات اور بشری تاثرات وکیفیات سے انسان بالکل آزاد ہوجائے ،نہ اس پر حزن کبھی طاری ہونہ کوئی چیز سرور پیدا کرسکے۔

حضرت مجدالفثانیؒ نے ایک کامل بزرگ کے اس واقعہ پر تنقید کی ہے کہ جب ان کوفرزند کے انتقال کی خبردی گئی توانہوں نے بہت بے اعتنائی سے ساتھ اپنے عدم تاثر کا اظہار کیا اور ذرا بھی رنج کا اظہار نہیں کیا مجدصاحبؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرتﷺ کے فرزند حضرت ابراھیم کا انتقال ہوا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے گئے۔

تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزُنُ الْقَلْبُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّامَايَرْضٰى رَبُّنَاوَاَنَابِكَ يَااِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ.

ترجمہ: آنکھیں نم ہیں دلمیں غم ہے مگر زبان سے وہی نکلے گا جو ہمارے رب کو پسند ہے اورہمیں اے ابراھیم تمہارا بہت ہی رنج ہے۔

غالبا مولانا کی نظر سے مجددصاحبؒ کا یہ تنقید کبھی نہیں گزری ہوگی لیکن ایک بچہ کے حادثہ پر اسکے والدکو بالکل یہی مضمون لکھا جوکمال اتباع فہم شریعت اور تحقیق کا نتیجہ ہے۔

"آپ نے یوسف کوتحریر لکھی ،اس سے آپ کے رنج کا نہ ہونا ٹپکتا ہے یہ شرعا منکر ہے ،رنج کی باتوں سے واقعی رنجیدہ ہونا یہ انشاء اللہ تمہیں ضرور ہوگا لیکن رنج سے متاثر ہونے کا اظہار بھی ضروری ہے ،حق تعالی جیسے حالات بھیجیں ان کے مناسب تاثر اور اسکا اظہار آپ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ ضروری ہے"۔ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اوران کی دینی دعوت/۲۴۴)

ایک گاؤں میں جہاں دین کے اثرات نہیں تھے ،دین کے اثرات اوردین کی دعوت

قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہونے کے لئے اسی طریقہ کے اختیار کرنے کی ایک خط میں ہدایت فرماتے ہیں:۔

ان کو براہ راست خطاب کرنا جب کہ خطاب کی ناقدری شروع کردی ہے، ٹھیک نہیں، اسکے پاس دو دو چار چار کوس کے جو جو گاؤں ہیں ان سب جگہوں کے میانجی صاحبان اور ٹھونڈوں (سربرآوردہ لوگوں) کے حالات تحقیق کرکے ان کو جماعتیں لیجانے کی تاکید کریں اور اس عمومی کوشش سے انداز دیکھتے رہو، اس طرح ان کے اندر صلاحیت پیدا ہو جاوے گی اور پھر خطاب مفید ہوگا ورنہ پہلے سے بھی زیادہ خطرہ ہے۔

ہمیشہ آدمی ماحول کا اثر لیا کرتا ہے، یہ ہماری تبلیغ کا خلاصہ ہے، عام ہوا کا اور اپنے ماحول کا ہمیشہ آدمی اثر لیا کرتا ہے، اپنے ماحول کے خلاف جما دینا بڑا مشکل ہے، اسلئے زیادہ تر کوشش عام ہوا کے بدلنے میں رکھنی چاہیئے۔''

مولانا اصل دین کی کوشش اور دین کے متفق علیہ اجزاء کی اشاعت وترویج کو اس زمانہ کے تمام فتنوں اور امراض کا علاج، سنتوں کے فروغ اور ہر دینی خیر وبرکت کے پھیلنے کا سبب سمجھتے تھے آپ کے نزدیک صحیح ترتیب یہ تھی کہ مسلمانوں کی پوری زندگی کو ایمان اور دین کے سایہ کے نیچے لانے کی کوشش کی جائے، اسی سے اس کی زندگی کی چول بیٹھے گی،

ایک دوست کو تحریر فرماتے ہیں:

''ہمت کو اصل دین کے لئے بلند رکھو، ہمت کو چست کرو، حضرت محمد مصطفی ﷺ کی روح مبارک اس قدر سرسبز ہوگی کہ خیال وگمان وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، اور اللہ چاہے ایسی کھلی ترقی دیکھو گے کہ کوئی طاقت اس کا ادراک نہیں کرسکتی''۔

ایک دوسرے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''میرے دوستواس میں کوشش کرنے سے سینکڑوں حضورؐ کی سنتیں زندہ ہوں گی اور ہر ہر سنت پر سو شہیدوں کا ثواب ملے گا تم خود دیکھو کہ ایک شہید کا کتنا بڑا رتبہ ہے''۔(حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اوران کی دینی دعوت ص/۳۰۷)

مولانا الیاس صاحبؒ حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک فقرہ اکثر دہراتے تھے جو آپ نے حضرت حسینؓ سے بطریق وصیت فرمایا تھا کہ اب اس امت کا کام بطریق دعوت ہوگا۔

مولانا نے کسی ایسی جماعت میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا جس کا کام اصول سے ہواور آپ کے نزدیک موجودہ اختلافات ،انتشار اور خرابیوں کا سبب ہی یہ تھا کہ دعوت سے پہلے سیاست شروع کردی گئی ہے،اور دینی کام کو مغربی سیاست و تنظیم کے طریق سے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔(حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اوران کی دینی دعوت/۳۰۴)

اصلاح کے لئے ماحول اور فضا کی تبدیلی ضروری ہے

مولانا الیاس صاحبؒ نے جس مبارک موحول میں ابھی تک پرورش پائی تھی وہاں کی دینی غیرت وحمیت جذب اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ کسی منکر کو زندہ رہنے کی فرصت دی جائے اور کسی چھوٹے سے چھوٹے معروف کی ترویج میں بھی انتظار و تاخیر سے کام لیا جائے ،اور حق یہ ہے کہ اسی استقامت ہی نتیجہ ہے کہ اس دینی حلقہ کے اندر بیسیوں معروفات کا رواج ہوگیا،بیسیوں منکرات دب گئے اور متعدد مردہ سنتیں ان حضرات کی جدوجہد اور قربانیوں سے زندہ ہوگئیں۔فجزاھم اللہ عن الاسلام خیر الجزاء،

دینی حمیت اور عشق سنت مولانا کے خمیر میں تھا

یہ دینی حمیت اور یہ عشق سنت مولانا کے خمیر میں تھااوراس ماحول میں اس کی مزید پرورش اور استحکام ہوا۔

مگراس ماحول سے بالکل مختلف اللہ تعالی نے مولانا کی بصیرت پر یہ نکتہ منکشف فرمایا کہ کہ منکرات کے مٹانے کا یہ طریقہ نہیں کہ ایک ایک منکر کے مٹانے کے درپے ہوا جائے، ایک منکر کے مٹانے کے لئے بعض اوقات عمریں گذر جاتی ہیں اور وہ پھر بھی نہیں مٹتا، اگر وہ مٹ بھی جاتا ہے تو صرف ایک مقامی اصلاح ہوتی ہے اور بعض اوقات ایک دوسرا منکر پیدا ہو جاتا ہے، دنیا میں اس وقت صدہا منکرات ہیں، عمریں ختم ہو جائیں تو بھی وہ سب نہیں مٹ سکتے۔

(حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اوران کی دینی دعوت/ ۳۰۵)

باب ﴿۴۳﴾

قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا اتباع سنت اور سنت رسول اللہ ﷺ سے عشق ومحبت، ان کی عملی زندگی اور ارشادات کی روشنی میں

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولا ما محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کی چند جھلکیاں اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ جس طرح حضرت قطب الاقطابؒ نے احادیث کی شرح کرنے میں حدیث کے ہر ہر جزو کو تفصیل سے بیان فرمایا اسی طرح اس امام ربانی نے زندگی کے ہر شعبہ عبادات، اخلاق و عادات معاشرت ومعیشت میں سنت کے ہر ہر جزو ع پرعمل کرکے بھی دکھلا دیا اور حضور ﷺ کے سچے وارث ہونے کا حق ادا کر دیا۔

حضرت شیخ زکریاؒ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اتباع سنت سے پرنور تھا

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی کا ایک ایک

لحہ اتباع سنت سے پرنور اور جناب رسول ﷺ کے عشق سے معمور تھا، چنانچہ ہندوستان میں قیام کے دوران دیار حبیب سے دوری پر بیقرار رہتے تھے بالآخر ''تعلق'' کام آیا اور جوار حبیب ﷺ میں عمر بھر کی بیقراری کو قرار آہی گیا۔

زیرنظر کتاب کو پڑھتے وقت چوں کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی پاکیزہ زندگی کا یہ اہم گوشہ نگاہوں کے سامنے آتا ہے اوراس سے اتباع سنت کا شوق پیدا ہوتا ہے اس لئے جب مدینہ طیبہ کی حاضری کے دوران ڈاکٹر محمد اسماعیل المینی اور مکہ مکرمہ میں حضرت نوراللہ مرقدہ کے مخصوص خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی دام مجدہم اور دیگر اکابر سے ملاقات ہوئی اور ہندوستان میں اس ناکارہ کو اس کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری سونپی گئی تو میں نے تعمیل حکم میں اپنی سعادت سمجھی۔

مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند، دینی تعلیم اوردعوت وتبلیغ کے ساتھ ساتھ علوم قرآن وحدیث کی اشاعت کی قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے، زیرنظر کتاب کی اشاعت اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، دعا ہے حق تعالیٰ شانہ اسے قبول فرمائیں اور ہم سب لوگوں کو اتباع سنت اور عشق رسول اللہ ﷺ کی حرارت نصیب فرمائیں۔ آمین (فقیر سید خلیل حسین، مہتمم مدرسہ اسلامیہ اصغریہ دیوبند)

حضرت شیخ کی تمام باتیں سنت نبوی ﷺ کے مطابق تھیں

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے اوائل ۱۴۰۲ھ ہندوستان کے دورہ پرتشریف لے جانے کے بعد حضرت کی شدید علالت اور مدینہ پاک جلد واپسی کی خبریں آنا شروع ہوگئیں، مگر فوری واپسی نہیں ہوئی ،حضرت یہاں سے جتنے دنوں کا ارادہ فرما کر گئے تھے اتنے دن وہاں قیام فرما کر واپس تشریف لائے ،گویا جتنے دنوں کی مدینہ پاک سے جانے کی اجازت یا حکم تھا اتنا ہی وہاں قیام رہا، ان دنوں یہاں پر احقر کی طبیعت بہت

پریشان تھی ایک روز دل بہلانے کے لئے حضرت اقدس کی کوئی کتاب پڑھنے کا ارادہ کیا تو ہاتھ میں خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی آگئی جس کے مطالعہ سے ارشادات نبوی ﷺ اور اسکے ضمن میں درود شریف ، ذکر اللہ اور حضرت اقدس کی شرح کے جملہ انوارات بیک وقت حاصل ہو کر خوب جی لگا، یہ مبارک کتاب تو پہلے بھی کئی دفعہ پڑھی ہوئی تھی مگر اس مرتبہ ایک عجیب بات حاصل ہوئی کہ حضور اقدس ﷺ کے عادات واخلاق اور معمولات اور واقعات میں سے جو پڑھتا اسی کے مطابق حضرت اقدس کے معمولات اور واقعات یاد آتے جاتے تھے بہت پرانے پرانے واقعات یاد آئے ، اور حضرت کے وہ معمولات جو اب معذوری کی وجہ سے چھوٹ چکے ہیں وہ بھی آنکھوں کے سامنے آتے گئے ، جس سے حضرت کا فنا فی الرسول ہونا ایسے واضح ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث یاد آئی ۔

عن سعدابن هشام قال ،سألت عائشة ام المؤمنين رضى الله عنهان فقلت اخبرنى عن خلق رسول الله ﷺ فقالت اماتقرأ القرآن؟ فقلت بلى فقالت كان خلقه القرآن. (مسلم) شمائل الرسول ابن کثیر، ص/ ۵۸

ترجمہ: سعد بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتایئے؟ انہوں نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ؟ میں نے کہا پڑھتا ہوں تو فرمایا کہ آپ کے اخلاق تو بالکل موافق قرآن تھے۔

اسی طرح بندہ سے اگر کوئی حضرت اقدس کے عادات و معمولات کے متعلق پوچھے تو بندہ بلا تکلف کہہ سکتا ہے کہ **خلقه خلق رسول الله** ﷺ یعنی حضرت شیخ کی تمام باتیں سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہیں۔

کاملین صوفیہ کے تمام ہی حالات حضور ﷺ ہی کے احوال سے اخذ کئے گئے ہیں لیکن

نبی کریم ﷺ کی ذات جامعیت کے کمال پر تھی، بعد میں جامعیت کا یہ درجہ تو نہیں رہ سکا اسلئے حضرات صوفیۂ کرام میں کسی جگہ حضور ﷺ کی ایک عادت کا ظہور ہوا، اور کسی جگہ دوسری حالت کا شیوع ہوا۔

لیکن ہمارے آقاء ومرشد میں سب سے زیادہ جامعیت کا کمال ہے، اگر کوئی حضرت کی سیرت لکھے تو حضرت کی بڑی خصوصیات میں اخلاص، زہد اور جامعیت کو خصوصیت سے بیان کرے گا، کیونکہ ان کا امام شریعت، وطریقت ہونا اور قطب الاقطاب ہونا ظاہر ہے، اور قطب کا مقام صوفیاء کی اصطلاح میں حضور ﷺ کے قلب مبارک پر ہوتا ہے اور اسکا قلب محل نظر باری تعالیٰ ہوتا ہے، جیسا کہ ''امدادالسلوک'' میں اس کی تصریح ہے۔

اخلاص وکمال اتباع سنت حضرت شیخ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی

شمائل ترمذی کے مطالعہ کے دوران بندہ کو جو مذکورہ بالا کیفیت حاصل ہوئی اس کو بندہ نے اپنے یار طریقت ڈاکٹر اسماعیل صاحب سے ذکر کیا تو اول تو انہوں نے پھر دوسرے بزرگوں نے بھی حکم فرمایا اس تطابق کے لحاظ سے حضرت اقدس کے حالات ومعمولات جمع کئے جاویں مگر یہ مجموعہ اتباع سنت کی ترغیب میں بہت مفید ہوگا، اور عشق رسولؐ اور نزول رحمت کا باعث ہوگا اور حضرت کے متوسلین کے لئے حضرت کے فیوض حاصل ہونے کا سبب بھی ہوگا کیونکہ اس کے پڑھتے وقت شیخ سے رابطہ ومحبت میں اضافہ ہوگا، جو حصول فیض کی کلید ہے۔

چنانچہ آج مورخہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ بروز بدھ بنام خدا اس رسالہ کو شروع کردیا، اللہ تعالیٰ تکمیل کرادے اور مرتب اور قارئین کرام کو اپنے پاک رسول ﷺ کا سچا عشق اور کامل اتباع نصیب فرما کر اپنی رضا ومحبت سے نوازے۔

اس رسالہ میں ہر باب کے متعلق اول قرآن پاک کی آیت، پھر رسول ﷺ کی عادات

شریفہ کے متعلق حدیث شریف نقل کی جائے گی، اس کے بعد اس کے مطابق حضرت اقدس کا معمول لکھا جائے گا، اس طرز پر فی الحال چالیس احادیث جمع کرنے کا ارادہ ہے اور احادیث کے انتخاب میں ان سنن مبارکہ اور احکام نبوی ﷺ کا لحاظ رکھا جائے گا جن پر آج کل عوام وخواص میں بالعموم عمل متروک ہو چکا ہے، اور اتباع سنت کے جذبے سے حضرت اقدس کے معمولات میں ان کا اہتمام رہا ہے، اسی طرح سے انشاء اللہ تعالی چہل حدیث کی تبلیغ اور مردہ سنتوں کے احیاء کی کوشش میں جس کے متعلق ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

من احیٰ بسنتی عندفسادامتی فله اجر مائة شهید.

اس رسالہ کا شمار ہوجائے تو اللہ کے کرم سے کیا بعید ہے، **وماذلک علی الله بعزیز**

اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰه .

ترجمہ: اے محمد (ﷺ) اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تعالی جل شانہ تمہیں محبوب بنالے گا"

"درمنثور" میں کثرت سے روایات ذکر کی گئی ہیں کہ بہت سے لوگوں نے یہ دعوی کیا کہ ہمیں اللہ تعالی سے محبت ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اللہ جل شانہ نے حضور اقدس ﷺ کے اتباع کو اپنی محبت کے لئے علامت قرار دیا حضرت ابن عمر رضی اللہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

"کہ تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس کے تابع نہ بن جائیں جو میں لے کر آیا ہوں"۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالی اسی آیت کی تفسیر میں حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے

ہیں کہ:

''میرا اتباع کرو نیک کاموں میں، تقویٰ میں، تواضع میں اور اپنے نفس کو ذلیل سمجھنے میں''

مشہور صوفی شیخ ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ میرے قلب میں بعض صوفیانہ رموز وارد ہوتے ہیں مگر میں انہیں بغیر دو گواہ (کتاب وسنت) کے قبول نہیں کرتا۔

قال اللہ تعالیٰ: ومن يطع الرسول فقداطاع الله :

یعنی اطاعت رسول خدا تعالیٰ کے حکم ہی کا ماننا ہے۔

اصل چیز اتباع سنت ہے اور جس کو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائے

اصل چیز اتباع سنت ہے اور جس کو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائے گا جو شخص اتباع سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ کے نزدیک محبوب ومقرب ہوگا، روشن دماغی چاہے اس کے پاس کو بھی نہ آئی ہو، اور جو شخص اتباع سنت سے جتنا دور ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی اتنا ہی دور ہے چاہے وہ مفکر اسلام، مفکر دنیا، مفکر سموات بن جائے۔

باب الاخلاص واحضارالنية :فی جميع الاعمال والاقوال والاحوال البارزة والخفية .

قال الله تعارک وتعالی:

ومـاامـروا الاليـعبـدالـلـه مـخـلـصيـن له الدين حنفاء ويقيموا الصلوٰة ويؤتوا الزكوٰة وذالک دين القيمة

عـن عـمـرؓ قـال سـمعت رسول الله ﷺ يقول :انماالاعمال بالنيات، الحديث

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا یا رسول اللہ ﷺ نے کہ سارے

اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

فائدہ: یہ حدیث پاک بہت ہی اہم حدیث ہے اور اسکی اہمیت کے پیش نظر حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ''المسند الجامع الصحیح'' میں سب سے پہلے اسی حدیث پاک کو نقل فرمایا ہے، اور اس کو اصطلاح میں ''اخلاص اور للّٰہیت'' تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا خلاصہ عام فہم یہ ہے کہ جو بھی عبادت اور جو بھی دینی کام کیا جائے وہ صرف اور صرف اللہ جل شانہ کی رضا کے لئے کیا جائے کوئی اور مقصد اس کے علاوہ نہ ہو، اب ہم اس سلسلہ میں اپنے حضرت اقدس کا عمل مختصر نقل کرتے ہیں۔

ویسے تو حضرت اقدس کی ساری زندگی اور ساری ہی دینی خدمات للہ فی اللہ ہی رہیں اور ہر کام میں سوائے رضاء الٰہی کے اور کوئی مقصد نہیں رہا، بڑی بڑی چیزوں میں، اور چھوٹی سی چھوٹی باتوں میں بھی حضرت اقدس کے پیش نظر اپنے مالک اور خالق کو خوش کرنے کے علاوہ اور کوئی خیال کبھی نہیں آیا، حتیٰ کہ کبھی بازار سے بہت تھوڑی سی چیز بھی خریدنے کی نوبت آئی تو وہ بھی کسی مہمان کی نیت سے خریدی گئی، اس کی شرح اور تفصیل کے لئے بہت سے صفحات بھی کافی نہیں ہوں گے، ہم صرف یہاں ایک اہم واقعہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔

ہمارے حضرت اقدس کی ساری زندگی اور ساری جوانی جس بیش قیمت اور بیش بہا مشغلہ میں خرچ ہوئی وہ خواص وعوام سے اب پوشیدہ نہیں ہے حضرت اقدس کا وہ مبارک کارنامہ شروح حدیث کا جو ''اَوْجَــزْ'' اور ''بــذل'' کی شکل میں عرب وعجم میں پہنچ چکا ہے اور جس کی خاطر نہ معلوم حضرت والا کو کیا کیا قربان کرنا پڑا، دنیوی بڑے بڑے عہدے اور معقول اونچی تنخواہیں اور عالم شباب کے جذبات اور امنگیں اور راتوں کی راحتین اور شیریں خواب، اور اسکے علاوہ اللہ جل شانہ ہی جانتا ہے کہ کن حالات کو اپنے مولیٰ کی رضا کی خاطر سب

کو ٹھکرا دیا اس کے بعد جب اللہ جل شانہ نے پردۂ غیب سے ان کتب کی ٹائپ کی طباعت کا انتظام فرما دیا اور بڑی محنتوں اور مشقتوں اور لاکھوں کے اخراجات کے بعد جب ''بذل'' اور ''اوجز'' ٹائپ پر چالیس سالہ تمناؤں کے بعد طبع ہوئی تو حضرت کے ایک عزیز اور مخلص نے حضرت والا سے یہ عرض کیا کہ:

''حضرت آپ لاکھوں کے مصارف سے یہ کتب طبع کرا رہے ہیں اور آپ ان کی رجسٹری تو کرائی نہیں؟ جونہی یہ کتب طبع ہو کر منظر عام پر آئیں گی فوراً ہی کوئی تاجر اس کو آفسٹ پر طبع کرالے گا اور آپ کی قیمت کے چوتھائی پر اس کو فروخت کریگا، اسکا تو کام بن جائے گا، اور آپ کی کتابیں بوجہ گراں ہونے کے یوں ہی رہیں گی''۔

اس پر حضرت والا نے جواب دیا اور جواب بھی ماشاء اللہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے طرز پر جس کو قرآن پاک میں جابجا نقل کیا گیا ہے۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ

''ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی ایسا ارادہ کرے گا تو میں اسکو فوٹو پیسے اپنے پاس سے پیش کروں گا''۔

اور آگے حضرت والا کا توکل بھی پڑھنے کے قابل ہے اور دل کی گہرائی میں بسانے کے قابل ہے، فرمایا ''پھر میری کتابیں بھی فروخت ہو جائیں گی''۔

چنانچہ دونوں باتیں اسی طرح ظہور میں آئیں کہ حضرت کی کتاب ابھی تجلید کے مرحلہ میں تھی کہ دوسروں کی چھپی ہوئی بازار میں آکر بکنا شروع ہوگئی جس کو دیکھ کر حضرت کو بہت ہی مسرت، ہوئی اور اس طرح سالوں کی دیرینہ تمنا اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے حضرت والا کی پوری فرمائی، اور اس جدید طباعت کی تکمیل پر نبوی جواہر پاروں کو عمدہ طباعت

اورخوبصورت تجلید میں دیکھ کرحضرت والاکوجوخوشی اورمسرت ہوئی تھی اسکے دیکھنے اوراجاننے والے اب تک موجود ہیں،اور جہاں تک اس سے مالی منفعت کاتعلق ہےاس کے متعلق تو کچھ لکھنا بھی شاید بےادبی ہی ہوگا،اتنے ہی فقرہ پراکتفاءمناسب معلوم ہوتاہے کہ حضرت اس سے کوسوں دور چلے گئے ،اورحضرت کے متعلقین تقریبااس سے بخوبی واقف ہیں،کہ بہت سی کتابیں تومدارس اوراہل علم کے پاس ہدیۃً بھجوادیں اورجوبچ گئیں بمشکل اس سے اخراجات پورے ہوئے،مدینہ منورہ میں دوبارہ چھپنا شروع ہوگئی جس کے مالی منافع سےحضرت نے کوئی تعلق نہیں رکھا۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت والاکامقصدان شروح حدیث سے ان کی نشرواشاعت ہے اوراس پرلاکھوں کے اخراجات سے صرف اللہ جل شانہ کی خوشنودی اوررضا حاصل کرنا تھااوربس۔جزاہ اللہ عناوعن الاسلام والمسلمین خیرالجزا واحسن الجزا۔

اوریہی وجہ ہے کہ اس ضعف وپیری میں اورگوناں گون امراض کے باوجودحضور پاک ﷺ کی دعانضراللہ امرءاحدیث کاصاف مشاہدہ ہوتاہےاوربےاختیارزبان پرآتاہے۔

له محيا جميل باهر نضر وفي الملاحة فاق الترك والعربا

آپ کامکھڑاجمیل روشن اورتروتازہ ہےاورملاحت میں آپ ترکوں اورعربوں پرفائق ہیں۔

مذکورہ کتب کی مقبولیت کے بارے میں حضرت قطب الاقطاب کااپنارویاءصالحہ جس میں اللہ کے حبیب ﷺ کی زیارت ہوئی جس کے متعلق بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ کوخواب میں دیکھااس نے مجھ کوہی

دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا۔

۱۱/ رجب ۱۴۰۱ھ بروز جمعہ احقر راقم الحروف حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کو بہت خوش دیکھا، فرمایا آج بہت اچھا خواب آیا، پھر مندرجہ خواب سنایا، جس کو حضرت کے روز نامچہ سے نقل کرتا ہوں۔

''شب میں زکریا نے خواب دیکھا کہ میری ''اوجز'' کا مسودہ پورا ہوگیا میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کو چلا، داہنی طرف علامہ زرقانیؒ اور بائیں طرف علامہ باجیؒ میرے ساتھ ہیں جب حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو حضور ﷺ کے ہاتھ میں ''اوجز'' کے مطبوعہ فارم تھے اور وہ ہی تھے جن کو میں لے گیا تھا، حضور ﷺ بہت مسرت فرمارہے تھے اور بہت دعائیں دیں جو مجھے یاد نہیں، اس خواب سے بہت مسرت ہوئی اور اوجز کے بارے میں قبول ہونے کی امید ہوئی''۔

عمامہ باندھنا سنتِ مستمرہ ہے

قال اللہ تعالی :یَابَنِیۡ قَدۡاَنۡزَلۡنَاعَلَیۡکُمۡ لِبَاساًیُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشاًوَّلِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِکَ خَیۡر

وقال تعالی :

وَجَعَلَ لَکُمۡ سَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمُ الۡحَرَّوَسَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمۡ بَأۡسَکُم.

حضرت اقدس شیخ نے خصاص نبوی میں تحریر فرمایا ہے کہ عمامہ باندھنا سنت مستمرہ ہے نبی اکرم ﷺ سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے علم میں بڑھ جاؤ گے۔ (فتح الباری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ عمامہ باندھنا سنت ہے؟

انہوں نے فرمایا ہاں سنت ہے۔(عینی)

حدیث : ایک حدیث میں آیا ہے کہ عمامہ باندھا کرو،عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔(عینی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

عمر بن حریثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

ف: مسلم شریف اور نسائی شریف میں ہے عمر بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جب نبی کریم ﷺ ممبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے،سیاہ عمامہ آپ کے سر مبارک پر تھا اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔

حضرت اقدس کا معمول عمامہ باندھنے میں

ایک دفعہ حضرت اقدس نے بہت افسوس کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ میرا ساری زندگی کا معمول عمامہ کا تھا مگر بیماری نے جہاں بہت کچھ چھڑا دیا وہاں یہ بھی چھوٹ گیا،اب کئی سال سے دماغ پر اتنی شدید گرمی ہے کہ سخت سردیوں میں بھی سر پر ململ کی ٹوپی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں رکھ سکتا،ورنہ اس سے پہلے عمامہ کا میرا ہمیشہ معمول رہا۔(ماخوذ از:اطاع رسول ﷺ)

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے جب کہ تقسیم ہند سے قبل احقر کو حضرت کی پہلی مرتبہ زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تو حضرت سیاہ عمامہ باندھے ہوئے چارپائی پر تشریف فرما تھے۔

افسوس کہ یہ سنت مستمرہ متروک ہورہی ہے حتی کہ سردیوں میں بھی اونی ٹوپیوں کے پہننے کا رواج ہوگیا ہے حالانکہ عمامہ اپنی ہیئت کی وجہ سے کن پٹیوں پر بھی آجاتا ہے اور اس کے شملہ

سے گرمی سردی میں گردن کی بھی حفاظت رہتی ہے، اوران دونوں جگہوں پر گرمی ،سردی سے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

یہاں ایک تنبیہ ضروری ہے کہ اونی ٹوپی کو کسی متبع سنت بزرگ جن کی زندگی میں اتباع سنت نمایاں ہو پہنے ہوئے دیکھ کر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے ممکن ہے ان کو کوئی اور عذر ہو، لیکن جن حضرات کو کوئی عذر نہ ہوان کو محض اور تساہل کی وجہ سے عمامہ باندھنے میں سستی کرنا مناسب نہیں ہے ، بلکہ اس دور میں جب کہ عام طور سے سنت متروک ہورہی ہے اہتمام سے اس کو اپنانے کی کوشش کرنے چاہئے ،اسمیں انشاءاللہ بڑے اجر کی امید ہے۔

حضرت شیخ اتباعِ سنت میں اکثر لنگی پہنتے تھے، لیکن کبھی کبھی پائجامہ بھی پہنتے تھے

(ف) حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ لنگی باندھنے کی تھی ، پاجامہ پہننا آنحضرت ﷺ کا مختلف فیہ ہے، علامہ بیجوریؒ کی تحقیق کے موافق راجح قول پہننے کا عدم ثبوت ہے البتہ یہ محقق ہے کہ حضورؐ کے پاس موجود تھا حتی کہ کہا گیا ہے کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا، ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خریدا تو ہے ہی، اور ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدا ہے، اسکے علاوہ متعدد احادیث میں حضور ﷺ کا پہننا بھی وارد ہے۔ (زادالمعاد)

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اہل کتاب لنگی نہیں باندھتے پاجامہ پہنتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم لوگ ان کا خلاف کرو، پاجامہ بھی پہنو، لنگی بھی باندھو۔

حضرت ابو ہریرہؓ ایک طویل حدیث کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا، آپ کبھی پاجامہ پہنتے ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا پہنتا ہوں، مجھے بدن ڈھانکنے کا حکم ہے ،اس سے زیادہ پردہ

اور چیزوں میں نہیں ہے، لیکن محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ (نیل الاوطار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھائی اور یہ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا، یعنی وصال کے وقت تک حضورؐ کا معمول ایسے ہی کپڑوں کے استعمال کا تھا، حالانکہ اس وقت فتوحات بھی شروع ہو چکی تھیں، فی الجملہ وسعت بھی ہوگئی تھی اور خیبر کی فتح کے بعد سے مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہونا شروع ہوگئی تھی، اور فتح مکہ کے بعد سے تو دوسرے سلاطین اور دوسرے ملکوں سے ہدایا اور نذرانوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا، لیکن حضور ﷺ کا معمول اپنی معیشت کے لئے وہی قدیم طرز رہا اور جو کچھ آتا اسے دوسروں پر تقسیم فرما دیتے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی حدیثیں اس طرف مشیر ہین کہ حضور ﷺ کو دنیاوی لذات اور تنعّمات سے اعراض تھا، موٹا کپڑا تواضع اور انکسار کی طرف لے جاتا ہے، اور باریک عمدہ لباس بسا اوقات عجب و تکبر اور خود بینی پیدا کرتا ہے، یہ (حضور ﷺ کا) اکثری لباس تھا اور بعض اوقات عمدہ کپڑا ابھی پہننا ثابت ہے جو بعض دینی مصالح کی وجہ سے ترک تکلیف کی وجہ سے تھا کہ جیسا مہیا ہو گیا پہن لیا، یہ نہیں کہ عمدہ کپڑے سے خصوص احتراز فرماتے۔

عبداللہ بن خالد رضی اللہ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جا رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے کہتے سنا کہ لنگی اوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے نجاست ظاہری اور باطنی تکبر وغیرہ سے (نظافت بھی زیادہ حاصل رہتی ہے اور کپڑا زمین پر گھسٹ کر خراب اور میلا ہونے سے) محفوظ رہتا ہے۔

میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا کہ وہ حضرت رسالت مآب ﷺ تھے

، میں نے یہ عرض کیا کہ حضور یہ ایک چھوٹی سی چدر یہ ہے اس میں کیا تکبر ہوسکتا ہے؟ اور کیا اس کی حفاظت کی ضرورت ہے؟

حضورﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں تو کم ازکم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں۔

میں نے حضورﷺ کے ارشاد پر حضور اقدسﷺ کی لنگی کو دیکھا تو نصف ساق تک تھی۔

(ف) لنگی ۔پاجامہ وغیر کے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر کپڑا الٹکتا ہے وہ آگ میں جلایا جائے گا۔

عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے لنگی کے بارے میں استفسار کیا، وہ فرمانے لگے کہ تم نے بڑے واقف سے سوال کیا، حضورﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہونی چاہئے ،اور س سے نیچے ٹخنوں تک بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے ،لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گا، اور جو شخص تکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت میں حق تعالی شانہ اس کی طرف نظر نہیں کریں گے۔(ابوداؤد)

اس قسم کی وعیدیں اور احادیث میں بھی آئی ہیں اسلئے اس کی طرف خاص طور سے توجہ چاہئے اس کے برعکس ہمارے اس زمانے میں خاص طور پر کپڑا اپنے لٹکایا جاتا ہے۔

سلمۃ ابن اراکوعؓ کہتے ہیں کہ حضرع عثمان رضی اللہ عنہ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میرے آقا حضور اقدسﷺ کی لنگی کی۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورﷺ نے میری پنڈلی کے یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر یہ فرمایا کہ یہ حد ہے لنگی کی اگر تجھے اس پر قناعت نہ ہو تو اس سے کچھ نیچی سہی ، اگر اس پر بھی قناعت نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں ، لہذا ٹخنوں تک نہیں پہننا چاہئے۔

(ف) ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پاجامہ وغیرہ کا لٹکانا حرام ہے لیکن علماء نے ضرورت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے کہ اگر کسی شخص کے ٹخنے میں پھنسی ہو جس پر مکھی وغیرہ بیٹھتی ہو تو ایسے شخص کو اس کی حفاظت کے لئے لنگی یا پاجامہ لٹکا لینا جائز ہے جب تک کہ زخم اچھا نہ ہو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس ﷺ سب کپڑوں میں سے کرتے کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

(ف) حضور اقدس ﷺ کے کرتے کو زیادہ پسند فرمانے کی وجوہ علماء نے مختلف تحریر فرمائی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اس سے بدن اچھی طرح ڈھانکا جاتا ہے بخلاف لنگی وغیرہ ہے، اس لئے وہ پسند تھا، بعض کہتے ہیں کہ کم قیمت ہونے اور بدن پر بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے، بخلاف چادر وغیرہ کے بعض کی رائے ہے کہ اس سے تکبر نہیں پیدا ہوتا، بخلاف بعض اور کپڑوں کے ،حضرت شیخ مدظلہم کے نزدیک اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ کرتہ میں سے ستر عورت بھی اچھی طرح ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجمل اور زینت بھی اچھی ہو جاتی ہے، بخلاف اور کپڑوں کے کہ ان میں یا تجمل میں کمی رہے گی جیسے لنگی، یا ستر عورت میں جیسے چادر۔

(ف) ملا علی قاریؒ نے دمیاطی سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا کرتہ سوت کا بنا ہوا تھا، اور ترمذی نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ جناب رسول ﷺ جب کرتہ پہنتے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے تھے یعنی اول داہنا ہاتھ اس میں داخل فرماتے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسند تھی۔

(ف) یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے مخالف ہے جس میں کرتے کا سب سے زیادہ پسندیدہ ہونا بیان کیا گیا ہے علما نے اس کی مختلف توجیہیں بیان فرمائی ہیں، سب سے زیادہ سہل

تو یہ کہ ان میں کچھ منافات ہی نہیں، وہ بی زیادہ پسند تھا اور یہ بھی، یا کہ پہننے کے کپڑوں میں کرتہ زیادہ پسند تھا اور اوڑھنے کے کپڑوں میں چادر۔

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ ستائیس اونٹوں کے بدلہ میں ایک جوڑا خرید فرمایا اور پہنا، البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام لباس میرے آقا ﷺ کا نہایت معمولی ہوتا تھا، جیسا کہ حدیث نمبر ۳ میں گذرا، ہی وجہ سے اکثر مشائخ تصوف کا یہی معمول رہا ہے، البتہ حضرات نقشبندیہ اور شاذلیہ کا معمول اچھے لباس کا رہا ہے، اور صورت سوال سے تحفظ کی رعایت اہم رہی، نفس کے دھوکہ سے احتراز دونوں جانبوں میں ضروری ہے شکستہ حالت میں شہرت اور تواضع کے اظہار میں ریا، اور عمدہ لباس میں تکبر اور نخوت خطرناک امور ہیں۔

لباس کے بارے میں مذکورہ احادیث کے مطابق حضرت شیخ دام مجدہم کا معمول

(۱)..... اس باب کی احادیث میں لنگی کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ ہمیشہ لنگی کی تھی، تو حضرت شیخ کی عادت شریفہ بھی ہمیشہ لنگی ہی کی رہی ہے۔

(۲)..... دوسری چیز کبھی پاجامہ پہننا بھی ثابت ہے چنانچہ حضرت کی ہمیشہ کی عادت تو لنگی ہی باندھنے کی ہے مگر صحت کے زمانے میں سردیوں میں موٹا پاجامہ اور گرمیوں میں سوتی پاجامہ بلا لنگی بھی پہنتے رہے۔

(۳)..... تیسری چیز لنگی اور پاجامہ دونوں کے پہننے کا حدیث پاک میں ذکر ہے تو حضرت اقدس کا اکثر اب تک بھی پاجامے اور لنگی باندھنے کا رہا ہے۔

(۴)…. چوتھی بات لباس کا موٹااور معمولی ہونا ہے اور بلااہتمام عمدہ لباس کے مہیا ہونے پر تکلف نہ کرنا ہے،ان دونوں باتوں کو حضرت نے یوں جمع فرمارکھا تھا کہ کرتا شریف تو ہمیشہ بہت موٹے کھدر کا کھتئی رنگ کا گھر میں رنگا ہوا ہوتا تھا، جو سردی کے شروع میں پہنا جاتا پھر سردی ختم ہونے پر ہی دھلوایا جاتا،مگراس وقت بھی اس میں خوشبومہکا کرتی تھی ،البتہ گرمیوں میں خون میں حدت کی وجہ سے کہ اس سے پھنسیاں بھی نکل آتی تھیں،بعذ باریک کرتہ استعمال فرماتے تھے۔

(۵)…. پانچویں چیز لنگی کا نصف ساق تک ہونا مذکور ہوا،حضرت اقدس کے یہاں اسکا خاص اہتمام رہا،اوراس بارے میں خدام کو تنبیہ بھی فرماتے رہتے ہیں۔

خلاف سنت کرتہ جو نصف ساق سے نیچے تھے اتروا کر فورا مطابق سنت کرتہ پہنا

مولانا یوسف متالا صاحب اپنی کتاب ''اطاعت رسول ؐ''میں اپنا چشم دید واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن غسل فرما کر حضرت جمعہ کے لئے تشریف لے جانے لگے تو ایک نیا کرتہ زیب تن فرمایا تھا،تو حجرہ شریف سے باہر جب گاڑی پر تشریف لائے (کہ حضرت پاؤں چلنے سے معذور ہو گئے تھے) تو حضرت کی نگاہ کرتے پر پڑی جو نصف ساق سے کچھ لمبا تھا،فوراخدام سے پوچھا،سب نے تصدیق کی ،تو فوراوہیں کھڑے کھڑے دوسرا مطابق سنت کرتہ منگوا کر پہنا اوراس کرتہ کو جو نصف ساق سے نیچا تھا فورا کٹوانے کے لئے بھیج دیا، یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ

فقیہ واحداشدعلی الشیطان من الف عابد (یعنی اکیلا ایک فقیہ ہزار عابد سے بھی شیطان پر بھاری ہوتا ہے)۔

خلاف سنت عمل کرنے پر فوراً ٹوکتے تھے

کرتہ پہننے کے بارے میں ابتداء بالیمین کا بھی ذکر آیا، حضرت اقدس کو سنت کا ہر چیز میں ہمیشہ اہتمام رہا، ایک دفعہ جمعہ کے دن غسل شروع کراتے ہوئے ایک خادم نے دائیں مونڈھے پر سے پانی ڈالنے کی بجائے بائیں مونڈھے پر پہلے پانی ڈال دیا، تو حضرت نے فوراً اسے ٹوکا اور فرمایا کہ تجھے سنت کا اتنا بھی پتہ نہیں کہ دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے۔ اسی طرح ایک خادم نے پاجامہ پہناتے ہوئے غلطی سے بایاں پاؤں داخل کرنا چاہا تو حضرت نے فوراً پاؤں جھٹک کر ارشاد فرمایا میرے یار! تجھے مولوی ہوئے بھی پتہ نہیں کہ داہنا پاؤں پہلے ڈالنا چاہئے (معذوری کے دور میں حضرت کے لنگی باندھنے کے بعد پاجامہ کو خدام پہنا دیتے تھے)۔

اسی طرح دخول مسجد میں کبھی بھول کر بھی غلطی سے بایاں پاؤں مسجد میں نہیں پڑا۔

(ماخوذ: از اطاعت رسولؐ)

اس باب میں ایک بات قابل توجہ اور بھی ہے کہ حضور ﷺ سے جب پاجامہ پہننے کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہاں پہنتا ہوں مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں۔

لہذا پاجامہ پہننے والوں کو اس پردہ کی مصلحت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے ، آج کل اکثر پاجاموں کی ہیئت ایسی ہوتی ہے جس سے بدن بلکہ اعضاء پوشیدہ کی بناوٹ پوری طرح ظاہر ہوتی ہے، خصوصاً اوپر کرتہ چھوٹا ہو تو سجدہ کی حالت میں شرمناک حد تک بدن ظاہر ہوتا ہے (جو ننگے کے حکم میں ہے گو نماز کے لئے جس قسم کے ستر کی ضرورت ہے وہ پوری ہو جاتی ہے) لہذ استر کی مصلحت مذکورہ کے پیش نظر پاجامے یا شلواروں کے اوپر کے حصے ڈھیلے ہونے چاہئیں، مولانا سید شاہد سہارنپوری نے حضرت اقدس کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میں جب تنگ اور چست

لباس والوں کو دیکھتا تھا تو میرا فتوی تھا کہ ایسے لوگوں کو پچھلی صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔

چھٹی چیز لباس میں چادر کے استعمال فرمانے کا ذکر ہے، حضرت اقدس کے یہاں بھی چادر کے استعمال کا دائمی معمول رہا ہے، لیکن پہننے کی چیزوں میں کرتہ اور اوڑھنے میں چادر اور اوڑھنا اس طرح سے کہ بیٹھنے کی حالت میں چادر ٹانگوں اور پاؤں پر پڑی رہنا ضروری ہے کیونکہ حضرت کو غایت حیا اور ستر کے اہتمام کے لحاظ سے پاجامہ اور لنگی کے باوجود بغیر چادر کے بیٹھنے میں حجاب ہوتا ہے جس کو اپنے لئے ننگی ٹانگیں بیٹھنا فرمایا کرتے ہیں اور حضرت کو سردی بھی ٹانگوں پر زیادہ لگتی ہے اسلئے اس لباس کو• چادر کو) محل ضرورت پر ہی استعمال فرماتے ہیں۔

اتباع سنت کی غرض سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے

ساتویں چیز پہننے کے کپڑوں میں پیوند کا ذکر ہے، اس میں بھی احقر نے اپنے آقا اور مرشد کا سنت کا اتباع فرمانا بہت کثرت سے دیکھا ہے، تقسیم ہند سے پہلے حضرت کی ایک کمری (بنیان) پر اس قدر پیوند تھے اور وہ اتنی بوسیدہ ہوگئی تھی کہ پوری تصویر بھی بیان نہیں ہوسکتی، احقر نے اسکو تبرک کے بہانے مانگ لیا تھا تاکہ حضرت دوسری بدل لیں حضرت نے مرحمت فرما دی تھی، اور فرمایا کہ بازار سے بہت کم سے کم قیمت کا جو کپڑا ہو وہ لے آؤ، تاکہ دوسری سلوالی جائے چونکہ کپڑا حضرت کے حساب میں خرید کرنا تھا اسلئے بندہ نے تعمیل ارشاد میں بہت تلاش کرکے سب سے کم قیمت چار، پانچ آنے گز کے حساب سے کپڑا خرید کیا، جب حضرت نے قیمت دریافت کی تو فرمانے لگے کہ تم تو بہت رئیس آدمی ہو، اس سے کم کا کیوں نہیں لائے، افسوس کہ تقسیم ملک کے ہنگامے میں وہ تبرک تو ضائع ہوگیا مگر ایک روئی کی عطا فرمودہ صدری الحمدللہ موجود ہے جس میں بیسیوں پیوند لگے ہوئے ہیں، معلوم نہیں کتنے سالوں کی ہوگی، کیونکہ صدری پر پیوند لگانے کی جلد ضرورت نہیں پڑتی، اور پھر بیسیوں پیوند، اور روئی کی صد ر ی

کو دھویا بھی نہیں جاتا، اس کے باوجود حضرت کے جسم مبارک کی دلربا خوشبو سے مہک رہی ہے، اس باب کے آخر میں حدیث پاک میں بیش قیمت لباس کے خریدنے اور پہننے کا ذکر بھی ہوا، حضرت اقدس نے خریدنے کے معاملے میں تو اس طرح عمل فرمایا کہ خدام کو عطیہ فرمانے کے لئے قیمتی جبے خرید فرمائے، اور پہننے کے معاملے میں اس طرح عمل ہوا کہ مشائخ اور خدام نے مدینہ منورہ کے ''مشالح'' ہدیہ میں دیئے تو جمعہ کے روز اس کو زیب تن فرمایا۔

اسی طرح بعض اوقات ہدیہ پیش کرنے والے کی دلداری کے طور پر اس کے سامنے استعمال فرما کر بعد میں کسی خادم کو نذر کر دیا یا کسی غیر موجود خادم کے لئے نامزد کر کے رکھ دیا، **شیم الحبیب** میں ہے کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کو دیبا کی قبائیں جس میں سونے کے تار بنے ہوئے تھے تقسیم فرماتے تھے اور جو ان میں موجود نہ ہوتے ان کے لئے اٹھا کر رکھ لیتے۔

کبھی کبھی بعض لوگ اپنا مصلی یا مشلح وغیرہ صرف تبرک کروانے کے لئے ہی حضرت کو پیش کرتے ہیں جس کو حضرت چند روز استعمال فرما کر دینے والے ہی کو اپنی طرف سے نذر کر دیتے ہیں۔

(ف) حضرت اقدس جب چلنے سے معذور ہو گئے تو حضرت کو مصلی پر بٹھلا کر حضرت کے کندھوں پر مشلح ڈال دیا جاتا، اس وقت حضرت اقدس عام طور پر موت کو یاد فرماتے اور جو خادم مشلح کو جسم مبارک پر لپیٹنے لگتا تو فرماتے کہ تمہیں کفن کی چادر لپیٹنا آتا ہے؟ دیکھو کفن پہلے بائیں پلڑے کو اندر لپیٹتے ہیں اور اس کے اوپر دائیں کو لپیٹا جاتا ہے۔

ایک بزرگ جب نیا کپڑا پہنتے تو یہ بھی فرمایا کرتے کہ ''مردے کا کفن نیا ہی ہوتا ہے'' اسی طرح موت کی یاد کے ساتھ عمدہ لباس کی مضرت کا علاج ہوتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے اخلاق وعادات کے بیان میں

قال الله تبارک وتعالیٰ :وانک لعلی خلق عظیم

سورہ القلم کی اس آیت شریفہ میں کئی نوع کی تاکید کے ساتھ ارشاد ہے کہ ''بے شک تم بڑے اخلاق پر ہو''۔

حضور اقدس ﷺ کے اخلاق حسنہ کا احاطہ اور احصاء دشوار ہے ،احقر اس رسالہ کی تمہید میں مذکورہ وجہ انتخاب اور چالیس احادیث کی تحدید کی وجہ سے یہاں صرف چند حدیثیں نقل کرتا ہے۔

حدیث:۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی حضور اقدس ﷺ تالیف قلوب کے خیال سے اپنی توجہ اور گفتگو مبذول فرماتے تھے ،(جس کی وجہ سے اس کو اپنی خصوصیت کا خیال ہوجاتا تھا) چنانچہ خود میری طرف بھی حضور ﷺ کی توجہات عالیہ اور کلام کا رخ بہت زیادہ رہتا تھا، حتی کہ میں سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں اسی وجہ سے حضور ﷺ سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں، میں نے اس خیال میں ایک دن دریافت کیا کہ حضورؐ! میں افضل ہوں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمر رضی اللہ عنہ؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمرؓ۔

پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ؟

حضورؐ نے فرمایا کہ عثمانؓ۔

جب میں نے حضوراقدس سے تصریحاً پوچھا تو حضور ﷺ نے بلا رعایت صحیح صحیح فرمادیا، میری مدارات میں مجھے افضل نہیں فرمایا مجھے اپنی اس حرکت پر بعد میں ندامت ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ مجھے ایسی بات ہرگز نہیں پوچھنی چاہئے تھی)۔

(ف) یہ اولاً حضور ﷺ کی خاص توجہ کی بناء پر اپنے کو سب سے افضل سمجھتے تھے اسلئے کہ پہلی طویل روایت (شمائل ترمذی میں) سے معلوم ہو چکا کہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ افضل کو ترجیح دینے کی تھی، لیکن بسا اوقات تالیف قلوب کے خیال سے مدارات میں غیر افضل کو بھی ترجیح دی جاتی تھی، حتی کہ کفار و منافقین تک کے ساتھ حضور ﷺ کا تالیف میں خصوصی برتاؤ تھا۔

لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں حضرت شیخ کا اتباعِ سنت

خدام اور ہر نوع کے تعلق والوں سے حضرت اقدس کی خصوصی مدارات شہرۂ آفاق ہین، جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اپنی خصوصیت کا مغالطہ ہو جاتا ہے، حتی کہ خلاف مسلک حضرات اپنے ساتھ خصوصی خاطرون کا معاملہ دیکھ کر حضرت کو اپنے مسلک کے قریب یا نرم سمجھنے لگ جاتے ہیں چنانچہ مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے افکار سے متأثر کئی طلباء اور مختلف جگہ کے اساتذہ کو شروع میں حضرت کے متعلق یہی خوش فہمی ہوتی رہی، کہ دیگر علماء و مشائخ کی نسبت حضرت شیخ نرم ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، جب کبھی صاف اظہار کا موقعہ ہوتا تو حضرت شیخ سب سے زیادہ سخت ثابت ہوتے، اپنے بڑوں کے سامنے بھی نہایت صاف لیکن ادب کے ساتھ اپنی رائے کو پوری قوت کے ساتھ ظاہر فرمادیا۔

چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو مودودی صاحب کے افکار کے متعلق ان کے استفسار پر یوں فرمایا کہ آپ دونوں (حضرت اقدس رائے پوریؒ وحضرت اقدس مدنیؒ) کے جوتے سر پر رکھنا موجب عزت و فخر سمجھتا ہوں، مگر چار مہینے شب

وروز جماعت اسلامی کی کتابیں پڑھ کران کی کتابوں سے اتنا تنفر ہوگیا کہ آپ حضرات متفقہ طور سے بھی کوئی حکم فرمادیں گے تو تعمیل سے معذوری ظاہر کردوں گا،حضرت مدنیؒ نے ہنس کرفرمایا کہ یہ ہے ہمارے جوتوں کی حقیقت۔

اسی طرح مودودی صاحب کے خواص میں سے ایک صاحب مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے تورات کے کھانے میں ان کوحضرت نے اپنا مستقل مہمان بنالیا(کیونکہ صرف رات وشام ہی کوکھانا کھاتے تھے)اور ہند کے قیام میں صرف دن کو(دو پہرکو)ان کے آنے پرحضرت خوب ان کی خاطریں فرماتے ،جس کا انھوں نے واپس جاکر اپنے رسالہ میں ذکر بھی کیا تھا۔

یہ سب دیکھ کرانہوں نے ایک روز مودودی صاحب (جواس وقت حیات تھے)کے متعلق بات کرنے کا مناسب موقعہ سمجھ کر بات شروع کی۔

توحضرت نے فرمایا کہ آپ سے اب تک دوستی کا معاملہ رہا اب آپ نے لڑائی کی بات شروع کردی بس دوستی ہی رہنے دو۔

چنانچہ انہوں نے پھراس موضوع پرمزید بات نہیں کی،یہ واقعہ تواحقر سے بے اختیار ہی لکھا گیا، یہاں پراپنا ایک واقعہ تحریر کرنے کا ارادہ تھا جوحضرت عمروبن العاصؓ کے مذکورہ بالا واقعہ کے مطابق ہے۔

وہ یہ کہ احقر ایک دفعہ پاکستان سے حضرت اقدس کے ساتھ رمضان المبارک گزارنے سہارنپور حاضر ہوا،اس وقت پوراچلہ اپنے پرحضرت کی بہت ہی خصوصی توجہات ،اورشفقت کا برتاؤ دیکھا حتی کہ حضرت کا معمول عید کے بعد دوسرے روز رائے پور جانے کا ہوتا تھا اس سال کسی وجہ سے دوروز کے لئے جانا ملتوی فرمادیا،تو رائے پور سے قاصد وجہ التواء پوچھنے آیا،حضرت نے قاصد کو جو جواب دیا،وہ پوری بات تو بندہ نے نہیں سنی مگراس میں بندہ کی طرف اشارہ کرکے

یہ بھی فرمایا کہ یہ مولوی صاحب کل پاکستان واپس جارہے ہیں،ان کورخصت کرکے ہی حاضر ہوسکتا ہوں، بندہ اپنے متعلق یہ الفاظ سن کر پھول گیا کہ حضرت کے رائے پور جانے کی اہمیت معلوم تھی بندہ کی وجہ سے سفر کوملتوی فرما دینا بہت بڑی بات تھی ،اس سے بندہ سمجھا کہ میں تو حضرت کا بہت ہی خاص ہوگیا ہوں، چنانچہ اسی خیال اورخوش فہمی میں حضرت سے تخلیہ میں بات کرنے کے لئے وقت لیا،حضرت نے بہت ہی خوشی ، بشاشت اوراہتمام سے وقت دے کر طلب فرمایا۔

میں نے عرض کیا مجھے اپنی چندباتوں کے متعلق حضرت سے پوچھنا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان امور میں حضرت بطورمشورہ جواب نہ دیں، بلکہ فیصلہ اورحکم فرمادیں،تا کہ میں اسی طرح تعمیل کرلوں اور مجھے خود کچھ سوچنا نہ پڑے۔

اس پر حضرت نے مسکراتے ہوئے لیکن بہت سنجیدگی سے بالکل ہی صاف فرمادیا کہ :اوہو مولوی صاحب! تم نے تو بہت ہی اونچے درجے کی بات کہہ دی ابھی تو مشورہ ہی کے درجے میں پوچھ لو،انشاءاللہ جب وہ بات حاصل ہوجائے گی تو ویسے بھی کرلیا کرنا،اس جواب سے بندہ کا دماغ اپنی جگہ پر آگیا اوراپنی بات پر ندامت ہوئی۔

حضوراکرم ﷺ کا اپنی احتیاط اورحفاظت کرنے پر تنبیہ فرمانا

حدیث: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ سے ایک شخص نے حاضری کی اجازت چاہی ،آپ نے (اجازت سے پہلے)فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلے کا کیسا برا آدمی ہے ،یہ فرمانے کے بعداس کوحاضری کی اجازت مرحمت فرمائی،اس کے اندرآنے پر نہایت نرمی سے باتیں کیں،جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ حضورؐ نے اس کے بارے میں حاضر ہونے سے پہلے تو یہ الفاظ ارشادفرمائے تھے ،پھراس قدر نرمی سے اسکے ساتھ کلام

فرمایا یہ کیا بات ہے؟

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''عائشہ! بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص کہ لوگ اس کی بدکلامی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیں''۔

(ف) اس شخص کا نام اکثر علماء نے ''عیینہ'' لکھا ہے، کہتے ہیں کہ یہ دل سے اس وقت تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا، بلکہ نفاق کے طور پر بظاہر مسلمان تھا، حضور کا معاملہ اس وقت تک منافقین کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی تھا، (یہ حضرت عیینہؓ میں پکے مسلمان ہوئے اور ایک جہاد میں شہادت پائی۔

حضور اقدس ﷺ نے اسلئے اسکے آنے سے قبل اسکی حالت پر تنبیہ فرمادی اور چونکہ یہ بنیت اصلاح اور دوسروں کو مضرت سے بچانے کے لئے تھی اس لئے یہ کلام شرعا غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے، اسلئے کہ کسی شخص کی برائی کو اس وجہ سے ظاہر کرنا کہ لوگ اس کی برائی کا شکار نہ بن جائیں، اور کسی نقصان میں نہ پھنس جائیں غیبت کی ممانعت میں داخل نہیں ہے ،بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ شخص علی الاعلان فاسق تھا اور کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہو تو اسکی غیبت جائز ہے، اسکے حاضر ہونے پر اس کے ساتھ نرم کلامی اسکے تالیف قلب اور اسکے مانوس کرنے کے لئے فرمائی، جیسا کہ حضور ﷺ کی خصوصی عادت تھی، نیز حضور ﷺ کی عادت شریفہ سب ہی کے ساتھ نرم کلامی کی تھی، ''اسی وجہ سے اس کے آنے سے پہلے حضرت عائشہؓ وغیرہ کو اس امر پر تنبیہ بھی کردیا کہ حضور ﷺ کے اس طرز کی وجہ سے اسکو مخلص نہ سمجھیں وہ کچھ بھلا آدمی نہیں، ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کے طرز معاشرت کی وجہ سے اس کو مخلص اور خیر خواہ سمجھیں اور اس د ھوکہ کی وجہ سے کسی مضرت میں پڑ جائیں، یا کوئی راز کی بات اس کے سامنے کہہ دیں کہ ایسے منافق لوگ خصوصیت جتانے کے لئے ایسے ہی خصوصی اور اہم تذکرے چھیڑا کرتے ہیں۔

حدیث بالا کے مطابق حضرت اقدس کا احقر کو تنبیہ فرمانا

ایک دفعہ حضرت اقدس کو ایک صاحب کے آنے کی اطلاع ملی اور حضرت اس وقت استنجاء کے لئے اٹھ چکے تھے اسی حالت میں احقر کو دوسرے کمرے سے فوراً طلب فرمایا اور پوچھا کہ تم فلاں صاحب کو جانتے ہو؟ معروف پرانے آدمی کے متعلق سوال کرنا، نیز حضرت کے بعد اور توجہ سے بھی بندہ حضرت کا مطلب سمجھ گیا، اورعرض کیا کہ خوب جانتا ہوں، خوب کے لفظ سے حضرت کو بھی اطمینان ہوگیا کہ احقر نے حضرت کا مطلب سمجھ لیا ہے، پھر دوسرے وقت میں تنہائی میں فرمایا کہ میں نے تمہیں خبر دار کرنے میں اس لئے جلدی کی تھی کہ تم حضرت رائے پوریؒ کے ہاں ان کا لحاظ اور اہمیت دیکھ چکے ہو، اب اسی طرح کا معاملہ یہاں بھی دیکھو گے تو کہیں دھوکہ میں آکر پھنس نہ جانا۔

عرض کیا حضرت مجھے ان کے واقعات معلوم ہیں۔

فرمایا بس یہی مطلب ہے احتیاط رکھنا۔

حضرت اقدس کے مجاز خاص اور مزاج شناس مولانا عبدالحفیظ مکی سے کسی نے سوال کیا کہ فلاں شخص کی حضرت سے مخالفت فتنہ پردازی کی حد تک پہنچی ہوئی ہے اور حضرت کو چھوڑتے بھی نہیں، خصوصی امور میں دخیل رہتے ہیں، لیکن حضرت اقدس کے برتاؤ میں کوئی فرق نہیں آیا؟

مخالفین کے ساتھ اتباع سنت میں مسنون برتاؤ

مولانا مکی نے فرمایا کہ یہ اتباع سنت ہے کہ حضور ﷺ منافقین تک سے ایسا ہی برتاؤ فرماتے تھے۔

حضرت اقدس کا اپنے مخالفین کے ساتھ ہمیشہ سے یہی مسنون برتاؤ رہا ہے بظاہر علوم میں ایک صاحب جو حضرت کے خلاف ہمیشہ ریشہ دوانیاں کرتے رہتے تھے لیکن حضرت رمضان المبارک کے لئے مدنی کھجوریں، اورزمزم کی بوتل سب سے پہلے خود راقم الحروف ہی کے ہاتھ ان کے پاس بھجوادیا کرتے تھے، کاش کہ بندہ کو بھی حضرت کے اخلاق سے کچھ حصہ مل جاتا۔

احقر اپنا بھی ایک واقعہ لکھتا ہے، کہ احقر ایک لمبے سفر میں تھا اور وہاں ایک صاحب کی فتنہ پردازیاں اور حضرت کی مخالفت میں کچھ باتیں معلوم ہوتی رہیں، اسلئے خیال تھا کہ اب حضرت کا ان کے ساتھ وہ پہلے والا خصوصی معاملہ نہ رہا ہوگا، احقر نے واپسی سے پہلے فون پر ڈاکٹر اسماعیل صاحب سے ان کے متعلق حضرت کا برتاؤ پوچھا کہ اب کیا حال ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ حضرت کا برتاؤ ظاہر میں حسب سابق ہی ہے، میں نے ڈاکٹر صاحب سے مشورۃً پوچھا کہ کیا مجھے بھی مدینہ منورہ پہنچ کر ان سے ملاقات وغیرہ رکھنا چاہیئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ حضرت کے برتاؤ کے مطابق ہمیں بھی ضرور ملنا چاہیئے چنانچہ میں ان سے ملاقات کا عزم لے کر مدینہ منورہ پہنچا، حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کے بعد اس عنوان سے اجازت لی کہ اب میں فلاں صاحب سے مصافحہ کر آؤں؟

حضرت نے غصہ آمیز لہجہ میں فرمایا، اب تو ان سے مصافحہ کرے گا بس رہنے دو ضرورت نہیں۔

حضرت اقدس شیخ دام مجدہم نے ایک خط کے جواب میں یہ فقرہ لکھوایا تھا کہ

''کئی سال ہوئے مجھے اپنے متعلق معلوم تھا کہ اس شخص نے مجھ پر جادو کیا ہے مگر وہ آدمی جب میرے یہاں آتا تو ضرور اسے مرغا ہی کھلاتا، کہیں سے بھی منگوا کر اسے مرغا کھلاتا'' (بروایت حضرت مولانا یوسف متالا کہ یہ خط ان کے سامنے ہی لکھوایا گیا تھا)

اپنے ساتھ اور دوسرے مختلف دوستوں کے ساتھ گزرے ہوے اور بھی کئی واقعات بندہ کے علم میں ہیں مگر یہاں تو صرف نمونہ کے لئے دو چار واقعات تحریر کرد یئے۔

بعض مرتبہ دیکھا گیا کہ کسی صاحب کی آمد پر حضرت نے ان کو اپنے قریب ہی بٹھایا، بظاہر بہت شفقت سے ان صاحب سے باتیں کرتے رہے، ساتھ ہی خاطر تواضع بھی کرتے رہے حالانکہ ان کی وضع قطع اسلامی نہیں تھی، اور ڈاڑھی بھی صاف تھی، ان کے جانے کے بعد حضرت نے خدام سے فرمایاہ مدرسہ کی مصالح کی بناپر مجبوری کو یہ سب کرتے رہے کہ یہ مدرسہ کے محسن ہیں، ورنہ جی چاہتا رہا کہ زور سے ان کے چہرے پر (جوڈاڑھی منڈا تھا) تھپڑ ماروں، اور یہ فرمایا کہ حدیث پاک میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے ۔(بخاری :باب المدارات:ص۹۰۵)

ہم بعض لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتے ہیں حالانکہ ہمارے قلوب میں ان کی طرف سے بغض ہوتا ہے،

اور حضرت بوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہترین عمل راہ خدا میں بغض رکھنا ہے (کہ ثمرہ ہے اللہ تعالی کے ساتھ محبت کا، اور محبت الٰہی وہ نعمت ہے کہ ہر طاعت اسکے محکوم ہے۔ (جمع الفوائد:ص۳۷)

حدیث: ''حیات صحابہ'' جلد دوم ص:۲۹۹'' طبرانی نے حصین ابن وحوح الانصاری سے تخریج کی ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ سے ملے تو رسول اللہ ﷺ سے لپٹنے لگے، اور آپ ﷺ کے قدمین مبارک کو چومنے لگے، اور عرض کیا رسول اللہ ﷺ ! آپ مجھے حکم فرمائیں جو آپ چاہتے ہیں اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، تو نبی کریم ﷺ اس سے بہت خوش ہوئے حالانکہ وہ (طلحہ بن براءؓ) بچے تھے، تو اس وقت ان سے فرمایا کہ جاؤ اپنے

باپ کوقتل کردو،تو وہ الٹے پاؤں نکلے کہ حکم بجالائیں۔

پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلایا اوران سے فرمایا،آگے آؤ(سنو) میں ہرگز قطع رحمی کے لئے نہیں بھیجا گیا۔

پس اس کے بعد حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس موسم سرما میں ان کی عیادت کرنے سردی و بادل میں تشریف لائے ،پس جب واپس ہوئے تو ان کے گھر والوں سے فرمایا(میں نہیں دیکھ رہا ہوں طلحہ کو مگر ان پر موت طاری ہو چکی ہے)میرا غالب خیال ہے کہ ان کی موت کا وقت قریب آچکا ہے لہذا مجھے اس کی اطلاع کرنا تاکہ میں اسکے پاس آؤں اور جنازے کی نماز پڑھوں اور اسکام کو جلدی کرنا،پس نبی کریم ﷺ بنی سالم بن عوف تک نہیں پہنچے کہ ان کی وفات ہوگئی اور رات اندھیری ہوگئی۔

پس حضرت طلحہؓ نے (وفات سے پہلے)جو فرمایا تھا وہ یہ تھا کہ ’’مجھے دفن کردینا اور مجھے میرے رب عزوجل سے ملا دینا،اور رسول اللہ ﷺ کو نہ بلانا اسلئے کہ میں ان پر یہودیوں کا خوف کرتا ہوں کہ میری وجہ سے تکلیف میں پڑ جائیں۔

پس نبی کریم ﷺ کو صبح ہونے کے بعد خبر دی گئی تو تشریف لائے ،یہاں تک کہ ان کی قبر کے بالکل قریب کھڑے ہوگئے ،اور لوگوں نے ان کے ساتھ صف باندھ لی ،پھر حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا،اے اللہ آپ طلحہؓ سے اس حال میں ملئے کہ وہ آپ کی طرف ہنس رہے ہوں اور آپ ان کی طرف ہنس رہے ہوں،(یعنی ہنستے ہوئے راضی ہوکر ملاقات فرمائیں)۔

حدیث بالا کے مطابق حضرت شیخ کا ایک واقعہ

حضرت کی مبارک زندگی میں مصالح کو جزئیات پر ترجیح دینے کے بے شمار واقعات

ہیں، یہاں صرف ایک واقعہ لکھتے ہیں وہ بھی اختصار کے ساتھ۔

ایک دفعہ حضرت رائے پوری قدس سرہ دہلی ہوتے ہوئے شب میں سہارنپور پہنچے، حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے مصافحے کے ساتھ ہی پوچھا حضرت نظام کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ کل پرسو دو دن سہارنپور کے طے کر کے آیا ہوں، تیسرے دن جیسا آپ کا ارشاد ہو، میں نے عرض کیا کل کے قیام کی بھی اجازت نہیں، صبح کی اذان کے بعد اپنی جماعت کریں چائے تیار ملے گی مدرسہ کی جماعت سے پہلے تشریف لے جاویں۔

حضرت نے فرمایا کہ تکان ہورہا ہے ایک دن قیام کی تو ضرور اجازت دے دیں۔ میں نے عرض کیا کہ صبح کی اذان کے بعد آدھ گھنٹے کی بھی اجازت نہیں۔

تبلیغی احباب کو تو جتنا غصہ آنا چاہئے تھا وہ تو قرین قیاس تھا مجھے بھائی الطاف (خادم حضرت رائے پوریؒ) کا غصہ ہمیشہ یاد رہے گا، اسکو بہت غصہ آیا کہ دنیا تو حضرت کو ٹھہرنے کی خوشامد کرے اور یہاں حضرت خود فرماویں اور یہ یوں کہے کہ نہیں، سب کی مخالفتوں کے باوجود صبح کی اذان کے بعد میں نے روانہ کر دیا، میں نے حضرت سے عرض کیا جون کا مہینہ، گرمی کی شدت، ہمارے یہاں راحت کی کوئی جگہ نہیں اور یہ تبلیغ والے کل رات کو جلسے میں تھوری دیر کی خواہش وتمنا اور مجھ ہی سے درخواست کرائینگے، پرسوں صبح ہمارا جلسہ ختم ہو جائے گا، ظہر کے وقت میں اور عزیز (حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ) رائے پو حاضر ہوں گے دو دن قیام کریں گے۔

کار میں بیٹھنے کے بعد شاہ مسعود نے بھیٹ (رائے پور کے راستے میں شاہ مسعود کی کوٹھی) پر قیام کی درخواست کی، حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ جب شیخ نے سہارنپور نہ ٹھہرنے دیا تو کہیں نہیں ٹھہرنا، طلوع آفتاب تک رائے پور پہنچے رائے پور پہنچنے کے بعد دو دن تک ہر آنے

والے سے سنتا رہا اور خوب سنا کہ حضرت قدس سرہ نے اتنی لاتعدولاتحصی دعائیں دیں اور ہر آنے والے سے رائے پور کا ذکر فرماتے کہ میرا تو دو دن قیام کا ارادہ تھا مگر شیخ نے نہ مانا، محبت اس کا نام ہے محبت کرنا بھی کوئی ان لوگوں سے سیکھے اپنی خواہش پر غالب کر کے دکھلا دیا، اللہ تعالیٰ بہت بلند درجے عطا فرمائے اللہ تعالیٰ ان کو بھی ایسے ہی راحت دے، اللہ یوں کرے، اللہ یوں کرے، دو دن تک دعائیں ملی ہیں کہ اب تک بھی جب کبھی اپنی زبردستی کا خیال آ جاتا ہے دل خوش ہو جاتا ہے۔

چنانچہ میں اور عزیز مولانا یوسف مرحوم جلسہ کے اختتام پر دوپہر کو رائے پور حاضر ہوئے (آپ بیتی نمبر۳:ص۹)

حدیث:۔ابوداؤد شریف میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا اور حضرت عائشہؓ نے اس کو ایک روٹی کا ٹکڑا دیا اس کے بعد ایک شخص ذی ثروت جس پر اچھا لباس بھی تھا آیا، حضرت عائشہؓ نے اسکو بٹھایا اور کھانا کھلایا، (اعتراض کرنے والوں سے کون سا زمانہ خالی ہوگا) کسی نے حضرت عائشہؓ پر اعتراض کیا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبہ پر اتارو، اور ایک ارشاد میں ہے۔**اذااتاکم کریم قوم فاکرموہ** ۔(جمع الفوائد:ص۴۰)

حضرت شیخ کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو انوار سنت سے منور تھا

حضرت اقدس کی حیات مبارکہ جس کا ہر پہلو انوار سنت سے منور ہے اس حدیث پاک کی روشنی میں بھی اسے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت والا جب تک مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے رہے، دسترخوان پر حسب

مراتب بٹھانے کی خدام کو ہدایت ہوتی، ساتھ ہی حیثیت کے مطابق مہمانوں کی خاطر مدارات ہوتی، بعض مہمانوں کے لئے چپاتی ہوتی، اور بعضوں کے لئے گھر سے گرم روٹیاں آئیں، اس طرح سالن میں بھی معاملہ ہوتا، لیکن اس میں حتی الوسع دو باتوں کا خیال بھی رکھا جاتا تھا، ایک یہ کہ خصوصی مہمانوں کو پہلی قسط میں کھلا کر عمومی کو بعد میں بٹھایا جاتا، کیونکہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے کسی قسطوں میں تو بٹھانا ہی پڑتا تھا۔

دوسرا یہ کہ کھانے کی جو چیز خصوصی مہمانوں کے لئے ہوتی یا کہیں سے آجاتی تو حضرت والا سارے مہمانوں کو اس میں شریک ضرور کرتے تھے چاہے خصوصی کے آگے پوری رکابی ہو اور بقیہ کے لئے ایک ایک چمچہ بٹ جائے۔

اسی طرح عشاء کے بعد بھی حضرت اقدس کے یہاں خصوصی حضرات اور خدام کی مختصر مجلس ہوتی (یہ مجلس عصر کے بعد والی مجلس عام کے علاوہ ہے، اور شمائل ترمذی میں ہے کہ حضور ﷺ کے خصوصی اصحاب بھی اسی وقت حاضر ہوتے تھے۔

اس خصوصی مجلس کے مقاصد شرح شمائل خصائص نبوی میں تفصیلا درج ہیں یہاں تو صرف ایک پہلو کا بیان مقصود ہے۔

اس مجلس میں بھی منہ دیکھ دیکھ کر چیزیں بٹتی تھیں، بندہ نے یہ فقرہ خاص طور سے اس وجہ سے لکھا ہے کہ بعض جاہل اسی طرح اعتراض کیا کرتے تھے اگر انہیں دین کا تھوڑا سا علم بھی ہوتا یا اہل علم کی صحبت سے کچھ دینی معلومات ہی فراہم کی ہوتیں، تو شاید بجائے اعتراض کرنے کے حضرت کے اس فعل کو حدیث پاک کی روشنی میں دیکھ کر تحسین فرماتے، بہرحال حضرت والا کے یہاں تو اصل اعتبار آپ ﷺ کے ارشادات ہے معترضین اور مخالفین سے کوئی زمانہ نہ خالی رہا نہ آئندہ کسی کے لئے خالی رہ سکتا ہے۔

مرکز تبلیغ بستی نظام الدین دہلی کا واقعہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے زمانہ میں جب حضرت اقدس شیخ کا قیام نظام الدین میں تھا، تو احقر خدمت میں حاضر تھا، اس وقت وہاں دوسو کے قریب مہمان موجود تھے جو سب مسجد میں محصور تھے، آٹا ختم ہوگیا گیہوں پسوانے کی کوئی صورت نہ تھی، ثابت گندم ہی لنگر میں پکتے تھے، اور کچھ روز بعد وہ بھی ختم ہوگئی۔

لیکن بہت سے جانور آ گئے تھے، تو قربانی کے گوشت کی طرح محض گوشت ہی سے پیٹ بھرا جاتا تھا، ان دنوں حضرت جی مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ کے گھر میں کوئی میواتن تھوڑا سا آٹا چھوٹی سی چکی میں پیس لیتی تھی، جس کی چند چپاتیاں پکتی تھیں، حضرت جیؒ چونکہ اپنا کھانا گھر سے منگواتے تھے، اسلئے ایک چھوٹے سے دستر خوان ان کے کمرے میں بچھتا تھا باقی سارا مجمع باہر لنگر کا گوشت کھاتا تھا، اس چھوٹے سے دستر خوان پر کبھی کبھی کوئی خصوصی مہمان بھی بلا لیا جاتا تھا، حضرت اقدس کا چونکہ وہ اپنا ہی گھر تھا اور حضرت ہی کا وہاں نظام چلتا تھا، بندہ کو حضرت کا خادم اور بیمار ہونے کی وجہ سے وہیں حضرت کے ساتھ کھانے کا حکم تھا۔

حضرت شیخ سنت کے مقابلے میں لوگوں کے اعتراض کی پرواہ نہیں کرتے تھے

ایک روز حضرت اقدس نے بندہ سے فرمایا کہ جاؤ باہر کے مجمع سے چار پانچ خاص خاص آدمیوں کو اندر بلا لاؤ، بندہ نے سوچا کہ خاص خاص کا مطلب یہی ہوگا کہ جو زیادہ بزرگ معلوم ہوتے ہوں ان کو لے جاؤں، چنانچہ بندہ نے پرانے پرانے بزرگ میواتی، وغیر میواتی بزرگ صورت حضرات کو ایک ایک کر کے اندر لے جانا شروع کیا، جب اسی طرح دو تین بزرگوں کو لے گیا تو حضرت نے گھور کر دیکھا اور فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ، کھانا کھاؤ، اس دستر خوان پر فی کس ایک چپاتی ملتی تھی، باقی وہی لنگر کا کھانا یہاں بھی ہوتا تھا، پھر کسی دوسرے صاحب سے فرمایا کہ تم لے کر آؤ، وہ صاحب چار پانچ شیروانی والے بابو اور تاجر قسم کے رئیس اور نازک

مزاج لوگوں کو لے آئے۔

سب کے جانے کے بعد حضرت نے احقر سے فرمایا تم نے اپنے خیال کے مطابق خواص کو بلانا شروع کیا تھا، یہاں کوئی وظیفہ پڑھنا تھا؟ یہاں تو روٹی کھانا تھی، ہمیں سب کو کھانا کھلانا ہے ،اورسب کی خاطر کرنا ہے ،تم جن لوگوں کو لائے وہ یہاں بھوکے رہتے ان کے لئے تو باہر کا کھانا بھی بہت اچھا ہے گوشت ہے خوشی سے پیٹ بھر کر کھاتے ہیں،لیکن ان حضرات سے اول تو وہاں بیٹھ کر کھانا کھایا ہی نہ جاتا،اور کھا لیتے تو پیٹ میں درد ہوتا،ان کے لئے تو یہ اندر کا کھانا بھی مجاہدہ ہے۔

اس واقعہ سے بندہ نے سمجھا کہ اکرام ضیف میں ہر مہمان کی حیثیت کی رعایت بھی ضروری ہے ،حیثیتوں کا فرق اور اختلاف اور بھی کئی وجہ سے کیا جاتا ہے ،کہ کوئی مستقل مہمان ،کوئی ایک ہی دن کا مہمان ہوتا ہے،کوئی اپنا کھانا ساتھ لاتا ہے،کوئی محض طفیلی ہوتا ہے کسی کے لئے کوئی مقیمین سے اپنے طور پر خصوصی خاطر کرنا چاہتا ہے ، بزرگوں کے ہاں کوئی مہمان اپنی اصلاح اور مجاہدہ نفس کی غرض سے آیا ہوا ہوتا ہے،اور کوئی صرف ملاقات کے لئے آتا ہے،کسی کی تالیف قلب مقصود ہوتی ہے ،کوئی اپنا خاص مخلص ہوتا ہے جہاں تالیف قلب کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ اس سے ایثار کرانا مطلوب ہوتا ہے ،اسی طرح امیر آدمی بہت زیادہ توجہ اور اہتمام سے جتنا خوش ہوتا ہے غریب آدمی اس کی نسبت تھوڑی سی توجہ سے اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے ، یہ طرز حضرت والا کے ہر معاملہ میں پایا جاتا ہے ، یہ بھی فطری امر ہے کہ جو غریب آدمی اپنے گرا چھی اور عمدہ خوراک کھانے کا عادی ہوا سکے لئے باسی روٹی سزا کے مرادف ہے۔

الحاصل حدیث بالا میں ارشادات گرامی کے مطابق ہر شخص کی حیثیت کا لحاظ

اور رعایت کرنا حضرت اقدس کا مستقل معمول ہے، حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں، کہ غرباء اور امراء کی ملاقات دل جوئی کی رعایت تو امر مشترک ہے، مگر کیفیت دل جوئی ہر شخص کی جدا ہے، اس شخص کی حالت طبیعت اور عادت کے تفاوت سے۔

غرض حضرت اقدس سنت کے مقابلہ میں عرفی مساوات اور لوگوں کے اعتراض کی پرواہ نہیں کرتے۔

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاَ یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبُّ لِاَخِیْہِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (بخاری و مسلم)

یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک اپنے (مومن) بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرلے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حضرت کا واقعہ

۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء کے حج میں منیٰ کے اندر زبردست آگ لگ گئی حضرت کا قیام غیر معمولی معذوریوں کی وجہ سے ایک پختہ مکان میں آگ والی جگہ سے بہت دور تھا لیکن حضرت کے باقی اعزاء و رفقاء حضرت کے خادم خاص الحاج ملک عبدالحق صاحب کے خیمہ میں تھے جہاں آگ پہنچنے کا شدید خطرہ تھا، جب حضرت کو آگ لگنے کی خبر ملی تو دعا میں مراقب ہو گئے اور ساتھیوں کو بھی دعاؤں میں مشغول رہنے کا امر فرمایا، اس آگ میں بہت سے خیمہ جلے، جانی اور مالی بہت نقصان ہوا، اللہ کے فضل سے آگ بجھ گئی تو بندہ حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہوا، دیکھا کہ حضرت زار و قطار رو رہے ہیں، بندہ نے آگ بجھنے کی خوشخبری سنائی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ حضرت الحمدللہ ہمارے یہاں کوئی نقصان نہیں ہوا، حضرت کے متعلقین کے سارے خیمہ محفوظ رہے۔

حضرت نے نہایت درد بھری اور بھرائی ہوئی آواز سے فرمایا کہ جو جل گئے وہ بھی تو میرے ہی تھے۔

حضور اقدس ﷺ کے قصہ کہانی بیان فرمانے کے ذکر میں

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضورﷺ نے فجر کی نماز پڑھی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ایک آدمی ایک گائے لئے جا رہا تھا، کہ اس پر سوار ہو گیا، اور اس کو مارا بھی م، اس گائے نے کہا ہم اس (سواری کے) لئے نہیں پیدا کئے گئے ، ہم تو کھیتی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

لوگوں نے (یہ سن کر بطور تعجب کے) کہاں سبحان اللہ گائے بھی بولتی ہے؟

اس پر حضورﷺ نے فرمایا کہ میرا تو اس پر ایمان اور ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کا بھی ، حالانکہ وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔

اور ایک آدمی اپنی بکریوں میں تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری اٹھا لے گیا، چرواہا اس کے پیچھے بھاگا اور بکری کو چھڑا لیا، تو چرواہے سے بھیڑئے نے کہا، اس کو تو تو نے چھین لیا لیکن فتنوں کے زمانہ میں جب کہ میرے سوا کوئی چرواہا نہ ہوگا تو کون چھڑائے گا؟ اس پر بھی لوگوں نے (تعجب کے طور پر) سبحان اللہ کہا کہ بھیڑیا بھی بولتا ہے۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ میرا تو اس پر ایمان ہے اور ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کا بھی، حالانکہ وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔ (بخاری ومسلم)

(ف) حضورﷺ نے ان حضرات کے ایمان کی وجہ سے اور ان پر پورا پورا اعتماد کی وجہ سے ان کی غیبت میں ان کی طرف سے یہ بات فرمائی، کیونکہ اگر وہ سنتے تو بلا تردد ضرور تصدیق کرتے۔

(ف) حضرت امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب شمائل ترمذی میں ایک باب حضور ﷺ کے رات کے قصہ گوئی کے بیان میں لکھا ہے، اس میں نمونے کے طور پر دو حدیثیں لکھی ہیں۔

حدیث:۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا، (اس پر) ایک عورت نے کہا یہ قصہ حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے (عرب میں خرافہ کے قصے ضرب المثل تھے)۔

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ جانتی بھی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا ہے؟ خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے، ایک عرصہ تک انہوں نے اس کو اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے، وہاں کے زمانہ قیام کے عجائبات وہ لوگوں سے ذکر کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے، اس کے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصہ کو حدیث خرافہ کہنے لگے۔

دوسری حدیث جو حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے، حدیث ام زرع کے نام سے مشہور ہے، اس میں گیارہ عورتوں کا طویل قصہ ہے جنہوں نے علیحدہ علیحدہ اپنے خاوندوں کا حال بیان کیا۔

حضرت اقدس شیخ دامت برکاتہم کی عادت شریفہ

مندرجہ بالا احادیث کے مطابق حضرت اقدس کی عادت شریفہ بھی سبق آموز حکایات اور قصص کے بیان کرنے کی رہی ہے، حضرت کے درس حدیث کے درمیان بھی کئی جگہ بیان ہوتے تھے، اور حضرت اپنی مجلس خصوصی میں پرلطف قصے بیان فرماتے ہیں، اور معتبر علماء کی جمع کردہ حکایات جس میں اولیاء اللہ کی کرامات اور عبرت آمیز اور ترغیب وترہیب اور دل کو نرم کرنے والے قصہ ہوتے ہیں، حضرت ان قصوں کو اپنی اردو تصانیف میں بھی درج فرماتے ہیں، اور ایسی کتب کو مجلس عمومی میں سنانے کا دستور بھی رہا ہے، کہ اولیاء اللہ کے تذکرہ سے نزول رحمت

ہوتا ہے۔

لوگوں کوتقویت حاصل ہوتی ہے ،اہل مجلس متوجہ رہتے ہیں ،اورحضرت باطنی فیوض کاافادہ بھی فرماتے ،مگربعض دفعہ جہل مرکب میں گرفتارمتکبرین کودیکھا گیاہے، کہ وہ اس مجلس کوحضرت کی علمی شان ومرتبہ کے مطابق نہیں سمجھتے ،ان کوانقباض ہوتاہے کہ اتنے بڑے محدث ومحقق کی مجلس میں عجیب وغریب کہانیاں سنائی جاتی ہیں یہاں توصرف علوم ومعارف ہی ہونا چاہیئے ، تھے حضرت کوان باتوں پربھی التفات بھی نہیں ہوتا،ان کے پیش نظرتوہروقت سنت ہی کی میزان رہتی ہے،اوریہی اصل علم ،اصل عرفان اورسب کچھ ہے،اسی طرح صلحاء کی رویاء صالحہ مبشرات ،مکشوفات اوراحوال کے بارے میں عوام میں افراط وتفریط پایاجاتاہے۔

یہاں تفریط والوں کواحادیث بالاکاارشاد ’’میراتواس پرایمان ہے اورابوبکروعمررضی اللہ عنہما کابھی‘‘ پرمتوجہ کرناہے،اوران امورمیں افراط کامعاملہ کرنے والوں کے لئے حضرت کی کتب ومکاتیب میں جابجاتنبیہات درج ہیں۔

حضورﷺ کی عبادت کاذکر

قال الله تعالی :وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِيَعْبُدُوْنِ

ترجمہ: شمائل ترمذی میں باب کے فوائد کےتحت تحریرفرمایاگیاہے، کہ حضوراکرمﷺ کی ہرحرکت وسکون عبادت ہے، ہرکلام وخاموشی ذکروفکرہےافسوس کہ اس کج فہمی وجہالت وفتن کے دورمیں اب عبادت وذکرکے عام فہم الفاظ کومختلف معنوں میں استعمال کرنے میں بھی تشریح کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔

عبادت کے مفہوم کی تشریح حضرت اقدس کی تحریر’’فتنۂ مودودیت‘‘ سے استفادہ

کرتے ہوئے یہاں مختصر بیان کیا جاتا ہے، تفصیل رسالہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور ﷺ کا ہر کلام کا وحی کے مطابق ہونا خود قرآن پاک میں ہے۔

وَمَایَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی (الآیة)

لیکن اس کی وجہ سے حضور ﷺ کے پاک ارشادات کو اور نورانی گفتگو کو کوئی قرآن پاک یا کلام الٰہی کہہ دے اور حدیث پاک کے پڑھنے کے ثواب میں قرآن مجید کی تلاوت کے فضائل بیان کرنے شروع کر دے تو اس کا دین میں تحریف کرنا ظاہر ہے، اسی طرح جب بھی کوئی کام اللہ کے حکم کے مطابق اور اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اس کی رضا کے لئے کیا جائے گا تو اس کا شمار عبادت اور ذکر اللہ میں ہوگا، اس میں عبادت و ذکر کا ثواب بھی ملے گا، اس کو مجازاً عبادت و ذکر بھی کہہ دیا جاتا ہے، لیکن یہ بات عبادت اور ذکر اللہ کی حقیقت شرعیہ کو نہیں بدل سکتی۔

عبادت کی شرعی تعریف میں علامہ مناویؒ لکھتے ہیں:

العبادة اقصی غایة الخضوع وتعارف فی الشرع فیما جعل علامةلنهایة الخضوع من صلوة وصوم وجهادوقرأة

یعنی عبادت انتہائی درجہ کے خضوع کا نام ہے اور شرع میں (عبادت) اس چیز کے لئے متعارف ہے جس کو انتہائی خضوع کی علامت قرار دیا گیا ہو چاہے وہ نماز ہو یا روزہ یا جہاد یا قرأت۔

اسی طرح ذکر اللہ کی تعریف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو یاد کرنا ہے، خواہ بذریعہ اللہ پاک کے اسماء مبارکہ کے ہو یا بذریعہ کلمہ طیبہ کے تکرار کے ہو، چنانچہ حدیث پاک میں افضل الذکر ''**لا اله الا الله**'' کو فرمایا ہے

لیکن آج کل کی بدعات اور فتن میں اس کا بہت زور ہے کہ دین کی شرعی اصطلاحات اور متواتر مفہوم کی بجائے مجاز کو اصل قرار دے کر دین کی بنیادوں کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔

اور اسکو ''تحقیق'' اور ''روشن خیالی'' کہا جاتا ہے، اسکے برعکس متواتر مفہوم پر قائم رہنے کو ''وسیع معنی کو محدود کر دینا'' کہتے ہیں۔

حدیث پاک میں ارکان اسلام عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہی کو فرمایا گیا ہےم، اوران کو اسلام کے دیگر احکامات متعلقہ معاملات، معاشرت، معیشت، اخلاق اور خدمت خلق وغیرہ دیگر اعمال صالحہ سے الگ بیان کیا گیا ہے، عبادات اور دین کے باقی ضروری شعبوں کو تقریباً تمام کتب حدیث اور فقہ میں الگ الگ بیان کیا گیا ہے، لیکن بعض اعمال کو جو عبادت اصلیہ حقیقیہ نماز روزہ وغیرہ کے ادا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور بعض مباح امور جو خالص اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں تو ان کو بھی مجازاً عبادت کہ دیا جاتا ہے، اور یہ ایسی عبادت نہیں ہوتی کہ جن کو غیر اللہ کے لئے کرنا شرک کہلائے، مثلاً خدمت خلق، بلا کسی نیت کے یا کسی دنیاوی غرض سے کسی کا جی خوش کرنے کو بطور مزدوری، ملازمت کے کی جائے تو اسکا کچھ ثواب نہ ہوگا، مگر یہ کام شرک بھی نہیں کہلائے گا۔

لیکن عبادات اصلیہ یا ان کا کوئی جز و مثلاً سجدہ وغیرہ اگر غیر اللہ کے لئے ہو تو شرک کہلائے گا۔

دوسرے تمام امور زندگی اگر شریعت کے خلاف نہ ہوں تو وہ مباح ہوں گے اور ان کو خالص اللہ کے لئے کرنے میں ثواب ہوگا، اس وقت ان پر مجازاً عبادت کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے، اسی طرح تمام امور زندگی کو بجالانے میں جب بندہ شریعت کے احکام کا لحاظ رکھتا ہے تو گویا اللہ کے احکام کو ملحوظ رکھتا ہے، کہ تمام شریعت میں اصل آمر اللہ پاک کی ذات ہے

اوران کاموں کوخالص اللہ کی خوشنودی ہی کے لئے کرتا ہے،تو ظاہر ہے کہ ان کاموں کے کرنے میں اسکواللہ تعا کی یادیعنی اللہ کادھیان حاصل رہے گااس لئے مجازاان کاموں کوبھی ذکراللہ میں شمار کرلیا جاتا ہے نہ کہ معروف ذکراللہ مثلاکلمہ پڑھنے کااطلاق معاملات ومعاشرت یاتعلیم وتبلیغ پرکردیاجائے ،اورمعروف ذکراللہ کے جوفضائل وارد ہوئے ہیں انہیں دیگرنیک کاموں پرثابت کیاجائے ،یاانہی کوذکراللہ بتایاجائے تویہ بات قرآن پاک اوراحادیث صحیحہ کی اصطلاح کے مطابق نہ ہوگی ،کیونکہ ہرعمل صالح کےمستقل فضائل بہت ہیں انہیں منصوص فضائل کوبیان کرناچاہیئے ،سب چیزوں کوخلط کرنااورکسی عمل کی اہمیت پرزوردینے کی خاطرمجازکواصل اوراصل کوذریعہ قراردینایااس کی اہمیت کم کرنادین میں خطرناک تحریف ہے جس کوآج کل ''روشن خالی'' اور''تحقیق'' کہاجاتا ہے،اورعبادات کوپوجاپاٹ اورذکراللہ کورسمی ذکروغیرہ الفاظ کہے جاتے ہیں ان باتوں سے بہت زیادہ احتیاط ضروری ہے۔

اس تنبیہ کے بعدحضورﷺ کی عبادات میں سب سے اہم عبادت نمازکوبیان کیاجاتا ہے۔

حدیث : حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضورﷺ اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں مبارک پرورم آجاتا تھا،کسی نے عرض کیاکہ آپ پراگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہوچکی ہے پھرآپ اس درجہ کیوں مشقت برداشت فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشادفرمایا!میں شکرگذاربندہ نہ بنوں؟۔

اتباعِ سنت کی غرض سے بعدمغرب کی سنتیں طویل پڑھتے تھے

''اطاعت رسول''' مصنفہ مولانایوسف متالا،میں ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضورﷺ مغرب کے بعدسنتیں اتنی طویل ادافرماتے تھے کہ سارے نمازی چلے جاتے تھے،اسی

طرح یہی معمول ہمارے حضرت شیخ کا بھی ہے کہ یہ سنتیں طویل ادا فرماتے ہیں۔

حضرت کے یہاں مہمانوں کے ہجوم میں اس کا پتہ نہیں چلتا کہ حضرت کے انتظار میں سارے مہمان یا غیر مہمان مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں، حضرت کا یہ سنتوں کا اہتمام سفر میں، حضر میں ہر حال میں دیکھا گیا ہے۔

حضور ﷺ کا تمام رات نماز پڑھنا

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ حضورؐ کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو سنا دیں۔

فرمایا کہ حضور ﷺ کی کون سی بات عجیب نہ تھی، ہر بات عجیب ہی تھی ایک دن رات کو تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے، پھر فرمانے لگے، لے چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں، یہ فرما کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور رونا شروع کیا یہاں تک کہ آنسوں سینۂ مبارک تک بہنے لگے، پھر رکوع فرمایا، اس میں بھی اسی طرح روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے آ کر صبح کی نماز کے لئے آواز دی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اتنے روئے حالانکہ آپ معصوم ہیں اگلے پچھلے سب گناہوں کی (اگر بالفرض ہوں بھی تو) مغفرت کا وعدہ اللہ تعالی نے فرما رکھا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں شکر گذار نہ بنوں، اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ''میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، اسکے بعد ان فی خلق السموت کے آخر میں رکوع کی آیت تلاوت فرمائی۔

حضور ﷺ کا چار رکعت میں سوا چھ پارے پڑھنا

حدیث: حضرت عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ میں ایک مرتبہ حضورﷺ کے ہمرکاب تھا، حضورؐ نے مسواک فرمائی ،وضوفرمایااور نماز کی نیت باندھ لی ،میں بھی حضورﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہوگیا، حضورﷺ نے سورۃ بقرہ ایک رکعت میں پڑھی اور جوآیت رحمت کی آئی اس جگہ دیر تک رحمت کی دعاء مانگتے رہتے ،اور جوآیت عذاب کی آتی اس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے ،سورۃ کوختم کرکے رکوع کیااور اتناہی لمبارکوع کیا جتنی دیر میں ،سورۃ بقرہ پڑھی تھی۔اور رکوع میں **سبحان ذی جبروت والملکوت والعظمة** پڑھتے جاتے تھے ،پھر اتناہی لمبا سجدہ کیا، پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورہ آل عمران پڑھی اوراس طرح چار رکعت میں سواچھ پارے ہوتے ہیں۔

بعض مرتبہ حضورﷺ نے ایک رکعت میں سورہ بقرہ ،آل عمران ،مائدہ، تین سورتیں پڑھیں جوتقریباپانچ پارے ہوتے ہیں، یہ جب ہی ہوسکتاہے کہ جب نماز میں چین اورآنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہوجائے ،نبی اکرمﷺ کاارشادہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔(**اللھم ارزقنااتباعه**)

اتباع سنت میں رات بھرنماز پڑھنااورطویل قرأت کرنا

حضور پاکﷺ کا پوری رات نماز پڑھنے کامعمول دائمی نہ تھااسی طرح حضرت شیخ دام مجدہم کامعمول طول قرأت کے ساتھ اوابین کا تو دائمی رہا،اور حجاز کے قیام میں جب تک کچھ قوت رہی تو چاشت کی نماز میں بھی کثرت تلاوت کامعمول رہالیکن تدریسی وتصنیفی اورمشاغل کی بناپررات کودیر سے سونا ہوتا ہے حتی کہ علمی انہاک کی وجہ سے رات کا کھانا بھی دائمی طور پرحذف فرمارکھاہے تاکہ کھانے کے بعد نیند کاغلبہ نہ ہو،اسلئے گیارہ ماہ تومختصرتہجد کامعمول ہوتاہے اور ماہ

مبارک رمضان شریف میں چونکہ تدریسی اور تصنیفی مشاغل سے فارغ ہوتے ہیں اسلئے پوری رات نماز کے اندر تلاوت میں گذرتی ہے، تراویح کے بعد سحری تک نوافل میں تلاوت فرماتے ہیں اور دن کے نوافل کی تلاوت ملا کر روزانہ ایک قرآن پاک اور پانچ سات پارے مزید کا دائمی معمول رہا، اس میں دن کے اوقات میں کچھ حصہ مصحف شریف کے دیکھ کر بھی ہوتا ہے ، اور عصر سے مغرب کہ نوافل کا وقت نہیں ہوتا تقریباً پانچ پارے زبانی سنانے کا معمول رہا ہے اس تلاوت میں تیزی کے ساتھ تدبر اور گریہ کی حالت بھی رہتی ہے، اور آواز کی بلندی بھی جو زنانہ مکان کے اندر سے باہر کمرے میں ساری رات سنائی دیتی رہتی تھی ، جس کو احقر حضرت کے کچا گھر کے مردانہ حصہ میں پوری رات سنتا رہتا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ (مسجد حرام میں قرآن پڑھتے تھے اور میں حضور ﷺ) کے پڑھنے کی آواز رات کو اپنے گھر کی چھت پر سے سنا کرتی تھی ، لیکن بعض اوقات حضرت شیخ آہستہ بھی پڑھتے تھے ، اور حدیث پاک میں آہستہ اور پکار کر پڑھنا دونوں طرح کے معمول کا ذکر ہے۔

صلوٰۃ التسبیح

حدیث: حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے عباس، اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں ایک بخشش کرو، ایک چیز بتاؤں، تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں، جب تم اس چیز کو کروگے تو حق تعالیٰ شانہ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے، غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرمادیں گے۔

وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے) پڑھو اور ہر رکعت میں جب

الحمداللہ اورسورت پڑھ چکوتو رکوع سے پہلے **سبحان الله والحمدلله ولااله الاالله والله اکبـــــر** پندرہ مرتبہ پڑھو، پھر جب رکوع کروتو دس مرتبہ اس میں بھی پڑھو، پھر جب رکوع سے کھڑے ہوتو دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدہ کروتو دس مرتبہ اس میں پڑھوں، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھوتو دس مرتبہ پڑھو، پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتب اس میں پڑھو، پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھوتو دس مرتبہ (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر پڑھو، ان سب کی میزان پچھتر ہوئی، اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا، اگر ممکن ہوسکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ ہوسکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہوسکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بی نہ ہوسکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھ ہی لو۔

(ف) اس نماز کے متعلقہ فقہی مسائل ''فضائل ذکر'' کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شیخ کا صلوٰۃ التسبیح کا دائمی معمول

حضرت شیخ کا صلوٰۃ التسبیح کا دائمی معمول بروز جمعہ کا رہاہے ہندوستان کے قیام میں زوال کے بعد اور حجاز مقدس کے قیام میں زوال سے پہلے پڑھنے کا معمول رہاہے، کیونکہ حجاز میں زوال کے فورا بعد خطبہ کی اذان ہوجاتی ہے، اور ماہ مبارک میں تو روزانہ ہی صلوٰۃ التسبیح کا معمول رہا۔

اسی اعتبار سے اس حدیث پاک کے تقریبا ہر ہر جزو پر عمل ہوگیا، حضرت کے بعض خدام کا معمول اس نماز کو روزانہ پڑھنے کا بھی ہے۔

حضور ﷺ کے روزوں کا بیان

حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو رمضان

،شعبان کےسوادوماہ کامل روزے رکھتےنہیں دیکھا۔

روزوں کےمتعلق حضرت کاعمل

اس حدیث پاک کے مطابق ہمارے حضرت اقدس نے بھی جب کہ ۱۳۸۹ھ میں سفرحجازفرمایاتواس کااہتمام فرمایاکہ جب سے گھرسے روانہ ہوئے توباوضواور باصوم روانہ ہوئے جب حجازمقدس میں پہنچےتویہاں سخت گرمی کے دن چل رہے تھےاورلوخوب چل رہی تھی ،حضرت والااندرکی بنیان (موٹی کمر) پانی میں بھگوکرزیب تن فرماکرمدرسہ شرعیہ سے جوکہ بالکل مسجدنبوی شریف کےمتصل ہے چلتے،مسجدشریف پہنچنے تک وہ خشک ہوجاتی اورواپسی پر گیلی ایک لنگی سرپرڈال کرواپس اپنے قیام گاہ پرآجاتے حضرت والاکاروزوں کاسلسلہ برابر جاری رہا،(اس وقت حضرت کے کمرے میں کولربھی نہیں تھا) حضرت کےمتعلقین اصرارکرتے رہے کہ اس ضعف وپیری میں اوراس لو میں آپ اس وقت روزوں کا سلسلہ موقوف فرمادیں،جب اصرارزیادہ ہونے لگاتوحضرت نے شھرین متتابعین توبۃ من اللہ کی نیت فرمالی اور بہت ہی اہتمام سےسخت گرمیوں میں دوماہ کےروزے پورےفرمائے اوراس طرح حضرت والاکی دعاء جوحضرت نےشرح شمائل میں اس حدیث پاک کی شرح کے بعدلکھاہے،اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَااِتِّبَاعَہٗ ، اللہ جل شانہ نے اپنےفضل وکرم سے مدینۃالرسول ﷺ میں اس دعاکوقبول فرمالیا،اورحضرت نےشدیدلواورگرمی میں دومہینہ کےروزے لگاتارپورےفرمائے۔حفظہ اللہ واعلی اللہ مراتبہ۔

ایک جامع دعاء

(ف) دعاکوحدیث پاک میں ’’مُخُّ الْعِبَادَۃِ‘‘فرمایاگیاہے۔

حدیث : حضرت ابوامام رضی اللہ عنہ نے فرمایاکہ حضورﷺ نے اتنی دعائیں تعلیم

فرمائیں کہ ہم ان کو یاد نہ کرسکے تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے بہت سی دعائیں ارشاد فرمائیں تو ہم ان کو یاد نہیں کر سکتے۔

تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو ان سب دعاؤں کو شامل ہو، یہ دعا پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَااَسْئَلُکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌصَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَااسْتَعَاذَمِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌصَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلاَغُ وَلاَحَوْلَ وَلاَقُوَّۃَ اِلاَّبِاللّٰہِ۔

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے ہر اس خیر کا سوال کرتے ہیں جس کا حضور ﷺ نے تجھ سے سوال کیا اور ہر اس برائی سے پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے نبی ﷺ نے پناہ مانگی ہو، تجھ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے اور ساری حاجات کی تیری ہی طرف سے کفایت ہوتی ہے، اور نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی قوت اور نہ طاعت پر پابندی کی طاقت مگر اللہ ہی کی طرف سے"

حضور ﷺ کی ایک جامع دعاء پر حضرت شیخ کا ۷۰ برس عمل رہا

حضرت شیخ دام مجدہم فرماتے ہیں کہ اس دعا کا ۱۳۳۲ھ سے میرا معمول ہے (یعنی اب سے ستر برس پہلے)۔

درود شریف کی فضیلت

قال اللہ تبارک وتعالی

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْاصَلُّوْاعَلَیْہِ وَسَلِّمُوْاتَسْلِیْماً

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھ پر درود شریف پڑھنا پل صراط پر گذرنے کے وقت نور ہے، اور جو شخص جمعہ کے دن اسی ۸۰ مرتبہ مجھ پر درود بھیجے اسکے اسی ۸۰ سال کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور اسی ۸۰ سال کی عبادت کا ثواب اسکے لئے لکھا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسی ۸۰ مرتب یہ درود شریف پڑھے ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْماً ۔'' تو اس کے اسی ۸۰ سال کے گناہ معاف ہوں گے۔

بہت عرصہ ہوا کہ ایک دفعہ احقر نے حضرت سے پوچھا کہ آپ جمعہ کے دن دیر تک عصر کے بعد کیا پڑھتے ہیں، تو احقر کو حضرت نے مذکورہ بالا درود شریف بتایا اور بندہ نے اسی وقت لکھ کر یاد کرلیا، مگر اب تو حضرت اقدس کا یہ معمول بہت مشہور ہوگیا، اور خدام کا اس پر پابندی سے عمل ہوگیا، اور کئی جگہ مستقل چھپ کر شائع بھی ہوگیا۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ سے دعا کرے تو ضرور قبول ہو۔ (بخاری و مسلم)

علماء مختلف ہیں کہ یہ ساعت جس کا ذکر حدیث پاک میں ہے کس وقت ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ''سفرالسعادۃ'' میں چالیس اقوال نقل کئے ہیں، مگران سب میں دو قول کو ترجیح دی ہے۔

ایک یہ کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز کے ختم تک ہے (مگر اسوقت دل دل میں دعا کی جاتی ہے)۔

دوسرے یہ کہ وہ ساعت آخر دن میں ہے،اس دوسرے قول کوایک جماعت کثیرہ نے اختیار کیا ہے،اور بہت سی احادیث اس کی مؤید ہیں۔

شیخ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو ان کو خبر کردے تا کہ اس وقت وہ ذکر اور دعا میں مشغول ہو جائیں۔

حدیث: ترمذی شریف میں بھی ایک حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''**شاھد**'' (جوسورۃ بروج میں ہے) سے مراد جمعہ کا دن ہے کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں ،اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ کوئی مسلمان اس میں دعا نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالی قبول فرماتا ہے، اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ اللہ تعالی اس کو پناہ دیتا ہے۔

جمعہ کے دن آخری ساعت کے متعلق حضرت شیخ کا معمول

حضرت اقدس شیخ کی مجلس عام کا معمول ہمیشہ سے بعد عصر کا رہا ہے ،اسی مجلس میں باطنی افادہ کے علاوہ نئے مہمانوں کی ملاقات ،چائے ،گفتگو،تعویذ وغیرہ اورضروری مختصرڈاک وغیرہ کئی کام ہوجاتے تھے ،بعد میں اس مجلس میں کسی کتاب کے سننے کا دستور بھی ہوگیا تھا، یہ مجلس جمعہ کے روز عصر کے بعد نہیں ہوتی تھی، بلکہ عصر کے بعد حضرت مسجد میں اسی ۸۰ دفعہ والا ،درود شرف پڑھ کراپنی قیام گاہ (کچا گھر) میں تشریف لا کر کواڑ بند کر لیتے اور مغرب سے چندمنٹ پہلے کواڑ کھولتے تھے،اس میں دعا اور مراقبہ میں مشغولی ہوتی تھی ،جب حضرت کو اٹھنے بیٹھنے میں معذوری ہوگئی اور خود کواڑ بند کرنے مشکل ہوگئے تو حضرت کا ایک خادم مکان کے باہر تالہ لگادیتا تھا تا کہ حضرت کے معمول سے ناواقف اجنبی بھی نہ آسکے۔

ایک روز احقر پر حضرت نے خصوصی کرم فرمایا اور حکم دیا کہ تم ہی اندر سے کواڑ بند کردو،

اور وہاں (کمرے کی ایک طرف) بیٹھ کر کچھ پڑھ لو، اس دن بندہ کو اس تخلیہ کی حالت دیکھنے کا موقعہ مل گیا، حضرت سارے وقت چارپائی پر دعا اور مراقبہ میں مشغول رہے، بعد میں حضرت اقدس کا مستقل معمول جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک مسجد میں مراقب رہنے کا ہو گیا تھا، اور اس وقت ذاکرین سے تقریباً مسجد بھر جاتی تھی، جو مغرب کی اذان سے کچھ پہلے تک ذکر جہری میں مشغول رہتے، جمعہ کی یہ مجلس بھی بہت ہی عجیب اور پرانوار ہوتی تھی۔

حدیث: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن کوئی سورۃ کہف پڑھے تو اس کے لئے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا کہ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا، اور اس جمعہ سے پچھلے جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہو جائیں گے۔ (شرح سفر السعادۃ)

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہ صغیرہ مراد ہیں، اسلئے کبیرہ بے توبہ کے نہیں معاف ہوتے، واللہ اعلم وہو ارحم الراحمین۔

(ف) جو جمعہ کے جملہ آداب کا خیال کریگا اس کو ان اعمال کے درمیان توبہ و استغفار کی توفیق بھی ہو ہی جاتی ہے۔

جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی سنت پر حضرت شیخ کا عمل

جمعہ کے روز سورۃ کہف پڑھنے کا بھی دائمی معمول حضرت کا رہا ہے بلکہ اپنے متوسلین کے لئے جو معمولات کا پرچہ مرتب فرمایا ہے اس میں بھی سورۃ کہف شامل ہے۔

حدیث: نبی کریم ﷺ نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے، پس اس دن غسل کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک

کواس دن لازم کرلو۔

حدیث : نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ ''الم سجدہ'' اور''ہل اتی علی الانسان'' پڑھتے تھے۔

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ الم سجدہ اور ھل اتی علی الانسان پڑھنے کی سنت کا اہتمام

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں حضرت کی مسجد میں امام کو ہمیشہ یہ ہدایت ہوتی کہ وہ ان مسنون سورتوں کا بہت اہتمام کرے اور ہمیشہ اس پر مواظبت ہوتی ، ماہ مبارک میں مجمع بہت زیادہ ہوتا اسمیں نو وارد بھی کافی ہوتے لیکن اسکے باوجود اس پر عمل برابر جاری رہتا، اور لوگوں کی سہولت کے لئے نماز سے پہلے اعلان بھی کردیا جاتا، تاکہ پہلی رکعت میں سجدہ ہے، کبھی حضرت امام کو بلاکر یہ بھی فرمادیتے کہ سورہ سجدہ اور سورہ دہر نہ چھوڑ دینا کہیں مجمع کی زیادتی سے چھوڑ دے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام عذر کردیتا کہ میرے بس کا نہیں ہے تو حضرت مسکرادیتے، اور جو امام بہ آسانی پڑھ سکتا ہوتو اسکو متعین فرمادیتے۔

اور اپنا ایک واقعہ بھی سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ رائے پور حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہ کے ہمراہ تھا جمعہ کی فجر کی نماز کا وقت ہوگیا کسی کو امام بنے کی ہمت نہ ہوتی تھی ایک مولوی صاحب نے نماز پڑھائی، سلام کے فورا بعد حضرت مدنیؒ نے فرمایا، کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ آج جمعہ کا دن ہے، (یعنی سورہ سجدہ اور سورہ دہر، کیوں نہ پڑھی) میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہی غنیمت ہے کہ نماز پڑھادی آپ کے سامنے کس کی ہمت، جو آپ کی امامت کرے، اور فرمایا کہ میرے حضرت مدنیؒ کے یہاں بھی اسکا بہت اہتمام تھا۔

کبھی کبھار حضرت اقدس کے یہاں اس کو چھوڑ دیا جاتا جو کہ عین سنت ہے۔

چونکہ جمعہ کا دن بہت ہی مبارک ہے اور سارے دنوں کا سردار ہے اس دن کی بہت فضیلت احادیث پاک میں آئی ہیں اور حضور ﷺ کی بہت ساری سنتیں اس دن میں حدیثوں میں آتی ہیں، ہم نے بھی حضرت اقدس کو ان مبارک سنتوں پر بہت اہتمام سے عمل کرتے دیکھا ہے۔

جمعہ کے دن غسل کی سنت پر حضرت کا حالت مرض بھی اہتمام تھا

مثلاً جمعہ کا غسل جو کہ مسنون ہے حضرت والا باوجود ضعف وپیری اور سخت احتیاج کے پانچ چھ خادم مل کر حضرت والا کو غسل کراتے تھے، سخت سردیوں میں بھی اس کا اہتمام فرماتے ساتھ ہی غسل میں سر اور ڈاڑھی میں ''ختمی'' کا استعمال جو کہ مسنون ہے اور جس پر عمل قریب قریب بالکل ہی متروک ہے، حضرت والا کو اس کا بہت ہی اہتمام ہوتا ہے، اور احقر کو اس خدمت کی اکثر سعادت حاصل رہی، اسکے علاوہ عطر کا استعمال اور دوپہر کے کھانے کے بعد جمعہ ہونا امور مسنونہ کا اس مبارک دن میں حضرت کے ہاں ہمیشہ بہت اہتمام دیکھا گیا۔

حدیث : فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دو رکعتیں مسواک کر کے پڑھنا، ان ستر رکعتوں سے افضل ہے جو بے مسواک کے پڑھی جائیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو کہ اس میں دس فائدے ہیں (۱) منہ کو صاف کرتی ہے (۲) اللہ کی رضا کا سبب ہے (۳) شیطان کو غصہ دلاتی ہے (۴) مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں، (۵) فرشتے محبوب رکھتے ہیں، (۶) مسوڑوں کو قوت دیتی ہے، (۷) بلغم کو قطع کرتی ہے، (۸) منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے، (۹) مرنے کے وقت کلمہ

نصیب ہوتا ہے،(۱۰)اور سب سے علاوہ یہ کہ سنت ہے۔

(ف)حضور نبی کریم ﷺ کا آخری عمل یہی تھا علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوگا۔

حضرت شیخ نے ساری عمر مسواک کا بہت ہی اہتمام فرمایا

حضرت کو ساری عمر سے مسواک کا بہت ہی اہتمام رہا، حتی کہ آب دہن مبارک میں کوئی بھی دانت باقی نہیں رہا تو محض مسوڑوں پر ہی مسواک ضرور استعمال فرماتے ہیں، اب تو اپنے ہاتھ سے مسواک کرنے کی قوت بھی نہیں رہی، تو وضو کرانے والا خادم اپنے ہاتھ سے حضرت کے مسوڑوں پر مسواک ضرور پھیرتا ہے، اور اگر کبھی بھول جائے تو طلب فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ کے خوشبو لگانے کا ذکر

حضور ﷺ کے بدن شریف سے خود خوشبو مہکتی تھی چنانچہ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر نہ مشک، نہ کوئی اور خوشبو حضور اکرم ﷺ کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی۔

روایت ہے کہ جس کوچہ سے حضور ﷺ گذرتے تھے بعد کے گزرنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پا کر سمجھ لیتے تھے کہ حضور ﷺ کا ابھی اس راستے سے گذر ہوا ہے۔

خوبصورتی کو خوشبو لازم ہوتی ہے (جب کہ ظاہر کے ساتھ باطن بھی خوبصورت ہو) جو شخص جس درجہ کا حسین ہوتا ہے ویسے ہی مستانہ خوشبو اس کے بدن اور لباس سے مہکا کرتی ہے حضور ﷺ کا اجمل المخلوقات اور بدر البدور ہونا مسلم ہے اسلئے اس کو طبعی خوشبو لازم ہے، لیکن اسکے باوجود بھی حضور ﷺ خوشبو کا استعمال اکثر فرماتے تھے۔

حدیث : حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک سکتہ تھا اس سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

حضرت شیخ کا عطر لگانے کی سنت پر عمل

حضرت اقدس کے خوشبو کے کثرت استعمال کو تو سب ہی جانتے ہیں لیکن حسن کی وجہ سے بدن مبارک سے بھی خوشبو آتی ہے چنانچہ حضرت کا مشلح (عربی چوغہ) اور کرتہ پر تو خوشبو لگانے کا دستور ہے، اندر کی بنیان پر خوشبو نہیں لگاتے مگر گرمیوں میں پسینے سے بھیگی ہوئی آٹھ روز کے بعد جب کمری بدلی جاتی ہے تو اس میں خوشبو مہکا کرتی ہے، مدینہ پاک کے قیام میں جب شروع میں حضرت کے کپڑے احقر کے گھر دھلتے تھے تو احقر کی اہلیہ کپڑوں کا مستعمل پانی نالی میں نہیں گراتی تھی بلکہ چھت پر جا کر دیواروں پر ڈال دیتی تھی۔

اس حدیث میں ''سکتہ '' کا بھی ذکر ہے جس کے معنی ہے اکثر علماء کے نزدیک ''عطر رکھنے کا ڈبہ'' ہے، تو حضرت کے یہاں بھی ہمیشہ ایک ڈبے میں عطر کی مختلف شیشیاں رکھی رہتی ہیں۔

اذان کی فضیلت

حدیث: **عن معاوية رضى الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول المؤذنون اطول الناس :اعناقايوم القيامة.** (مسلم)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ نے فرمایا کہ مؤذنوں کی گردنیں قیامت کے دن لمبی ہوں گی۔ (بطوا عزاز کے)

حدیث : حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن النصارؓ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت

ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم کو بکریاں اورصحراء بہت پسند ہیں (یعنی اکثر اوقات تم بکریوں کی وجہ سے صحراء میں رہتے ہو) تو جب تم صحرا میں ہواور نماز کے لئے اذان دو تو آواز خوب اونچی کیا کرو، کیونکہ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے وہاں تک جنات اورانسان سب سننے والے قیامت میں اس کی (توحید کی اورمسلمان ہونے کی) گواہی دیں گے۔ یہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔(بخاری)

رغبت ثواب

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے غزوۂ بدر میں ہر تین آدمیوں میں ایک اونٹ سواری کے لئے تھا حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ،رسول اللہ ﷺ کے ہمسفر تھے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا نمبر پیادہ چلنے کا آیا، تو ان دونوں حضرات نے عرض کیا کہ ہم آپ کے عوض پیدل چل لیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ سے قوی نہیں اور نہ میں ثواب سے بے پرواہ ہوں۔(حیات صحابہؓ ص۷۰۹)

حضرت اقدس کا عمل

یوں تو حضرت اقدس کی ساری زندگی عزیمت پر عمل اور رضائے الٰہی میں حرص اور شوق کے جذبے کی شاہد عدل ہے مگر یہاں احادیث بالا کے مطابق اذان کا عمل ذکر کرنا ہے۔

مساجد میں تو مؤذن مقرر ہوتے ہیں، اذان دینا انہی کا حق ہوتا ہے اور مؤذن کو اذان سے کم ازکم نصف گھنٹہ پہلے مسجد میں موجود ہونا بھی ضروری ہوتا ہے ،جو کہ خدمات دینیہ خصوصاً علمی مشاغل والوں کے لئے ان مشاغل عالیہ کے حرج کا باعث ہوتا ہے، اسلئے سفر وغیرہ

کی حالت میں دوسروں کواذان دینے کا موقعہ مل جاتا ہے، حضرت کواپنی قوت کے زمانہ میں اس کا اہتمام رہا کہ اذان دینے میں سبقت کریں۔

چنانچہ جب اپنے مرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کے ہمراہ ریل کا سفر ہوتا تو حضرت چلتی ریل کی کھڑکی میں سے منہ نکال کر بہت ہی لمبی اذان دیتے، تاکہ اذان کی آواز کئی میل تک پہنچ جائے جو چلتی ریل میں آسان ہے، اوراس ترکیب سے مذکورہ حدیث کی فضیلت حاصل ہوجائے۔

اذان دینے کی سنت پر حضرت شیخ کا مقام حدیبیہ میں عمل

۱۳۸۴ھ میں جب حضرت حجاز مقدس تشریف لائے تو جدہ سے مکہ مکرمہ آتے وقت حدیبیہ کے مقام پر مغرب کا وقت ہوگیا، اس سفر میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ بھی ہمراہ تھے حدیبیہ میں ماثورہ مقام پر نماز ادا کرنا تجویز ہوا، وہاں سب خدام وضووغیرہ کی تیاری میں لگ گئے حضرت تو باوضو ہی تھے، احقرنے دیکھا کہ وقت ہوتے ہی حضرت ایک طرف بڑھے اورزور سے اذان شروع فرمادی۔

اس سنت اوراس کی فضیلت حاصل کرنے کا شوق عوام میں تو ہوتا ہے لیکن بڑے علماء اورمشائخ کو بہت کم اس کا اہتمام کرتے دیکھا گیا۔

اسکے علاوی ڈاکٹر اسماعیل صاحب کا بیان ہے کہ ۱۳۸۸ھ کے عمرہ والے آٹھ ماہانہ قیام میں بھی بندہ نے دیکھا جب کہ بندہ کی گاڑی میں سفر ہوا تھا اور ابغیر سہارے کے حضرت نہ چل سکتے تھے نہ کھڑے ہوسکتے تھے اس وقت خلیص کے مقام پر مغرب کی نماز کے لئے ٹھہرے تو حضرت نے باوجود اس معذوری کے کھڑے ہوکر اذان کہی۔

حضور اقدس ﷺ کے تواضع فرمانے کا ذکر

قال اللہ تعالیٰ : وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ،

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ.

(ف) صاحب معراج سید الکونین حبیب خدا ﷺ تمام دنیا سے زیادہ متواضع تھے صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ حقیقی تواضع تجلی شہود کے دوام بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت شیخ دام مجدہم تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے تواضع کے واقعات ایک دو نہیں ہزاروں سے زیادہ ہیں، اسلئے ان کا احاطہ تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے، صرف نمونہ کے طور پر لکھا جاتا ہے۔

حدیث: ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم فرما دیا، ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا، دوسرے نے کھال نکالنا، کسی نے پکانا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ پکانے کے لئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! یہ کام ہم خود ہی کر لیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اسکو بخوشی کر لو گے، لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں ممتاز ہوں اور اللہ جل شانہ وجل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔

حضرت شیخ کا تواضع کی سنت پر عمل

(ف) تکلف اور تصنع کی تواضع اور عرفی جھوٹا وقار سے حضرت اقدس بہت دور ہیں، نہ تو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے خدام کے لئے، حقیقی تواضع جس کا اوپر ذکر آیا ہے، اور حقیقی وقار صفائی معاملات میں، اعلیٰ حوصلگی، وایثار و سخا وغیرہ حضرت کی زندگی میں نمایاں ہیں،

خصوصاً تواضع اور ایسی تواضع جس کے تواضع ہونے پر حضرت کو التفات بھی نہیں ہوتا۔

حضرت کا معمول تھا کہ مدرسہ مظاہر العلوم (جس کے حضرت شیخ الحدیث تھے) میں استنجاء کے ڈھیلوں کے لئے پکی اینٹیں اور حمام گرم کرنے کی لکڑیوں کی گاڑیاں آیا کرتی ہیں، حضرت فرماتے تھے کہ میں نے مدرسہ کے دربان سے کہہ رکھا تھا کہ جب اینٹوں اور لکڑیوں کی گاڑی آئے تو اوپر درس گاہ میں مجھے اطلاع کر دے، جب بھی گاڑی کی اطلاع آتی میں گھنٹہ کے ختم پر ایک طالب علم کو مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ صدر، مدرس) کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیتا تھا کہ اینٹیں آئی ہیں، میں نیچے جا رہا ہوں، مولانا مرحوم بھی فوراً پہنچ جاتے تھے، اور ہم دونوں کو جاتے دیکھ کر دونوں کے یہاں کی جماعتیں ایسی دوڑتیں کہ ہم سے پہلے وہاں پہنچ جاتے، ہم دونوں کو تو ایک پھیرا بھی مشکل سے آتا تھا۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مریض ہوا، حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ دونوں حضرات پا پیادہ میری عیادت کو تشریف لائے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ میں بے ہوش پڑا ہوں، حضور ﷺ نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا، جس سے مجھے افاقہ ہو گیا، اور میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں تو میں نے اپنے ترکہ کے متعلق سوال کیا، جس پر میراث کی آیت نازل ہوئی۔

حدیث: فرمایا رسول اللہ ؟ ﷺ نے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی صبح کے وقت کرے تو شام تک اسکے لئے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں، اور اگر شام کو کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعاء کرتے ہیں۔

بیماروں کی عیادت کی سنت پر حضرت شیخ کا عمل

بیماروں کی عیادت کا معمول حضرت اقدس کا بہت کثرت سے رہا، حتیٰ کہ اب انتہائی

معذوری میں بھی جب گاری میں بیٹھ کر جانے کی طاقت رہی حضرت عیادت کو جاتے رہے ،اولیاء اللہ ،مشائخ اور بڑے لوگوں کی عیادت کو تو سب ہی کے جانے کا رواج ہے ،لیکن اپنے ادنی خادم کے ہاں جانا یہ حضرت کی کمال علوشان ظاہر کرتا ہے۔

ایک دفعہ احقر مدینہ طیبہ میں بیمار تھا اور احقر کا مکان کچے راستوں مین سے ہوکر ایک بے آباد باغ کے اندر تھا،حضرت اپنے خادم خاص الحاج ابوالحسن صدیقی کے ساتھ اس جگہ تشریف لے آئے اور پڑھ کر بندہ پر دم کیا جس سے مجھے افاقہ ہوگیا اور مجھے تکلیف کی جگہ پر دیکھ کر کوئی سہولت کی جگہ ملنے کی دعا بھی فرمائی ،جس کے بعد مجھے بلا کسی کوشش کے حرم شریف کے قریب راحت کا مکان بھی مل گیا۔

حدیث: فرمایا رسول ﷺ نے کہ جو شخص مردے کو غسل دے تو گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے،اور جو کسی مردے پر کفن ڈالے تو اللہ تعالی اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے۔

حضرت کا معمول

مدرسہ مظاہر العلوم کے طلبہ اکثر تو دارالاقامہ میں رہتے ہیں،لیکن بعض امامت کی مد میں شہر کے مختلف محلوں کی مساجد میں بھی رہتے ہیں،حضرت اقدس کو جب بھی کسی غریب الوطن طالب علم کی وفات کی اطلاع ملتی تو فوراوہاں پہنچ کر اس کو غسل دیتے چاہے رات کا وقت ہو،اور جگہ بھی دور ہو،اور بعض وقت فوت ہونے والا چیچک وغیرہ ایسے مرض کا شکار ہوتا جس سے گھن اور تعفن بھی ہوتا اور ظاہری نجاست سے آلودگی بھی ہوتی ،مگر حضرت بایں نفاست طبع اپنے دست مبارک سے اس کو غسل دیتے ،حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب کی وفات کے وقت حضرت پر بڑھاپے کے آثار اور امراض کی وجہ سے کئی قسم کی معذوریاں بھی ہوگئی تھیں،لیکن

حضرت نے غسل کے لئے اس حالت میں بھی تشریف لے گئے، احقر بھی خادمانہ ہمراہ تھا۔

حضرت نے ایک مرتبہ تحدیث بالنعمت کے طور پر فرمایا کہ میں نے تقریباً دوسو مردوں کو غسل دیا ہوگا اور مجھے اللہ کی ذات سے اس پر بڑے اجر کی امید ہے۔

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابر، برابر کا معاملہ کرنے والا ہو، صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو دوسرے کے توڑنے پر صلہ رحمی کرے۔

ذرا دل تھام کر پڑھنا اے متبع سنت دوستو!

حضرت شیخ دام مجدہم فرماتے ہین کہ میرا اور میرے چچا جان (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ) کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ اپنی یک شبانہ حاضری کاندھلہ میں جملہ اعزہ کے گھروں میں جا کر ان سے ایک ایک دو دو منٹ کے لئے ضرور ملتے، میرا کاندھلہ جانا چھ ماہ، آٹھ ماہ میں ایک شب کے لئے ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آٹھ ماہ بعد میرا کاندھلہ جانا ہوا، اور اپنی عادت کے موافق سب گھروں کا چکر لگایا میرے محترم عزیز برادر معظم ماسٹر محمود الحسن کاندھلوی مرحوم اس وقت کاندھلہ میں تھے، میرے ساتھ وہ بھی بادل ناخواستہ میری خاطر میں مٹر گشت میں چل دئے، میں ایک عزیز کے گھر گیا جو ایک معمولی سی بات پر اور محض غلط فہمی سے اپنے دل میں مجھ سے ناراض تھے جس کا مجھے احساس تک بھی نہ تھا، (جس کا مفصل قصہ آپ بیتی نمبر۳ صفحہ ۷۹ میں آموں والا قصہ کے عنوان سے درج ہے یہاں اختصار کے خیال سے درج نہیں کیا) میں نے جا کر سلام کیا، انھوں نے منہ پھیر لیا، میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے مرحوم نے ہاتھ کھینچ لیا، بھائی محمود کا اس وقت غصہ کے مارے چہرا سرخ ہو رہا تھا۔

میں نے ایک مونڈھا کھینچا اوران عزیز کے قریب بیٹھ کر چلا آیا، انہوں نے میری طرف منہ نہیں کیا، جب وہاں سے واپس آرہا تھا راستے میں بھائی محمود نے کہا، بے غیرت بے حیا پھر بھی ان کے یہاں آئے گا؟

میں نے کہا ضرور آؤں گا، یہ ان کا فعل تھا جو انہوں نے کیا، وہ میرا فعل ہوگا جو میں کروں گا، ہمیں حدیث پاک میں ''صل من قطعک'' کا حکم دیا گیا ہے۔

مگر مالک کا ایک عجیب احسان یہ رہا کہ جس سے ابتداء لڑائی رہی اس سے انتہاء وہ تعلقات بڑھے کہ شاید و باید یہ مرحوم عمر میں مجھ سے بڑے تھے، آخر میں ان کا یہ اصرار رہا کہ ''تجھ ہی سے بیعت ہوں گا، اور تیرے ہی پاس ٹھہر کر مروں گا'' اتنا بڑھا کہ حدوحساب نہیں۔

(ف) یہ اتباع شریعت وسنت کی برکت ہے، کہ رحمٰن وجل شانہ دلوں میں محبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

حضور ﷺ کی معیشت اور زہد وسخا کا بیان

قال اللہ تبارک وتعالی :اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلاً.

وقال جل جلالہ:ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمُ.الاٰیۃ

وَمَا الْحَیٰوۃ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْر. الآیۃ

حضور ﷺ کے بستر کا بیان

حدیث: (ف) حضور ﷺ کس قسم کے بستر پر آرام فرماتے تھے وہ ان روایات سے معلوم ہوگا جو اس باب میں ذکر ہوئی ہیں، اور ہم اینٹوں کے قالینوں اور فرشوں کا کیا حال ہے وہ

نگاہوں کے سامنے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

متعدد روایات میں وارد ہے کہ صحابہ کرامؓ جب نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیاوی راحت وآرام سے کیا کام، میری مثال اس رہ گزر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستے میں ذرا آرام کے لئے کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر آرام کر کے آگے چل دیا۔

حدیث: امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے یہاں حضور نبی کریم ﷺ کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر حضور ﷺ کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم آپ کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے، اور کبھی کبھی آپ چارپائی پر بھی آرام فرماتے جو کھجوروں کے بان سے بنی ہوئی ہوتی حتی کہ آپ کے پہلو مبارک میں اس کا نشان پڑ جاتا، حضور اقدس ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی

حدیث: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا تھا۔

بستر اور تکیہ کی سنت پر حضرت شیخ کا عمل

حضرت اقدس کا ایک بستر چمڑے کا تھا جس میں پرال بھری ہوئی تھی، گدے کی طرح

یہ حضرت کے ذاتی کتب خانہ جو حضرت کے تصنیف کا کمرہ اور خلوت خانہ بھی تھا، چاروں طرف کتب سے بھرا ہوا تھا، صرف بیٹھنے کی جگہ پر یہ بستر تھا جو جب بچھایا گیا تو پھر چالیس برس تک صفائی کیلئے بھی نہیں اٹھایا گیا۔

اور ایک بستر کچے گھر میں موٹے کھیس کا تھا جس میں ایک چمڑے کا تکیہ بھی رہتا تھا جس میں چھال بھری ہوئی تھی یہی بستر لپیٹ کر بطور تکیہ چارپائی کی پائینتی پر رکھ دیا جاتا، اسی پر حضرت ٹیک لگا کر خالی چارپائی پر تشریف فرما ہوتے اور ٹیک اکثر بائیں جانب دیکھی گئی ہے۔

حضرت اقدس کا سوٹ کیس

اسی طرح ''اثاث البیت'' میں سے مثال کے طور پر حضرت کے صرف سوٹ کیس کا ذکر کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ کی کھجوریں جس کنستر میں بند ہو کر آتی تھیں، اسی میں سے ایک کنستر کو ڈھکن اور کنڈی لگوا کر اپنے کپڑوں کے لئے بطور صندوق استعمال کرتے تھے، کیونکہ گٹھڑی میں کپڑے رکھنے میں چوہوں کے کاٹنے اور سہارنپور کی مرطوب آب و ہوا میں کیڑوں سے بچاؤ مشکل تھا۔

حدیث: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔ (ابوداؤد)

حدیث: ازواج مطہرات کے مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے ٹٹوں کے تھے جن پر ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے تاکہ اجنبی کی نگاہ اندر نہ جاسکے۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کہیں سفر میں تشریف لے گئے اور حضرت سلمہ رضی اللہ

عنہا کو اس وقت کچھ ثروت حاصل تھی انہوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کے پکی اینٹیں لگا لیں، واپسی پر جب حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا تو دریافت فرمایا کہ یہ کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا اس میں بے پردگی کا احتمال رہتا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو تعمیر ہے۔

حدیث: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہوگئی تھی درست کررہے تھے حضور نبی کریم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

''کن فی الدیا کانک غریب او عابر السبیل ''یعنی دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ مسافر یا راہ گزر۔

مندرجہ بالا چاروں احادیث کے مطابق حضرت اقدس کا عمل

کچا گھر: حضرت شیخ دام مجدہم کی کئی پشتوں سے وجاہت۔ مرجعیت، خاندانی راست اور ذرائع آمدنی کے علاوہ حضرت کے یہاں مہمانوں کی کثرت، اپنے گھر کے افراد اور کنبہ کی وسعت وغیرہ بہت سے امور کا تقاضا تھا کہ حضرت کا مکان بڑا اور عالیشان ہوتا، مگر سنت نبوی کے اس عاشق صادق کا گھر کم سے کم ضرورت اور مجبوری کا تھا جو پہلے کچی اینٹوں کی ایک کوٹھڑی تھی، اسلئے اب تک اس کا نام ہی کچا گھر مشہور ہے، حضرت کا یہ مکان اپنی دیواروں کے بغیر ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ تین دیواریں ملحقہ مکانات کی ہیں، احقر نے جب پہلی دفعہ یہ مکان دیکھا تو کوٹھڑی کے اندر ایک دیوار پر ''پرنالے'' کا نشان قائم تھا، سوچا کہ یہ پرنالہ اندر کیوں بنایا ہوگا، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ دیوار دوسرے مکان کی ہے اور موجودہ جگہ پہلے خالی تھی

اسی طرح باقی دو دیواریں بھی دوسروں کی ہیں ان کے درمیان چھت ڈال کر مکان بنایا گیا ہے۔

جس چھوٹے سے مردانہ حجرے میں حضرت کا شب وروز قیام ، بیت الخلاء، غسل خانہ، اور مجلس کے لئے اینٹوں کے دو "دکے" جن پر ٹاٹ بچھتا تھا، درمیان میں حضرت کی چارپائی تھی اسی مکان میں حضرت کے مہمانوں کا کھانا بھی ہوتا تھا، جو جگہ کی تنگی کی وجہ سے کئی قسطوں میں ہوتا تھا، حضرت اقدس شروع سے آخر تک سب کے ساتھ شریک دستر خوان رہتے۔

معمولی درجے کی چھت آخر کب تک چلتی، جب چھت کی کوئی کڑی بوسیدہ ہو کر گرنے کو ہوتی تو حضرت لکڑی کی ٹال سے ایک "بلی" منگوا کر کڑی کے نیچے ٹیک لگوا دیتے پھر جب کوئی دوسری کڑی گرنے کو ہوتی تو اسی طرح دوسری ٹیک لگا دی جاتی، اس طرح کمرے میں کئی بلیاں کھڑی تھیں، کمرے کے باہر جہاں سونا اور مجلس ہوتی تھی اس کی ایک دیوار بارش سے سیاہ تو تھی ہی بوسیدہ ہو کر درمیان سے جھکی ہوئی تھی اور کئی سالوں سے گرنے کے لئے تیار تھی حضرت کو جب کوئی خادم اس کی مرمت کے لئے کہتا تو چپکے سے فرماتے کہ کتنے دن یہاں رہنا ہے یا اس جگہ چلے جائیں گے (یعنی آخرت میں) یا اس جگہ (یعنی حجاز مقدس میں) کہ ہمیشہ سے دونوں جگہ کا شوق، فکر اور ہر وقت یاد رہتی ہے۔

حضرت سے یہ بھی سنا کہ مجھے ہمیشہ یہ خیال یقین کے درجے میں رہا کرتا تھا کہ نہ معلوم مرمت ہونے تک میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں؟ پھر مرمت سے کیا فائدہ؟ سبحان اللہ موت کا استحضار کس درجہ حضرت پر رہتا تھا۔

صرف خدمت دین کے لئے سہارنپور کا قیام تھا، حتی کہ سہارنپور کو اپنا وطن بنانے کی نیت نہیں کی، مسافرانہ ہی قیام رہا، آخر کئی سالوں کے بعد اور جب کسی نے اس طرف توجہ دلائی کہ اس دیوار کے نیچے مہمان اور اکابرین حضرت رائے پوریؒ حضرت مدنیؒ جیسے بھی بیٹھے

ہیں تو اس پر اس کی مرمت کروا دی۔

ایک دفعہ حضرت اقدس رائے پورو غیرہ کے سفر میں تھے، تو حضرت کے جاں نثار خادم خاص اور مینجر کتب خانہ اور مہمانوں کے انتظامات کے مہتمم مولوی نصیر الدین مرحوم نے دروازے پر خوب صورت چھجہ بنوالیا، جہاں پہلے پانی کی روک کے لئے ٹین پڑا تھا، اور مکان کو سفیدی وغیرہ کروادی واپسی پر حضرت کو یہ دیکھ کر بہت غصہ آیا اور خوبصورت چھجے کو اسی وقت تو ڑوا دیا۔

شاہ عطاء اللہ بخاریؒ نے حضرت شیخ کے مکان کے بارے میں فرمایا

یہاں ایک لطیفہ بھی بیان کرنا مناسب ہے۔

ایک دفعہ عاشق رسول حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جب پہلی دفعہ حضرت کے یہاں مہمان ہوئے اور اسی کچی کوٹھڑی میں معہ سامان تشریف لا کر وہاں بچھے ہوئے بورئے پر بیٹھ گئے، تو مکان کو اوپر نیچے سے دیکھ کر اپنی ظریفانہ عادت شریفہ کے مطابق مکان کی تعریف شروع کر دی، فرمایا کہ:

''اس کو دیکھ کر نانا ابا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی یاد تازہ ہوگئی''

اور حضرت شیخ سے فرمایا:

''حضرت کیا عرض کروں کتنی مسرت اس مکان کو دیکھ کر ہوئی، اسلاف کا دور آنکھوں کے سامنے پھر گیا''

حضرت شیخ کا اتباع سنت میں جَو کی روٹی کھانا

حضرت اقدس نے کھانے پینے میں بھی کوئی ایک سنت عمل کئے بغیر نہیں چھوڑی، یہاں اختصار کے پیش نظر مختصر لکھا جاتا ہے، کھانے سے اول اور بعد ہاتھ دھونا سنت ہے، جس

کا بہت ہی اہتمام دیکھا گیا،اس سنت کا رواج بھی آج کل چمچیوں اورٹشو پیپروں کی وجہ سے بہت کم ہورہا ہے۔

مولانا یوسف متالا صاحب لکھتے ہیں کہ:

تیسرے سال حضرت نے جو پسوا کر روزانہ دوپہر کو جو کی روٹی کھانا شروع کی ، بلا ناغہ کئی ماہ تک یہ مسلسل چلتا رہا کہ بڑے عشق کے ساتھ اورمزے لے کر حضرت وہی جو کی روٹی اتباع سنت کی نیت سے کھاتے رہے ،اورمہمانوں کے لئے جوگیہوں کی روٹیاں بھی پکتی تھیں اسمیں بھی تھوڑا سا جو کا آٹا ملانے کا اہتمام فرمایا تھا،اسی طرح ٹھنڈے میٹھے پانی کا اہتمام فرمانا جو حدیث پاک میں آیا ہے،حضرت کے وہاں بھی ٹھنڈے پانی کا بہت اہتمام رہا۔

لوکی کھانے کی سنت پر حضرت شیخ کا عمل

مولانا عبدالرحیم متالا صاحب اپنے حضرت کے یہاں کے قیام کا بتاتے ہیں کہ حضرت روزانہ صبح کے وقت شہد اور کلونجی نوش فرمایا کرتے تھے اور سرکہ کے استعمال کا معمول بھی بہت رہا،ان سب چیزوں کے استعمال کا احادیث میں ذکر آیا ہے ایک حدیث پاک میں حضورﷺ کو کدو کے مرغوب ہونے اور شوربے میں سے چن کر کھانے کا ذکر بھی ہے۔

چنانچہ احقر مدینہ پاک میں مہمانوں کے لئے جب کھانا اتارتا تو سالن میں سے کدو کے کتلے چن کر ایک طشتری میں حضرت اقدس کے لئے لے جاتا،حضرت بہت ہی مسرت کے ساتھ قبول فرما کر نوش فرماتے۔

احقر نے حضرت کو کبھی اکیلے کوئی چیز کھاتے آج تک نہیں دیکھا،مگر سہارنپو کے ابتدائی قیام میں کبھی کبھی جب مہمان کم ہوتے تو بعض اوقات حضرت ان سب کو حضرت رائے پوریؒ کی

زیارت کے لئے رائے پور جانے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز کوئی بھی مہمان نہ تھا اور خود مولانا عبدالحفیظ صاحب تو وہاں طالب علم تھے مہمان نہ تھے مگر ان کا کھانا حضرت کے ساتھ ہی ہوتا رہا، اس دن محض دال اور روٹی دسترخوان پر آئی، تو حضرت نے ان کو فرمایا، بھائی !ہمارا تو کھانا ہی یہی ہے، اور وہ جو تم روزانہ دسترخوان پر رونق دیکھتے ہو، وہ مہمانوں کی آمد میں ہوتا ہے اور مہمانوں کے اکرام کی بہت سی احادیث میں تاکید اور فضائل ہیں۔

حدیث: ''شیم الحبیب'' میں ہے کہ حضور ﷺ نے جس وقت وفات پائی تو آپ کی ''زرہ'' رہن رکھی ہوئی تھی۔

(ف) اس زرہ کا نام ''ذات الفضول'' ہے جو اپنی وسعت کی وجہ سے اسی نام سے مشہور تھی، یہ زرہ ابوالشحم یہودی کے پاس تیس صاع میں رہن تھی (ایک صاع میں تقریباً ساڑے تین سیر غلہ آتا ہے۔

حدیث بالا میں مندرجہ ذیل امور یہاں قابل لحاظ ہیں۔

ا:۔ حضور ﷺ کی اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کی تنگی معیشت کا یہ حال وفات شریف تک رہا جیسا کہ لباس کے بیان میں حضرت عائشہؓ کی روایات گزر چکیں، جس میں کہ انہوں نے پیوند لگی ہوئی چادریں دکھائیں، کہ جن میں آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا۔

''شیم الحبیب'' سے ماخوذ ہے کہ آپ کو تمام خزائن روئے زمین اور تمام شہروں کی کنجیاں (عالم کشف) مین عطا کی گئیں تھیں، اور آپ کی حیات مبارکہ ہی میں (فتح مکہ کے بعد) بلاد حجاز اور یمن اور تمام جزیرۂ عرب اور نواحی شام وعراق، فتح ہو چکے تھے، اور آپ کے حضور میں شرعی ضابطہ کے لحاظ سے خمس اور صدقات اور عشر (دوسروں پر تقسیم کرنے کے لئے

کافی تھے) حاضر کئے جاتے تھے، اور سلاطین کی طرف سے ہدایا، اور نذرانے بھی پیش کئے جاتے تھے بہت سے خواص صحابہؓ کو تجارت و زراعت کی وجہ سے بھی مال داری حاصل تھی۔

اس سب کو آپ نے لوجہ اللہ صرف فرمایا اور مسلمانوں کو غنی کر دیا، اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بات خوش نہیں آئی کہ میرے لئے ''کوہ احد'' سونا بن جائے اسی کمال سخاوت کی وجہ سے آپ مقروض بھی رہتے تھے، اکثر تو تنگی کی حالت میں حضور ﷺ اور آپ کے گھر والوں نے فاقے کئے مگر بعض اوقات مہمانوں اور متعلقین کی خاطر قرض بھی لینا پڑا، لیکن اس قدر تنگی معیشت کا اتنا اخفاء بھی تھا کہ خواص جاں نثار صحابہؓ تک اس حالت کی خبر نہ ہوتی تھی، اسی لئے یہودی سے قرض لینے کی نوبت پڑتی۔

اس میں ایک تکوینی مصلحت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ قرض اور رہن کے مسئلے حضور ﷺ کا اپنا عمل وجود میں آ گیا، بہر حال آپ کی تنگی معیشت اختیاری تھی اور بوجہ جود و سخا کے تھی۔

چنانچہ حدیث پاک میں حضور ﷺ کی سخاوت کے اتنی کثرت سے واقعات آتے ہیں کہ احاطہ نہیں ہوسکتا، ''خصائل نبوی'' میں ہے بالخصوص رمضان المبارک میں تمام مہینہ اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے (کہ خود حضور ﷺ کی گیارہ مہینے کی فیاضی بھی اس مہینے کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینے میں بھی جس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لاکر آپ کو کلام اللہ شریف سناتے، تو اس وقت آپ بھلائی اور نفع پہنچانے میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

(ف) اس ہوا کے ساتھ تشبیہ، تیزی اور سرعت میں ہے کہ ہوا اس قدر تیز نہیں چلتی، جتنی حضور ﷺ کی سخاوت چلتی تھی، یا نفع کے عام ہونے میں ہے کہ بارش کا نفع اس قدر عام اور سب کو شامل نہیں ہوتا، جتنی عام حضور ﷺ کی سخاوت ہے، بارش کے ساتھ تشبیہ صورت کے

اعتبار سے ہے، ورنہ حضورﷺ کی سخاوت کو بارش سے کیا نسبت؟ یہ صرف مادی چیزوں کو اگانے والی ہے، اور حضورﷺ کی بارش ظاہر و باطن ضروریات دنیویہ و دینیہ کو پوری کرنے والی تھی، یہ زمین کو زندہ کرتی ہے اور وہ دلوں کو بھی زندہ کرتی تھی۔

ترمذی شریف کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدسﷺ کے پاس ایک مرتبہ نوے ہزار درہم (جس کے تقریبا بیس ہزار روپے ہوتے ہیں) کہیں سے آئے حضور پاکﷺ نے ایک بورئے پر ڈلوادیئے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کروادیئے، ختم ہوجانے کے بعد ایک سائل آیا، حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ رہا نہیں ہے تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے، جب میرے پاس ہوں گے میں ادا کردوں گا۔

یہ تو حضور اقدسﷺ کی عادت شریفہ تھی، اور رمضان المبارک کے اس وقت کا کیا پوچھنا کہ وہ مالک الملک کی طرف افضل البشرؐ کے پاس، افضل الکلام افضل ترین اوقات میں لے کر آنے کا وقت تھا، اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ حضورﷺ حق تعالی شانہ کے اخلاق کے ساتھ کمال درجہ میں متصف تھے کہ اصل کمال، عادات الٰہیہ کے ساتھ متصف ہونا ہے اور حق تعالی شانہ کے یہاں اس ماہ مبارک میں جس قدر رحمت اور انعام کے دروازے کھلتے ہیں اسکا کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو مرشد پاک کے رسالہ ''فضائل رمضان'' میں دیکھو۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورﷺ نے حضرت بلالؓ کے پاس کھجوروں کی ایک ڈھیری لگی ہوئی دیکھی حضورﷺ نے دریافت فرمایا، یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ آئندہ کی ضروریات کے لئے رکھ دیا ہے حضورﷺ نے فرمایا کہیں اس کی بدولت کل قیامت کے دن جہنم کا کچھ دھواں تم تک پہنچ جائے۔

اسکے بعد ارشاد فرمایا:

انفق بلال ولاتخش من ذی العرش اقلالا،

یعنی اے بلالؓ خرچ کراور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔

چنانچہ دوسری حدیث ربیعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں ایک طباق کھجوروں کا اور کچھ چھوٹی چھوٹی پتلی ککڑیاں لے کر حاضر ہوئی ،تو حضور ﷺ نے مجھے اپنا دست مبارک بھر کر سونا اور زیور مرحمت فرمایا۔

چند احادیث کے مطابق حضرت شیخ کا عمل

احقر نے اپنے آقا و مرشد حضرت اقدس شیخ دام مجدہم کا وہ زمانہ پایا کہ جس میں فتوحات کا زور بھی رہا اور تجارتی کتب خانہ بھی چل رہا تھا،اور مدینہ منورہ کے قیام میں اب سے تقریبا تین سال قبل تک جب کہ احقر دائمی مریض نہیں ہو گیا،اور حساب رکھنے اور تقسیم کی خدمت کے قابل تھا،تو حضرت بلالؓ والی خدمت اکثر احقر ہی کے سپرد تھی ،اور حدیث پاک اوپر والا ارشاد حضرت اقدس نے بندہ کے سامنے کئی بار دھرایا۔

انفق بلال ولاتخش من ذی العشر اقلالا۔

اسی وجہ سے بندہ کو اس کا علم تھا کہ حضرت پر آج تک باوجود فتوحات کے زکوۃ فرض نہیں ہوئی ہوگی ،چنانچہ چند ہی روز ہوئے بندہ نے تصریحا حضرت سے پوچھ لیا کہ حضرت پر کیا پہلے بھی کبھی زکوٰۃ فرض ہوئی ؟

تو حضرت نے نہایت ہی مسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

''الحمدللہ کہ پہلے بھی کبھی نہیں ہوئی''

حضرت کی ذاتی تنگی معیشت کا حال تو پہلے ابواب میں گزر چکا ہے، اسکے ساتھ سستے زمانے میں ایک دفعہ بیالیس ہزار کا حضرت کا مقروض ہونا تو میرے علم میں آچکا تھا اور خدا جانے اور کتنا قرض ہوتا رہا ہوگا، جو کہ بندہ کے علم میں نہیں آیا، اور گذشتہ سال تو حضرت والا دو لاکھ سے زیادہ کے مقروض ہوگئے تھے، کیونکہ افریقہ، لندن، ری یونین، وغیر کے سفر میں اپنا اور اپنے ذاتی خدام کے ٹکٹوں وغیرہ کے اخراجات خود برداشت کئے اور مدعوئین کی ٹکٹوں کی پیش کش قبول نہیں فرمائی۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ: اب یہ بھی علم میں آیا کہ اس وقت (۲۵ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ) حضرت اقدس پر کسی قسم کا قرض نہیں رہا ہے، اور یہ سب کچھ حضرت کے جود وسخا کی برکت سے ہے جس کی تفصیل تو بہت طویل ہے مگر یہاں اختصاراً چند واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہوں جن کا بندہ کے علاوہ حضرت کے بعد متعلقہ خدام کو بھی علم ہے۔

بہت کچھ واقعات کے ذیل میں حضرت کے ذاتی روزنامچہ میں درج ہے مثلاً آپ کی زندگی کے ابتدائی دور میں اپنی جدی جائیداد جو اس وقت سستے زمانہ میں تقریباً پچھتر ہزار مالیت کی تھی (جو آج کل اتنے ہی لاکھوں کی ہوگی) اس کی دیکھ بھال سے یکسوء رہنے کی خاطر اس کو بھی چھوڑ ہی دیا، تا کہ اس کی دیکھ بھال کی وجہ سے حدیث پاک کے مشغلے کا ایک دن کا بھی حرج نہ ہو۔

۲ :۔ ایک دفعہ حضرت نے ایک محبوب خادم دین کو حج کی ترغیب دی تو انہوں نے جب مالی وسعت نہ ہونے کا عذر کیا تو حضرت نے بلا تکلف فرمایا، یہ کونسی بات ہے، اور فرمایا۔

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

چنانچہ وہ حضرت ہی کے عطایا سے بمعہ اہل وعیال حج کر کے آئے اور اسکے بعد تو ان

پر یہاں کی حاضری کا ایسا دروازہ کھلا کہ سال میں کئی کئی دفعہ تشریف لایا کرتے ہیں۔

رمضان میں جودوسخا کی جو کیفیت احادیث بالا میں آئی ہے حضرت کے رمضان میں اس کا منظر دیکھنے والے کثرت سے موجود ہیں، خصوصا بعد ظہر جب کہ سینکڑوں ذاکرین ذکر جہری میں مشغول ہوتے تھے اوردوسرے حضرات قرآن پاک کی تلاوت اور تسبیح وتحمید میں مشغول ہوتے جو کہ آپ ﷺ کے ارشادات کے اعتبار سے عین انوارات اوررحمتون کا وقت ہوتا ہے، حضرت والا بھی اس وقت اپنے معتکف میں قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہوتے ،اسی اثناء میں حضرت والا ایک ایک کو یادفرما کرلیکن ، بالکل تنہائی میں حدیث پاک کے ارشادکے مطابق کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ داہنے نے کیا خرچ کیا، چپکے سے مرحمت فرماتے رہتے ، پورے ماہ مبارک میں اسی طرح سے بہت ہی انبساط اورمسرت وخوشی کے ساتھ حضرت والا کا یہ فیض (مادی وروحانی) جاری وساری رہتا۔ع

حضرت شیخ کے فیضِ صحبت وتربیت کی وجہ سے ہند و پاک، حجاز، یورپ، افریقہ کے بہت سے خدام پوری زندگی کی سنتوں پر عامل ہیں

رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ سہارنپور کے پہلے ہفتہ میں حضرت کے پاس ایک روزایک لاکھ روپئے کی رقم آئی حضرت نے تین دن میں ساری رقم مساجد ومدارس وغیرہ میں عطیہ فرمادی ، غالبا مولانا نصیر الدین صاحب مرحوم کو حضرت کی ایک کتاب کی طباعت کے لئے کچھ رقم درکارتھی انہوں نے تیسرے دن آکر رقم کا مطالبہ کیا حضرت نے مسکرا کرفرمایا کہ ابھی توہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے کہیں سے کچھ آئے گا تب دیں گے ،(بروایت مولانا یوسف متالا صاحب جوحضرت کی معذوری کی وجہ سے رقم کی آمداورخرچ میں واسطہ تھے۔)

سستے زمانہ میں ایک دفعہ جب کہ مہمانوں کے اخراجات کے منتظم نے حضرت کو بتلایا کہ چالیس ہزار خرچ ہوگئے جس میں مہمانوں کا خرچ اور عطایا سب شامل ہیں، اس قدر خرچ پر حضرت سے کسی نے تعجب کا اظہار کیا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

''اگر ذاکرین کے اس مجمع میں سے کسی کے منہ سے ایک دفعہ بھی اخلاص سے اللہ کا پاک نام نکل گیا ہوگا تو میرا سارا خرچ وصول ہوگیا''

اسکے بعد گرانی کے دور میں صرف ایک رمضان شریف میں پونے دو لاکھ سے کچھ اوپر خرچ ہوا، حدیث بالا میں بیس ہزار روپے تقسیم فرمانے کا ذکر بھی آیا ہے الحمدللہ یہاں بھی حضرت کے ایک شاگرد رشید جو کہ پاکستان کے ایک مدرسہ میں ملازم ہیں مدینہ منورہ کے ایک رمضان میں ان کو حضرت نے بیس ہزار کا یکمشت خفیہ طور پر عطیہ دیا، وہ چونکہ احقر کے دوست ہیں وہ رعب کی وجہ سے حضرت کے سامنے تو عذر نہیں کر سکے لیکن میرے پاس گھبرائے ہوئے آئے کہ آج حضرت نے مجھے بہت سے روپئے دے دیئے ہیں، میں کیا کروں کہ وہاں بات کرتے بھی ڈر لگتا ہے، میں نے ان سے کہا کہ حضرت کا عطیہ ہے اس میں ڈر کی کون سی بات ہے ،انہوں نے کہا صوفی جی بہت ہی زیادہ ہے میں نے پوچھا کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا بیس ہزرا میں نے جواب دیا کہ یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے اور مجھے بھی پتہ ہے کہ یہ اس شخص نے دیئے ہیں جو ایک پیسہ بھی بلاضرورت اور بلا کسی خاص نیت کے خرچ کرنے والا نہیں، ان دنوں ان کے دل میں جو آتا ہے، انشاءاللہ اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے لہذا اطمینان رکھو۔

یہاں ایک لطیفہ بھی ہے کہ حضرت اقدس خرچ کرنے میں اپنی اس احتیاط کو بخل سے تعبیر فرمایا کرتے ہیں فرمایا کرتے ہیں کہ بخیل کے تین درجے ہیں ادنی یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے پر کوئی پیسہ خرچ نہ کرے، دوسرا درجہ اس سے اوپر ہے کہ اپنے پر بھی خرچ نہ کرے، تیسرا درجہ

اورسب سے اعلی یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس پر خرچ کرے تو وہ بھی اس کو پسند نہ ہو، اور میں اس تیسرے درجہ میں بخیل ہوں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ مجھ سے مدرسہ کی ایک بڑی امانت ضائع ہو گئی جس کا میرے علاوہ کسی کو علم نہین تھا مین نے کہا خود ہی سمجھ لو بھائی

ایک مرتبہ حضرت اقدس کے پاس رقم آئی تو حرم شریف میں بیٹھے ہوئے جب کہ تنہا بندہ ہی قریب بیٹھا ہوا تھا، پانچ ہزار ریال، پندرہ ہزار پاکستانی روپئے، بندہ کو عنایت فرمادیئے اس قت بندہ بعض اسفار میں خراجات کی وجہ سے کچھ مقروض تھا، مگر اللہ کے فضل سے اس قرض کا کسی کو علم نہیں تھا، حتی کہ قرض دینے والے کو بھی علم نہیں تھا، کیونکہ اس زمانہ میں میرے پاس بہت سے حضرات کی امانتیں رہتی تھیں جن میں سے خرچ کرنے کی مجھے اجازت امانت رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی، اسکے علاوہ کئی دفعہ بندے کو بڑی بڑی رقمیں مرحمت فرمائیں۔

اسی طرح اپنے دوسرے خدام کو بھی مرحمت فرمائیں، اور دوسرے لوگوں کو اپنا نام ظاہر کئے بغیر دلوائیں، جس کا کچھ حال اپنے رسالہ ''عبرت آموز واقعات'' مین لکھ چکا ہوں۔

گزشتہ چند سالوں میں کتب دینیہ کی اشاعت کے سلسلہ میں لاکھوں روپے خرچ فرماتے اکابر کی بعض کتب خود طبع کرائیں اور کچھ حضرت کے بعض خدام اواعزاء جو خدمات دینیہ میں بلاتنخواہ یا قلیل تنخواہوں پر کام کرتے ہیں انہوں نے جب چھپوانے کا ارادہ کیا، یا حضرت اقدس نے ان کو چھپوانے کا مشورہ دیا تو حضرت اقدس نے اس میں ان کی مالی امداد فرمائی، اسی طرح بعض عزیزوں کے ضرورت کے درجہ کے رہائشی مکانات کے لئے بھی حضرت نے اعانت فرما کر صلہ رحمی کی فضیلت حاصل کی جس کی قرآن وحدیث میں بہت ہی تاکید آئی ہے۔

تقریباً ایک سال سے زائد ہوا کہ اپنے ایک خادم کو چھیاسی ۸۶ ہزار ریال (یعنی ڈھائی لاکھ پاکستانی روپے قرض لے کر مدینہ طیبہ میں زمین کا ٹکڑا خرید فرما کر عطا فرمادیا۔

اس میں سخاوت کے علاوہ ایک دوسری سنت پر بھی عمل ہو گیا کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف آوری کے موقعہ پر مسجد شریف اور اپنے حجرات مبارکہ کے لئے زمین خرید فرمائی تھی۔

اس وقت اپنی ذات کے لئے ایک انچ زمین کا ٹکڑا اس عالم ربانی کی ملکیت نہیں ہے،

تنگ نہ کر مجھے ناصح نادان اتنا

یالا کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

اللہ جل شانہ محض اپنے فضل وکرم سے اپنے حبیب ﷺ کے طفیل بندہ اور ناظرین کو اتباع سنت میں ایسے عشق اور شیدائیت کا کوئی ذرہ نصیب فرما دے، آمین۔

ضروری تنبیہ

آج کل قویٰ کے ضعف کی وجہ سے سنت کے مطابق فاقے کرنا، جو کی روٹی، ٹاٹ پر سونا، ساری رات جاگنا وغیرہ جملہ امور میں مجاہدہ کے متعلق حضرت والا ایک تنبیہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یقیناً یہ وہ کمالات ہیں جس خوش نصیب کو حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے عطا فرمادیں اسکے لئے دین اور دنیا دونوں کی راحت ہے اور آخرت کے لئے بیشمار درجات اور ترقی کا زینہ یہی چیزیں ہیں لیکن اپنے تحمل کی رعایت ضروری ہے ایسا نہ ہو ''کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا'' زیادہ کے شوق میں آدمی تھوڑے سے بھی جاتا رہتا ہے۔

اسلئے ان سب چیزوں کی طرف دل کو رغبت دینے کے ساتھ ان چیزوں کے اور اس طرز زندگی کے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کے ساتھ اور ان امور کو نہایت وقعت اور محبت سے دیکھنے کے ساتھ عمل اتنا ہی کرنا چاہئے جتنا اپنے اندر تحمل ہو، بیمار آدمی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھائے گا تو جلدی مرے گا ہم لوگ نفس کی بیماریوں کے بیمار ہیں، اعضاء اور قوی کے ضعف کے مارے ہوئے ہیں، اسلئے صحت کی تمنا اور کوشش، سعی اور رغبت کے ساتھ ایسی کوئی چیز عملی

طور پر اختیار نہ کرنا چاہئے جو اس حالت سے بھی گرادے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس کی یہ ساری تنبیہ ہماری بیماریوں، کمزوریوں کی وجہ سے ہے یعنی فاقے کرنا، مسلسل روزے رکھنا، ساری رات عبادت میں جاگنا، روزانہ کا ایک قرآن پڑھنا، جو کی روٹی کھانا وغیرہ مجاہدات کے متعلق ہے، لیکن ضرورت کے مطابق روٹی ،سالن کے علاوہ فضول زبان کے چٹخارے، رہنے کے لئے ضروریات کے مطابق ایک مکان کے علاوہ کوٹھیوں اور بلڈنگوں پر بلنڈنگیں بناتے رہنا، ضروریات کے لئے سالوں کا سرمایہ جمع ہونے کے باوجود مال کی بڑھوتری (زیادتی) ہی میں سرگرداں رہنا، اسی طرح راہ خدا میں خرچ کرنے کے وقت صرف زکوٰۃ ہی نکالنے پر اکتفا کرنا، یا آمدنی کے تناسب سے بہت اقل قلیل خرچ کرنا اسی طرح ہر شعبہء حیات مین اصل مقصد زندگی اور سنت کے مطابق طرز زندگی کے بجائے تنعّمات ہی میں اپنی عمر ضائع کرنا، صالحین اور سنت کے دلدادہ حضرات کا شیوہ نہیں ہے اگر چہ یہ مباح ہے لیکن اصل اس میں یہی ہے کہ

ایاک و التنعم فان عباداللہ لیسو بمتنعمین (الحدیث)

ترجمہ: تنعم سے بچتے رہو، اسلئے کہ اللہ جل شانہ کے (خاص) بندے نازونعمت کی زندگی کو پسندیدہ نہیں رکھتے۔

انشاء اللہ اربعین کے دوسرے مجموعہ میں زندگی کی سنتیں اور سنن شرعیہ کو مفصل بیان کیا جائے گا، جن پر اس زمانہ میں بھی حضرت اقدس نے عمل کر کے دکھایا، حضرت کی فضائل کی یہاں پر عا،طور سے ایک خیال، پست ہمتی پیدا کیا کرتا ہے کہ حضرت شیخ کی طرح کون ہوسکتا ہے وہ تو سارے عالم میں ایک ہی شخصیت ہے مگر یہ تہی دست راقم الحروف انے پر بڑی حسرت وندامت کے ساتھ حضرت کے بعض دوسرے خدام کے متعلق بڑی مسرت سے عرض کرتا ہے کہ

حضرت کی تربیت اور فیض صحبت سے ہندو پاک، حجاز، اور یورپ وافریقہ، وغیرہ ممالک میں بعض خوش قسمت ایسے خدام موجود ہیں جو زندگی کی سنتوں پر عامل ہیں، لیکن بعض عبادات میں، بعض جودوسخا میں، بعض اخلاق وعادات میں ممتاز ہیں ان میں بعض شہرت نہ ہونے کی وجہ سے مستورالحال ہیں، اس لئے ان کی پاک مسنون زندگی پر ناواقفوں کو توجہ نہیں۔

البتہ زندگی کے سارے ہی شعبوں میں جامعیت بے شک حضرت ہی کا حصہ ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

قرآن وحدیث میں اتباع سنت کا حکم اور ترغیب قیامت تک کے لئے سب ہی کو ہے لہذا نفسانی وشیطانی حیلوں اور لغو وہمات کو پس پشت ڈال کر اپنی وسعت کے مطابق اپنی زندگی کو سنت کے مطابق بنانے کی پوری پوری کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

حضرت شیخ کا زلفوں اور عمامہ کی سنت پر عمل

حضرت کی ساری زندگی کا ہمیشہ کا معمول اتباع سنت میں بیٹھنے اٹھنے اور عمامہ باندھنے کا رہا چنانچہ ایک دفعہ دونوں سنتوں کا ذکر آیا، تو حضرت نے بہت افسوس کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ میں ساری زندگی کا معمول پٹھے اور عمامہ کا تھا مگر بیماری نے جہاں بہت کچھ چھڑا دیا وہاں یہ دونوں سنتیں بھی چھوٹ گئیں اب کئی سال سے دماغ پر اتنی شدید گرمی ہے، کہ سخت سردیوں میں بھی مشکل سے سر پر ململ کی ٹوپی رکھتا ہوں، ورنہ اس سے قبل میرا ان دونوں چیزوں پر ہمیشہ کا عمل رہا۔ (اطاعت رسول ص/۲۵۰)

ابتداء بالیمین کی سنت کا اہتمام

ایک دفعہ جمعہ کے دن غسل شروع کراتے ہوئے ایک خادم نے دائیں مونڈھے پر

پہلے پانی ڈالنے کے بجائے بائیں مونڈھے پر پہلے پانی ڈال دیا، تو حضرت نے فوراً اسے ٹوکا، اور فرمایا کہ تجھے سنت کا اتنا بھی پتہ نہیں کہ دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیئے، اسی طرح ایک مرتبہ ایک خادم نے پائجامہ پہناتے ہوئے غلطی سے بایاں پاؤں داخل کرنا چاہا، تو حضرت نے فوراً پاؤں جھٹک کر ارشاد فرمایا، کہ میرے یار! تجھے مولوی ہو کہ بھی پتہ نہیں کہ داہنا پاؤں پہلے ڈالنا چاہیئے اس نوع کا واقعہ کئی دفعہ پیش آیا چاہے، حضرت کسی سے بات چیت میں یا ڈاک سننے یا لکھوانے، یا کسی بھی ضروری سے ضروری کام میں مشغول کیوں نہ ہوں، مگر پائجامہ، موزہ وغیرہ بائیں پاؤں میں پہناتے ہوئے بھی ایسا نہیں ہوا، کہ حضرت نے فوراً ٹوکا نہ ہو، گویا یہ ممکن ہی نہیں کہ بھول کر بھی بائیں پاؤں پہلے داخل ہو سکے۔ (اطاعت رسول ۲۵۰)

دخول مسجد کی سنتوں کا اہتمام

اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے وقت کبھی بھول کر غلطی سے بھی بایاں پاؤں مسجد میں پہلے نہیں پڑا، حالانکہ مدرسہ قدیم کی مسجد میں مسجد کی حد جہاں سے شروع ہوتی ہے، وہ سیدھی اینٹوں کی ایک لکیر سی ہے کہ بینا آدمی بھی بہ تکلف دیکھنے کے بعد مسجد کی حد کی تمیز کر سکتا ہے، مگر حضرت کی بینائی کی کمزوری، بلکہ بہت برائے نام بینائی کے باوجود بھی کبھی اس سے خطا نہیں ہوتی، وہاں پہنچ کر سب سے پہلے دایاں قدم ہی مسجد میں پڑتا ہے، اور ساتھ ہی حضرت کی زبان سے نکلتا ہے، **بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ**، اور ساتھ ہی حضرت مسجد میں داخل ہوتے ہیں اعتکاف کی نیت بھی فرما لیتے ہیں، خدام کی تاکید کے لئے کئی دفعہ فرمایا بھی کہ تم لوگ بھی اعتکاف کی نیت کا بہت اہتمام کرو، آج سے کئی سال پہلے یہاں بھی اور مدرسہ کی مسجد میں بھی تختیاں آویزاں تھیں، جن پر دخول مسجد کی دعا کے ساتھ اعتکاف کی نیت کے الفاظ بھی عربی میں لکھے ہوتے تھے۔ (اطاعت رسول/۲۵۱)

جمعہ کی سنتوں کا اہتمام

جمعہ کی سنتوں کا بھی حضرت کے یہاں بہت اہتمام ہے کپڑوں کے علاوہ ذاتی یا گھریلو کسی بھی نئی چیز کے استعمال کی ابتداء جمعہ کے دن سے ہوتی ہے، لیکن گرمی اور سردی کے کپڑوں کی تبدیلی، برف والے اور سادہ پانی کا استعمال بھاری اور ہلکے لحاف اور کمبل اور چادر کی سردی گرمی کے ابتداء میں تبدیلی۔

غرض ہر چیز میں حضرت کے یہاں اسکا اہتمام رہتا ہے، کہ جمعہ ہی کے دن ایک چھوڑ کر دوسرے کو شروع کیا جاوے، جمعہ کے غسل کا حضرت کے یہاں اس قدر اہتمام ہے، کہ باوجود اس شدید ضعف و پیری اور سہارنپور کی سخت سردی کے کبھی ناغہ نہیں ہوتا حالانکہ غسل کراتے وقت پانچ چھ خدام کا ہونا ضروری ہے لیکن اللہ جل شانہ نے وہ جانثار ہر وقت حاضر باش حضرت پر، فدا خدام عطا فرمائے ہیں، کہ جو حضرت کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے ہیں، اللہ تعالی ان کو مزید توفیق عطا فرمائے، اسی طرح جمعہ کے دن غسل کے بعد عطر لگانے کا مستقل معمول ہے، اور حضرت کو عطر بہت پسند ہے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہر وضو کے بعد اور حرم شریف تشریف لیجاتے وقت ہر حاضری پر بہت اہتمام سے حضرت عطر استعمال فرماتے۔

ایک دفعہ جمعہ کے دن غسل فرما کر حضرت جمعہ کے دن تشریف لیجانے لگے ایک نیا کرتہ زیب تن فرمایا تھا تو حجرہ شریفہ سے باہر حضرت جب گاڑی پر تشریف لائے، تو حضرت کی نگاہ کرتہ پر پڑی جو نصف ساق سے کچھ لمبا تھا، فورا خدام سے پوچھا سب نے تصدیق کی تو فوراً وہیں کھڑے کھڑے دوسرا مطابق سنت کرتہ منگوا کر پہنا، اور اس کرتہ کو جو نصف ساق سے نیچا تھا فوراً کٹوانے کے لئے بھیجد یا یہی وجہ کہ حدیث میں وارد ہے کہ:

فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد (کہ اکیلا ایک فقیہ ہزار عابد سے

بھی زیادہ شیطان پر بھاری ہوتا ہے)اسلئے کہ ان حضرات کی اپنے اوپر بڑی سخت نگرانی رہتی ہے کہ کوئی حرکت بھی خلاف سنت وشریعت صادر نہ ہو، یہ نگرانی اپنے اوپر اور اپنے ماتحتوں پر بھی ان کی بڑی سخت رہتی ہے، اسی طرح جمعہ کو دوپہر کا کھانا جمعہ کی نماز کے بعد مسنون ہے، تو حضرت کا ہمیشہ سے مہمانوں سمیت جمعہ کے بعد ہی کھانا کھانے کا معمول ہے، جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورہ دہر پڑھنا مسنون ہے حضرت کے یہاں مسجد میں اکثر جمعہ کو تو یہ قرآت مسنونہ پڑھی ہی جاتی ہے، مگر جب کبھی مجمع زیادہ ہوتا ہے، تو حضرت امام سے فرما دیتے ہیں کہ آج سورۂ سجدہ اور سورۂ دھر پڑھ دینا، میں نے اسی واسطے کہہ دیا کہ آج تو کہیں چھوڑ دے، اسلئے کہ آج مجمع زیادہ ہے، اور یہ سنت آج کل عام طور پر بالکل متروک ہے، تو شاید مجمع میں سے کسی کو اسکا احساس اور اہتمام پیدا ہو جاوے۔(اطاعت رسول/۲۵۳)

وقوف عرفہ کی ایک سنت پر حضرت کا عمل

جو حضور اکرم ﷺ نے وقوف عرفہ میں دودھ نوش فرمایا تھا تو ہمیشہ جس اہتمام سے لوگ پانی اپنے ساتھ رکھتے ہیں، تو حضرت اس سال بھر کی یا عمر بھر کی ایک سنت پر عمل کرنے کے لئے بہت اہتمام سے ایک تھرمس میں یا کسی اور برتن میں دودھ رکھوا لیتے ہیں، تا کہ حضور اقدس ﷺ نے عمر بھر میں ایک مرتبہ جس چیز پر عمل کیا ہے، وہ بھی نہ چھوٹنے پائے۔

تو ایک ایسے عمل کو جسے سرور عالم ﷺ نے عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ ادا فرمایا ہے، آپ ﷺ کے عشاق کی اس عمل پر بھی نگاہ ہے کہ وہ بھی ہم سے کسی بھی سفر حج میں چھوٹنے نہ پائے۔(اطاعت رسول/۲۵۴)

رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی سنت پر عمل

اس طرح رمضان میں عمرہ مسنون ہے کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، ان

عمرة في رمضان تعدل حجة معي ،کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے ،تو اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے ،اور اس سنت کو ادا کرنے کے لئے حضرت کو جب بھی رمضان المبارک میں مکہ مکرمہ کا قیام نصیب ہو،تو روزانہ ایک ایک عمرہ ادا فرماتے رہے ،نو جوانی کے زمانہ میں تو حضرت فرماتے ہیں، کہ تراویح کے بعد کپڑے اتار کر احرام کی چادریں لپیٹ کر دوڑتے ہوئے ہم لوگ تنعیم جاتے تھے اور دوڑتے ہوئے واپس آتے تھے ،اور طواف سعی وغیرہ سے فارغ ہو کر سحری کھا کر سو جایا کرتے تھے، پورے رمضان روزانہ کا یہی معمول تھا، تیسرے سال جتنے دن مکہ مکرمہ میں قیام رہا، روزانہ تراتیح کے بعد جب مہمان کھانے سے فارغ ہو جاتے احرام کی چادریں پہن کر ملک صاحب کی گاڑی میں تنعیم تشریف لے جاتے حضرت کے ساتھ تیس چالیس آدمی عموماً ہو جاتے ،اور دو تین گاڑیاں ہوتی تھیں، یکم رمضان کو جب عمرہ کے لئے حضرت تنعیم تشریف لے گئے ،مسجد عائشہؓ جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے ،اس کے باہر اس مسجد کے پشت کی جانب میدان میں حضرت پہنچے، ریت پر تشریف فرما ہوئے، اور بغیر مصلی بچھائے ریت پر حضرت نے نفلوں کی نیت باندھ لی، پھر اسی طرح دوسرے دن بھی حضرت نفلوں کے لئے میدان میں اس جگہ تشریف لے گئے اور بغیر جانماز بچھائے نفلوں کی نیت باندھنے لگے، تو ایک صاحب نے کسی سے اپنے لئے جانماز مانگ لیا، اس کی آواز حضرت کے کانوں میں پہنچی، تو حضرت نے غصہ کے لہجہ میں ارشاد فرمایا کس کو کپڑا چاہئے، پھر غصہ کے ساتھ فرمایا اٹھاؤ مجھے مسجد میں چل کر نفلیں پڑھیں گے، اس بعد پھر حضرت روزانہ احرام کی نفلیں مسجد ہی میں ادا فرماتے رہے، پھر میدان میں زمین پر نفلیں پڑھنے کی نوبت نہیں آئی، یہ ہے حضور اقدس ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کے اقوال وافعال کا کامل اتباع۔

اللہ جل شانہ اس کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرمادے، آمین۔(اطاعت رسول ص/ ۲۵۵)

سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضری سے پہلے صدقہ دینے کی سنت پر عمل

پچھلے سال سفر حج کے موقعہ پر حضرت ابھی مکہ مکرمہ تھے، اور کچھ ساتھی مدینہ منورہ جارہے تھے، اور حضرت کی تشریف بری چندروز کے بعد تھی، تو حضرت نے ان کو کچھ رقم دے کرارشادفرمایا کہ مدینہ منورہ پہنچ کراسکوغربامیں تقسیم کردینا، اس کے بعد خدام کی طرف مخاطب ہوکران کی تعلیم کے لئے ارشادفرمایا، کہ معلوم ہے یہ رقم کیوں دی، اسلئے کہ قرآن پاک میں ارشادہے کہ، یاایھاالذین آمنوااذاناجیتم، جب تم رسول سے سرگوشی (کرنے کاارادہ) کیاکرو، **الرسول فقدموابین یدی نجوٰکم صدقات ذالك خیرلکم واطھر**، تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دیدیاکرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے (اور گناہوں سے) پاک ہونے کااچھاذریعہ ہے، اسلئے میراہمیشہ سے یہ معمول ہے کہ حاضری سے پہلے خاص مدینہ منورہ ہی کے مساکین کے لئے کچھ بھیجدیتاہوں، تم لوگ بھی اسکابہت اہتمام رکھنا، کہ یہ قلب کی صفائی میں بہت مؤثر ہے، نمونہ کے طور پر دوتین چیزیں ہم نے اس مبارک سفر کی ذکر کی ہیں، اگرصرف حضرت ہی کے اتباع سنت کوکچھ تفصیل سے لکھاجائے، تو سینکڑوں صفحات اس کے لئے ناکافی رہیں گے، اس لئے مختصر یہ جیسا کہ اوپر ذکرکیاجاچکا، کہ زندگی کاکوئی لمحہ خلاف سنت گزرنہیں سکتا، اور کوئی حرکت خلاف سنت صادرہوہی نہیں سکتی، ؎ سفینہ چاہئے ایک بحربیکراں کے لئے۔ (اطاعت رسول ص/۲۵۶)

عیدالاضحیٰ کے دن خطبہ سے پہلے کی سنت پر حضرت شیخ کاعمل

عیدالاضحیٰ کے دن مسنون یہ ہے کہ خطبہ سے پہلے کچھ نہ کھائے، نماز کے بعدقربانی

کا گوشت کھائے، تو حضرت کی ویسے بھی عادت ناشتہ کی بالکل نہیں، صبح کو صرف چائے نوش فرماتے ہیں، حضرت کی تحقیق یہ تھی، کہ کھانا کھانے کی ممانعت ہے، اور چائے اور پان کھانے میں داخل نہیں، تو حضرت چائے اور پان خطبہ سے قبل نوش فرماتے تھے، اور کسی چیز کے کھانے سے احترازفرماتے تھے، مگرایک دفعہ حضرت مولانا مفتی سعیداحمد صاحب مرحوم مفتی اعظم مظاہرعلوم نے فرمایا، کہ چائے اور پان بھی اسمیں داخل ہے، مگراب تک باوجود حضرت کی رائے اور تحقیق اسکے خلاف ہونے کے بھی اس دن سے پان اور چائے بھی چھوڑ دی، حالانکہ اب تک حضرت کی رائے یہی ہے کہ چائے اور پان کھانے میں داخل نہیں مگر پھر بھی اسکوترک اسلئے کردیاہے، کہ دونوں قولوں پرعمل ہوجائے اوراس طرح سنت کے چھوٹنے کا شبہ نہ رہے۔

(اطاعت رسول ص/ ۲۵۷)

نکاح کی سنتوں کا اہتمام

تقریبات اورشادیوں میں اتباع سنت کے باب کوحضرت نے خودآپ بیتی نمبر۳ میں تحریرفرمایا، اسمیں ایک جگہ حضرت تحریرفرماتے ہیں، کہ میں نے دواپنی اور ہمشیرہ، اوراپنی ہمشیرہ زادی، اور بنات، اورولد، واسباط کی تقریباسولہ سترہ شادیاں کیں، اور ہرشادی میں اللہ تعالی نے مجھ پروہ کرم فرمایا کہ کبھی یہ پتہ نہ چلا کہ نکاح کیا یادورکعت نفل پڑھ لی، نکاح ایک عبادت تھی جس کولوگوں نے مصیبت بنالیا، علماء نے لکھاہے کہ دوعبادتیں ایسی ہیں جوحضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوکرقیامت تک بلکہ جنت میں بھی باقی رہیں گی، ایک ایمان، دوسرا نکاح، نبی کریم ﷺ نے نکاح کواپنی سنت قراردیا، اورارشادفرمایا، کہ نکاح میری سنت ہے، جومیری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں، مگرہم لوگوں نے اس بابرکت سنت کوبہت سی لغوبات اس میں شامل کرکےاس کوایک مصیبت عظمی بنالیاہے، حضوراقدس ﷺ کے

زمانہ میں اورآپ کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں یہ سنت ہی کا درجہ رکھتا تھا، یہ لغوبات جوہم نے شامل کرلی ہیں، ان کا شائبہ بھی اس زمانہ میں نہیں تھا، اسکے بعد حضرت نے اپنے یہاں کی ساری تقریبات اورشادیوں کا ذکر بڑے ہی پرلطف روح پرورانداز میں فرمایا ہے، جو پڑھنے اورعمل کرنے کے قابل ہے، اللہ جل شانہ ہمیں بھی زندگی کے ہرمرحلہ میں اتباع سنت کی توفیق عطا فرماوے، جیسا کہ ہم نے شروع میں لکھا ہے کہ ہمیں اس جگہ صرف حضرت کے اتباع سنت کے چند واقعات لکھنے ہیں، نہ کہ حضرت کی ساری عمر کے اس سلسلہ کے واقعات اورحالات اگرکوئی لکھنے والا ہو، تو حضرت کی ساری زندگی (جوکہ مکمل اتباع سنت میں گذری ہے) کومکمل سنت کے نقشہ میں پیش کرسکتا ہے، ہمیں تو صرف تبرک کے طور پر صرف چند واقعات لکھنے تھے، (اطاعت رسول ص/۲۵۹)

اتباع سنت کے متعلق حضرت شیخ کی وصیت

اب آخر میں اتباع سنت کے متعلق حضرت والا کی ایک وصیت پراس مضمون کوختم کر تے ہیں، ایک مکتوب میں تحریرفرماتے ہیں، کہ آئندہ بھی میری یہی وصیت ہے، کہ حضوراقدس ﷺ اورصحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی ((یعنی سنت پرعمل) معاشرت کے پھیلانے میں جتنی کوشش تم سے ہوسکے، دریغ نہ کرو، اوراہل دنیا کے حقیرذلیل سمجھنے کی ذرا پرواہ نہ کیجیو

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقار وتمکیں

وہ نہ سمجھے کہ میری بزم کے قابل نہ رہا

اللہ تعالی حضرت والا کی اس وصیت کوپورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین،

(اطاعت رسول/ ۲۵۹)

عادات میں اتباع سنت کا اصول

اخلاق عادات وغیرہ امور میں جہاں تک حضور اقدس ﷺ کا اتباع اپنے بس میں ہو اسکے پیدا کرنے کی کوشش کی جاوے البتہ اسکا لحاظ ضرور رکھا جائے کہ ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے جن امور کا تحمل نہیں کر سکتے ان کو عملا تو اختیار نہ کیا جاوے لیکن دل سے ان کو نہایت مرغوب سمجھا جائے اور اپنے ضعف کی وجہ سے اتباع نہ کر سکنے پر افسوس اور قلق ظاہر کرے۔

(حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اوران کے خلفاء کرام ج/۱،ص/۴۳۱)

اصل سلوک اتباع سنت ہے

اصل سلوک اتباع سنت ہے عبادات میں عادات میں اخلاق میں۔ (حضرت شیخ الحدیثؒ اوران کے خلفاء کرام ص/ ۴۹۵)

اتباع سنت کے متعلق حضرت شیخ کی نصیحت اور وصیت

اتباع سنت کے متعلق حضرت شیخ زکریا صاحبؒ نے اپنے متعلقین سے فرمایا:

اتباع سنت بلکہ اتباع مستحبات میں جتنی بھی زیادہ سے زیادہ آپ کوشش کریں وہی میری نصیحت ہے یہی میری وصیت ہے اوراسی پر یحببکم اللّٰہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ تم دونوں کے حسن ظن سے اس سیہ کار کو بھی نصیب فرمائے۔ (مولانا زکریا اوران کے خلفاء کرام ج/۱،ص/ ۳۹۸)

فرمایا:

سنت پر جتنا عمل ہوگا، بدعات خود بخود مضمحل ہو جائیں گی۔ (ج/۱ ص/ ۴۹۵)

حضرت شیخ کا سحری کھانے میں سنت پر عمل کا اہتمام

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے فرمایا

سہارنپور میں ہمارے شیخ (مولانا محمد زکریا) تو رمضان میں جمعہ کی شب میں سحری نہیں کھاتے تھے البتہ ادائے سنت کے لئے ذرا سا گھونٹ پانی کا پی لیتے تھے اس طرح جمعہ کا احترام بھی ہو جاتا اور اتباع سنت بھی ہاتھ سے نہیں جاتا۔ (ملفوظات فقیہ الامت قسط/ ۵، ص/ ۶۶)

باب ﴿۴۴﴾

حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا اتباع سنت

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی پوری دعوت وتحریک کی بنیاد ہی اتباع سنت پر تھی

مولانا کی پوری دعوت وتحریک کی بنیاد ہی اتباع سنت پر تھی خود آپ کی زندگی سنت کی پیروی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کی پرتو تھی، نشست و برخاست اکل وشرب، بیداری ونوم، کے سلسلہ میں جو بھی عمل فرماتے اس میں اتباع سنت کا از حد خیال فرماتے ادعیہ مسنونہ خصوصا ان ادعیہ ماثورہ کا اہتمام فرماتے جو خاص خاص وقتوں کیلئے وارد ہوئی ہیں ان مواقع پر ان کو پڑھتے اور ان کی تاکید فرماتے، خود اتباع سنت اور طریقۂ محمدیہ کی پیروی کے متعلق فرماتے ہیں:

''آج ہر طبقہ میں جو ہر جگہ جوتا چل رہا ہے اور مسائل بگڑتے جارہے ہیں اسکا علاج صرف حضرت محمد ﷺ کے طریقہ میں ہے جو جتنا کریگا اللہ تعالی کی طرف سے اتنا پائے گا''

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ جل شانہ نے ہماری دنیا اور آخرت کے مسائل کا حل حضرت محمد ﷺ کے طریقہ پر زندگی گذارنے میں رکھا ہے ان کے طریقے ہماری زندگی میں آجائیں اسکے لئے محنت کی

ضرورت ہے۔

حضرت جی کی زندگی کا محبوب مشغلہ احیاءِ سنت تھا

مولانا سے ملنے والا سب سے پہلے یہ تاثر لیتا تھا کہ مولانا اعتماد علی اللہ اور اتباع رسول میں ملکہ رکھتے ہیں، اور آپ کا ملکہ لازمی نہیں متعدی ہے یعنی گھڑی دو گھڑی صحبت میں وقت گذارنے والا بھی اپنے دل کو خدا اور رسول کی محبت سے سرشار پاتا۔

آپ کی زندگی کا محبوب مشغلہ احیاءِ سنت تھا اپنی تقریروں اپنی گفتگوؤں میں سنت نبوی کی پیروی اور مٹی ہوئی سنت کو پھر سے زندہ کرنے کی دعوت پر زور دیتے تھے مولانا کے ایک خادم اپنا یک واقعہ بیان کرتے ہیں:۔

''ایک دن ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوداؤد شریف کا سبق پڑھنے کے لئے حضرت جی (مولانا محمد یوسف صاحب) کے کتب خانہ میں جا رہے تھے کہ خبر ملی مولانا مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی خلیفہ حضرت تھانویؒ تشریف لا رہے ہیں، ہم لوگوں کا پڑھنا ملتوی ہو گیا اور حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب تشریف لے آئے، حضرت مولانا نے حجرہ سے باہر آکر استقبال فرمایا اور وہیں حجرہ میں بیٹھ گئے تھوڑی گفتگو کے بعد حضرت مولانا اپنے کتب خانہ سے اپنی تصانیف امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار اور حیاۃ الصحابہ لائے اور خدمت میں پیش فرمائی موصوف دیکھتے جاتے تھے اور حضرت کی قربانی اور بلند عزمی کا اظہار کرتے جاتے تھے اس کے بعد حضرت جی نے بیرون ممالک کی تبلیغی کارگذاری سنائی اس سلسلہ میں عجیب عجیب حالات سنائے اور نصرت خداوندی کے محیر العقول واقعات سنائے۔

قطب ابدال بننے کا راستہ

گفتگو کے دوران حضرت جی نے اپنا ایک واقعہ سنایا فرمانے لگے کہ میں جب بچپن

میں میزان ومنشعب پڑھ رہا تھا تو حضرت جی (مولانا الیاس صاحبؒ) نے فرمایا یوسف! تجھے میں قطب بننے کا راستہ بتاؤں؟ میں نے اپنے دل میں بغیر قطب ابدال کے مراتب پر غور کیے اور غور ہی کیا کرتا اس وقت تو طفل مکتب تھا عرض کیا حضرت بتایئے قطب بننے کا کیا راستہ ہے۔ راقم کو یاد ہے کہ یہاں پر حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب سے حضرت جی نے فرمایا چونکہ بحث معروف چل رہی تھی، اس لئے حضرت جی کا ذہن اس معروف سے اعلیٰ معروف کی جانب منتقل ہوگیا۔

جہاں خلافِ سنت عمل ہورہا ہو اس کے مقابلہ میں سنت کا رواج دینے کے لئے محنت

حضرت جی نے ارشاد فرمایا یوسف! جس جگہ جس وقت حضور اکرم ﷺ کی سنت کے خلاف عمل ہورہا ہو اس کے مقابلہ میں سنت کا رواج دینے کے لئے محنت بغیر جگہ اور وقت کی تقئید کئے کرنا یہ قطب وابدال بننے کا راستہ ہے۔ (سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ ص/۲۹۲)

علم نبوی اور اعمال نبوی کی قوت وطاقت

مولانا کی نگاہ میں حضور ﷺ کے اعمال سے عالم میں ہر طرح کا تغیر ہوسکتا ہے اگر یہ اعمال علم نبوی کی روشنی میں کئے جائیں تو دنیا کے سارے نقشے جو ان اعمال سے ٹکرائیں گے وہ بالکل مٹ کر رہ جائیں گے، اس نظریہ کی تشریح کرتے ہوئے ایک بار فرمایا:۔

حضور ﷺ سے صادر ہونے والے اعمال کو خدا نے ایٹم سے زیادہ طاقتور بنایا ہے، اور ایک ایک عمل کو عالم میں تغیر کا ذریعہ بنایا ہے، صلوٰۃ الاستسقاء زمین کے حالات میں تغیر کا ذریعہ ہے، صلوٰۃ الکسوف اور صلوٰۃ الخسوف چاند اور سورج کے حالات بدلنے کے لئے ہے، دعا اور صلوٰۃ الحاجۃ ہر قسم کے انفرادی اجتماعی ناموافق حالات بدلنے کے لئے ہے، حضور ﷺ کی انگلی

کے اشارہ سے چاند کو دو ٹکڑے کرا کے یہی ظاہر کیا گیا کہ حضور ﷺ سے صادر ہونے والا عمل اتنا طاقتور ہے اور یہ اشارہ حضور ﷺ کا تکوینی عمل تھا تشریعی عمل اس سے بھی طاقت ور ہے۔ (الفرقان خاص نمبر بحوالہ سوانح مولانا محمد یوسف صاحبؒ)

اعمال نبوت میں سب سے پہلا درجہ اور مرتبہ نماز کا ہے ،یقین وقرار کے عملی امور میں نماز ہی آتی ہے،اور اسکی اہمیت قرآن وحدیث میں سب سے زیادہ آئی ہے۔

مولانا اعمال میں اسی پر اتنا زیادہ زور دیتے تھے کہ لوگوں کو اس کا وہم پیدا ہو جاتا تھا کہ مولانا صرف کلمہ اور نماز ہی کے داعی ہیں،اوران کی تحریک میں ان دو چیزوں کے علاہ اور کچھ نہیں، چونکہ یہ دونوں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں،اسلئے ان ہی پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے ،نماز کے متعلق فرماتے:۔

''نماز صرف اعمال نبوت کا مجموعہ ہے اس سے تمام کائناتی اعمال کو چھوڑ کر بلکہ ان سے دور ہو کر مسجد میں ادا کرنے کا حکم ہے اور نماز میں کائناتی اعمال تجارت وغیرہ کو صرف چھوڑنے کا حکم نہیں، بلکہ نماز میں ان کا خیال کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے،اور پوری کائنات سے یکسوئی والے عمل کی طرف حی علی الفلاح سے پکارا گیا ہے، یہ عمل گویا اس یقین کی مسلسل مشق کراتا ہے کہ کامیابی کا دارمدار صرف اعمال نبوت پر ہے۔ (سوانح حضرت مولانا یوسف صاحبؒ ص/۱۳۷)

حضور ﷺ کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی ،سادگی اور حیا پر ہے

ایک معاشرت وہ ہے جو حضور ﷺ اپنے ساتھ لائے تھے اور جسکو صحابہ کرام نے اختیار کیا تھا دوسری معاشرت وہ ہے جس کو جاہلی قومیں پیش کرتی ہیں اور جس کے علمبردار یہود ونصاری ہیں،اس دور میں یہود ونصاری کی معاشرت کا ہمہ گیر اثر ورسوخ ہے اور مسلم معاشرے میں بھی اسکا نفوذ ہو چکا ہے ،مولانا اس سلسلہ میں بڑے حساس اور غیور واقع ہوئے تھے،وہ ان

دونوں معاشرتوں کا فرق بتا کر موخر الذکر معاشرت پر سخت تنقید فرماتے ،ایک بار اس سلسلہ میں انتہائی جوش میں فرمانے لگے:۔

''حضورﷺ کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی ،سادگی اور حیا پر ہے اور یہود و نصاری کی لائی ہوئی معاشرت کی بنیاد بے حیائی ،اسراف اور تعیش پر ہے تمہیں ان کی معاشرت پسند آنے لگے جنہوں نے تمہارے اسلاف کے خون بہائے، عصمتیں لوٹیں ملک چھینے اور اب بھی تمہین امداد دے کر اس طرح پامال کر رہے ہیں جس طرح تم مرغیاں پالتے ہو (یعنی ذبح کرنے کے لئے)اور جس نے تمہارے لئے خون بہایا، دانت شہید کرائے ،حمزہؓ جیسے چچا شہید کرائے ،تمہارے لئے راتیں جاگتے گذاریں ان کی معاشرت تمہیں پسند نہ آ ئی ،دوستو! حضور کی معاشرت بھی قیامت تک کے لئے ہے جیسے ان کی نبوت قیامت تک کے لئے ہیں جب تم میں نور ایمان آئے گا تو تمہیں حضورﷺ کی معاشرت کی ایک ایک چیز پیاری لگے گی ۔(سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ/۷۱۴)

حضور پرنورﷺ کی زندگی کے طریقے زندگی کے ہر شعبے میں زندہ ہوں گے تو اسلامی معاشرہ قائم ہوگا

مقصد یہ ہے کہ حضورﷺ کی زندگی کے طریقے زندگی کے ہر شعبے میں زندہ ہوں اور عام مسلمانوں میں حق تعالی شانہ کی مرضی کے مطابق معاشرہ کی اصلاح وجود میں آئے اور اس کی صورت اس وقت تک ممکن نہیں کہ معاشرے کے جو اساس ہیں وہ وجود میں نہ آ جائیں ،یعنی کامیابیوں کے خدا کے ہاتھ میں ہونے کا یقین اور حضور اکرمﷺ کے طریقے سے اللہ تعالی سے کامیابیاں لینے کے انحصار کا یقین اور اسکے سیکھنے سکھانے کی عمومی فضائیں جب تک

قائم نہ ہوں گی، معاشرہ قائم نہ ہوگا۔(مکتوبات اکابر تبلیغ ص/۱۵۶)(سوانح حضرت جیؒ ص/۸۵)

دنیا کے سارے شعبے سنت کی شکل میں کب زندہ ہوں گے؟

مسلم کی جان ومال کا موضوع ومقصد خواہشات پر خرچ ہونا نہیں، بلکہ حضرت محمد ﷺ کے دین کی حیات وسرسبزی پر خرچ ہونا ہے جتنا ہماری جانیں اور مال کا خرچ دین کی حیات کے درد وفکر وجہد وسعی پر آتا چلا جائے گا، دین کے سارے شعبے سنت کی شکل پر زندہ ہوتے چلے جائیں گے۔(مکتوبات اکابر تبلیغ ص/۱۵۱)(ملفوظات حضرت جیؒ ص/۸۶)

سنت کے مطابق استنجاء کرنے میں انوارات

محقق صوفیاء نے کہا ہے کہ سنت کے مطابق بیت الخلاء یعنی فراغت واستنجاء میں جو انوارات ہیں وہ بعد میں دین کی خدمت کے لئے پیدا ہونے والے بڑے بڑے شعبوں میں نہیں۔(تذکرہ حضرت جیؒ ص/۶۳)(ملفوظات حضرت جیؒ ص/۱۰۸)

حضور ﷺ کی معاشرت بھی قیامت تک کے لئے ہے

دوستو! حضور ﷺ کی نبوت جس طرح قیامت تک کے لئے ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی معاشرت بھی قیامت تک کیلئے ہے۔(تذکرہ مولانا یوسفؒ ص/۲۰۵)(ملفوظات حضرت جیؒ ص/۱۲۵)

مغربیت کا توڑ اس عمومی دعوت اور اشاعت سنت میں ہے

حضرت جیؒ (مولانا محمد یوسف صاحبؒ رئیس التبلیغ) مغربیت سے بہت زیادہ متنفر اور بیزار تھے وہ سنت کی اشاعت کے لئے کوشاں تھے اور ان کا فرمانا تھا، اس مغربیت کا توڑ اس عمومی دعوت اور اشاعت سنت میں ہے، اسلئے وہ سنت کی اشاعت زبان سے تو کرتے ہی تھے عمل سے بھی اسکی اشاعت کرتے تھے، اور ایک انسانی کوشش کا جہاں تک تعلق ہے وہ

اضطراری حالت میں بھی اس سے گریز نہیں کرتے تھے۔

حضرت جیؒ کا تہہ بند (لنگی) اور پائجامہ کی سنت پر عمل

اکثر اوقات پائجامہ پہنتے تھے، لیکن جب نماز پڑھتے یا پڑھاتے تو تہبند پہن لیتے تھے ، یہ عمل ویسے تو بہت آسان اور معمولی نظر آتا ہے لیکن حضرت جیؒ کی مصروفیت کے پیش نظر یہ بڑا ہی مجاہدہ ہے اس عمل میں حضرت جی نے جناب رسول اللہ ﷺ کی قولی اور فعلی دونوں سنتوں پر عمل کیا ہے۔

روایات میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے پائجامہ خریدا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے پہنا بھی۔

حضرات صحابہ کرامؓ تو آپ ﷺ کی اجازت سے پائجامہ پہنا کرتے تھے۔

حضرت جیؒ نے اس سنت پر اس طرح عمل کیا کہ نماز کے وقت تہبند باندھ لیتے تھے اور ویسے بقیہ اوقات میں پائجامہ پہنے رہتے تھے، تا کہ دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے۔

حضرت جیؒ کا عمامہ کی سنت پر عمل

گرمیوں کے دنوں میں عام اوقات میں ٹوپی اوڑھے رہتے تھے لیکن جب نماز پڑھنے یا پڑھانے کا وقت آتا تو عمامہ باندھ لیتے تھے۔

حضرت جیؒ کا چمڑے کے تکیہ کی سنت پر عمل

حضرت جیؒ نے اتباع سنت کی غرض سے ایک چمڑے کا تکیہ بھی بنوا رکھا تھا جسمیں کوئی سخت سی چیز بھری تھی غالبا کھجور کی چھال ہوگی۔

کھانے میں مسنون سالنوں پر حضرت جیؒ کا عمل

دسترخوان پر مسنون سالنوں مین سے کوئی نہ کوئی سالن ضرور ہوتا تھا ایک دن کھانا کھاتے ہوئے فرمایا مدینہ منورہ سے آیا ہوا شہد رکھا ہے اسے جلدی سے لاؤ۔

ایک دن فرمایا دیکھو اندر سرکہ میں زیتون ڈالے ہوئے ہین ان کو نکال لو۔

ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کھانے کے بعد جب آپ کو یاد آیا تو آپ نے روغن زیتون اندر سے منگوایا اور فرمایا دیکھو مجھ سے کیسے بھول ہوگئی تھی۔

اوراد و وظائف میں مسنون دعاؤں اور اوراد کا اہتمام

اوراد و وظائف میں مسنون دعاؤں اور اوراد کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

میرا خیال ہے کہ ھندوستان میں ادعیہ اوراد مسنونہ کا اتنا زیادہ کوئی دوسرا پابند نہ ہوگا۔

مہمانی، میزبانی، سفر و حضر، آرام وراحت، سکوت و گویائی میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل

مہمانی اور میزبانی سفر و اقامت آرام وراحت ،سکوت اور گویائی غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں حضور ﷺ اور حضرات صحابہ کی پوری پوری اتباع فرماتے تھے۔

متعدد مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت جی جب اپنے میزبان کے یہاں سے رخصت ہوتے تو اس کو اپنے پاس بلاتے اور معذرت پیش کرتے اور جب اپنے مہمان کو رخصت کرتے تو اسکا شکریہ ادا کرتے تھے اور جب کوئی مخصوص مہمان آتا تو اسکو رخصت کرنے کے لئے دور تک ساتھ جاتے۔

ایک سنت کی اتباع میں میرا سب کچھ خرچ ہو جائے تو میرے لئے یہ سستا سودا ہے

حضرت جیؒ ایک مرتبہ ھندوستان سے عمرہ کے لئے تشریف لے گئے بعض لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں، حضرت جیؒ سے جب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اتباع سنت کی سنت سے گیا تھا، اور ایک سنت کی اتباع میں میرا سب کچھ خرچ ہو جائے تو میرے لئے یہ سستا سودا ہے۔

میں نے (مؤلف) ایک مرتبہ حضرت جی سے دریافت کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ان تاریخوں میں بھی جماعت نکالا کرتے تھے جن تاریخوں میں غزوۂ بدر ہوا تھا؟ پھر کیوں اسکو بند کر دیا۔

ارشاد فرمایا حضورﷺ اور حضرات صحابہ کا پہلا سفر ہے جو خدا کے دین کی نصرت کے لئے ہوا تھا اور اسی سفر میں حق و باطل کا مقابلہ ہوا تھا اسی کے اتباع میں ان تاریخوں کے اندر، میں جماعت نکالا کرتا تھا، لیکن جب بعد میں مجھے یہ محسوس ہوا کہ لوگ اسکو ضروری قرار دیدیں گے اور آئندہ یہ بدعت کی صورت اختیار کر لے گی تو پھر میں نے اسکو بند کر دیا۔

(سوانح حضرت جیؒ ص ۸۹-۹۰)(مؤلف مفتی عزیز الحق صاحب)

جاپان کا پادری ایک تبلیغی جماعت کے وضو کی سنت کا نور دیکھ کر مسلمان ہو گیا

ایک تبلیغی جماعت کا جاپان میں جانا ہوا وہاں کا جو سب سے بڑا پادری تھا جماعت اسکے گرجے میں ٹھہری کیونکہ وہاں گرجے تو اتوار والے دن ہی کھلتے ہیں باقی دن بند رہتے ہیں تو تیسرے دن وہاں پادری آیا اور کہنے لگا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں ساتھی بڑے حیران ہوئے اس سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میرے اندر اتنی روحانیت (یعنی روحانی طاقت) ہے کہ اسکی ادنی طاقت میں آپ لوگوں کو بتلاتا ہوں پھر اس نے غالبا ۲۰ فٹ کے فاصلے پر ایک ساتھی کو کھڑے ہونے کو کہا اور دور سے اپنے ہاتھ کو جھٹکا دے کر نیچے کیا وہ ساتھی گر گیا وہ پادری کہنے

لگا یہ تو میری ادنی طاقت کا نمونہ ہے اور کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو وضو کرتے دیکھا سنت کے مطابق تو مجھے اس جگہ نور ہی نور نظر آیا اور پھر کہا جہاں میری اعلی طاقت کا نور ختم ہوتا ہے وہاں سے سنت کا نور شروع ہوتا ہے پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ (سوانح یوسفی) (بحوالہ مثالی نوجوان ص/۷۳)

حضرت جی چھوٹی سے چھوٹی سنت چھوٹ جانے کو خداوندقدوس کے خزائنِ رحمت سے محرومی کا باعث سمجھتے تھے

توحید کامل تعلق مع اللہ اور رضا وقرب حق کا واحد ذریعہ حضرت محمد ﷺ کی معرفت وعظمت محبت واتباع (ظاہری وباطنی) ہے حضرت جی قدس سرہ جس طرح عظمت ومحبت نبویؐ میں ڈوبے ہوئے تھے، اس کا اندازہ ان کے ہر قول وعمل سے ہوتا تھا، آپ کی معرفت وعظمت کا نتیجہ تھا کہ آپ کی ذات، آپؐ والے اعمال اور آپؐ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز انتہائی عزیز تھی، اور آپؐ کے طریقۂ عالیہ ہی کو دارین کی فلاح وکامیابی کا واحد ویکتا ذریعہ اور آپؐ والے اعمال کو خداوندی خزائن سے استفادہ کی الٰہی چابیاں یقین کرتے تھے، اسی بنا پر چھوٹی سے چھوٹی سنت چھوٹ جانے کو خداوندقدوس کے خزائن رحمت سے محرومی کا باعث سمجھتے تھے۔

آپ یہاں تک فرماتے تھے کہ محقق صوفیہ نے کہا ہے کہ سنت کے مطابق بیت الخلاء (یعنی فراغت) واستنجاء میں جو انوارات ہیں، وہ بعد میں دین کی خدمت کے لئے پیدا ہونے والے بڑے بڑے شعبوں میں نہیں یہی مفہوم ملا علی قاری نے مرقاۃ میں حدیث نبوی ''فتمستک بسنة خیر من احداث بدعة '' کی شرح میں ان الفاظ میں ادا کیا ہے'' ای (سنة) صغیرة اوقلیلة کاحیاء ادب الخلاء مثلا علی ماوردفی السنة خیر من احداث بدعة ای افضل من سنة عظیمة کبناء رباط ومدرسة. (حاشیۂ مشکوۃ ص/۳۱)

حضور ﷺ کی سنتوں کے مٹنے کا غم آپ کے سینے کا مستقل ناسور تھا

حضور ﷺ کی سنتوں کے مٹنے کا غم آپ کے سینہ کا مستقل ناسور تھا، آپ کی جگردوز اور پرسوز آہوں میں نہ معلوم کس قدر حصہ اعمال محمدیہ کے مٹ جانے کا تھا، آخری حج کے بعد ایک دعاء انتہائی سوز ورقت کی کیفیت میں اکثر فرمایا کرتے تھے''**اللھم اخرج الیھود والنصاری والمشرکین من جزیرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ جزیرۃ العرب**'' غرض جب نبوی اتباع نبوی حضرت جیؒ کا نفس ناطقہ بن چکا تھا، اسی طور پر حضور پاک ﷺ کے صحابہ کی محبت ان کا اتباع اوران کی پاکیزہ زندگیوں کے حالات سے شغف حضرت جی کی زندگی کا حاصل تھا، اوراگر کہا جائے تو بالکل صحیح ہوگا کہ وہ اپنے اندازفکرونظراحساسات وجذبات، ومیلانات میں صحابہ کا نمونہ تھے۔(ماہنامہ الفرقان لکھنو حضرت مولانا یوسف نمبر ۱۳۸۵ھ ص/ ۶۸)

[شادیاں کس طرح کی جائیں اورزندگی کا یہ شعبہ دین کے فروغ کے لئے کس طرح استعمال ہو ذیل کا مکتوب ایک صاحب کو لکھا گیا جنہوں نے اللہ کی توفیق سے سنت کے مطابق شادی کی تھی]

مکرم ومحترم بندہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ--- آپ کے اس مبارک جذبہ کو معلوم کر کے حد سے زیادہ مسرت ہوئی کہ آپ کے ہاں شادی سنت کے مطابق وجود میں آئی ،حق تعالی شانہ آپ کے اس مبارک عالی جذبہ کو پوری طرح قبول فرماتے ہوئے اپنے لطف وکرم وفضل سے اس میں برکتیں ورحمتیں پوری طرح شامل حال فرمائیں۔(ماہنامہ الفرقان لکھنو حضرت مولانا یوسف نمبر ۱۳۸۵ھ ص/۱۳۰)

گشت کا موضوع یہ ہے کہ سنت کے مطابق زندگی گذارنا آجائے

گشت کا عمل اس کام میں ریڑھی کی ہڈی کی سی اہمیت رکھتا ہے، اگر یہ عمل صحیح ہوگا قبول ہوگا، دعوت قبول ہوگی، دعوت قبول ہوگی، دعا قبول ہوگی، ہدایت آئے گی، اور گشت قبول نہ ہوا تو دعوت قبول نہیں ہوگی دعوت قبول نہیں ہوگی، دعا قبول نہ ہوگی، ہدایت نہیں آئے گی۔

گشت کا موضوع یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہماری دنیا اور آخرت کے مسائل کا حل حضرت محمد ﷺ کے طریقہ پر زندگی گذارنے میں رکھا ہے، ان کے طریقہ ہماری زندگیوں میں آجائیں اسکے لئے محنت کی ضرورت ہے، اس محنت پر بستی والوں کو آمادہ کرنے کے لئے گشت کے لئے مسجد میں جمع کرنا ہے، نماز کے بعد اعلان کر کے لوگوں کو روکا جائے، اعلان کوئی بستی کا بااثر آدمی یا امام صاحب کریں تو زیادہ مناسب ہے، وہ ہم کو کہیں تو ہمارے ساتھی کر دیں، پھر گشت کی اہمیت ضرورت اور قیمت بتائی جائے اسکے لئے آماد کیا جائے جو تیار ہوں ان کو اچھی طرح آداب سمجھائیں۔ (ماہنامہ الفرقان لکھنو حضرت مولانا یوسف نمبر ۱۳۸۵ھ ص/۱۰۵)

حضور ﷺ کی سنت پر زندگی گذار دینے کی وجہ سے اللہ زندگیوں کے حالات کو درست فرمادیں گے

[مندرجہ ذیل مکتوب پاکستان کے تبلیغی احباب ورفقاء کے نام چندسال پہلے ماہ رمضان میں لکھا گیا تھا یہ ہم کو جناب مولانا عبدالعزیز صاحب سے حاصل ہوا جس کے لئے ہم مولانا موصوف کے بہت ممنون ہیں]

مکرمین ومحترمین بندہ ادام اللہ مجدکم ووفضا اللہ وایاکم لما یحب ویرضی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حق تعالی شانہ کا بہت ہی لطف وکرم ہے اپنے احباب پر کہ اس دورانحطاط میں جب کہ اللہ رب العزت کے اعمال کے ذریعہ ان کی ذات عالی سے استفادہ کی راہیں بند ہوتی جارہی ہیں اور اس حقیر وفانی دنیا پر جانیں کھپا کر اس کے ذریعہ وقتی زندگی بنانے پر قناعت کا رواج پڑ چکا ہے ایسے عالی وافضل طریق گشت ومجاہدہ کی طرف رہبری فرمائی جس کی قدردانی کر لینے پر اور جان ومال کی حقیرسی پونجی جھونک دینے پر صرف محنت ومجاہدہ کرنے والوں کے لئے ہی نہیں بلکہ عام امت مسلمہ محمد یہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ اور عام انسانوں تک کے لئے ہدایت کے دروازے کھل جانے کی پوری توقعات اور امیدیں ہیں، میرے عزیز دوستو! دونوں جہاں کی ساری نعمتوں اور کامل کامیابیوں کے حاصل کرنے کے لئے حق تعالی شانہ جل جلالہ وعم نوالہ نے پورا دین عطا فرمایا ہے جس کا تعلق ہماری پوری زندگی کے سارے اعمال سے ہے اب اگر حق تعالی شانہ اپنے لطف وکرم سے ہدایت سے نواز دیں اور یہ بات جی میں پیوست ہوجائے کہ پرورش کرنے والے حالات میں تغیر وتبدل کرنے والے صرف رب العزت ہیں اور اس دنیا میں پھیلا ہوا سارا نقشہ اور چیزوں کی دنیا بھر میں پھیلی ہوئی شکلیں ان کے استعمال کرنے سے استعمال ہوتی ہیں وہ ان سب سے جو چاہے کر کے دکھلا دیں، اور ان سب کے بغیر بھی جو چاہیں اپنی قدرت سے کر کے دکھلا دیں حضور اکرم ﷺ کے طریقوں کو سیکھ کر کے اس کے مطابق اپنی زندگی گذارنے پر اللہ رب العزت اپنی قدرت سے جس طرح چاہیں گے زندگی کے حالات درست فرما دیں گے، اور حضور اکرم ﷺ کے خلاف زندگی گذارنے پر جو بھی چاہے حاصل کرلیا جائے اللہ رب العزت زندگی کے حالات کو بگاڑ دیں گے اور جس طرح چاہینگے بگاڑ دینگے سو اگر یہ ہدایت نصیب ہوجائے تو پورا دین بہت ہی آسان اور محبوب بن جاتا ہے اور تھوڑی سی محنت سے زندگی میں چالو ہو جاتا ہے۔ (ماہنامہ الفرقان حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نمبر ص/۱۱۹)

باب ﴿۴۵﴾

مصلح الامت حضرت اقدس مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کا اتباع سنت

سنت کی اہمیت اور ضرورت پر مصلح الامت حضرت مولانا وصی اللہ صاحبؒ کے افادات

فسادامت اور تمسک بالسنۃ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَفَسَادِاُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُمِائَةُ شَهِیْدٍ : یعنی جس نے میری سنت کے ساتھ تمسک کیا میری امت کے فساد کے زمانہ میں اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا یہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے تو جو لوگ تصدیق نبوی کرتے ہیں ان کے لئے آپ کی تصدیق اور آپ کے ارشاد کا سمجھنا ضروری ہے لہذا ہم کو تمسک کا مطلب بھی سمجھنا ہوگا، سنت کو بھی سمجھنا ہوگا اور فساد امت کو بھی سمجھنا ہوگا، اور یہ معلوم کرنا ہوگا کہ علماء اس کا کیا مطلب بیان فرماتے ہیں۔

چنانچہ مجھ پر بھی اس حدیث میں آیا ہوا لفظ فساد بہت ہی شاق ہوا، فکر ہوئی کہ دیکھنا چاہئے کہ علماء اس کی کیا شرح فرماتے ہیں، اسلئے کتب کی مراجعت کی تو دیکھا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ اس حدیث کو نقل کر کے اسکا ترجمہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: ہرکہ لازم گیر دسنت مرانزدفاسدشدن امت من اوراثواب صد شہید باشد از یں حدیث معلوم شد کہ ہرکہ سنت رامحکم گیر د در زمان فساد امت وغلبۂ کفر ومعاصی اوراثواب برابر صد شہید باشد (ارشادالطالبین ص ۳۵)

یعنی جو شخص میری سنت کو میری امت کے فساد کے زمانہ میں مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہے گا اسکو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا، یہ تو حدیث کا ترجمہ ہوا آگے اسکا مطلب بیان فرماتے ہیں ہ جو شخص سنت کو مضبوط پکڑے گا فساد امت کے زمانہ میں یعنی جب کہ کفر و معاصی کا غلبہ ہو جائے تو اسکو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔

تمسک بالسنہ کا مطلب سنت کوایسالازم پکڑے کہ چھڑانے سے نہ چھوٹے

قاضی صاحبؒ نے تمسک کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ لازم گیر دیعنی سنت کالازم ہوجائے اوراسکواسطرح سے مضبوط پکڑلے کہ کسی کے چھڑانے سے اسکو نہ چھوڑے، یہ معنی تمسک کے بالکل صحیح اورنہایت عمدہ ہیں، باقی فساد امت کا مطلب جو بیان فرمایا کہ درزمانہ غلبہ کفرومعاصی، تو اگرچہ اسکی صحت میں کلام نہیں مگر مفہوم کی وضاحت کے لئے اتنا کافی نہیں۔مشکوا ۃ کی شرح مرقات مین ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں

(مَنْ تَمَسَّکَ)اَیْ عَمِلَ (بِسُنَّتِیْ عِنْدَفَسَادِاُمَّتِیْ)اَیْ عِنْدَغَلَبَةِ الْبِدْعَةِ وَالْجَهْلِ وَالْفِسْقِ فِیْهِمْ ۔مرقاۃ (ص ۲۰۶ ج ۱)

یعنی جس نے عمل کیا میری سنت پر فساد امت کے وقت یعنی جبکہ اس میں بدعت اور جہل اور فسق کا غلبہ ہو جائے۔

دیکھئے صاحب مرقاۃ نے تمسک کے معنی تو صرف عمل کرنے کے فرمائے لیکن فساد امت کی تشریح بہت عمدہ کی ہے یعنی یہ کہ جس وقت امت میں بدعت، جہل وفسق کا شیوع

ہوجائے اس وقت جو شخص میری سنت پر عامل ہوگا اوراسکو مضبوط پکڑے رہے گا اس کو سوشہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔

میں کہتا ہوں کہ فساد امت کی تشریح میں صاحب مرقاۃ نے بدعت،جہل اورفسق تین الفاظ اختیار فرمائے اسکے باوجود مضمون ابھی تشنہ ہے اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فساد امتی فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد سے یہاں ایسی چیزوں کا شیوع مراد ہے جس میں امت کو عام ابتلاء ہوجائے اگر چہ بدعت،جہل اورفسق میں ابتلاء بھی فساد ہے اورفساد کی یہ تشریح تفصیل صحیح بھی ہے مگر میں انہیں اکابر کی برکت سے کہتا ہوں کہ فساد کی شرح جب دنیا،عدم حب آخرت،غلبہ نفس،غلبہ ہوا،وہوس بھی ہے،یہ ابتلاء ان سب سے بڑھ کر ہے جن کا ذکر علماء نے کیا ہے کیونکہ اعلی درجہ کا فساد یہی ہے کہ انسان آخرت ہی کو بھول جائے اورحق تعالی کی محبت اور جنت کی محبت اور نار کا خوف اسکے دل سے نکل جائے اوراسکی جگہ دنیا کی محبت آجائے کیونکہ آخرت کے بھولنے کے لئے دنیا کی محبت لازم ہے اور جب دنیا دل میں آجاتی ہے تو **الشیء اذاثبت ثبت بلوازمه** ،کے قاعدے سے دنیاداروں کے سب اخلاق وصفات بھی آجاتے ہیں آج ہم حب دنیا کے کیسے شکار ہوگئے،بس اسی سے عدم حب عقبی بھی ہم میں آگئی ہے۔

صاحب مرقاۃ نے تو فساد کی شرح کرتے ہوئے سب سے پہلے بدعت کو لیا ہے،پھر جہل کو پھر فسق کو،لیکن میں اسی کو یوں کہتا ہوں کہ امت میں فساد پھیل جانے کا مطلب یہ ہے کہ جب ان میں جہل کا غلبہ ہوجائے یعنی شریعت کا علم اٹھ جائے اوراعتقادیات سب ختم ہوجائین اور جب فسق کا غلبہ ہوجائے یعنی عمل اٹھ جائے اور جب بدعت کا غلبہ ہوجائے یعنی سنت متروک ہوجائے سنت وغیر سنت میں فرق ہی ختم ہوجائے بلکہ بدعت ہی سنت کی جگہ لے لے۔

میں نے اپنی شرح وتعبیر میں جہل کو مقدم اسلئے کہا ہے کہ اصل مرض اوراصل فساد اس

امت کا جہل ہی ہے یعنی جہل علمی اور اسی سے ناشی ہے فسق یعنی جہل عملی، اور بدعت چونکہ سنت کی ضد ہے اسلئے یہ بھی فساد ہے یعنی یہ جہل ہی کے ثمرات ہیں کہ لوگوں کو آخرت پر کامل ایمان نہیں ہے اور جنت کی محبت قلب میں نہیں ہے اور اسکے لئے دنیا کی محبت لازم ہے اور پھر اس کے بعد فسق میں، بدعات میں جس چیز میں بھی انسان نہ مبتلا ہو جائے کم ہے۔

سنو! میں جہل کو اصل فساد اسلئے کہہ رہا ہوں کہ دنیا میں جو لڑائی ہے وہ دراصل علم اور جہل ہی کی ہے اور ان کے واسطہ سے عالم اور جاہل میں جنگ ہے، یہ جنگ ابتداء آفرینش ہی سے چلی آرہی ہے۔

دیکھو حضرت سیدنا آدمؑ عالم تھے تو ان کا مقابل ابلیس جاہل تھا، پھر حضرت ابراہیمؑ عالم تھے اتو ان کے زمانہ میں نمرود جاہل تھا، پھر حضرت موسیٰؑ عالم تھے تو ان کے وقت میں فرعون جاہل تھا پھر حضرت سیدنا مولانا محمد رسول اللہ ﷺ سید العلماء تھے تو آپ کے مقابلہ میں جو شخص آیا اسکا لقب ہی لوگوں نے ابوجہل رکھ دیا، الغرض تمام انبیاء علیہم السلام اعلی درجہ کا علم رکھتے تھے اسلئے کہ نبی کا علم سب لوگوں سے ارفع واعلی ہوتا ہے اور ن کے مقابل اسی درجہ کے جاہل تھے۔

درحقیقت جہل کافروں کی صفت ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُوْنِّيْ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجَاهِلُوْنَ''، یعنی اے جاہلو (اور اے کافرو) کیا تم مجھے یہ حکم دے رہے ہو کہ میں اللہ تعالی کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پرستش کرنے لگوں؟

دیکھئے یہاں اللہ تعالی نے ان کافروں کو ایھا الجاہلون کے لقب سے ملقب فرمایا اس لئے کہ اصل مرض کفار کا جہل ہی تھا اور یہی جہل سبب بنا ان کے کفر وعناد کا۔

بات یہ ہے کہ علم حق تعالی کی جانب سے ہوتا ہے اور اسکے پہنچانے کے لئے اللہ تعالی کی جانب سے انبیاء علیہم السلام بھیجے جاتے ہیں، لہذا جو لوگ ان پر ایمان نہیں لاتے اور ان کی

اتباع نہیں کرتے وہ علم سے محروم رہتے ہیں، انکے پلے بس صرف جہل ہی رہ جاتا ہے، اسی وجہ سے جاہلوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ عالم کا مقابلہ اپنے جہل سیکریں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگرلوگ علم کی جانب توجہ کریں گے تو پھر تو ہماری قیادت ختم ہی ہو جائے گی اور جہل کی سلطنت میں زوال ہی آ جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اپنے اپنے وقت میں یہی جاہل، حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقابل ہوئے ،حضرات انبیاء علیہم السلام نے اگر علم پہنچانا چاہا تو انہوں نے جہل ہی پیش کیا، غرض ہر زمانہ میں ان جاہلوں نے عالموں کا مقابلہ ضرور کیا ہے۔

یہ گفتگو میں اسلئے کر رہا ہوں کہ شاید کسی کی سمجھ میں یہ بات آ جائے کیونکہ قلوب بالکل فاسد ہو چکے ہیں یہ دور انتہاء بد دینی، بداخلاقی اور جہل وعناد کا دور ہے، اب اس میں اگر چاہو کہ صرف تقریر کر کے لوگوں کو ٹھیک کرلو تو یہ بہت مشکل ہے اس زمانہ میں اصلاح کے لئے ایمان اور قلبی نور کی ضرورت ہے، مصلح کو یہ بات خود سمجھنا اور لوگوں کو بھی سمجھانا ضروری ہے۔

دوسرا فساد فسق کا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ علم تو ہو مگر نفس کی وجہ سے اس پر عمل نہ ہو رہا ہو۔

جانتا ہوں ثواب طاعت وزہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

جس طرح جہل کہتے ہیں کہ علم کے فساد کو اسی طرح فسق کہتے ہیں عمل کے فساد کو، اسکو میں دوسرے درجہ کا فساد سمجھتا ہوں یعنی جہل میں تو آدمی کو سنت اور شریعت کا علم بھی نہیں ہوتا لیکن فسق میں علم اگرچہ ہوتا ہے مگر آدمی اس پر عمل نہیں کرتا۔

پس ایک تو یہ ہے کہ آدمی علم کو مانے ہی نہیں، یہ تو ہے کفر اور ایک یہ ہے کہ آدمی دل سے

تو اسے مانتا ہے مگر اس پر عمل نہیں ہے ، یہ ہے فسق گویا علم کا مقابل تو ہوا جہل اور عمل کا مقابل ہوا فسق۔

اور تیسرا فساد، بدعت ہے اور اسمیں شک نہیں کہ یہ بھی جہالت ہی کا کرشمہ ہے اور جملہ فسادات میں بدعت سب سے اشد ہے،یعنی منشاو سرچشمہ اسکا بھی جہل ہی ہے،اور جہل کا فرد اعلی یہ بدعت ہے، کیونکہ بدعت نام ہے علم اور سنت کے بالمقابل ایک نیا طریقہ خود ایجاد کر لینے کا اس کی اصلاح بہت دشوار ہوتی ہے اللہ اور رسولؐ کی تصدیق اور ان پر ایمان پھر سنت وشریعت کی بھی محبت اور تصدیق ہو تب کہیں جا کر آدمی اس سے خلاصی پا سکتا ہے، ورنہ معاملہ بہت مشکل ہے،۔اسکی ایک مثال سنئے:

ایک عالم کو ان کے مخالفین نے شاہی محل کی ایک رئیسہ کے کان بھر کر ان کی جانب سے وعظ کے لئے مدعو کیا،ان کا مقصد یہ تھا کہ موقع نکال کر آج ان کو ان رئیسہ سے مجمع عام میں گالیاں کھلوائیں تا کہ ان کی خوب رسوائی اور بے عزتی ہو،مولانا کو پہنچنے میں اتفاقا کچھ دیر ہوگئی ،وہ رئیسہ غصہ میں بھری بیٹھی تھیں کہ اتنے میں مولانا تشریف لے آئے ،اطلاع پا کر وہ اندر سے بولیں کہ مولوی ......آ گئے ....انکے لہجہ اور تیور سے مولانا نے رنگ محفل بھانپ لیا اور معاملہ کی تہہ کو پہنچ گئے کہ آج میری رسوائی کا پورا سامان ہے،فرمایا'' اخاہ! اماں چھکو ہیں کیا؟ اماں سلام !عورتوں کی تو فطرت ہی ہے کہ وہ سلام وغیرہ سے بہت ہی خوش ہو جاتی ہیں اماں چھکو تو اتنے ہی سے خوش ہو گئیں، کہا، جیتے رہو، پھر ان کے گھر بھر کی خیر خیریت دریافت کرنے لگیں'' فلاں کیسے ہیں؟ فلانی کیسی ہیں؟ جب یہ ہو گیا تو پوچھا کہ'' کیوں جی فلانے سے !سنا ہے کہ تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو؟ مولانا نے فرمایا کہ'' اماں نہیں تو!'' کہا لوگ تو کہتے ہیں،(اور یہ لوگ بھی اس وقت مجلس ہی میں موجود تھے) مولانا نے فرمایا'' غلط کہتے

ہیں میں تو منع نہیں کرتا'' یہ سن کر وہ خاموش ہوگئیں، اس کے بعد مولانا نے فرمایا، اماں! میں تو بی بی کی صحنک کو منع نہیں کرتا، ہاں بی بی کے ابا جان (ﷺ) منع کرتے ہیں، اسلئے کہ حدیث میں ہے۔

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ وَكُلُّ ضَلالَةٍ فِي النَّارِ ، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام دوزخ ہے، یہ حدیث پڑھ کر مولانا نے ایک نہایت مؤثر وعظ فرمایا، بی بی چھکو پر وعظ کا بہت اثر ہوا، انہوں نے کہا'' ہم بی بی پر ایمان نہیں لائے ہیں ہم تو بی بی کے ابا جان پر ایمان لائے ہیں، ہم تو یہ سب اسلئے کرتے تھے کہ سمجھتے تھے کہ بی بی کے ابا جان اس سے خوش ہوتے ہیں لیکن جب آپ ہی کو یہ پسند نہیں بلکہ آپ اس سے ناراض ہوتے ہیں تو ہم ایسا کام نہ کریں گے ، اور اسکے بعد محل کی عورتوں کی جانب مخاطب ہوکر کہا کہ سن لو آج کی تاریخ سے اگر کسی نے اس رسم یعنی بی بی کی صحنک کو محل میں کیا تو اس کی چٹیا کاٹ لوں گی'' ان کے اس اعلان سے مخالفین کی تو ساری اسکیمیں خاک میں مل گئیں، اور مولانا وہاں سے مظفر ومنصور واپس تشریف لائے۔

یہ واقعہ میں نے اس پر سنایا کہ بدعت سے نکلنا بہت ہی مشکل ہوا کرتا ہے مگر یہ کہ کسی کے قلب میں اللہ ورسول ﷺ کی اور سنت وشریعت کی محبت ایسی راسخ ہوجاتی ہے تب تو وہ اس کی برکت سے اسکے دل سے نکل جاتی ہے، ورنہ اس کا نکلنا بہت دشوار، غرض بدعت کا فساد بڑا اس لئے ہے کہ اس میں سنت بالکل متروک ہی ہوجاتی ہے اور اسکی جگہ دوسری نئی چیز دین اور ثواب کا کام بن کر آجاتی ہے ، جہل میں تو علم ہی نہیں ہوتا، فسق میں علم ہوتا ہے مگر عمل نہیں ہوتا، اور بدعت میں عمل ہوتا ہے مگر اپنی خواہش کے مطابق اور سنت کے بالکل خلاف ہوتا ہے، چنانچہ علماء فرماتے ہیں:۔

مراسِمُ الشَّرِيْعَةِ مُضَادَّةٌ لِلْهَوىٰ (موافقات ج/ا ص/۳۳۲)

یعنی شریعت کے جملہ رسوم خواہشات نفس کے بالکل ضد ہیں اور فرماتے ہیں:۔

اِتِّبَاعُ الْهَوٰی ضِدُّاِتِّبَاعِ الشَّرِيْعَةِ (موافقات حوالۂ بالا)

یعنی ہوی کا اتباع شریعت کے اتباع کے بالکل برعکس ہے یعنی جو شخص متبع ہویٰ ہے وہ متبع شریعت نہیں ہوسکتا، اگر اتباع شرع کرنا چاہتا ہے تو اسکے لئے اتباع نفس کو ترک کرنا ہوگا، چنانچہ جب امت میں فساد اور بگاڑ واقع ہوتا ہے تو اسکی صورت یہی ہوتی ہے کہ جہل وفسق اور بدعات کا نیز حب دنیا ترک حب عقبی اور نفس وہوس کا غلبہ ہوجاتا ہے، اور انسان سنت کو بالکل بھول ہی جاتا ہے تمام لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے ایسے وقت میں زمانہ کے رسم ورواج کے خلاف کسی سنت یعنی نبوی سیرت کا احیاء ظاہر ہے کہ آسان نہیں اسلئے اس کا اتنا بڑا اجر ہے لڑائی میں اپنا گلہ کٹوا دینا آساں ہے، مگر یہاں ایک مردہ شے کو زندہ کرنا پڑتا ہے چنانچہ ایک دوسری روایت میں یہی الفاظ آتے ہیں۔

مردہ سنت کو زندہ کرنے کا ثواب

عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزْنِيْ قَالَ قَالَ رسول الله ﷺ مَنْ اَحْيٰی سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ قَدْاُمِيْتَتْ بَعْدِيْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِمِثْلَ اُجُوْرِمَنْ عَمِلَ بِهَامِنْ غَيْرِاَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئٌ وَمَنْ اِبْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَايَرْضَاهَااللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَالَايَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئٌ. (مشکوٰۃ عن الترمذی)

یعنی بلال بن حارث مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میری سنتوں میں سے کسی سنت کو جو مردہ ہوچکی ہو زندہ کیا تو اسکو ان تمام لوگوں کے عمل کے برابر ثواب ملے گا جنہوں نے اس پر عمل کیا ہو گو، بدون اسکے کہ ان لوگوں کے ثواب سے کچھ کم بھی کیا جائے لیکن جس شخص نے کوئی نئی گمراہی ایجاد کی جس سے اللہ اور اسکے رسول راضی نہیں بلکہ

اسکو ناپسند کرتے ہیں اس پر اس کا بھی گناہ ہوگا اور جن جن لوگوں نے اس پر عمل کیا ان سب کے گناہوں کے برابر گناہ اس پر بھی ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے بوجھ میں کچھ بھی کم کیا جائے۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی)

آج متبع سنت عالم کی لوگوں کی نظروں میں کوئی قدر و منزلت نہیں

غرض حدیث میں تمسک بھی آیا ہے اور احیی بھی آیا ہے اور قاعدۃ الحدیث یفسر بعضہ بعضا کی بنا پر ایک کی دوسری سے شرح ہوگئی اور حاصل دونوں کا ایک ہی ہوا، پس سب سے بڑا فساد یہ ہے کہ سنت مٹ جائے اور بدعت اسکی جگہ لے لے جیسا کہ اپنے زمانہ میں ہم اسکا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ لوگوں کو سنت سے بہت ہی بعد ہوگیا ہے یہاں تک کہ ایک متبع سنت کی آج لوگوں کی نظروں میں کوئی قدر و منزلت نہیں ہے اور دوسرے دوسرے لوگوں کی خوب آؤ بھگت کی جاتی ہے میں نے اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے دیہاتیوں کو دیکھا کہ عالم دین سے تو انہیں وحشت اور نفرت ہے لیکن اگر ان کے پاس کچھ لوگ آنے جانے لگتے ہیں تو ان سے یہ لوگ خوب ربط ضبط رکھتے ہیں اور خوب بڑھ بڑھ کر مصافحہ کرتے ہیں، عالم دین کی ان کے نزدیک اتنی عزت نہیں ہے جتنی ایک پٹواری کی ہے، عالم کے تو سائے سے بھاگتے ہیں، لیکن اگر کوئی پٹواری انکے یہاں آجاتا ہے تو اسکے لئے پلنگ بچھائی جاتی ہے اس پر نہایت صاف بستر لگتا ہے مگر پھر یہ بھی دیکھا کہ جب ان کو یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ اس پٹواری نے کھیت کے نمبرات ادھر سے ادھر دوسرے کے نام کر دیئے تو اسکو گالی بھی دیتے ہیں میں یہی کہتا تھا کہ یہ تمہاری دنیاداری کی سزائے معجّل ہے۔

عالم دین اور متبع سنت لوگوں کے نزدیک غیر مانوس ہوگئے

بہر حال عالم دین اور متبع سنت ان لوگوں کے نزدیک اس زمانہ میں اجنبی اور غیر مانوس

ہو گئے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا وہ ارشاد کہ: **بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْباً وَسَیَعُوْدُ غَرِیْباً کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ مِنْ اُمَّتِیْ** : آج بالکل صادق آ رہا ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام ابتدائی زمانہ میں بھی غریب اور اجنبی تھا یعنی اسکے جاننے پہچاننے والے بہت کم لوگ تھے اور عنقریب پھر اسی طرح اجنبی ہو جائے گا جیسا شروع میں تھا، پس خوشخبری ہو میری امت کے اجنبیوں کیلئے۔

آگے اسی حدیث میں ہے کہ:

قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَمَنَ الْغُرَبَاءِ مِنْ اُمَّتِکَ ؟قَالَ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَااَفْسَدَالنَّاسِ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ : یعنی عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ) آپ کی امت کے وہ غریب اور اجنبی لوگ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو اصلاح کریں اس سنت کی جسے میرے بعد لوگوں نے فاسد کر دیا ہو۔

اس حدیث کو نقل کر کے صاحب مدخل لکھتے ہیں:

فَمَنْ کَانَ بَاکِیاً فَلْیَبْکِ عَلٰی نَفْسِہٖ وَعَلَی الْاِسْلَامِ وَغُرْبَتِہٖ وَغُرْبَۃِ اَھْلِہٖ وَالْعَامِلِیْنَ بِالسُّنَّۃِ۔ (مدخل ج/۱ص/۲۶۳)

یعنی جو شخص رو سکتا ہو وہ یہ سن کر پہلے تو خود اپنے نفس پر روئے پھر اسلام پر اور اسکی غریب پر اور اہل اسلام کی غربت و کس مپرسی پر اور عاملین بالسنۃ کی کس مپرسی پر روئے۔

سنت کا ترک ہو جانا یہی فساد ہے

اس سے معلوم ہوا کہ سنت کا ترک ہو جانا یہی فساد ہے، پس جس طرح جہل کا غلبہ، نفس کا غلبہ، بدعت کا غلبہ، معاصی و فسق کا غلبہ یہ سب امور فساد ہیں، اسیطرح ترک سنت کا غلبہ بھی فساد ہے جو لوگ ایسے وقت میں سنت پر عمل کریں گے اور اسکو مضبوط پکڑے رہیں گے وہ

بڑے درجہ کے لوگ ہیں اور یوں سمجھو کہ جولوگ کفار سے جہاد کرنے والے ہیں ان سے بھی درجہ میں بڑھے ہوئے ہین ، یہی وجہ ہے کہ ایک مردہ سنت کو زندہ کرنے والا اجر میں سوشہیدوں کے برابر ہے، اور یہ اسلئے کہ ان میں قوت ان سے زیادہ ہے کیونکہ جہاد کرنے والا تو بدن کی قوت سے لڑتا ہے اور یہ شخص اپنے ایمان کی قوت سے لڑتا ہے اور ایسے فساد کے زمانہ میں احیاءِ سنت کرتا ہے ،لوگوں کا فساد اس کو برگشتہ نہیں کرتا بلکہ یہ اسکی اصلاح کرتا ہے اور اپنے نفس اور اپنے ماحول سبھی کا مقابلہ بیک وقت کررہا ہے۔

یہاں ایک بات اور کہتا ہوں وہ یہ کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے فتو ی کی رو سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اس شخص کو اتنا اتنا اجر ملتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شخص فسادی نہیں ہے ، کیونکہ امت کے فساد کے زمانہ میں اسنے فساد کو ختم کرنے کے لئے قدم اٹھایا ہے تو جو شخص کہ فساد کے خلاف علم جہاد بلند کررہا ہے وہ خود فسادی کیونکر ہوسکتا ہے؟ اور اس کے برخلاف جولوگ جاہل ہیں، اہل نفس یا اہل معاصی ہیں، یا مبتدع ہیں، یا محبّ دنیا ہیں، یا تارک حب آخرت ہیں، یہ سب لوگ فسادی ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا ان سب کی اصل نفس اور ہوی کا غلبہ ہے کیونکہ یہی انسان کو خدا سے غافل کردیتا ہے یہی آخرت کو بھلا دیتا ہے ، چنانچہ جن لوگوں نے دنیا ترک کی ہے تو وہ آخرت کے شوق کی وجہ سے کی ہے کیونکہ جس دل میں ذرا سی بھی محبت آخرت کی آجاتی ہے دنیا کی محبت اس سے بالکل نکل جاتی ہے اور جس قلب میں دنیا سمائی ہوئی ہے فکر آخرت (اس سے بہت دور ہوجاتی ہے ،اور اسی نفس کے اخذ اور ترک پر آخرت کی شقاوت اور سعادت موقوف ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:۔

فَـاَمَّامَنُ طَغٰی وَ آثَرَالْحَیٰوۃَ الدُّنُیَافَاِنَّ الُجَحِیُمَ هِیَ الُمَأوٰی وَاَمَّامَنُ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفُسَ عَنِی الُهَوٰی فَاِنَّ الُجَنَّةَ هِیَ الُمَأوٰی .

یعنی جس شخص نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی تو سن رکھو کہ جہنم ہی ایسوں کا ٹھکانا ہوگا، اور جو شخص اپنے رب کی پیشی کے خیال سے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کو اس نے خواہشات سے روکے رکھا تو یقین رکھو کہ ایسوں کا ٹھکانا جنت ہوگا۔

دیکھئے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کو ترجیح دینا اور نفس کا طغیان ہی سبب خسران ہے اور باعث دخول میزان بنتا ہے اسی نفس کو زیر کرنے کے لئے اور انسان کو عبدالنفس بننے سے بچا کر عبداللہ بنانے کے لئے شریعت آئی ہے علماء نے اس کو بیان کیا ہے چنانچہ صاحب الموافقات لکھتے ہیں:۔

قَصْدُالشَّارِعِ مِنْ وَضْعِ الشَّرَائِعِ اِخْرَاجُ النُّفُوْسِ عَنْ اَهْوَائِهَاوَعَوَائِدِهَا (ج/اص/۲۳۶)

یعنی شارع کا شریعت اتارنے سے مقصد ہی نفوس کو ان کی خواہشات اور عادات سیئہ سے نکالنا ہے اسی طرح سے ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

نَعَمْ وَضْعُ الشَّرِيْعَةِ عَلٰى اَنْ تَّكُوْنَ اَهْوَاءُ النُّفُوْسِ تَابِعَةً لِمَقْصُوْدالشَّارِعِ فِيْهَا. (موافقات ج/اص/۲۳۷)

یعنی شریعت کی وضع ہی اس نہج پر ہوئی ہے کہ نفوس کی خواہشات کو شارع کے مقصد کے تابع بنایا جائے۔

اگر شریعت اور سنت کو ترک کر دیا جائے تو کیا ہوگا؟

یہی وجہ ہے کہ اگر شریعت اور سنت کو ترک کر دیا جائے گا اور اسکی جگہ ہوائے نفسانی کی اتباع کی جائے گی تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو شریعت کا انکار کر کے نفس کا اتباع کیا جائے گا یہ تو کفر ہے، اور یا شریعت کا انکار تو نہ ہوگا لیکن اسکے احکام کو ترک کر کے نفس کے حکم پر چلا جائے

گااس کا نام فسق ہے۔

اب یہ عالم کے ذمہ ہے کہ لوگوں کو بتائے کہ تم یہ کیا کررہے ہواور کہاں جارہے ہو،ان سے کہے کہ تم ہوی پر چل رہے ہو نفس کو پکڑے ہوئے ہو،اس سے نکلواوراس سے نکلنے کا طریقہ اورذریعہ اتباع سنت ہے کیونکہ نفس اور ہوی ہی کے مارنے کے لئے حکام آئے ہیں،انہیں پر چلکر خدا کا راستہ پایا جاسکتا ہے ۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا ☆ تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ☆ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ ہوی میں اور شریعت میں بالکل تضاد ہے اتباع الھوی ضد اتباع الشریعۃ لہذا اہل نفس کو (یعنی متبع ہوی کو) ابتداء اپنی خواہش کے علاوہ سب احکام شاق معلوم ہوتے ہیں خواہ وہ احکام فی نفسہ شاق ہوں یا نہ ہوں،اور یہ اسلئے کہ یہ احکام اسکو اسکی مراد سے روکتے ہیں اور نفس جواب تک خوب گلچھرے اڑاتا تھا اسمیں مانع بن جاتے ہیں لیکن جب سالک (مکلّف) ہمت کر کے اپنی خواہش کو ترک کردیتا ہے اور اپنے نفس کو اس سے روک لیتا ہے اور جو عمل کہ شریعت کی جانب سے اس سے چاہا گیا ہے اس پر اپنے کو لگا لیتا ہے قاعدہ ہے کہ انسان جس کام کو بار بار کرتا ہے اسکا خوگر ہو جاتا ہے اور اس سے اسکو ایک قسم کی محبت ہو جاتی ہے اور اس کی تلخی مبدل بہ لذت ہو جاتی ہے بلکہ یہ ہو جاتا ہے کہ اب اس کے خلاف کرنا نفس پر شاق گذرتا ہے،حالانکہ اس سے قبل خود وہ عمل شاق تھا اور نفس کا حکم لذیذ تھا۔

اسلئے انسان میں بس طلب ہونا چاہئے پھر اسکے بعد جب احکام کو اختیار کریگا تو اس کا فائدہ،یعنی فنائے نفس خود بخود سامنے آئے گا بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ان پر عمل کرے اور اس پر مداوم رہے۔

آپ کے سامنے ہوائے نفسانی کی ایک مثال بیان کرتا ہوں۔

ایک صاحب سردیوں میں ریل کا سفر کررہے تھے اتفاقاانہیں غسل کی حاجت ہوگئی اب نہ وہاں تنہائی اور نہ گرم پانی فجر کی نماز کا وقت ہوگیا،ایسی حالت میں آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کس قدر مخمصہ میں پڑے ہوں گے نفس اس حکم کوٹالنا چاہتا ہوگا کہ پھرغسل کرلینا اور قضاپڑھ لینا،لیکن شریعت کی محبت اوراللہ اوررسول کے حکم کا تقاضہ تھا کہ غسل کر کے نمازادا کیجائے ،بالآخراللہ اوررسول کی تصدیق غالب اائی اور ہمت کر کے نفس کوزیر کرلیا، پھر تدبیر بھی سمجھ میں اائی وہ یہ کہ ایک بہشتی سے کہا کہ میں پلیٹ فارم پر بیٹھ جا تا ہوں تم ایک مشک پانی میرے اوپر ڈالدو چنانچہ غسل کر کے اندر آگئے اور کپڑے بدل کرنمازادا کی ،اپنا یہ واقعہ سنا کرحضرت سے خود کہتے تھے کہ حضرت اس نماز میں اتنا لطف آیا کہ ویسی لذت اس سے پہلے کبھی نماز میں نہ ملی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ طاعت کے ادا کر لینے کی لذت ہے جیسا کہ صاحب موافقات کے کلام میں ابھی آپ نے دیکھا،غرض اللہ والوں کوشروع شروع میں اپنے جوارح اوراعضاء بدن ،ناک ،کان ،سر،آنکھ،زبان ،پاؤں وغیرہ سے مخالفت اوردشمنی کرنی پڑتی ہے اسلئے کہ یہ سب کے سب خلاف مرضی محبوب کام ان سے کرانا چاہتے ہیں،اور یہ حضرات کرنانہیں چاہتے چنانچہ ان کومجاہدہ بھی بہت کرنا پڑتا ہے لیکن جب یہی سب اعضاءرام ہوجاتے ہیں اور حکم شرع کے مطیع وفرمانبردار ہوجاتے ہیں، پھران حضرات کوان سے محبت بھی ہوجاتی ہے اور وہ اب ان کے ساتھ نہایت ہی نرمی کا معاملہ کرنے لگ جاتے ہیں بلکہ ان کواپنا محسن تصور کرکے ان کے ممنون احسان رہتے ہیں،اورراہ محبوب میں چلنے میں ان کاواسطہ ہونا ملاحظہ کرکے ان پرناز بھی کرتے ہیں، چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است ☆ افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

ہر دم ہزار بوسہ زنم وست خویش را ☆ کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

یعنی میں اپنی آنکھ پر اب اسلئے ناز کرتا ہوں کہ اس نے تیرا جمال دیکھا ہے اور خود اپنے پیروں پر گرتا ہوں اس خیال سے کہ وہ تیرے کوچہ میں پہنچا ہے، ہر وقت اپنے ان ہاتھوں کو ہزاروں بوسے دیتا ہوں محض اس تصور میں کہ اسی نے تیرا دامن پکڑ کر میری جانب تجھ کو کھینچا ہے۔

سبحان اللہ! اتباع سنت ہی کی برکت سے ان سب اعضاء کے فساد رفع ہو کر آج یہ اس قدر مکرم ومحترم ہو گئے۔

فساد سے تحفظ کا واحد ذریعہ اتباع سنت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ فساد سے تحفظ کا واحد ذریعہ اتباع سنت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، **اللھم جنبنا الفواحش ماظھر منھا ومابطن وبارک لنافی اسماعنا وابصارنا وقلوبنا وازواجنا وذریاتنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم**

جو ایسے وقت میں سنت کا اتباع کرے گا وہ امت کا بڑا شخص ہوگا

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

امابعد قال رسول الله ﷺ من تمسک بسنتی عندفسادامتی فله اجر مأة شهید. (رواه البیهقی وابن حبان)

یعنی جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو لازم پکڑے گا اسکو سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

یہ حدیث نص ہے اس امر مین کہ اس امت کے فساد کے وقت جو شخص تمسک بالسنۃ کریگا اسکو سو شہیدوں کے برابر اجر ملے گا، یعنی یہ حدیث ارشاد فرمائی ہی گئی ہے، اسی مفہوم

کوادا کرنے کے لئے۔

لیکن یہی حدیث ظاہر ہے اس مضمون میں کہ امت پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ جس کو زمانۂ فسادامت سے تعبیر کیا جائے گا اسلئے کہ عام طور سے لوگ راہ سنت کو چھوڑ کر کفر وفسق کی راہ اختیار کریں گے تاہم ایسے وقت میں کچھ لوگ ایسے بھی ضرور ملیں گے جو دوسروں سے اپنے علوم وکمالات میں زیادہ واقف ،زیادہ عمیق اور نیک تر ہوں گے اور اس فسق وفجور کے غلبہ کے باوجود یہ لوگ سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیں گے،ایسے ہی لوگ اس اجر عظیم کے مستحق ہوں گے یعنی ان کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایسا وقت ہوگا کہ سنت پر عمل کرنا جان پر کھیل جانے کے مرادف ہوگا اسلئے کہ فساد کی وجہ سے سب لوگوں کا عمل سنت کے خلاف ہوگا،ایسی صورت میں کسی کا سنت کو اختیار کرنا عام لوگوں سے مخالفت مول لینے کے مرادف ہوگا،اسی لئے لوگ تمسک بالسنۃ سے گھبرائیں گے اور سنت کا اختیار کرنا ایسا ہوگا جیسے ہاتھ میں انگارہ لینا مگر لوگوں کی مخالفت وغیرہ کی پروانہ کر کے جو شخص ایسے وقت میں اتباع سنت کریگا وہ امت کا بڑا شخص ہوگا۔اور سرفروش اور جانباز سمجھا جائے گا،سنت اختیار کرنے میں اسکو جو جو مزاحمتیں پیش ائیں گی چونکہ ان کا مقابلہ جنگ میں لڑ کر ایک بار جان دیدینے سے کہیں زیادہ نفس پر شاق ہوگا اسلئے رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے ایک نہین بلکہ سو شہیدوں کا اجر فرمایا۔

حدیث شریف میں فساد امتی کا لفظ جو وارد ہے تو ہم اس کی تشریح کرتے ہیں کہ اسکا مفہوم اور مصداق کیا ہے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں ، سنئے فساد ضد ہے صلاح کی اور افساد ضد ہے اصلاح کی یہ تو اسکی مختصر تشریح ہے اور سنئے :قرآن شریف میں فساد اور افساد کی مذمت میں بہت آیتیں وارد ہیں پہلے ہی پارہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:۔

قَالُوْااَتَجْعَلُ فِیْهَامَنْ یُّفْسِدُفِیْهَاوَیَسْفِکُ الدِّمَاءَ ۔ یعنی کیا آپ اس زمین میں ایسے شخص کوخلیفہ بنائیں گے جواس میں فساد کریگا اور خونریزی کریگا،اس میں سفک الدماء کوفساد پرعطف کیا گیاہے اس سے معلوم ہوا کہ افساد کااعلی فرد خونریزی ہے ،ایک اورجگہ ارشادفرماتے ہیں کہ:

وَمَایُضِلُّ بِهٖ اِلَّاالْفَاسِقِیْنَ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَاللّٰهِ مِنْ بَعْدِمِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَااَمَرَاللّٰهُ بِهٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُوْلٰئِکَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ.
(سورہ بقرۃ)

اورگمراہ نہیں کرتے اللہ تعالی اس مثال سے کسی کومگرصرف بے حکمی کرنے والوں کوجوتوڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کوجواللہ تعالی سے کرچکے تھے اس کے استحکام کے بعداورقطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کوکہ حکم دیاہے اللہ تعالی نے ان کووابستہ رکھنے کااورفساد کرتے رہتے ہیں زمین میں پس یہ لوگ ہیں پورے خسارہ میں پڑنے والے۔

اس آیت کے تحت صاحب روح المعانی نے افساد کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں،اورآخرمیں ایک تفسیرکوسب سے عمدہ کہاہے مجھے بھی وہ تفسیر پسندآئی ،اسلئے اسکونقل کرتاہوں،وھو ھذافرماتے ہیں کہ:

یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ای بانهم یرتکبون کل معصیة یتعدی ضررها ویطیر فی الافاق شررهاولعل هذااولی (روح المعانی پ ۱)

یعنی زمین میں فساد کرتے ہیں یعنی وہ لوگ ایسی معصیت کاارتکاب کرتے ہین کہ جس کاضررمتعدی ہوتاہے اوراسکی چنگاری اطراف عالم میں اڑکرپھیل جاتی ہے اورفساد کی یہ تفسیرسب سے بہتر ہے۔

واقعی افساد کی تشریح جن لفظوں میں بیان فرمائی ہے اس سے عمدہ تشریح میں نے کہیں نہیں دیکھی خوب ہی نقشہ کھینچا ہے اور **یطیر فی الآفاق شررھا** میں تو اس کی پوری حقیقت ظاہر فرما دی ہے اسلئے کہ جس طرح آگ لگتی ہے اور اسکے شعلہ بلند ہوتے ہیں تو اس سے چنگاری اڑ کر دور دور تک پھیل جاتی ہے اور آس پاس کی چیزوں کو بھی خاکستر کر کے رکھ دیتی ہے یہی حال فساد کا بھی ہے کہ اس کا ضرر لازم نہیں بلکہ متعدی ہوتا ہے بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا ضرر صرف مرتکب تک محدود رہتا ہے لیکن فساد ان گناہوں میں سے ہے جس کا ضرر متعدی ہوتا ہے اور فساد مثل آگ کے ہے، پس جس طرح سے کہ آگ کی چنگاریاں دور دور تک اڑ کر جاتی ہیں، اسی طرح سے فساد کا اثر بد بھی اطراف واکناف میں پھیل جاتا ہے اور فساد جب آگ ہے تو اسکی چنگاریان یہی امور یعنی سب وشتم، لعن وطعن، ضرب وقتل، جنگ وجدل، نزاع وخصومت، غیبت وشکایت اور تذلیل وتوہین وغیرہ ہیں، فساد کا مفہوم اور مصداق اور اسی طرح افساد چونکہ قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہے پس اس کی تفسیر علماء اہل تفسیر اور شراح حدیث ہی سے معلوم ہوسکتی ہے اس میں ہماری رائے اور قیاس کو دخل نہیں ہے، اسی بنا پر ہم نے ذرا مبسوط کلام کیا ہے پس ہوسکتا ہے کہ ہم مدرسہ ہی کو فساد بنالیں یا علم ہی کو فساد بنالیں، اسکی مثال یوں سمجھئے، جیسے کسی شخص کو چکر کا مرض ہو تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ ساری چیزیں حتی کے زمین آسمان سب گھوم رہے ہیں چنانچہ وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ مجھے پکڑو سب چیزیں گھومی چلی جارہی ہیں اس کو سنکر جو شخص صحیح وتندرست ہوتا ہے وہ سمجھ لیتا ہے کہ اسکو دوران سر کا دورہ ہو رہا ہے اور نہ کوئی چیز بھی گھوم نہیں رہی ہے کو داسی کا سر چکرا رہا ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر چیزیں گھومتی ہوتیں تو مجھے بھی محسوس ہوتیں اس وقت اس کی یہی مثال سمجھ میں آئی ورنہ دوسری مثال سمجھ لیجئے۔

فساد کا مفہوم اور اسکا مصداق متعین ہوجانے کے بعد معلوم ہوگیا کہ شامت اعمال سے

ہم سب اس میں مبتلا ہیں اور اس ابتلا کی خبر بھی نہیں ہر گھر میں یہ گھس گیا ہے سب اسکے شکار ہیں جس کو حدیث میں اصلاح ذات لبین کے مقابلہ میں افساد ذات البین (یعنی آپس میں فساد ڈالنا) کہا گیا ہے اور اسکو حالقہ (یعنی ایمان کو مونڈ دینے والی چیز فرمایا گیا ہے اللہ تعالی ہم سب کو اس سے پناہ دیں۔

اور سنئے افساد کے معنی علماء نے یہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ مسلمانوں کی جماعت میں خرابی ڈالنا، اور فرمایا ہے کہ اس افساد کے بہت سے مراتب اور درجات ہیں کیونکہ زمان اور مکان کے عموم اور شمول کے اعتبار سے اسکی بہت سی قسمیں ہوسکتی ہیں مثلاً بعض فساد ایسا ہوتا ہے جس کا ضرر اور اثر صرف ایک ہی گھرانے اور خاندان پر پڑتا ہے لیکن ایک فساد اس قسم کا بھی ہوتا ہے کہ اسکی چنگاریاں پورے ایک شہر کو گھیر لیتی ہیں علی ہذا القیاس۔

اسی طرح بعض فساد ایسا ہوتا ہے جس کا اثر ایک محدود وقت تک رہتا ہے اور ایک فساد ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ زمانہ دراز تک کے لئے اپنے اثرات چھوڑ جاتا ہے۔

پھر یہ سمجھئے کہ فساد کی بہت سی انواع ہیں مثلاً کبھی یہ قتل کی شکل میں ہوتا ہے، کبھی کسی کی اہانت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور اسی طرح کسی کے عیوب کا تجسس اور اسکی غیبت و بدگوئی وغیرہ بھی افساد ہی میں داخل ہیں اسی طرح مشورۂ بد دینا بھی۔

پھر یہی سب چیزیں مختلف اشخاص کے اعتبار سے فساد کا مختلف درجہ رکھتی ہیں مثلا...

محلّہ کے کسی ایسے شخص کو قتل کر دینا کہ ایک مخلوق کثیر کا اور اہل محلّہ کے امور معاش و معاد کا انتظام اس سے متعلق ہو ظاہر ہے کہ یہ بہت قبیح امر ہے .....لیکن کسی بادشاہ کو قتل کر دینا جو کہ ایک مخلوق کثیر کے انتشار کا سبب بن جائے بلا شبہ پہلے فساد سے ہزار درجہ قبیح ہے ،اسی طرح کسی مسجد کے منتظم کو مار ڈالنا جس کی وجہ سے مسلمان مسجد میں جمع ہو کر اطمینان سے

نمازادا کرتے رہے ہوں، ظاہر ہے کہ بہت قبیح امر ہے تاہم اسکے مقابلہ میں کسی ایسے عالم کامل کو قتل کردینا، جوکہ حلال مشکلات ہواور مرجع خاص وعام ہواور مصداق اس کا ہوکہ اسکوابوحنیفہ وقت بخاری زماں اورغزالی عصرکہا جائے ،اس درجہ قبیح اوشنیع ہے کہ جس کی کچھ انتہا ہی نہیں اور جوحکم کسی کے قتل کا ہے وہی حکم اس کی اہانت ،تجسس عیوب اورغیبت وغیرہ کا بھی ہے لیکن قتل کوتو عام طور پرفساداورافساد سمجھا جاتا ہے مگر تجسس اورغیبت واہانت وغیرہ کوکوئی فساد نہیں سمجھتا۔**اناللہ وانااليہ راجعون ۔**

لہذا ہم یہاں اس پر کچھ مفصل گفتگو کرنا چاہتے ہیں، سنئے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص کسی کا کوئی عیب دیکھے پھراسکو چھپالے یعنی دوسروں سے ظاہر نہ کرے تووہ ثواب میں ایسا ہوگا جیسے کسی نے زندہ درگورلڑکی کی جان بچائی کہ قبر سے زندہ اس کونکال لیا،اس روایت سے مفہوم ہوا کہ جوشخص دوسروں کا عیب نہ چھپائے تواسنے گویااس کوزندہ درگورکردیا، کیونکہ کسی شخص کا عیب ظاہر کرنااسکو بےعزت کرنا ہےاور بےعزت زندگی حقیقتاً موت ہے زندگی نہیں (حیوۃ المسلمین روح نہم)

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث یہ بیان فرمائی ہے:۔**عن معاذقال قال رسول اللہ ﷺ من غیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ یعنی من ذنب قدتاب منہ رواہ الترمذی** ''یعنی حضرت معاذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوشخص کسی مسلمان بھائی کوکسی گناہ پرعاردلائے اسکوموت نہ آئے گی جب تک کہ خوداس گناہ کونہ کرلے گا،آگے راوی حدیث نے تفسیر بیان فرمائی کہ یعنی **من ذنب قدتاب منہ** یعنی یہ وعیداس عار کے لئے ہے جوایسے گناہ پردلائی جائے جس سے مذنب تائب ہوچکا ہو۔

صاحب مرقاۃ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ **من غیر ای ونج ولام اخاہ ای**

المسلم بذنب ای صدرمته سابقاوعلی طریق الشمانت لم یمت حتی یعمله ای مثل ذنبه یعنی ای یریدالنبی ﷺالتعیرمن ذنب قدتاب منه ،قال میرک هذالتفسیرمنقول عن الامام احمد (مرقاۃ ص ۶۳۹ ج ۴) یعنی صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں کہ غیر کے معنی توبیخ اور ملامت کے ہیں اور اپنے بھائی سے مراد یہاں دینی بھائی یعنی مسلم ہے اسکو کسی گناہ پر عار دلانا یعنی جو اس سے صادر ہو چکا ہو یا اسکے ارتکاب ذنب پر خوشی ظاہر کی تو وہ نہ مرے گا یہاں تک کہ خود اس کا مرتکب ہو جائے یعنی اسی جیسے گناہ کا مرتکب ہو جائے آگے قدتاب منہ جو فرمایا تو شارح فرماتے ہیں کہ راوی یہ تفسیر بیان فرمانا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارادہ یہاں اس ذنب پر عار دلانے کی مذمت کرنا ہے جس سے اس مسلم نے توبہ کرلی ہو، میرک کہتے ہیں کہ یہ تفسیر امام احمد سے منقول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ یہ وعید خاص اس شخص کے لئے ہو جس نے کسی تائب کو عار دلائی ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ جب ایک شخص نے سابق گناہ سے توبہ کرلی اور اللہ تعالی نے اس کی ستاری فرمالی تو اب کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اسکو رسوا کرے جب کہ خود حدیث شریف میں آتا ہے کہ **التائب من الذنب کمن لاذنب له**، یعنی جس نے گناہ سے توبہ کرلیا ہوا ایسا ہو گیا جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں، لہذا ایسے شخص کو عار دلانا بہت ہی برا ہے، اور اسکی یہ سزا ملے گی کہ یہ عار دلانے والا بھی اس فعل شنیع کا مرتکب ہوکر رہے گا تو یہ صحیح ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہن ہے کہ غیر تائب کو عار دلانا جائز ہے ایسا نہین ہے بلکہ گناہ تو نفس عار دلانا ہی ہے باقی یہ ہوسکتا ہے کہ یہ سزائے خاص اسکو نہ دی جائے اسلئے کہ پہلے جرم سے اسکا جرم خفیف ہے تاہم اسکے جرم ہونے میں تو کلام ہی نہیں۔ اور سنئے:

ترصیح الجواہر المکیۃ میں ہے کہ: **ولایؤبخ مذنباعلی ذنب سلف منه**

و لیتعقدانه تاب منه و فی الحدیث لیس منامن غیر التائب . یعنی کسی عاصی کواس کے سابق معصیت پر عار نہ دلائے اور توبیخ نہ کرے بلکہ یہ سمجھے کہ اس نے توبہ کرلی ہوگی ،مصنفؒ اپنے میں لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس وصف پر محافظت مہمات دین میں سے ہے اسلئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم سے کسی نے اپنے بھائی کو کتیا کے دودھ پینے پر عار دلائی ہے تو خود اس کو بھی پینا پڑیگا،اور میں نے تو اسکا مشاہدہ بھی کیا ہے کہ میں ظالموں اور حاکموں کے پاس آنے جانے اور مناسب شریفہ مثلا فناوقضا دریافت میں خوض کرنے میں نہیں مبتلا ہوا مگر اس سبب سے کہ میں اپنے دینی بھائیوں کو(جو جماعت صوفیہ سے تعلق رکھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ سچے لوگ تھے)عار دلاتا تھا اس پر کہ وہ اہل ظلم اور رؤسا، وحکام سے کیوں اختلاط رکھتے ہیں حالانکہ ان کے لئے اپنے اس ختلاط میں بعض مقاصد حسنہ اور مصالح صیحہ تھیں۔

اسی طرح سے میں نے اہل عشق ومحبت کو بھی ان کے مخصوص احوال میں ملامت کی ہے(یہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں)لیکن بعد میں مجھے خود اس سے دوچار ہونا پڑا اس وقت میں نے ان حضرات کو معذور سمجھا اور خود بھی ان تمام منازل سے گذار جن سے وہ گذرے تھے ،باقی اب اللہ تعالی کے فضل وکرم سے امید کرتا ہوں کہ ان حالات سے نکل چکا ہوں۔

دیکھا آپ نے کسی دوسرے کے عیب پر نظر کرنے کی حدیث شریف میں کیسی وعید آئی ہے،آج اسی فساد کو ہم عام دیکھ رہے ہیں،حالانکہ بلاغات مالکؒ میں ایک حدیث یہ آئی ہے کہ مالک:**بلغه عن عیسیٰ ابن مریمؑ کان یقول لاتکثروالکلام بغیر ذکر الله فتنقسو قلوبکم فان القلب القاسی بعیدمن الله ولکن لاتعلمون .** یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فرماتے تھے کہ اللہ تعالی کے ذکر کے سوا دوسرے کلام کی کثرت نہ کرو ورنہ اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور قلب قاسی اللہ تعالی سے بہت دور ہو جاتا ہے لیکن (چونکہ

یہ قرب اور بعد ایک امر معنوی ہے اسلئے) تمہیں اسکا علم بھی نہیں ہوتا آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوسرا ارشاد نقل فرماتے ہیں اور مجھے یہاں اسی کو بیان کرنا تھا، وہ یہ کہ:

ولاتنظروافی ذنوب الناس کانکم ارباب انظروافی ذنوبکم کانکم عبیدفانماالناس مبتلی ومعاصی فارحموا اهل البلاء واحمدوالله علی العافیة

. یعنی اہل ذنوب کے گناہوں کواس طرح نہ دیکھو کہ گویاتم ہی خدا ہو، (یعنی اس طرح نظر نہ کرو جس کا منشاء کبر وتحقیر ہو) بلکہ اپنے گناہوں کواس طرح دیکھو کہ گویاتم بندہ خطاوار ہواور یہ اسلئے کہ لوگ مبتلائے معاصی بھی ہیں اور اہل عافیت بھی ہیں یعنی (اہل طاعت وحفاظت بھی) پس تم کو چاہئے کہ اہل بلاء پر رحم کرواور اپنی عافیت پر اللہ تعالی کی حمد کرو۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اہل عصیان پر کبر کرنے کی ممانعت نکلی بلکہ ترحم کی فضیلت ثابت ہوئی، یہ خلق ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کا پس ان کے متبعین کواس خلق سے انحراف کا کیا حق ہے؟ بات یہ ہے کہ انسان کی باطنی آنکھ جب تک بندرہتی ہے اسکودوسروں ہی کی برائیاں نظرآتی ہیں اور جب وہ اپنے عیوب کا بصیر ہوجاتا ہے تو پھر دوسرا کوئی اسکی نگاہ میں برانہیں رہ جاتا، اسی کو اکبرالہ آبادی مرحوم فرماتے ہیں کہ ؎

اوروں پر معترض تھے لیکن جب آنکھ کھولی اپنے ہی دل کو ہم نے گنج عیوب دیکھا

اوراسی مضمون کو ظفر شاہ نے یوں ادا کیا ہے ؎

ہمیں جب تلک اپنی ہوئی نہ خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیوب وہنر

پڑی اپنے گناہوں پہ جب کہ نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ ہرا

اسی سلسلہ کا ایک اور شعر یہ فرماتے ہیں کہ ؎

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا، ہووہ کیسا ہی صاحب فہم وذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

بہرحال فساد چاہے دین کی صورت میں ہو یا دنیا کی اس سے امن وسکون برباد ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے اسکے برے ہونے کی چنانچہ جو لوگ گوشہ نشین ہیں یہ مفسد لوگ ایسوں کو بھی اس حالت میں دیکھنا پسند نہیں کرتے حالانکہ ایسے وقت کے لئے یہی آیا ہے کہ ھـــذا وقـــت السکوت وملازمة البیوت.

حقیقت میں متمسک بالسنۃ وہ شخص کہلائے گا جس کے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق بھی سنت کے مطابق ہوں

اب آخر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ حدیث میں تمسک بالسنۃ پر اجر خاص موعود ہے اور تمسک بالسنۃ میں عقائد عبادات، معاملات، معاشرات اور اخلاق سب داخل ہیں، (یعنی متمسک بالسنۃ حقیقتا وہ شخص کہلائے گا جس کے عقائد بھی سنت کے مطابق ہوں، عبادات بھی سنت کے مطابق ہوں، معاملات ومعاشرات بھی سنت کے مطابق ہوں اور اخلاق بھی سنت کے مطابق ہوں گویا پورا دین ہی مراد ہے اسی طرح یہ بھی بالتصریح مفہوم ہو رہا ہے کہ متمسک بالسنۃ بروئے حدیث اس زمرہ سے خارج ہے (یعنی وہ مفسد اور فسادی نہیں ہے)۔

ع بریں مژدہ گر جاں فشاندرواست

بس اب اس دعا پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ہم سب کو اس حدیث شریف پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کے سامنے سنت کا مضمون چھیڑا ہے تا کہ آپ کو سیدھا راستہ مل جائے

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے ارشادات میں سے ایک مضمون بہ عنوان

اعتقاد وانکار، میرٹھ سے ہم آپ کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔

آجکل حضرت والاؒ بمبئی والہ آباد میں مختلف مجالس میں اتباع سنت پر مسلسل بیان کررہے ہیں جو کہ ''رسالہ معرفت'' الہ آباد میں برابر ''وصیۃ السنۃ'' کے نام سے شائع ہورہا ہے، چونکہ اس سے سالکین راہ کوالحمدللہ بڑی آسانیاں نصیب ہورہی ہیں اورطریق پرصحیح روشنی پڑرہی ہے اسلئے نفع عام کے لئے حضرتؒ کا یہ ایک مضمون ''اتباع سنت'' شائع کررہا ہوں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ احقر کے لئے اورقارئین کے لئے نافع بنائیں، آمین۔

اس سلسلہ میں حضرت کا یہ ارشاد ناظرین کےنفع کے لئے نقل کررہا ہوں کہ

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کا راستہ نہیں اختیار کیا یعنی خدا تک پہنچنے کے لئے آپؐ کے طریقوں اورآپ کی سنتوں کوذریعہ نہیں بنایاتووہ کبھی بھی اس درگاہ تک نہیں پہنچااور پہنچنا تو بجائے خود رہا اس درگاہ کی گرد راہ کوبھی اس نے نہیں پایا، اسی لئے آپ کے سامنے سنت کا مضمون چھیڑا ہے تاکہ آپ کوسیدھا راستہ مل جائے کیونکہ یہی راہ ہے۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا تواں یافت جز بر پئے مصطفیٰ

خلاف پیمبرؐ کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

(معرفت حق، فروری) مجلس دوشنبہ ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۳۸۶ھ

میں اس وقت ایک مضمون بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ لوگ اسکوسنیں تو ہوش اڑجائیں اورخصوصیت سے علماء کی توجہ اسکی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ ہم بشر ہیں فرشتہ نہیں ہیں، اورانبیاء علیہم السلام بھی بشر ہیں، لہذا ہماری جملہ ترقیات بشریت رہ سے ہیں ملکیت سے نہیں، انسان کوملکی قوت بھی دی گئی ہے اوربشری بھی مگر قوت ملکی بشری سے کم ہے، انسان کے اندر جوملکیت ہے اسکے اوصاف میں سے خدا کا ذکراور تسبیح وتقدیس ہے فرشتہ ہر وقت

اسی میں رہتے ہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں، **یسبحون اللیل والنهار لایفترون.** رات دن تسبیح کرتے رہتے ہیں اور تھکتے نہیں، اسی طرح انسان ان چیزون کو بھی کرتا ہے یعنی ذکر وتسبیح وتہلیل بھی کرتا ہے اور تھکتا نہیں یہ تو ملکیت کی شان ہوئی، چنانچہ صوفیہ کو جو احوال طاری ہوتے ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں، اسلئے کہ یہ بھی ملائکہ کی صفت ہے کہ جب اللہ تعالی سے کلام فرماتے ہیں تو بیہوش ہوجاتے ہیں، اور پھر ہوش میں آنے کے بعد ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کیا فرمایاَ یہی حال ان لوگوں کا ہوتا ہے جو کیفیت واحوال سے ازخودرفتہ ہوجاتے ہیں، تو یہ بھی بڑی چیز ہے کہ بشر ہوکر ملکی اوصاف اختیار کرے مگر مین اور چیز کو بیان کر رہا ہون بشریت میں اوصاف بشریہ کے ساتھ متصف ہونے کے باوجود اللہ تعالی سے اعلی درجہ کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔

بشریت کے لوازم میں سے کھانا، پینا سونا، پیشاب، پاخانہ اوردوسری چیزیں ہیں، انبیاء علیہم السلام نے انہیں چیزوں کو اعلی درجہ کا قرب کا ذریعہ بنایا جن کو ہم نے اعلی درجہ کی غفلت بنالیا ہے، یہ کہہ رہا ہوں کہ یہی اوصاف بشریہ کھانا پینا اورسونا وغیرہ جو خاص بشریت اورموجب غفلت ہیں اورجن کا قرب میں کوئی دخل نہیں سمجھتے ہوان کو رسول اللہ ﷺ نے اعلی درجہ کا ذکر بنادیا واقعی رسول اللہ ﷺ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ آپؐ نے عین غفلت کو ذکر بنادیا، سونا تو خیر غفلت ہے ہی کھانا بھی غفلت کا سبب ہوتا ہے اسلئے کہ جتنے بھی غافلین ہیں ان سے صغیرہ اورکبیرہ گناہ کا صدوراسی کھانے کے سبب ہوتا ہے اگر کھانے میں کمی کریں تو ان سے معاصی کا صدورکم ہو، اوراگران اوصاف بشریہ کو سنت کے مطابق کرلیں تو اس سے غفلت دور ہوجائے لیکن میں جو کہہ رہا ہوں یہ بات باوجود آسان اورسہل ہونے کے آپ لوگوں میں جلدی نہیں آئے گی اسلئے کہ سنت سے بہت دور ہوچکے ہو، ہاں اگر کوئی چیز ایسی بتلادوں کہ اس سے دماغ

پر اثر ہو جائے اور بعض لوگ اس میں پاگل تک ہو جاویں تو البتہ سمجھیں گے کہ ہاں کوئی چیز ہے بعض اشغال وغیرہ ایسے ہیں کہ ان سے فائدہ کیا ہوگا لوگ پاگل ہو جاتے ہیں مگر میں اسکو نہیں بتا تا ہوں بلکہ یہ بتا رہا ہوں کہ اوصاف بشریت سے متصف ہونے کے وقت ہی میں قرب اور فرشتوں سے زیادہ قرب حاصل کر سکتے ہو۔

کھانے کے متعلق سنتیں

ان اوصاف بشریہ میں سے ایک کھانا ہے، اسکے متعلق حضورﷺ کی سنت یہ ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھوئے، یہ ایک سنت ہوئی، پھر بسم اللہ پڑھے یہ دوسری سنت ہوئی، جب کھانا کھا چکے تو دعاء پڑھے، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَاوَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ، یہ تیسری سنت ہوئی، جب کھانا کھانے کے بعد یہ دعاء پڑھتا ہے تو اسکا تعلق اللہ کے ساتھ کچھ ہوتا ہے اسکو وہی جانتا ہے اسلئے یہ کھانا نعمت ہے اور نعمت سے منعم کی معرفت ہوتی ہے، اور یہ معرفت فعل قلب ہے لسان کا فعل نہیں چنانچہ بخاری میں ہے اِنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ. (فتح الباری ص۵۳، ج۱)

پس مومن جب نعمت کو استعمال کرتا ہے تو اس نعمت کے منعم کی معرفت اسکو ہوتی ہے اور اسی معرفت میں وہ غرق ہو جاتا ہے اسکے بعد وہ صرف اسی قلب کی معرفت پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ زباں سے بھی منعم کا شکر اس طرح کرتا ہے، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَاوَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. اور ذکر لسانی اسی معرفت کا اثر ہوتا ہے اور اتنے ہی سے مومن بہت دور تک پہنچ جاتا ہے اور منعم کی جو معرفت قلب میں حاصل ہوتی ہے زبان سے الحمدللہ کہنے کی وجہ سے اسمیں اور ترقی ہوتی ہے اور شکر کے طور پر جتنے کلمات مومن کہتا ہے وہ سب اسکے ایمان کی ترقی کے باعث اور ازدیاد ایمان کے موجب ہوتے ہیں۔

قلب میں جو چیز ہے یعنی معرفت جب وہ زور کرتی ہے تو زبان پر آتی ہے اور جب زبان سے کہتا ہے تو دل میں جاتی ہے زبان تائید کرتی ہے قلب کی اور قلب تائید کرتا ہے زبان کی دونوں ایک دوسرے سے مل کر ایمان کی ترقیات کے باعث ہوتے ہیں اوراسطرح مومن کا ایمان بڑھتا رہتا ہے۔

اسکے لئے میں نے ایک مثال پیش کی تھی کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھ کو جب کوئی شخص ہدیہ دیتا ہے تو قلب اللہ تعالی سے ایک نیا معاملہ کر لیتا ہے اور ایک نیا عہد باندھ لیتا ہے میں نے کہا بھائی جبھی تو ان کو ہدیہ زیادہ ملتا تھا اس واسطے کہ اللہ تعالی جانتے تھے کہ میں ان کے پاس بھیجوں گا تو یہ فوراً میری طرف رجوع ہو جائیں گے اور مجھ سے نیا عہد باندھ لیں گے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالی ہی نے دیا ہے یہ بیچارے ہدیہ پیش کرنے والے کیا دیتے ،موحد یہی سمجھتا ہے کہ جو چیز بھی پہنچتی ہے اللہ تعالی ہی کی طرف سے پہنچتی ہے سبحان اللہ خوب عہد ہے اور کیسا معاملہ ہے ہم لوگ ذکر کرتے ہیں تب بھی قلب کا عہد اللہ تعالی سے نہیں بندھتا تھا اور انکو دیکھئے کہ ہدیہ پا رہے ہیں اور نیا عہد باندھ رہے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ وہ بزرگ ہدیہ لینے کے وقت جو نیا معاملہ کرتے تھے تو اسلئے کہ روپیہ حاجات کے رفع کرنے کا ذریعہ ہے اس سے اللہ تعالی کے ساتھ نیا تعلق پیدا کراتے تھے ہم لوگوں کو ہدیہ ملتا نہیں تو کھانا تو دونوں وقت ملتا ہے اسی کو کہتا ہوں کہ روپیہ اتنی مفید چیز نہیں ہے جتنا کہ کھانا اور پانی ،روپیہ تو اگر بہت سا بھی پاس میں ہو تو زیادہ تر دوسروں کے ہی کام آتا ہے ،ملازم کی تنخواہ ،مکان کا کرایہ ،اور دیگر امور میں صرف ہو جاتا ہے ،البتہ جو کھانا ہم کھا لیتے ہیں اور جو پانی ہم پی لیتے ہیں وہی ہمارے کام آتا ہے اور اسی سے ہماری بشریت کا قیام ہے اس لئے کہ ہم اسکے محتاج ہیں اور برابر اسکو کرتے رہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے روپیہ پیسہ

سے زیادہ کارآمد کھانا اور پانی ہے اسلئے اس کو اگر اللہ کی طرف سے سمجھے اور اسکا شکر ادا کرے اور ہر کھانے کے وقت اللہ تعالی سے نیا عہد باندھے تو اسی سے اللہ تعالی کا قرب حاصل ہوجائے ،مگر اس کے اختیار کرنے میں نفس سے مجاہدہ کرنا ہوگا وہ بزرگ جو ہدیہ لینے کے وقت نیا عہد باندھتے تھے انکو یہ بات بہت دنوں میں حاصل ہوئی ہوگی اسی طرح آپ بھی کرتے رہئے دل سے اخلاص کے ساتھ اور ہر وقت کی سنت کو اسکے استحضار کے ساتھ کیجئے کرتے کرتے یہ چیز آپ کو حاصل ہوجائے گی ،ابتداء میں مجاہدہ کرنا ہوگا ورنہ جب کھانا کھانے بیٹھے گا بھول جائے گا پہلے اللہ کے راستے میں نفس پر غصہ اور ترک سنت پر رنج وغم اختیار کیا جاتا ہے تب نفس سنت کی رہ پکڑتا ہے۔

ترک سنت پر رنج وغم اختیار کیا جائے تب نفس سنت کی راہ پکڑے گا

میں نے ایک واقعہ بیان کیا تھا کہ ایک بزرگ تھے وہ کھانا کھاتے وقت ہاتھ دھونا کبھی نہیں بھولتے تھے اور بسم اللہ کہنا بھول جاتے تھے اور کھانے کے بعد کی دعا پڑھتے تھے اسی طرح جب پاخانہ جاتے تھے تو پہلے بایاں پیر داخل کرنا کبھی نہیں بھولتے تھے لیکن دعا پڑھنا بھول جاتے تھے اور نکلنے کے بعد کی دعا وہاں بھی یاد رہتی تھی اسکو ضرور پڑھتے تھے اس پر انہوں نے اپنے نفس سے سخت محاسبہ کیا کہ دو سنتوں میں سے ایک کو لیتا ہے اور دوسرے کو کیوں ترک کردیتا ہے جس طرح کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا سنت ہے اسی طرح بسم اللہ پڑھنا بھی سنت ہے بلکہ ہاتھ دھونے سے بڑھ کر ہے اسی طرح وہ بزرگ برابر اپنے نفس کو ملامت کرتے تھے کہ تم سے اور بڑی سنتوں پر کیا عمل ہوگا؟ جب یہ چھوٹی چھوٹی سنتیں تم سے نہیں ہوتی غرض رنج کرنا اور غم اٹھانا اس راستہ میں مجاہدہ ہے اگر غم نہیں کروگے تو بدحالی ہمیشہ رہ جائے گی۔

اہل اللہ اپنی بدحالی سے بہت رنج وغم کرتے ہیں تب کہیں جا کر سنت اور فرض کو پکڑتے ہیں

اسی طرح میں نے ایک حکایت بیان کی تھی کہ کچھ بزرگ لوگ کہیں کھانا کھا رہے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اوران کو سلام کیا ان لوگوں نے سلام کا جواب نہیں دیا بلکہ کھانے میں مشغول رہے جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اسنے سوال کیا کہ میں نے آپ لوگوں کو سلام کیا آپ لوگوں نے میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے کہا ہم صوفی لوگ ہیں ہمارا ہر کام اللہ کے لئے ہوتا ہے ہمارا کھانا بھی عبادت ہے اور عبادت میں مشغولی کے وقت نہ سلام کرنا چاہئے اور نہ اسکا جواب دینا چاہئے جس طرح جب کوئی آدمی نماز یا ذکر کر رہا ہو تو ایسی حالت میں سلام کرنا اور اسکا جواب دینا نہیں چاہئے۔

دیکھئے ان لوگوں نے کیسے عمدہ بات کہی کہ ہم لوگ صوفی ہیں ہمارا طریقہ غفلت کے ساتھ اللہ کے نعمتوں کو استعمال کرنے کا نہیں اور جب ہم لوگ اللہ تعالی کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں تو اس وقت ذاکر ہوتے ہیں سبھی مسلمان کو یہ کرنا چاہئے لیکن اب تو حال یہ ہے کہ نماز میں بھی ذکر نہیں ہوتا اوران حضرات کا ذکر کھانے میں بھی ہوتا تھا آپ خود غور کر لیجئے کہ آپ میں اوران میں کتنا فرق ہے، کھانے پینے کے بعد پاخانہ کی نوبت آتی ہے اور کھانے سے بڑھ کر اجابت کا ہو جانا اللہ تعالی کی نعمت ہے اس لئے کہ اگر کھانا ہضم نہ ہو یا قبض ہو جائے اور پاخانہ نہ ہو تو سخت مصیبت ہو جاتی ہے اور جتنی بیماریاں ہیں وہ سب معدہ ہی سے ہوتی ہیں، اسکے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ پاخانہ جانے سے پہلے یہ دعا پڑھے "**اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبائِثِ**" اور پہلے بایاں پیر داخل کرے اور جب نکلے تو پہلے دایاں پیر نکالے

اور یہ دعاء پڑھے ''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنْ مَّایُؤْذِیْنِیْ وَاَبْقٰی عَلٰی مَایَنْفَعُنِیْ'' تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے موذی چیز کو مجھ سے دور کردیا اور اس چیز کو مجھ پر باقی رکھا جو نفع دے کھانے کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر یہ دعاء ہے، اگر حضور ﷺ اس موقع پر یہ دعاء نہ فرماتے تو ہم لوگ کھانے کی نعمت سمجھتے مگر پاخانہ کے ہوجانے کو کون نعمت سمجھتا، یہ ہے بشریت کی راہ سے ترقی اسلئے کہ فرشتے نہ کھانے کو جانتے ہین نہ پاخانہ کو تو اگر ہماری تعلیم کے لئے اللہ تعالی فرشتے کو بھیجتے وہ ان سب چیزوں کو کیا بتلاتے اور انبیاء علیہم السلام چونکہ بشر ہوتے ہیں ان کی ترقیات کھانے میں بھی ہوتی ہیں، اور پیشاب پاخانے مین بھی اور وہ اسی سے اللہ تعالی کا اعلی درجہ کا قرب حاصل کر لیتے ہین پس ہمارے لئے بھی یہ چیزیں قرب کا ذریعہ بن سکتی ہیں، اور سونے کے وقت حضور ﷺ نے یہ دعاء تعلیم فرمائی ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِیْ وَاَنْتَ تَوَفَّھَالَکَ مَمَاتُھَاوَمَحْیَاھَااِنْ اَحْیَیْتَھَافَاحْفَظْھَابِمَاتَحْفَظُ بِعِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ وَاِنْ اَمَتَّھَافَاغْفِرْھَاوَارْحَمْھَا'' اور اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادِکَ، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی دعائیں ہیں اور جب سوکر اٹھے تو یہ دعاء پڑھے ''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَابَعْدَمَااَمَاتَنَاوَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ''، جب ان دعاؤں کو پڑھ کر سوئے گا تو ذکر ہی پر نوم ہوئی اور جب اٹھتے ہیں دعائیں پڑھیں گے تو بیداری بھی ذکر کے ساتھ ہوئی، پھر درمیانی وقت بھی ذکر ہی میں شمار ہوگا، اور اسکا سونا بھی سنت کے ساتھ ہوا اسلئے کہ اسوقت کی سنت کا لحاظ کرے اور دعا پڑھ کر تب سوا اور اسکی بیداری بھی سنت ہی کے ساتھ ہوئی تو درمیان میں جو وقت گذرا یہ سب سنت میں گذارا۔

صحابہ کرامؓ سنتوں کا اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ کوئی سنت ان سے ترک نہ ہوتی تھی

ایک صحابی گورنر تھے جب کبھی کھانا کھاتے وقت کوئی چیز گر جاتی تھی تو اسے اٹھا کر صاف کر کے کھا لیتے تھے، یہ بھی سنت ہے، لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرت آپ گورنر ہیں، اور یہ عجمی لوگ ہیں اسکو ناپسند کرتے ہیں، اپنی نظروں سے گرا دیں گے، انہوں نے فرمایا کہ چاہے کچھ ہو، ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت ان کی خاطر نہیں چھوڑیں گے یہ لوگ ہم سے راضی ہو یا راضی نہ ہوں، ہم اسلئے نہیں آئے کہ ان لوگوں میں رہ کر رسول اللہ ﷺ کی سنت کو چھوڑ دیں، ورنہ اسی طرح ایک ایک کر کے سب سنتیں ختم ہو جائیں گی، لہذا اب بھی امت کو چاہئے کہ ان سنن نبویہ کو اپنے عمل میں جاری کریں، ورنہ صرف کتب احادیث میں یہ لکھی رہ جائیں گی، اور امت ان کے برکات سے محروم ہی رہ جائیں گی، اسی لئے اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔

سنتوں کے اختیار کرنے میں نفس سے مجاہدہ کرنا ہوگا اور ان سنتوں کو یاد کرنا ہوگا

میں نے کہا تھا کہ سنت کے اختیار کرنے میں نفس سے مجاہدہ کرنا ہوگا، اور حضور ﷺ کی سنتوں کو یاد کرنا ہوگا

اور یہ مجاہدہ کرنا بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، اور نفس کو مارنا بھی سنت ہے، اسلئے طالبین اور سالکین کو چاہئے کہ اپنے نفس کی شرارتوں پر خود غصہ کریں، اور ترک سنت پر رنج و غم کریں، امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ ریاضت میں اپنے نفس پر غصہ کرنا ضروری ہے اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو اصلاح نہیں ہوگی۔

اگر نفس نہ ہوتا تو آپ کی طلب اور آپ کا مجاہدہ کیسے ثابت ہوتا اللہ تعالی نے مجاہدہ ہی کے لئے نفس کو پیدا کیا ہے، اوراس نفس کی نہیں معلوم کتنی خواہشات ہیں اور ہر ہر خواہش اللہ تعالی سے روکنے والی ہے اسلئے جو شخص اپنی ہر خواہش کا مقابلہ کریگا، وہ اللہ تعالی کے یہاں بڑا نمبر پائے گا، اللہ تعالی کہیں گے کہ تم ہمارے دوست ہو اسلئے کہ تم نے اپنے نفس کو جو تمہارا دوست تھا ہماری خاطر چھوڑ دیا۔

یہ کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالی نے جو نفس کو دیا ہے تو سب سے بڑی بشریت یہی ہے مگر اللہ والوں نے اسکو پورہ مٹا کر ذلیل وخوار کر کے، رام کر کے تابع کر کے چھوڑا، اللہ کے بندوں نے یہی کیا اور اپنی پوری سعی کرنے کے بعد اللہ تعالی کی طرف رجوع ہوئے ہیں کہ یا اللہ یہ نفس بھی آپ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور اسکی خواہشات بھی آپ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں، اگر آپ ہی رخ کو پھیر دیں تو یہ رام ہوسکتا ہے، چنانچہ حضور ﷺ اسکے لئے یہ فرماتے تھے ''اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرٌ مَّنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا '' پس ہم کو بھی یہی طریق اختیار کرنا چاہئے اور سنت کی راہ پکڑنا چاہئے۔

مجلس

(یوم شنبہ، ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ م ۲۵ فروری ۱۹۶۷ء، الہ آباد)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کی یہ کتاب ہے جو بہت بڑے عالم اور بڑے درجہ کے صوفی ہیں اپنی اس کتاب میں سب مسائل بیان کئے ہیں انکا طرز ہے کہ پہلے بطور کلی کے ایک بات بیان کرتے ہیں پھر اسکے تحت بہت سے مسائل لکھتے ہیں، چنانچہ پیر کے تلاش کرنے کا طریقہ اور پیر کی صفات کا بیان کیا ہے، بہت زبردست مضمون ہے اسکے بعد فرماتے ہیں کہ:

(مسئلہ) اگر کوئی شخص شیخ کی خدمت میں مدتک حسن اعتقاد سے رہا اور اسکی محبت

میں تاثیر نہیں پائی تو اس پر واجب ہے کہ اسکو چھوڑ کر دوسرے شیخ کی تلاش کرے ، ورنہ اسکا مقصود و معبود وہ شیخ ہوگا نہ کہ خداوند تعالی اور یہ شرک ہے۔

دیکھئے ! قاضی صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ یہ شرک ہے یعنی یہ شیخ کو پکڑے رہے اور اس سے فائدہ بھی نہیں پھر اسکو چھوڑنا بھی نہیں یہ عقیدہ کی غلطی ہے ،اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مقصود شیخ ہوگیا ہے حالانکہ مقصود و معبود محض خدا تعالی ہیں، یہی شرک ہے مشائخ کے لئے ضروری ہے کہ امت کے احوال سے واقف ہوں کہ وہ کدھر جارہی ہے، نیز مشائخ کے لئے لازم ہے کہ وہ لوگوں کو بتلادیں کہ ہم مقصود نہیں ہیں بلکہ خدا مقصود ہے ورنہ قیامت میں پرسش ہوجائے گی چنانچہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں آیا ہے کہ ان کو اللہ تعالی اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھیں گے کہ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَکَ مَایَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍ ''اس سوال سے حضرت عیسیٰ ایسے ڈر جائیں گے کہ تمام بدن سے خون کے فوارے نکلنے لگیں گے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اس منصب پر ہیں قیامت میں ان سے پرسش ہوگی۔

آپ خود سوچیے کہ جو اللہ تعالی تک پہنچانے کا ذریعہ ہو وہ خود مقصود و معبود ہوجائے گا تو یہ کتنی بری بات ہے ،اس مضمون کو اللہ تعالی نے قرآن شریف میں جابجا ارشاد فرمایا ہے اور یہود و نصاری کے اس حال پر نکیر فرمائی ہے چنانچہ ان کے شرک کا حال بیان فرماکر یہاں فرماتے ہیں: اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (یعنی انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب لیا ہے)صحابہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا ان لوگوں نے رب بنالیا تھا حالانکہ وہ تو اہل کتاب تھے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں جس چیز کو ان کے علماء اپنی طرف سے حلال و حرام کہتے تھے اسکو یقین کرتے جاتے تھے چاہے خدا کے

حکم کے خلاف ہی ہو یہ مطلب ہے رب بنالینے کا،حلال وحرام قرار دینا یہ رب کی شان ہے (اوروہ لوگ خود ہی جس چیز کوحلال کردیتے تھے اسکوعوام حلال سمجھتے تھے،اور جس چیز کوحرام کردیتے تھے اسکوحرام سمجھتے تھے،ان کے عوام وخواص گمراہ تھے اسلئے جب خدا کے فتوی کوچھوڑ دیا جائے گا تو پھر گمراہی دھری ہے،اورتحلیل وتحریم خدا کی طرف ہوتی ہے اسکومخلوق کی طرف سے اعتقاد کرنے لگے تو یہی شرک ہے کیونکہ یہی رب بنانا ہے،

اسکے بعد قاضی صاحب ؒتحریر فرماتے ہیں کہ عزیزان رامیتنی پیر طریقہ نقشبندیہ فرماتے ہیں۔

با ہر کہ نشستی ونشد جمع دلت وزتو نہ رسید صحبت آب وگلت

جس کے ساتھ تم بیٹھے اورتمہارا دل جمع نہیں ہوا یعنی خدا کی طرف جمع نہیں ہوا اوردل جمعی خدا کے ساتھ نہیں ہوئی اورمخلوق سے دل علیحدہ نہیں ہوا (یہ حضرات صوفیہ کی خاص اصطلاح سے مخلوق کا مجمع نہیں مراد ہے،اورتم سے آب وگلت کی صحبت نہیں گئی (یعنی دنیااوردنیا والوں سے انقطاع نہیں ہوا)۔

زنہار زصحبتش گریزاں می باشد ورنہ،نہ کند روح عزیزاں تجلت

خبرداراس کی صحبت سے بہت گریز کروورنہ عزیزاں کی روح تم کو معاف نہیں کرے گی (مراداس سے پورے سلسلہ کی روح ہے)یعنی اگرتم اسکی صحبت سے گریز نہ کرو گے تو تمام اہل سلسلہ تم کو معاف نہیں کریں گے۔(ترصیع الجواہر المکیہ)

تصوف کی ایک عمدہ کتاب ہے اسکے بعض مقامات مجھ کو بہت ہی پسند آئے مختصرسی عبارت میں فن کے بڑے بڑے مسائل کومحققانہ طور پر بیان فرمایا ہے،اسوقت انکی بیان کردہ چند تنبیہات پیش کرتا ہوں،اورمیں یہ سمجھتا ہوں کہ مولف نے ہرمسئلہ پر تنبیہ کاعنوان اسلئے

اختیار فرمایا ہے کہ یہ بتلائیں کہ طریق میں یہ نہایت ضروری امور میں اور مصرح ہیں مگر لوگ انکی طرف سے غافل ہیں کیونکہ تنبیہ انہیں چیزوں پر کی جاتی ہے جن سے واقفیت ہو مگر تساہل کی بنا پر لوگ اس کو ترک کئے ہوں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ: **قد ذکرنا لک سا بقا ان فتح باب الغیب موقوف علی عمل الطاعات وترک المخالفات وتصفیة القلب من الاخلاق الذمیمة**" (ص۲۰ تنبیہ مہم) ہم نے تم سے ابھی سابق میں یہ بیان کیا ہے کہ غیب کا دروازہ کھلنا موقوف ہے، طاعات (یعنی عبادات کے کرنے اور مخالفات (یعنی معاصی) کے ترک کرنے اور قلب کے اخلاق رذیلہ کے تصفیہ کرنے پر یعنی سالک کیلئے (بلکہ مسلمانوں کیلئے) غیب کا دروازہ کھلنا اس پر موقوف ہے کہ وہ طاعات کریں اور مخالفات یعنی معاصی کو چھوڑ دیں اور اپنے اخلاق رذیلہ کو دور کریں میں کہتا ہوں کہ یہ ترتیب تو انھوں نے بیان فرمائی ہے جو عین شریعت ہے، طاعات پر عمل اور معاصی کا تزکیہ، باقی میں سمجھتا ہوں کہ حقیقت میں باب غیب کی فتح صرف ایک ہی پر موقوف اور وہ ہے اخلاق ذمیمہ سے قلب کا تصفیہ جو تزکیہ ہے۔

چنانچہ انسان اپنے قلب کو جب رذائل سے پاک وصاف کر لیتا ہے تو اول فتح جو اس پر ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ اسکو طاعات کی توفیق ہو جاتی ہے، مخالفات اور معاصی کا ترک اسکے لئے آسان ہو جاتا ہے، یہ اسلئے کہ فتح جو اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوتی ہے جب قلب پر نازل ہو جاتی ہے تو محال ہے کہ آدمی اسکے بعد پھر طاعات پر عمل نہ کرے یا مخالفات کا ارتکاب کرے، پس میرے نزدیک عمل طاعات اور ترک مخالفات یہ دونوں تصفیہ قلب کے قرین نہیں بلکہ اسکے ثمرات ہیں۔

آگے مولف فرماتے ہیں کہ: **فاعلم آلان ان العبادة شطران شطر الاکتساب لاطاعة وشطر الاجتناب للمعصیة التی فیھا الاخلاق الذمیمة وان**

شطر الاجتناب افضل واشرف للعبد من شطر الاکتساب فان ترک المضارمة مقدم علی جلب المنافع "یعنی تواب سنو کہ عبادت کے دو حصہ ہیں ایک حصہ طاعت کرنا ہے دوسرا حصہ معصیت سے بچنا ہے جن میں اخلاق ذمیمہ بھی شامل ہیں اور یہ سمجھ رکھو کہ ان دونوں حصوں میں سے اجتناب والا حصہ انسان کے حق میں اکتساب والے حصہ سے افضل واشرف ہے اسلئے کہ نقصان دہ چیزوں کو اپنے سے دور کرنا ہمیشہ اہم اور مقدم ہوا کرتا ہے مصالح اور منافع کے حصول سے۔

میں کہتا ہوں کہ صاحب ترصیع نے بات نہایت ہی عمدہ بیان فرمائی ہے بلاشبہ ترک معاصی اتیان طاعت سے مقدم اور ضروری شے ہے ،اور میں اسکو آیت سے بھی موید کرسکتا ہوں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: **فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ** ،(جو شخص جہنم سے دور رکھا گیا ہے اور جنت میں داخل کردیا گیا تو بس وہ کامیاب ہوگیا) اس سے معلوم ہوا کہ ایک جنت ہے اور ایک نار ہے معاصی کا ارتکاب کرنے والا نار میں جاتا ہے اور طاعات کرنے والا جنت کا مستحق ہوتا ہے مگر ان دونوں میں سے دوزخ سے بچنا زیادہ اہم اور ضروری ہے چنانچہ اسکو یہاں ذکر میں بھی مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ دوزخ میں ایک منٹ کا قیام بھی ناقابل برداشت ہوگا، چنانچہ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے سب ہی نے دوزخ سے اور اللہ تعالی کے عذاب سے پناہ مانگی ہے اور ان کے بعد حضرات اولیاء کرام بھی انہیں کے نقش قدم پر چلے رہیں، چنانچہ ایک بزرگ اللہ تعالی سے ان لفظوں میں دعاء مانگتے ہیں کہ:

من نہ گویم طاعتم بہ پذیر قلم عفو بر گنا ہم کش

میں نہیں کہتا ہوں کہ آپ میری طاعت قبول کر لیجئے بلکہ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ بخشش کا قلم میرے گناہوں پر پھیر دیجئے ،یعنی انہیں معاف کر کے دوزخ سے مجھے بچا لیجئے ،بس میرے

لئے یہی کافی ہے مجھے جنت کے مراتب نہ ملیں نہ سہی، دوزخ سے ضرور رہائی چاہتا ہوں، یہی مضمون ہے جس کو فرمایا گیا ہے کہ: فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (جس کی دوزخ سے رہائی ہوکر بس جنت میں رسائی ہوگئی وہ کامیاب ہوگیا)۔

میں کہتا ہوں کہ ابھی بیان کر چکا ہوں کہ اصل چیز قلب سے رذائل تصفیہ ہے اور وہ ہوتا ہے معاصی کے ترک کرنے سے اور دوزخ میں پہنچانے والی چیز معصیت ہے اور طاعات کی جوتوفیق ہوتی ہے وتصفیہ کے بعد ہی ہوتی ہے اسلئے تصفیہ یعنی تخلیہ کوتحلیہ سے مقدم ہونا ہی چاہئے مگر دیکھا جاتا ہے کہ آج اسی کے اہتمام میں کمی ہے، طاعت کی جانب تو کچھ توجہ ہے بھی مگر ترک معصیت کی جانب اصلا توجہ نہیں ہے، اسلئے کہ اسکی اہمیت کو قلب میں پیدا کرنے کے لئے اور سالکین کو صحیح راہ پر لگانے کے لئے یہاں مصنف نے یہ عنوان بہت ہی خوب اختیار فرمایا یعنی یہ کہ عبادات میں سے اجتناب کا حصہ اکتساب کے حصہ سے افضل ہے اسلئے کہ دفع مضرت جلب منفعت سے اولی اور اقدم ہوا کرتی ہے، آدمی کو نفع حاصل نہ ہو نہ سہی مگر نقصان سے خود کو بچانا، اسکے لئے بہت ضروری ہے آگے مولف نے صوفیہ کا عمل بھی اس کی تائید میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: **ولذلک تری الاکتساب شان المبتدئین والاجتناب ارباب البصائر ذھمتھم حفظ القلوب عن المیل لغیرہ تعالی وحفظ البطون عن فضول الاطعمة وحفظ الالسن عن اللغو وحفظ الاعین عن النظر لمالایعنی وھذاکله من ثمرة انصلاح القلب فیقدر اصلاح القلب ینصلح الجوارح اکتسابااو اجتنابا** ''یعنی اجتناب کا پہلو چونکہ اکتساب سے افضل ہے یہی وجہ ہے کہ تم دیکھو گے کہ مبتدیوں کی توجہ طاعات کے اکتساب کی طرف زیادہ رہتی ہے اور جو حضرات کہ منتہی اور ارباب بصائر میں سے ہیں ان کی تمام تر کوشش اسی جانب رہتی ہے کہ کوئی ظاہری یا باطنی

معصیت نہ ہونے پائے ،چنانچہ انکا قصد بس یہ ہوتا ہے کہ اپنے قلوب کو غیر اللہ کی جانب سے میلان بچائیں اوراپنے بطون کو فضول کھانوں سے محفوظ رکھیں ،اوراپنی زبانوں کو لغو اور بیکار باتوں سے بچائیں اسی طرح اپنی آنکھوں کو ہراس شے کی جانب نظر کرنے سے باز رکھیں جس کے دیکھنے میں کوئی فائدہ نہیں آگے اسکی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ان حضرات کو اپنے بطن ،لسان اور نظر کی حفاظت کی جو توفیق ہوتی ہے تو یہ اسلئے کہ قلب انکا منصلح (یعنی اصلاح پذیر) ہو چکا ہوتا ہے اوراسی کی انصلاح یعنی اثر پذیر ہونے کا یہ ثمرہ اور نتیجہ ہوتا ہے کہ دیگر تمام اعضاء اور جوارح بھی اصلاح کا اثر قبول کر لیتے ہیں،قلب جس طرح سے مصلح ہوتا ہے مصلح بھی ہوتا ہے بلکہ سب سے پہلے انصلاح قلب ہی قبول کرلیتا ہے اسکے بعد دوسرے اعضاء کیونکہ متأثر صلاح سے فساد سے پہلے قلب ہوتا ہے چنانچہ نظر جو غلط محل میں پڑتی ہے تو اسکا داعیہ اور ارادہ پہلے قلب ہی میں ہوتا ہے آنکھ اسکا اتباع کر لیتی ہے اسی طرح سے آدمی اگر کسی ناجائز مقام پر جانا چاہتا ہے تو قدم اٹھنے سے پہلے اسکا تقاضہ قلب میں پیدا ہوتا ہے یہی حال صلاح کا ہے کہ منصلح پہلے قلب ہوتا ہے اور پھر اسکے انصلاح سے جوارح بھی منصلح ہو جاتے ہیں، انصلاح باب انفعال سے ہے جس کی خاصیت ہے تاثیر یعنی اثر قبول کرنا چنانچہ بولتے ہیں قطعتہ فانقطع یعنی میں نے اسکو کاٹا پس وہ کٹ گیا،اسی طرح سے قلب خود منصلح ہو کر جب دوسرے اعضاء کی اصلاح کرتا ہے تو دیگر اعضاء بھی اسکی اصلاح قبول کرتے ہیں اور چونکہ ان کا اثر قبول کرنا قلب کے اثر قبول کرنے کے بعد اوراسی کی وجہ سے ہوتا ہے اسلئے جس قدر کسی کا قلب صلاح حاصل کئے ہوتا ہے اسکے بقدر اعضاء بھی (طاعات کرنے کے اعتبار سے یا معاصی کے ترک کے اعتبار سے)صلاح پذیر ہوتے ہیں۔

صاحب ترصیح کا یہ بیان بھی منجملہ بیانات کے ہے جو اس کتاب میں مجھے بہت

پسند ہیں ایسی باتیں جن سے عبد کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے صحیح ہو) جو لوگ بیان کرتے ہیں وہ صاحب معاملہ کہلاتے ہیں اس قسم کی باتیں نہایت کام کی باتیں سمجھی جاتی ہیں اور مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ہوتی ہیں۔

دیکھئے! کیسی عمدہ بات بیان فرمائی اور کیسے اچھے الفاظ میں اسکوادا کیا ہے اور انصلاح قلب کا لفظ تو میں نے انہیں سے سنا، یوں مضمون تو مشہور حدیث کا ہے مگر اسکی شرح اس طریقہ سے کسی نے نہیں کی یہ چونکہ صوفی ہیں طریق کی باتوں کو کتاب وسنت سے مستنبط کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ فن کی باتوں کو جیسا یہ حضرات کتاب وسنت سے نکالتے اور ان نصوص کو جتنا یہ سمجھتے ہیں اتنا علماء ظاہر نہیں سمجھتے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: **ان فی الجسد مضغة اذا صلحت سلح الجسد کل و اذا فسدت فسدالجسد کله الا وهی القلب** ''یعنی انسان کے بدن میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست رہتا ہے تمام بدن درست رہتا ہے اور جب وہ فاسد ہوجاتا ہے تو تمام بدن ہی فاسد ہوجاتا ہے سن لو! وہ لوتھڑا یہی قلب ہے، غرض جب قلب سب میں اصل ٹھہرا تو ارباب بصائر کے پیش نظر بھی یہی رہا، اوران حضرات نے سب سے زیادہ اہتمام اس امر کا رکھا کہ غیر اللہ کی جانب میلان سے اپنے قلب کو بچایا جائے اسی طرح سے اپنے بطون کو فضول اطعمہ سے اور زبان کو لغو ولائل کلام سے اور آنکھ کو نامشروع محل میں استعمال سے باز رکھا جائے اور یہ سب کے سب امور اجتناب ہی کے قبیل کے ہیں۔

گویا ان حضرات نے اکتساب سے زیادہ اہتمام اجتناب کا کیا ہے اور جو مبتدی ہوتے ہیں وہ اکتساب کے درپے رہتے ہیں اور اجتناب کو کچھ اہمیت نہیں دیتے ،اسکا منشا انکا نقص ہوتا ہے یہ اسلئے کہ اکتساب میں کچھ کرنا ہوتا ہے اور دوسروں کی نظر بھی اس پر پڑتی ہے کیونکہ وہ

وجودی ہوتا ہے لہذا نفس میں اسکو اپنا حصہ لینے کا موقع ملتا ہے اور اسکو حظ آتا ہے اور مبتدی چونکہ ابھی نفس سے نکلا نہیں ہوتا ہے اسلئے اسکو اسی شق سے مناسبت ہوتی ہے اور منتہی کی نظر چونکہ اپنی جانب سے اور طاعات سے اٹھ چکی ہوتی ہے اور اسکے پیش نظر اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی رہتی ہے اسلئے وہ عبادت سے زیادہ تقوی کا خیال رکھتا ہے یعنی اس کا خیال رکھتا ہے کہ محبوب کے خلاف منشاء اور خلاف ادب کوئی حرکت نہ ہوجائے اسلئے اسکے شایان شان اجتناب ہے۔

اعمال صالحہ کے مراتب اول فرض، پھر واجب، پھر سنت مؤکدہ، پھر مندوب ہے

سالکین کو ان کی اس خامی پر تنبیہ کرنے کے لئے آگے مولف ؒ نے اسکے مناسب ایک دوسری تنبیہ فرمائی ہے جو بہت زیادہ قابل توجہ ہے، فرماتے ہیں: **تنبیہ الاعمال الصالحة انواع نوع الفرض ونوع الواجب ونوع المسنون الموکد ونوع المندوب وعلی المکلف ان یبدأ بالاھم فالاھم فان خالف ھذاالترتیب فھو جاھل مغرور کمن علیه قضاء فوأت وھو مشتغل بالنفل اوعلیه دین اوزکوٰۃ مفروضة وھو مشتغل بالصدقة النافلة اوترک خدمة والدیة وطاعتھایفعل مستحب فکل ذلک غرور وعصیان یظلم به القلب وھذاالترتیب لایمکن القیام به علی الوجه المطلوب الابمعرفة المرشدالکامل اوتعلم علم الفقه ولذالک قالوالصوفی عبارة عن العالم العامل بعمله** ،یعنی اعمال صالحہ کی چند قسمیں ہیں ایک قسم فرض ہے ایک واجب ایک سنت مؤکدہ ہے ایک مندوب ہے لہذا مکلّف پر لازم ہے کہ ان میں سے پہلے اہم کو لے پھر اسکے بعد جو اس سے کم درجہ کی ہو اسکو اختیار کرے اب اگر اسنے اس ترتیب کے خلاف کیا یعنی غیر اہم کو لیا اور اہم کو ترک کردیا تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ نہایت ہی جاہل ہے اور دھوکہ میں پڑا ہوا ہے، جیسے کسی شخص کے ذمہ قضا نمازیں باقی ہوں اور وہ ان کو تو نہ ادا کرے

اورنوافل ادا کرنے میں مشغول ہوجائے (دوسری مثال سنئے !) یاکسی پر قرض ہے یافرض زکوٰۃ ادا کرنا باقی ہواور وہ انکوادا کرنے کے بجائے صدقاتکی ادائیگی میں مشغول ہوجائے ،تیسری مثال سنئے) یاوالدین کی خدمت کوترک کردے اوران کی طاعت جوکہ اسکے ذمہ واجب ہے اسکاتو اہتمام نہ کرے اورکسی فعل مستحب میں اپنے کولگائے رکھے ،یاوالدین کی خدمت وغیرہ جوکہ اہم امور ہیں انکی طرف سے غفلت برتتے اورکسی امر مستحب میں جواسکے نفس کے موافق ہوان کی اطاعت کرے بہانے لگارہے ،یعنی یوں کہئے مثلا کہ والدصاحب نے یوں فرمایاہے یاوالدہ صاحبہ کی یہ خواہش ہے حالانکہ اس نے بڑے بڑے امورمیں ان کی خواہش اوران کے منشاء کاذرابھی خیال نہیں رکھاپس یہ چیزیں غروراورعصیان ہیں جن کی وجہ سے قلب میں ظلمت پیداہوتی ہےاوران امورمیں ہم جوترتیب سےان پرعمل بدون مرشدکامل کی رہنمائی کے یاعلم فقہ کے جانے ہوئے ناممکن ہے اسی واسطے مشائخ نے فرمایاہے کہ صوفی اسے کہتے ہیں جوعالم ہواوراپنےعمل پرعامل ہو۔(تالیفات مصلح الامت ج/۲،ص/۳۸۷)

حضرت مولانا کااتباع سنت کی وصیت کرنا

چنانچہ میں ان لوگوں کوجنہوں نے مجھ سے بیعت کی ہےخصوصااور ہرآمدوشدرکھنے والے کوعموما یہ وصیت کرتاہوں کہ ان مشائخ کے طریق کولازم پکڑیں اوراتباع سنت نیز دیگراعمال میں ان حضرات کی سیرت کوپیش نظررکھیں اور جملہ صالحین کے حالات وملفوظات کوعموما اورسلاسل اربعہ کے مشائخ کے ملفوظات کوخصوسانقل مجلس (مجلس کاذکرمرکزی مضمون) بنائیں تاکہ صحیح علم ہوتارہےاوران سب حضرات کی جانب سے ہماری طرف سلسلۂ فیض جاری رہے۔(حیات مصلح الامتؒ ج/۱،ص/۳۹۰)

حضرت مولانا کا دستورالعمل

جو لوگ مجھ سے بیعت ہوتے ہیں اور سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ دستورالعمل یا نظام کار بتادیا جائے تاکہ آئندہ وہ اسی کے مطابق کام کریں تو اسکے لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ ہمارے لئے دستورالعمل تو یہی شریعت ہے جس کو اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے دنیا میں بھیجا ہے اسی کا اتباع پہلے بھی ضروری تھا اور اب بیعت ہونے کے بعد بھی لازم ہے، جب کہ بیعت کی غرض ہی اپنے کو شریعت کے مطابق بنانا ہے، شریعت کا اتباع تو ہر مسلمان پر فرض ہے مگر بیعت سے اسکا نیا اہتمام مقصود ہوتا ہے اور یہ سنت سے ثابت ہے۔
(حیات مصلح الامتؒ ج/۱ص/۳۹۰)

باب ﴿۴۶﴾

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا جذبۂ اتباع سنت

روضۂ اقدس سے آواز آئی: جو شخص ہماری سنتوں کا اتباع کرتا ہے وہ ہم سے قریب ہے خواہ بظاہر وہ کتنا ہی دور ہو

حضرت والد صاحبؒ (مفتی محمد شفیع صاحبؒ) کا جب مدینہ طیبہ جانا ہوتا اور روضہ اقدس پر سلام عرض کرنے کے لئے حاضری ہوتی تو عام معمول یہ تھا کہ مواجہہ شریف کی جالیوں سے کافی فاصلے پر ایک ستون کے قریب سراپا ادب بنکر سر جھکائے کھڑے رہتے اور اس سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اس ستون کے قریب کھڑا تھا دل میں شوق پیدا ہوا کہ

آگے بڑھ کر مقدس جالیوں کے قریب تک پہنچ جاؤں، لیکن ہمت نہ ہوئی.........اس پر حسرت سی ہوئی کہ لوگ آگے چلے جاتے ہیں.......اور میں دور کھڑا ہوں........اسی دوران یہ محسوس ہوا کہ روضہ اقدس سے یہ آواز آرہی ہے ..... کہدو کہ جو شخص ہماری سنتوں کا اتباع کرتا ہے ....وہ ہم سے قریب ہے خواہ بظاہر کتنا دور ہو اور جو شخص ہماری سنتوں کا متبع نہیں وہ ہم سے دور ہے خواہ وہ ہماری جالیوں سے چمٹ کر کھڑا ہو۔

حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو حضرات محض کسی ترک مستحب پر مجمع عام میں روک ٹوک یا ناراضگی کا اظہار شروع کر دیتے ہیں ان کے طرز عمل میں دو غلطیاں ہوتی ہیں، ایک تو غیر منکر پر نکیر کرنا، دوسرے جس شخص پر روک ٹوک کی جارہی ہے اسے مجمع عام میں رسوا کرنے کا انداز اختیار کرنا اور اللہ بچائے بعض اوقات اس تمام نکیر و ملامت کے پس پشت عجب و پندار اور نفسانیت بھی کارفرما ہوتی ہے جو ایک مستقل گناہ ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو حضرات اس طرز عمل پر کاربند ہوتے ہیں عام طور سے دیکھا یہ ہے کہ دین کے اہم معاملات سے ان کی نگاہین اوجھل رہتی ہے آداب و مستحبات بڑے محبوب اعمال ہیں ان پر جتنا وسعت میں ہو عمل کرنا چاہئے اور دوسروں کو پیار محبت سے اس کی ترغیب بھی دینی چاہئے، لیکن ان کے ترک پر نکیر و ملامت کا انداز اختیار کرنا درست نہیں۔

(ارشادات اکابر ص/ ۱۳۷۔۱۳۸)

مہمان سے باتیں کرنا سنت ہے

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کے پاس ایک صاحب آیا کرتے تھے وہ باتیں بہت کرتے تھے جب کبھی آتے تو بس ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیتے اور رکنے کا نام نہ لیتے ہمارے سب بزرگوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر کوئی شخص مہمان بن کر ملنے کے لئے آتا تو اسکا اکرام کرتے اسکی

بات سنتے اورحتی الامکان ان اس کی تشفی کی کوشش کرتے یہ کام ایک معروف آدمی کے لئے بڑامشکل ہے،جن لوگوں کی زندگی مصروفیات سے بھری ہووہ جان سکتے ہیں کہ یہ کتنا مشکل ہے لیکن حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضوراقدس ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب آپ کے پاس کوئی شخص ملنے کے لئے آتااورآپ سے بات کرنا شروع کرتا تو آپ اسکی طرف سے کبھی منہ نہیں موڑتے تھے جب تک وہ خودہی منہ نہ موڑلے اسکی بات سنتے رہتے چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ :(حتی یکون ھوالمنصر ف وشمائلترمزی باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ)حتی کہ وہ خودہی نہ چلا جائے یہ کام بڑامشکل ہے اسلئے کہ بعض لوگ کبھی بات کرنے کے عادی ہوتے ہیں ان کی پوری بات پوری توجہ سے سننا ایک مشکل کام ہے لیکن حضور ﷺ کی سنت کی وجہ سے ہمارے بزرگوں کا یہ طریقہ رہاہے کہ آنے والے کی بات سنتے ان کی تشفی کرتے ۔(اصلاحی خطبات ج/۲)(بحوالہ ارشادات اکابرص/۹۶۔۹۷)

سنت اور بدعت کی دلچسپ مثال

میرے والدصاحبؒ قدس سرہ (مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ) کے پاس ایک بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ،دعاجو،تشریف لایا کرتے تھے تبلیغی جماعت کے مشہورا کابرمیں سے تھے اوربڑے عجیب وغریب بزرگ تھے ایک دن آکرانھوں نے والدصاحبؒ سے عجیب خواب بیان کیااورخواب میں میرے والد ماجدکودیکھا کہ آپ ایک بلک بورڈ کے پاس کھڑے ہیں اورکچھ لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اورآپ ان کوکچھ پڑھارہے ہیں حضرت والدصاحبؒ نے بلیک بورڈپرچاک سے ایک کاہندسہ (۱) بنایااورلوگوں سے پوچھا کہ یہ کیاہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ایک ہے۔

اسکے بعد آپ نے اس ایک ہندسے کے دائیں طرف (۱۰) ایک نقطہ بنایا لوگوں سے

پوچھا کہ اب کیا ہو گیا؟

لوگوں نے جواب دیا کہ یہ دس (۱۰) ہو گیا پھر ایک نقطہ اور لگایا اور پوچھا اب کیا ہو گیا؟

لوگوں نے کہا کہ اب یہ سو (۱۰۰) ہو گیا پھر ایک نقطہ اور لگا دیا اور پوچھا کہ اب کیا ہو گیا؟

لوگوں نے جواب دیا کہ اب ایک ہزار (۱۰۰۰) ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ میں جتنے نقطے لگا تا جا رہا ہوں یہ دس گنا بڑھتا جا رہا ہے پھر انہوں نے وہ سارے نقطے مٹا دیئے، اور اب دوبارہ وہی نقطہ، اس ایک ہندسے کے بائیں طرف (۰۱) لگا دیا پھر لوگونسے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟

لوگوں نے بتایا کہ اعشاریہ ایک ہو گیا یعنی ایک کا دسواں حصہ اور پھر ایک نقطہ اور لگایا (۰۰۱) اور پوچھا کہ اب کیا ہو گیا؟

لوگوں نے بتایا کہ اب یہ اعشاریہ صفر ایک ہو گیا یعنی ایک کا سوواں حصہ پھر ایک نقطہ اور لگا کر پوچھا کہ اب کیا ہو گیا؟ (۰۰۰۱)

لوگوں نے بتایا کہ اب اعشاریہ صفر صفر ایک یعنی ایک کا ہزارواں حصہ بن گیا۔

پھر فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ بائیں طرف کے نقطے اس عدد کو دس گنا کم کر رہے ہیں، پھر فرمایا کہ دائیں طرف جو نقطے لگ رہے ہیں وہ سنت ہیں اور بائیں طرف جو نقطے لگ رہے ہیں وہ بدعت ہیں۔

دیکھنے میں بظاہر دونوں نقطے ایک جیسے ہیں لیکن جب دائیں طرف لگایا جا رہا ہے تو سنت ہے اسلئے حضور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اور جو بائیں طرف لگائے جا رہے ہیں تو وہ اجر و ثواب کا موجب ہونے کے بجائے اور زیادہ اسکو گھٹا رہے

ہیں اور انسان کے عمل کو ضائع کر رہے ہیں بس سنت اور بدعت میں یہ فرق ہے بھائی دین سارا کا سارا اتباع کا نام ہے، جس وقت ہم نے جو کام کہہ دیا اس وقت اگر کرو گے تو باعث اجر ہوگا اور اگر اس سے ہٹ کر اپنے دماغ سے سوچ کر کرو گے تو اسمیں کوئی اجر وثواب نہیں۔

(ارشادات اکابر ص/۹۱ تا ۹۳)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا اسوۂ رسول ﷺ پر اہم مقدمہ جس میں اہتمام سنت رسول ﷺ کی زبردست ترغیب ہے۔

عالی مرتبت جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم ومدفیوضہم مفتی اعظم پاکستان وبانی وصدر دارالعلوم کراچی خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیزی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین الصطفی

سنتوں کا اتباع ہی انسان کی مکمل اصلاح کا نسخہ اکسیر اور دنیا وآخرت کی ہر کامیابی کا ضامن ہے

قرآن کریم کی بے شمار نصوص اور احادیث صحیحہ شاہد ہیں کہ رسول ﷺ کی اطاعت اور آپ کی تعلیمات اور سنتوں کا اتباع ہی انسان کی مکمل اصلاح کا نسخہ اکسیر اور دنیا وآخرت کی ہر کامیابی کا ضامن ہے۔

مگر اکثر لوگوں نے اطاعت واتباع کو صرف نماز روزہ وغیرہ چند عبادات میں منحصر سمجھ رکھا ہے، معاملات اور حقوق باہمی خصوصا عادات اور آداب معاشرت سے متعلق قرآن وحدیث ارشادات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو عام طور پر ایسا سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ نہ دین کا کوئی جزو

ہے اور نہ اطاعت واتباع رسول ﷺ سے اسکا کوئی تعلق ہے۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ بہت سے ایسے مسلمان بھی دیکھے جاتے ہیں جو نماز روزے کے اعتبار سے اچھے خاصے دیندار کہلاتے ہیں مگر معاملات ومعاشرت وحقوق باہمی کے معاملہ میں بالکل غافل اور بے شعور ہونے کی بنا پر اسلام اور مسلمانوں کیلئے تنگ دل ہیں جس کی بڑی وجہ رسول ﷺ کی تعلیمات سے ناواقفیت اور آپ کی عادات وخصائل اور سنن سے غفلت ہے۔

اللہ تعالی نے رسول ﷺ کو ایک مثالی نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور لوگوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ ہر دور ہر حال میں اور عبادات ومعاملات ومعاشرت وعادات میں اسی نمونہ کے مطابق خود بھی بنیں اور دوسروں کو بنانے کی فکر کریں، آیت قرآنی ''**لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة**'' کا یہی مطلب ہے، گویا رسول ﷺ کی سیرت اور شمائل ایک حیثیت سے عملی قرآن ہے۔

اسی لئے ہر زمانے کے علماء نے عربی، فارسی، اردو، ہر زبان میں رسول اللہ ﷺ کے شمائل وخصائل مختصر اور مفصل مستقل رسالوں اور کتابوں کی صورت میں جمع فرد یا ہے جو ایک حیثیت ہے پوری تعلیمات نبویہ کا خلاسہ ہے۔

حال میں ہمارے محترم بزرگ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی نے جو سیدی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ اجل ہیں عام لوگوں کو اطاعت رسول اور اتباع سنت کا صحیح مفہوم سمجھانے کے لئے شمائل وخصائل کی مستفید کتابوں سے ہر شعبہ زندگی کے متعلق ہدایات کو واضح اور نمایاں کر کے جمع فرما دیا ہے جو کتب شمائل کا اصل مقصد ہے۔

افسوس ہے کہ احقر اپنی علالت اور ضعف کی بنا پر اس مبارک مجموعہ کو خود بھی نہ دیکھ سکا خاص خاص مقامات اور عنوانات کو پڑھوا کر سنا ہے مگر بعض علماء نے اسکو دیکھ کر توثیق فرمائی

ہے ،اور جن کتابوں سے یہ مضامین لئے گئے ہیں انکا مستند و معتبر ہونا خود اس مجموعہ کے مستند ہونے کی ضمانت ہے الحمدللہ شمائل نبویہ کا یہ بہت اچھا مجموعہ عام فہم اور سلیس زبان میں جمع ہو گیا، اللہ تعالی حضرت مصنف کو جزائے خیر عطا فرما دیں اور کتاب کو مقبول ومفید بنا دے۔ (واللہ المستعان)

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
دارالعلوم کراچی
۲۷/ رجب ۱۳۹۳ھ

باب ۴۷

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کا اتباع سنت

حضرت والا اپنے ہر قول ہر فعل ہر حال میں اتباع سنت کی پوری پوری پابندی فرماتے ہیں چنانچہ، شریعت و تصوف جلد اول میں، سالک کے لئے ضروری نصائح کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

خدا تعالی کی محبت کی علامت یہ ہے کہ خدا تعالی کے محبوب کی پیروی اخلاق افعال احکام اور سنتوں میں کرے۔ (نصیحت نمبر ۲۲ ج/۱ ص/۲۶۴)

حضرت مولانا سخت بیماری کی حالت میں بھی سنت پر پابندی کا بہت ہی اہتمام فرماتے تھے

ایک دفعہ حضرت والا بیمار تھے حضرت تھانویؒ آپ کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے آپ کو گرمی محسوس ہوئی حافظ منفعت علی صاحب نے آپ کے موزے اتارنے چاہے

تو پہلے داہنے پیر کا موزہ اتارنے لگے، آپ نے فرمایا کہ پہلے بائیں پیر کا موزہ اتاریئے ایسی سخت بیماری کی حالت میں جب کہ دوسرے شخص کی مدد سے موزے اتارے جارہے تھے آپ نے اتباع سنت کا اسقدر اہتمام فرمایا۔

اسی طرح جب آپ کو وضو کے لئے آستین چڑھاتے تو پہلے بائیں آستین کو چڑھاتے ہیں پھر داہنی اور جب وضو کے بعد آستین سیدھی فرماتے ہیں تو پہلے داہنے ہاتھ کی آستین سیدھی فرماتے ہیں اسکے بعد بائیں ہاتھ کی آستین سیدھی فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ بیماری اور ضعف کے حال میں بیت الخلاء تشریف لے گئے سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ نہ دھو سکے تو بیت الخلاء سے واپس آکر ہاتھ دھوئے اسکے بعد بیت الخلاء تشریف لے گئے سخت بیماری کی حالت میں بھی سنت کی پابندی کا اسقدر اہتمام فرمایا۔ (حیات مسیح الامتؒ ص/ ۱۹۱۔۱۹۲)

بہت ضعف کے باوجود دو آدمیوں کے سہارے مسجد تشریف لے جاتے تھے

حضرت والا ضعف ونقاہت اور اس پیرانہ سالی کے باوجود اکثر نماز پڑھنے کے لئے مسجد تشریف لے جاتے ہیں اور بعض حالات بیماری وکثرت ضعف میں گھر پر بھی نماز پڑھ لیتے ہیں اگر کبھی گھر پر نماز پڑھتے ہیں تب بھی فجر کی نماز کے لئے تو اکثر مسجد ہی میں تشریف لے جاتے ہیں۔

جس طرح حضور اکرم ﷺ کے حالات شریفہ میں ہے کہ آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد تشریف لاتے۔

اب ضعف کی وجہ سے حضرت والا اکثر دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد تشریف لاتے ہیں، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ضعف کی وجہ سے چلا نہیں جاتا اور راستہ میں چلتے چلتے بیٹھ جاتے

ہیں سانس پھول جاتا ہے خدام کا یہ حال دیکھ کر عجیب حال ہوتا ہے پھر اٹھتے ہیں اور مسجد تشریف لے جاتے ہیں مسجد میں پہنچنے کے بعد ہمیشہ تھوڑی دیر بیٹھ کر سانس لیتے ہیں جب ذرا سی سہار ہو جاتی ہے تنفس کی حالت صحیح ہو جاتی ہے تب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں مسجد والے حضرات آپ کی رعایت رکھتے ہیں اسی طرح جب واپس تشریف لاتے ہیں تب بھی دو آدمیوں کے سہارے سے تشریف لاتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مجلس جانے کی سیڑھیوں پر چڑھتے وقت تھک کر وہیں دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں اور تھوڑے سے وقت کے بعد اٹھتے ہین سردی گرمی برسات ہر موسم میں مسجد پہنچنے کا اہتمام فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ مسجد تشریف لے جانے کے لئے برآمدے میں تشریف لائے ہلکی بارش تھی مگر جب برآمدے میں آئے تو تیز بارش ہونے لگی جو حضرات اس وقت موجود تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت بارش ہو رہی ہے یہیں نماز پڑھ لی جائے مگر چونکہ حضرت والا ارادہ فرما کر اٹھ چکے تھے اسلئے اٹھکر واپس نہیں ہوئے اور فرمایا کہ مسجد میں جائیں گے اور الحمدللہ تند بارش اور کیچڑ کے باوجود مسجد میں تشریف لے جا کر نماز باجماعت ادا فرمائی۔

فرض نماز سے پہلے کی سنتیں حضرت والا ہمیشہ گھر پر پڑھتے تھے

بعد میں مسجد تشریف لے جاتے ہیں اور نماز کے بعد کی سنتیں ہمیشہ مسجد میں پڑھتے ہیں سنتوں اور نوافل سے فارغ ہو کر مسجد سے تشریف لاتے ہیں، مغرب عشاء میں مسجد میں چراغ یا بلب وغیرہ جلا ہوا رہتا ہے اسی طرح فجر میں اندھیرا ہو تو جلا ہوا رہنا چاہئے کہ اندھیرے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (حیات مسیح الامتؒ ص/۱۹۳۔۱۹۴)

حضرت کا مسنون طریقہ پر غسل کرنے کا معمول

حضرت والا جمعہ کے روز ڈیڑھ بجے نشست گاہ سے اٹھتے ہیں استنجاء فرماتے ہیں غسل

فرماتے ہیں اور لباس تبدیل فرماتے ہیں صرف آدھے گھنٹے میں ان تینوضروریات سے فارغ ہوجاتے ہیں اور اس کے بعد دو بجے کی سنتیں پڑھتے ہیں آپ صرف دولوٹے پانی سے غسل فرماتے ہیں۔(حیات مسیح الامتؒ ص/۱۹۵)

حضرت والا کا سنت کے مطابق نماز کا معمول اور متعلقین کو سخت تاکید

حضرت والا ہمیشہ نماز اعتدال کے ساتھ پڑھتے ہیں رکوع وسجود قیام ہر ایک رکن کو تناسب کے ساتھ ادا فرماتے ہیں نوافل تہجد چاشت واشراق اوابین کی ہمیشہ پابندی فرماتے ہیں۔

رمضان المبارک میں تراویح گھر پر ہی کسی حافظ کے پیچھے پڑھنے کا معمول ہے ایک قرآن پاک سنتے ہیں اور بالعموم ۲۷ رمضان المبارک کو ختم ہوجاتا ہے نماز میں زیادہ طول قیام یا طول سجود ورکوع نہیں فرماتے ہیں آپ کی نماز کی ادائے گی خشوع وخضوع کا مکمل نمونہ ہوتی ہے ،نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک پوری طرح سنن ومستحبات کی رعایت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں نماز باجماعت میں کوئی ایک جگہ پر نہیں فرماتے جو جگہ خالی ہو صف میں شامل ہوجاتے ہیں اکثر دوسروں کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں امامت نہیں فرماتے نماز سے پہلے کی سنتیں ہمیشہ گھر پر پڑھکر تشریف لے جاتے ہیں اور نماز کے بعد کی سنتیں مسجد میں ادا فرماتے ہیں ایک مرتبہ تمام اہل مجلس کو کئی روز تک مسلسل سنت کے مطابق نماز پڑھنے کا طریقہ عملاً تعلیم فرمایا اور اہتمام کے ساتھ اسکی تاکید فرمائی۔(حیات مسیح الامتؒ/۱۹۶)

حضرت مسیح الامتؒ کی کبھی سخت بیماری میں تہجد بھی قضا نہیں ہوئی

حضرت والا تہجد کی ہمیشہ پابندی فرماتے ہیں چنانچہ اپنا معمول بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ فضل الٰہی سے چاہے کیسا ہی بیمار رہا اور لیٹ کر بھی عشاء کی نماز پڑھنا پڑی مگر تہجد کبھی نہیں چھوتی چاہے لیٹ کر ہی پڑھنی ہو خوا بیماری کی حالت ہوئی خواہ سفر ہوا نہ

ریلوں میں چھوٹی نہ ہوائی جہاز میں چھوٹی نہ حضر میں چھوٹی نہ سفر میں چھوٹی الحمدللہ فضل الٰہی ہمیشہ شامل حال رہا۔ (حیات مسیح الامتؒ ص/ ۱۹۷)

حضرت والا کا روزہ سنت کے مطابق ہوتا تھا

آپ کی سحری میں ہمیشہ نہایت ہلکی غذا رہتی ہے اور سحری تاخیر کے ساتھ فرماتے ہیں افطار جامع مسجد کے گولا چھوٹنے پر فرماتے ہیں بالعموم گرمی کے موسم میں شربت روح افزا نوش فرماتے ہیں بعض مرتبہ زیادہ ضعف ہوگیا رمضان المبارک میں ضعف کمزوری اور پیرانہ سالی کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہی تو روزہ کا فدیہ ادا کیا۔ (حیات مسیح الامتؒ ص/ ۲۰۶)

سونے میں سنت طریقہ کا اہتمام

عشاء کی نماز کے بعد سوجانے کے مطابق قبلے اور داہنی کروٹ پر لیٹتے ہیں ایک مرتبہ فرمایا کہ:

ایک مرتبہ داہنی کروٹ پر لیٹ جائے تو سنت ادا ہوگئی پھر چاہے بعد میں کروٹ بدل جائے کچھ حرج نہیں سنت ادا ہوگئی آپ ادب کی وجہ سے اکثر پیر سکڑ کر لیٹتے ہیں گا ہے خدام کے پیر دبانے کے موقع پر یا استراحت کے لئے پیر پھیلا لیتے ہیں۔ (حیات مسیح الامتؒ ص/ ۲۰۷)

حضرت مسیح الامتؒ کے بیٹھنے کا طریقہ

آپ ہمیشہ دوزانوں ہوکر بیٹھتے ہیں پوری زندگی میں کبھی کبھی آپ کو چوزانو بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا گیا مجلس کے دوران اسی طرح درس کے وقت میں بعض مرتبہ چار ساڑے چار گھنٹے تک اسی طرح دوزانو ایک ہی نشست پر بیٹھے رہتے ہیں اور سلسلہ کلام جاری رہتا ہے۔
(حیات مسیح الامتؒ ص/ ۲۰۷)

حضرت مسیح الامتؒ کے چلنے کا طریقہ

جب آپ چلتے ہیں تو دونوں ہاتھوں کو ناف پر اس طرح باندھ کر چلتے ہیں جس طرح نماز میں ہاتھ باندھے جاتے ہیں کہ سیدھا، ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر بندھا ہوا ہوتا ہے نظر ہمیشہ نیچی رہتی ہے گردن جھکی ہوئی رہتی ہے اگر کوئی شخص سامنے سے مصافحہ کے لئے آتا ہے تو حضرت والا گردن ذرا اونچی کر کے اسکو دیکھتے ہیں اور مصافحہ فرماتے ہیں۔ (حیات مسیح الامتؒ ص/٢٠٧۔٢٠٨)

حضرت مسیح الامتؒ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے

حضرت والا دامت برکاتہم کی عادت شریفہ ہے کہ ہمیشہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں اگر کوئی دوسرا بے تکلف مزاج شناس کوئی خدمت کرنا چاہے تو اسکے جی کو خوش کرنے کیلئے اسکو اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں، ابتدا میں بسا اوقات گھر پر گھڑوں میں پانی خود ہی بھرتے تھے۔

اسی طرح تمام دوسرے اپنے ذاتی کام خود اپنے ہاتھ سے کرنے کا معمول ہے۔

ایک مرتبہ اس بارے میں اپنے معمول بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اب تو بڑھاپا آ گیا ہے اعصاب کمزور ہو گئے ہیں اسلئے ذرا مشکل ہو گئی ہے ورنہ ہمیشہ کام میں نے اپنے ہاتھ سے کیا ہے، جنہوں نے میری جوانی کا پہلا زمانہ دیکھا ہوگا وہ جانتے ہیں میرے اندر کیسی چستی تھی، تعمیر کا کام مدرسہ میں ہوتا تھا اسوقت ٹوکرے میں اینٹیں بھر کر اوپر چھت پر راجوں کو پہنچاتا تھا بعض مرتبہ نیچے سے اوپر کو اینٹیں پھینکی ہیں جس طرح مزدور پھینکتے ہیں۔

نصیحت: اس معمول سے یہ نصیحت حاصل ہوئی کہ ہمشہ اپنے ہر کام کو اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت ہونا چاہئے اسمیں بڑی راحت وسہولت ہے اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی۔ (حیات مسیح الامتؒ ص/٢١٠۔٢١١)

حضرت مسیح الامتؒ کا اظہارِ معذرت

حضرت والا ازخود کسی سے بھی دلیل و حجت نہیں فرماتے ہیں، اور نہ جواب الجواب اور ردوقدح کا طریقہ اختیار فرماتے ہین، کسی بھی معاملہ میں جو حضرت والا کی رائے شریف ہوتی ہے اسے پہلی مرتبہ میں ہی پوری طرح بیان فرما دیتے ہین اوسکے بعد اگر کوئی شخص تسلیم نہ کرے اور کچھ حیلے حوالے کرے اور اپنی میں رائے کو غالب رکھے تو فرما دیتے ہیں کہ اچھا پھر جیسی آپ کی رائے ہو۔

آپ اپنے حالات سے زیادہ واقف ہیں آپ کا مشورہ تسلیم نہ کرنے پر آپ کا کسی کو فرمانا کہ اچھا جیسی آپ کی رائے اکثر ناخوشی کے ساتھ اظہار معذرت کے طور پر ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص حضرت والا کو اپنی بات منوانے پر مجبور کرنا چاہے یا کوئی سائل آپ کے عنایت فرمانے کے باوجود بھی اصرار کرے یا حضرت والا کے پہلی مرتبہ پورا جواب عنایت فرمانے کے بعد بھی بار بار اپنی بات کو بے کار دہرا کر وقت ضائع کرے تو ایسے موقع پر حضرت والا اکثر یہ فرماتے ہیں کہ بس میں معافی چاہتا ہوں مجھے معاف فرمائیں مجھے معاف کیا جائے چند مرتبہ انہیں کلمات کو دہراتے ہیں۔

اور بالعموم ایسے مواقع پر بہت جلد اس طرف سے عدم التفات فرما کر کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں ڈانٹ ڈپٹ یا نارضا گی کے ساتھ خدام کو کبھی بھی طویل نہیں فرماتے بس میں معافی چاہتا ہوں میں بہت کمزور ہوں آپ میری کمزریوں کو دیکھئے اس قسم کی باتوں سے مجھے تکلیف ہوتی ہے یہ فرما کر کلام کو ختم فرما دیتے ہیں۔ (حیات مسیح الامتؒ ص/۲۱۲-۲۱۳)

باب ﴿۴۸﴾

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کا اتباعِ سنت

حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

بلکہ حاصل طریقہ حضرات خواجگاں قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اعتقاد اہل سنت و جماعت است و اتباع سنت سنیہ مصطفویہ علی صاحبا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ و اجتناب است از بدعت و ہوائے نفسانیہ و عمل بعزیمت امور مھمہ امکن واحتراز از عمل برخصت و استہلاک و اضمحلال است اولاً در جہت جذبہ۔

جاننا چاہیئے کہ حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ کا حاصل یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق اپنا اعتقاد رکھیں، سنت سنیہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی فنائیت کریں بدعت اور ہوائے نفسانی سے پرہیز کریں جہاں تک ہو سکے عزیمت پر عمل کریں اور رخصت سے احتراز کریں اس کے بعد اول جذبہ میں استھلاك و اضمحلال یعنی فنا و استغراق حاصل کریں۔

مذکورہ بالا مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے خاص طور سے ان تین باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن پر عمل پیرا ہونا ہر صاحب ایمان پر ضروری ہے یعنی عقائد اہل سنت و جماعت پر عمل۔ سنتِ نبویؐ کی پیروی اور بدعت و خواہشات نفس سے اجتناب یہ تینوں صفات مولانا لکھنوئی کی زندگی میں بدرجہ اتم موجود ہیں اور آپ کی تعلیمات بھی انھیں کے مطابق تھیں چنانچہ خود ایک موقع پر تحریر فرماتے ہیں۔

اتباع سنت کا حرص اپنے دل میں پیدا کرنا چاہئے

نہ صرف عبادات میں بلکہ عادات میں مثلاً کھانے پینے سونے جاگنے بولنے چپ رہنے اوراستنجاء وطہارت میں غرض کہ ہر حالت میں یہ کوشش ہونی چاہئے۔کہ ان کاموں کو ہم اس طرح کریں جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔اتباع سنت کا حرص جب کسی کے دل میں گھر کرلیتا ہے تو اس کو ایک خاص تعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوجاتا ہے اور یہی تعلق اصل چیز اور تمام فیوض و برکات کا سر چشمہ ہے اور ایسے شخص پر خاص رحمت خداوندی یہ ہوتی ہے کہ افعال اضطراریہ میں بھی منجانب اللہ حلاوت سنت حرکات سے اس کی حفاظت ہوتی ہے۔(شجرۃ طیبہ مرتبہ مولانا لکھنوی ص ۴۷۔۴۸)از حاشیہ)

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب واقعی سنت نبویہ کے حریص تھے

مولانا علیہ الرحمہ کی زندگی اس قول کا پورا عملی نمونہ تھی وہ واقعی سنت نبویہؐ کے حریص تھے صرف عبادت ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر گوشہ میں آپ نے اس پر عمل کیا قدم قدم پر اس کی پیروی کی اور کسی حال میں بھی سر جو فرق آنے نہیں دیا نماز خصوع وخضوع اور کمال اتباع سنت پیش نظر تھا ، مناسب سکون اور پر وقار انداز میں نماز ادا فرماتے تھے، حالت قیام میں ایسے یکسو اور سیدھے کھڑے ہوتے کہ کیا مجال کہ ادھر اُدھر کو قبلدن یا حرکت ہو، علاوہ تہجد کے اور وقتوں کی نمازیں زیادہ طویل نہیں ہوتی تھیں رکوع وسجود وقعود غرض ہر رکن میں سنت کی پوری رعایت ملحوظ خاطر رہتی تعدیل وسکون اور آداب ومستحباب کا کامل خیال رہتا کیسی پر سکون اور پر وقار نماز ہوتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں اس کی محبت وعظمت قائم ہوجاتی۔صحابہؓ اور بزرگان دین رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے حالات مین جو نمازوں کی کیفیت ملتی ہے وہ ہو بہو آپ کی نماز میں لوگوں نے اپنی

آنکھوں سے دیکھی ہے سنت ونوافل کا بڑا اہتمام فرماتے سنتین اکثر قیامگاہ پر پڑھ کر مسجد تشریف لے جاتے۔ پنج وقتہ نمازیں آپ اپنے مدرسے کے سامنے والی مسجد میں ادا فرماتے تھے اور کبھی بھی بلا کسی شدید عذر کے کوئی جماعت چھوٹنے نہیں پاتی اول تو خود امامت سے گریز فرماتے۔

امامت مسنون طریقہ پر فرماتے تھے

مگر جب امامت کرنی میں پڑ جاتی تو جہری نمازوں میں مسنوں سورتوں میں جو سب سے چھوٹی اور مختصر ہوتی اس کی تلاوت فرماتے اور بہت اطمینان اور ٹھر ٹھر کر نماز کے تمام ارکان اد اکرتے تھے آپ کی نماز ایسی کہ جیسے کوئی اللہ کا بندہ نہایت عاجزی کے ساتھ خوف ورجاء کے عالم میں اپنے مالک کے حضور کھڑا ہو یہ کیفیت ایک ایسی کیفیت تھی کہ جس کے دیکھنے ہی سے اللہ کی یاد نماز کی رغبت گناہوں سے نفرت اور دین کی محبت دل میں پیدا ہوتی تھی۔

آپ کا معمول تھا کہ جب اپنے اعزہ کے یہاں تشریف لیجاتے تو سب سے پہلے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر اجازت طلب فرماتے اور جب اندر سے جواب آجاتا تب آپ مکان میں تشریف لیجاتے یہی طریقہ قریب سے قریب تر عزیز کے ساتھ ہی تھا۔ گھر میں تھوڑی دیر تشریف رکھتے خیر وعافیت دریافت فرماتے اگر کسی کی طبیعت ناساز ہوتی تو اس کے سر پر ہاتھ رکھکر دم فرماتے اور ختم خواجگان رحمہم اللہ اجمعین کے موقع پر دم کیا ہوا پانی پلانے کی تاکید فرماتے اور پھر مدرسہ واپس آجاتے،

راستہ میں کبھی نگاہ اِدھر اُدھر نہیں اٹھتی تھی ہمیشہ چلتے وقت نظریں نیچی رکھتے تھے راستہ میں گفتگو کرنا بھی پسند نہ تھا اگر کوئی شخص اثنائے راہ میں کوئی ضروری بات کرتا بھی تو خاموشی کے ساتھ سن لیتے مگر خود کوئی سوال وجواب نہ فرماتے بس ہاں نہیں میں جواب دے کر خاموش ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائی تھی ذات نبوی ؐ ہی سے تعلق کا یہ نتیجہ تھا کہ معمول سی معمولی باتوں میں بھی آپ سنتِ نبویؐ کا اہتمام فرماتے اور دوسروں کو تاکید فرماتے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ مٹی کے برتن استعمال فرماتے تھے حتیٰ کہ آپ کی چائے کی پیالیاں اور طشتریاں بھی مٹی ہی کی ہوتی تھی گھر والوں کو ہی مٹی ہی کے برتن استعمال کرنے کی ترغیب دیتے بعض اوقات جب گھر میں تشریف لاتے اور چینی یا تام چینی کے برتن رکھے ہوئے دیکھتے تو بہت ناگوار گزرتا اور فرماتے۔

میرے جی میں آتا ہے کہ میں ان برتنوں کو توڑ ڈالوں جب یہ برتن نہ رہیں گے تب ہی میں تم لوگ مٹی کے برتن استعمال کرنا شروع کرو گے۔

حضرتؒ کا خاندان بہت وسیع تھا مگر آپ اپنا ذاتی کام کسی سے نہیں لیتے تھے سارا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، اکثر اپنے کپڑے بھی خود ہی دھولیا کرتے تھے اگر کوئی لباس پوشیدہ ہو جاتا تو اپنے ہی ہاتھوں سے سی ہی لیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا خلافِ سنت کام پر فوراً ٹوکتے تھے

سنت کے خلاف کوئی عمل ہوتے دیکھ کر خواہ وہ کتنا معمول ہی کیوں نہ ہو فوراً ٹوک دیتے تھے۔

اگر کسی کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھ لیتے یا ایک سانس میں پیتے ہوتے دیکھتے تو سخت اذیت محسوس فرماتے اور فوراً سنت کے مطابق تین دفعہ میں بیٹھکر پانی پینے کی ہدایت فرماتے تھے۔

اس طرح گانے بجانے کی آوازوں سے سخت نفرت تھی بعض اوقات آپ کو ان آوازوں

کے سننے سے ہی جلال آجاتا تھا اور فرماتے تھے کہ یہ ضبت آوازیں ہیں ان میں کان بند کر لینا چاہئے موسقی کی آوازوں سے اتنی نفرت تھی کہ ختم خواجگاں کے روزمرہ معمولات میں جو پتھر کے دانے شمار کے لئے کام میں لائے جاتے تھے پڑھتے وقت رکھے اس میں ٹکڑے جو آواز پیدا ہوتی تھی وہ بھی کانوں کو گراں گزرتی تھی اور فرماتے تھے کہ اسطرح پرتھوکہ تھے کہ کنکریوں میں آواز پیدانہ ہو۔

بایں ہمہ اگر کوئی خوش الحان قاری آپ کے سامنے تلاوت قرآن مجید کرتا تو آپ اس سے بہت محظوظ ہوتے اور آنکھیں بند کر کے سماعت میں مصروف ہوجاتے اس وقت آپ پر ایک کیف وسرور کا عالم طاری ہوتا تھا اس درمیان میں کبھی کبھی شروع ہیں بھی نکل جاتی تھی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گرامی میں مدح اور صحابہ کرام کی منقبت کے اشعار میں بڑے ذوق وشوق سے سنتے تھے، بعض اوقات جلسوں میں شعراء کے کلام پر دادا بھی دیتے تھے۔

راقم الحروف کے سامنے ایک بار جگر مرادآبادی مرحوم آپ سے ملنے کے لئے قیام گاہ پر آئے تو آپ نے ضروری بات چیت کے بعد جگر صاحب سے کچھ نعت وفضحت کے اشعار سنانے کی فرمائش کی چنانچہ جگر صاحب نے اپنے مخصوص والہانہ انداز سے آپ کی فرمائش کی تعمیل کی۔

اس طرح زائرحرم حمید صدیقی لکھنوئی مرحوم اور علامہ اقبال سہل اعظمی مرحوم سے بھی آپ کو بڑا انس تھا اکثر جلسوں میں آپ ان حضرات سے کچھ سنانے کی فرمائش کرتے تھے۔(امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوئی حیات وخدمات ص۱۰۹ تا ۱۱۲)

امام اہل سنتؒ کی اپنے متوسلین کو اتباع سنت کی تلقین

طریقہ نقشبندیہ میں اتباع سنت کی جس قدر تاکید پائی جاتی ہے اتنی اور کسی چیز کو نہیں ہے

یہی وجہ ہے کہ کہ امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ (۲۴ ۱۶ء) اور مولانا شاہ غلام علی صاحب دہلوی (م ۱۸۲۴ء) کے مکاتب عالیہ میں سب سے زیادہ زور جس بات پر دیا گیا ہے وہ اتباع سنت اور پیروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے اور اسر کو نجات اشروی کا دارومدار رہتایا گیا ہے حضرت کا نے بھی اپنے متوسلین کو اسی بات کی تلقین کی ہے فرماتے ہیں۔

اتباع سنت کا حرص اپنے دل میں پیدا کرنا چاہئے نہ صرف عبادات میں بلکہ عادات میں بھی، کھانے میں، پینے میں، سونے میں، جاگنے میں، بولنے میں، چپ رہنے میں، استنجاء میں اور طہارت میں غرض ہر حالت میں یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اس کام کو ہم اس طرح کریں جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

اتباع سنت کا حرص جب کسی کے دل میں گھر کر لیتا ہے تو آپ کو ایک خاص تعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو جاتا ہے اور یہی تعلق اصل چیز اور تمام فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے، ایسے شخص پر خاص رحمت خداوندی یہ ہوتی ہے کہ افعال اضطراریہ میں بھی منجانب اللہ خلاف سنت حرکات سے اسکی حفاظت ہوتی ہے۔ (امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی حیات وخدمات ص۲۰۰۔۲۰۱)

باب ۴۹

حکیم الاسلام حضرت اقدس قاری محمد طیب صاحبؒ کا اتباعِ سنّت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تو مشعلِ نور تھی کہ آپؐ کو سامنے رکھ کر عرش تک پہنچنے کا راستہ نظر آجاتا تھا کہ یہ حق ہے اور فلاں راستہ باطل ہے۔ نور اور ظلمت میں امتیاز ہو جاتا تھا اور راہنما آپؐ کی سنتیں تھیں۔ آپؐ کا طریق عمل تھا جس سے آدمی حق کا راستہ پاتا

تھا۔ حج اس طرح کرتے ہیں۔ روزہ اس طرح، نماز اس طرح، جہاد اس طرح کرتے ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ، معاشرت، معیشت، صلح وامن کا یہ طریقہ ہے۔ سب چیزیں آپ نے عملی طور پر کر کے دکھلائیں۔

آپ ﷺ کی ذات عملی قرآن ہے

تو کتاب اللہ میں جو چیزیں علمی شکل میں موجود تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں وہ چیزیں عملی شکل میں موجود تھیں۔ اس لئے اللہ کا علمی قرآن وہ ہے جو اوراق اور کاغذوں میں موجودہ ہے۔ اور عملی قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ جو قرآن میں لکھا ہوا تھا، وہ آپ ؐ میں کیا ہوا موجود تھا۔ اسی واسطے صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور سیرت کیا تھی تو فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت دیکھنی ہے تو اول سے آخر تک قرآن پڑھ جاؤ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تھی۔ یعنی جو اس میں لکھا ہوا ہے وہی آپ کے اندر عملی شان سے موجود ہے۔ جو چیزیں اس میں اقوال کی شکل میں موجود ہیں۔ وہ آپ ؐ کی ذات میں احوال کی شکل میں موجود ہیں۔ وہ آپ ؐ کی سنتیں راہنما ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہ آتی تو راہنمائی ناممکن تھی۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۲/ ص ۱۸۳)

آپ ﷺ کی سنتیں ہماری راہنما ہیں

غرض آپ ؐ کی ذات بابرکات آفتابِ نبوت اور مشعل نور ہے کہ آپ ؐ کو سامنے رکھنا یہ اس کی دلیل ہے کہ حق واضح ہو گیا جو آپ ﷺ سے اوجھل ہے، وہ ناحق ہے اور جو آپ ﷺ میں

روشن ہے وہ حق ہے۔تو راستہ قطع کرنے کے لئے روشنی کی ضرورت پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے روشنی بھیج دی۔راہنما کی ضرورت تھی تو آپ ؐ کی سنتیں ہماری راہنما ہیں کہ نماز و جہاد ایسے کرو۔ گھریلو زندگی ایسے بسر کرو تو ایک ایک سنت ہمارے عمل کے لئے راہنمائی کرتی ہے تو جہاں راستہ کے لئے نور کی ضرورت ہے وہاں رہنما کی بھی ضرورت تھی۔(خطبات حکیم الاسلام ج۲ص۲۲۰)

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ تک پہنچنے کے راستہ کے لئے روشنی تھے۔اس کے بغیر راستہ نظر نہیں آسکتا تھا۔تو آپ ﷺ مشعلِ نور بن کر تشریف لائے اور راہِ خداوندی لوگوں کے سامنے کُھل گئی۔

جو نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں ہے وہ نور اور برکت تمہارے بنائے ہوئے نمونوں میں نہیں آسکتی

راہنما کیا چیز ہے۔۔؟ حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو مشعلِ نور ہے جس سے راہ کھلی۔لیکن راہ کے لئے راہنما کی بھی ضرورت ہے۔تو راہنما آپ ؐ کی سُنتیں۔آپ ؐ کے افعال اور کردار ہیں۔اسوۂ حسنہ جس کو سیرت کہا جاتا ہے۔وہ اسوۂ حسنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور احوال کا مجموعہ ہے۔فی الحقیقت وہ راہنما ہے تو یہ ایک نورِ راہ آیا جس سے راستہ روشن ہوا اور ایک راہنما آیا۔وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے جو راہنمائی کرتی ہے کہ اس طرح سے چلو۔

اُسوۂ عمل

آپ ؐ نے آکر جو اعمال کا نمونہ پیش کیا۔فقط آپ ؐ نے قانون نہیں پیش کر دیا۔قانون کے ساتھ اپنا اسوہ بھی پیش کیا۔آپ ؐ نے فقط یہ نہیں فرمایا کہ صَلُّوا، نماز پڑھو۔بلکہ یہ فرمایا کہ:

صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ

نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اسی نمونے کی نماز پڑھو۔ تو آپ ؐ نمونہ عمل بن کر دنیا کے اندر آئے۔ آپ ؐ کی سیرت عمل کیلئے راہنما تھی جس کے سامنے آپ ؐ نماز ہوگی وہ نماز صحیح پڑھے گا۔ آپ ؐ کی نماز سامنے نہیں ہوگی۔ نماز صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ تو یہ نہیں فرمایا کہ

صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ

اسی طرح آپ ؐ نے وضو فرمایا۔ فقط آرڈر نہیں دیا بلکہ وضو کر کے دکھلایا۔ ایک دفعہ آپ ؐ نے وضو کیا تو تمام اعضاء کو ایک ایک دفعہ دھویا اور فرمایا۔

ھٰذا وُضُوْءٌ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃً اِلَّا بِہٖ

یہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتے۔ اگر ایک دفعہ بھی اعضاء نہ دھویا جائے تو وضو ہی نہ ہوگا۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۲ ص ۱۷۷)

انوار السُّنن

اچھا خیر کی نیت بھی نہ کرو۔ یہ جو روزانہ فرائض کے علاوہ اعمال انجام دیتے ہو۔ مثلاً بازار جا رہے ہو۔ سودا خرید رہے ہو۔ کپڑا لا رہے ہو۔ دُنیا بھر کے کام کرتے ہو، اگر ان کاموں میں یہ نیت کر لو کہ حق تعالیٰ کے انعامات ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ انعام کا استعمال کرو تو میں تعمیل حکم الٰہی کے واسطے یہ چیزیں خرید رہا ہوں۔ تو وہی اجر ملنا شروع ہو جائے گا جو عبادت کے اُوپر ملتا۔ تو ذرا سی نیت کے پھیر سے آدمی چاہے تو عادت کو عبادت بنا لے اور ذرا سی غفلت اور بے فکری سے عبادت کو چاہے تو عادت بنانے کہ بے اجر ہو کر رہ جائے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے عادتوں پر بھی اجر رکھا ہے اور اس میں نیت کافی ہو جاتی ہے۔ تو وہ آدمی بڑا محروم ہے کہ نیت ہی نہ کر پائے جس پر کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ کوئی محنت نہیں۔ بس ذرا سا فکر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اب

آدمی ایسا بھی کیا ہو کہ شُتر بے مہار بن جائے کہ اُسے نیت کرتے بھی تعجب ہو کہ میں خود بھی آزاد اور میرا فکر بھی آزاد۔ تو پھر آزادی کے ساتھ جنگل میں چلے جانا چاہئے۔ شہر میں کیوں رہے؟ تو کسی بھی چیز کا پابند کیوں رہے؟

تو سنن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اتنی آسان ہیں کہ ان میں اگر آدمی ذرا فکر کرے تو محنت بھی نہیں کرنی پڑتی اور اجر وثواب کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ لیکن:

ع اگر تو ہی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

خود اگر ارادہ نہ کرو تو اس کا کسی کے پاس کوئی علاج نہیں۔ لقمان حکیم کے پاس بھی اس کی دوا نہیں یہ ایسا لا علاج مرض ہے۔

تو میرے بزرگو! جو نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں ہے وہ نور اور برکت تمہارے بنائے ہوئے نمونوں میں نہیں آسکتی سب سے پہلے ادب اور عظمت پیدا کرو۔ دین کی اہل دین کی اور وسائل دین کی۔ اس کے بعد اپنی نیت صحیح کرو اور نیت کی صحت کے ساتھ جذبہ رکھو کہ اپنے پیغمبر کی سُنتوں کا اتباع کریں گے۔ جو نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں ہے وہ نور اور برکت تمہارے بنائے ہوئے نمونوں میں نہیں ہوسکتی۔ ہاں! میں کہتا ہوں کہ مشائخ طریقت ہی بنائیں وہ ان کے حال کی بات ہوگی۔ لیکن نقالی جب کریں تو رسم پیغمبر کی کریں گے۔ اس لئے کہ رسم پیغمبر سے بہتر کوئی رسم نہیں ہوسکتی۔ جو طرزِ کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس میں جو نور ہے وہ کسی کے طرز کلام میں نہیں ہوسکتا۔ تو انوار و برکات اہل اللہ کے کلام میں بھی ہوتے ہیں۔ ان کے عمل میں بھی لیکن:

ع از تودہء کلاں بردار

جب اُٹھانا ہی ہے تو بڑے ڈھیر میں سے اُٹھاؤ۔ جس سے اُونچے پہنچو۔ تو اصل چیز نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع ہے۔(خطبات حکیم الاسلام ج۲ ص۲۴۱)

آثار محبّت

تو محبت کا جذبہ رکھو اور محبت کے ساتھ اطاعت کا جذبہ رکھو۔ حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں:

مَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَ مَنْ اَطَاعَنِیْ کَانَ مَعِیْ فِیْ الْجَنَّۃِ۔

''جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ میری اطاعت ضرور کرے گا اور جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔''

معلوم ہوا کہ محبت کا ثمرہ لازمی اطاعت ہے۔

اگر اطاعت اور اتباع سنت نہیں ہے تو دعویٰ محبت باطل ہے

نیز عاشق دعویٰ نہیں کیا کرتا۔ عاشق تو عمل کرتا ہے۔ جو کہتا پھرے کہ میں فلاں کا عاشق ہوں لوگ کہیں گے جھوٹا ہے۔ مکار ہے۔ عاشق کہیں دعویٰ کرتے پھرتے ہیں۔ عشق کی اولین منزل ترکِ دعویٰ ہے کہ دعویٰ نہ رہے۔ فنائیتِ محضہ ہو جائے اور جو مدعی بنا ہوا ہے۔ تو مدعی اپنی بقاء کا قائل ہے اس میں فنائیت کہاں؟

غرض عاشق کے لئے دعویٰ کہاں؟ سب سے پہلی چیز عاشق کے لئے ترک دعویٰ ہے۔ اس لئے اگر کوئی عاشقِ رسول ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ دعویٰ نہ ہو۔ کہ میں عاشق رسول ہوں بلکہ نادم ہو کہ جتنا عشق کرنا چاہئیے تھا نہیں کر سکا اور اس عشق کو اطاعت سے پہچانا جائے گا۔ اس لئے کہ آپؐ نے خود فرمایا کہ:

مَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ

جو میرے ساتھ محبت کرے گا وہ میری اطاعت بھی کرے گا۔تو محبت کی علامت اور اُس کے ظہور کا طریقہ یہ فی الحقیقت اطاعت ہے جیسا کہ ایمان کی علامت عمل صالح ہے۔تو ایمان نام محبت ہی کا تو ہے۔

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتیٰ اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَلَدِہٖ وَوَالَدَیْہِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

کوئی شخص تم میں سے اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میرے ساتھ اتنی محبت نہ ہو کہ اتنی محبت نہ اپنے نفس سے ہو نہ اپنے اہل وعیال اور ماں باپ سے ہو۔

اور اس کا پتہ چلتا ہے جب مقابلہ پڑتا ہے کہ ایک طرف اللہ ہے اور ایک طرف اولاد ہے کس کو اختیار کروں۔

جو محبّ اور مومن ہو گا وہ یقیناً اللہ کو ترجیح دے گا۔اولاد کو ترک کر دے گا۔

حدیث میں واقعہ آتا ہے کہ جب غزوۂ بدر ہوا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے ایمان نہیں لائے تھے۔وہ کفار کی صف میں تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ادھر تھے۔جب غزوۂ ندر ختم ہو گیا اور وہ صاحبزادے ایمان لے آئے تو ایک دن انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے باپ! اس جنگ (بدر) میں کئی مرتبہ اس کی نوبت آئی کہ آپ ٹھیک میری زد کے اوپر آ گئے اور میں چاہتا تیر پھینکتا یا تلوار لگاتا تو یقیناً آپ کو ختم کر دیتا۔مگر دل میں خیال آیا کہ میرا باپ ہے میں بیٹا ہو کر باپ پر حملہ کروں؟ یہ اس نے کہا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس غزوہ میں تو میری زد میں نہیں آیا۔اگر آ جاتا تو خدا کی قسم! سب سے پہلے تیرے گلے پر تلوار چلاتا۔

اس لئے کہ تو میرا بیٹا نہیں تھا۔جب تو دشمن رسولؐ بن گیا۔تو میں دشمنان رسولؐ سے

مقابلہ کررہا تھا۔آل اوراولاد کا وہاں کیا کام؟

تو محبت خداوندی کا ظہوراس وقت ہوتا ہے جب اللہ اور رسول ؐ کا مقابلہ دوسری چیزوں سے پڑ جائے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان اور محبت رسول ؐ کے مقابلہ میں بیٹے کو ختم کردینا چاہتے تھے تو وہاں محبت دو باتوں سے پہچان جاتی ہے۔ایک یہ کہ دعویٰ ترک کردے۔دوسرے محبوب کا اتباع کرے۔اتباع بھی نہ ہو اور مدعی بھی ہو۔وہ جھوٹا دعویٰ ہے۔حقیقی دعویٰ نہیں ہے۔ اس لئے دعویٰ بھی ترک کیجئے۔نیت بھی اپنی صحیح کیجئے۔عشق رسول ؐ ہے تو سنت رسول ؐ کی پیروی کیجئے۔(خطبات حکیم الاسلام ج ۲ص ۲۴۳)

زندگی کا کوئی گوشہ خالی نہیں جس کا نمونۂ عمل آپ ﷺ نے نہ دکھلایا ہو

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور نمونہ جامع ہے جیسا کہ آپ ؐ خود دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نے جامع رسول ہمارے پاس بھیجا۔زندگی کا کوئی گوشہ خالی نہیں جس کا نمونہ عمل نہ دکھلایا ہو۔تو آپ کو ہر گوشۂ زندگی میں دیکھنا چاہیئے کہ میرے رسول ؐ نے یہ فعل کس طرح انجام دیا۔اگر غمی ہو جائے تو آپ دیکھیں کہ میرے رسول ؐ نے یہ غمی کس طرح انجام دی۔آج تیجے، دسویں اور چالیسویں کئے جاتے ہیں۔

اسی طرح اگر شادی ہو تو میرے رسول ؐ نے کس طرح شادی کی؟ آیا اسی طرح سے برادریوں کے اندر نوید پھیری تھی۔اسی طرح بڑھ چڑھ کر مفاخرت کی دعوتیں کی گئیں تھیں۔تو خوشی ہو یا غمی ہر چیز کے اندر مومن اور مسلم کی پہلی نگاہ اس پر جانی چاہیئے کہ میرے رسولِ پاک ؐ نے کس طرح کر کے دکھلایا؟ تو کوئی وجہ نہیں کہ نماز میں تو آپ رسول ؐ کی اطاعت کریں۔شادی بیاہ میں نہ کریں۔موت اور غمی میں نہ کریں۔یہ چیزیں آپ کے اختیار میں تھوڑا ہی دی گئیں۔یہ چیزیں تو اہم چیزیں ہیں۔میں کہتا ہوں کہ معمولی معمولی چیزیں بھی آپ کے اختیار میں نہیں دی

گئیں۔لباس پہننا بھی آپ کے اختیار میں نہیں دیا گیا۔آپ پابند ہیں کہ اسی نمونے کے مطابق پہنیں جو اللہ کے رسولﷺ کا نمونہ ہے۔

عاشق تو وہ ہوتا ہے جو لباس پہنے تو دیکھے کہ میں سنت کے مطابق کر رہا ہوں یا سنت کے خلاف کر رہا ہوں

حدیث میں ہے کہ کرتہ پہنو تو دایاں ہاتھ پہلے دائیں آستیں میں ڈالو۔ بایاں ہاتھ بعد میں ڈالو۔تو سنت طریق یہ تھا کہ دایاں ہاتھ پہلے ڈالو اور بایاں بعد میں ڈالو۔آج موجودہ تہذیب کے مطابق بایاں پہلے ڈالتے ہیں اور محبّ رسولؐ اور عاشقِ رسولؐ ہیں۔عاشق تو وہ ہوتا ہے جو لباس پہنے تو دیکھے کہ میں سنت کی مطابقت کر رہا ہوں یا سنت کے خلاف کر رہا ہوں۔محبوب کے طرز عمل پر چل رہا ہوں یا اپنے نفس کو محبوب بنا رکھا ہے۔اس کے نمونے پر چل رہا ہوں۔تو لباس میں بھی آپ آزاد نہیں ہیں۔

فرمایا گیا جب رات کو سوتے وقت لباس اُتارو تو اُسے زمین پر یا فرش پر ویسے نہ ڈالو۔دو یا تین تہہ کر کے رکھو یا اوپر ٹانگو۔فرماتے ہیں:

اِطْوُوْا ثِیَابَکُمْ تَرِدُ اِلَیْھَا اَرْوَاحاً

کپڑوں کو لپیٹ کر رکھو۔کپڑوں میں ارواح ہوتی ہیں۔کپڑے کی ایک روح ہے۔اگر وہ نکل گئی تو کپڑے کی برکت جاتی رہے گی۔پہننے کا حظّ اور لذت ختم ہو جائے گی۔تو معلوم ہوا کہ لباس اُتار کر رکھنے میں بھی آزاد نہیں۔ایک طریقہ ہمیں بتلا دیا گیا ہے۔(خطبات حکیم الاسلام ج ۲ص۲۴۴)

نیند کا مسنون طریقہ

اسی طرح ہم سونے میں بھی آزاد نہیں۔سونے کے چار ہی طریقے ہیں یا آدمی اُلٹا لیٹ کر

سونے یا چت لیٹ کر سوئے۔ یا دائیں کروٹ یا بائیں سوئے۔ اُلٹا لٹک کر یا کھڑے کھڑے نہیں سوسکتا۔ اس لئے یہی چار طریقے متعین ہیں۔

تو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اوندھا لیٹ کر سونا مکروہ ہے۔ شریعت نے اُسے پسند نہیں کیا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ' مسجدِ نبویؐ میں اُلٹے لیٹے ہوئے تھے۔ آپؐ نے پیر سے ٹھوکر ماردی اور فرمایا:

یَاجُنُدَبُ یَا جُنُدَبُ اِنَّ ھٰذِہٖ ضَجُعَۃُ اُھُلِ النَّارِ

یہ اندھا لیٹنا جہنمیوں سے مشابہت ہے۔

اہل جہنم اوندھوں منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ مومن کا کام یہ نہیں ہے کہ جہنمیوں سے مشابہت پیدا کرے۔ اس لئے اوندھا لیٹنا ناپسند کیا اور مکروہ قرار دیا۔

کوئی شخص چت لیٹے تو جائز تو ہے مگر پسندیدہ نہیں۔ اس واسطے کہ ضعیفوں کی سی ہیئت ہے۔ بیمار آدمی ہو تو چت پڑا رہتا ہے۔ ایسے ہی جو بے قابو گرتا ہے تو چت گرتا ہے۔ کہا کرتے ہیں کہ فلاں پہلوان نے پچھاڑ دیا اور وہ چاروں شانوں چت گرا۔ یوں نہیں کہتے کہ چاروں شانوں پٹ گرا۔ تو چت گرنا بے قابو ہونے کی علامت ہے۔ تو ضعیفوں کی سی ہئیت بنانے کو شریعت نے پسند نہیں کیا۔ چنانچہ فرمایا گیا۔

اَلُمُؤُمِنُ الُقَوِیُّ خَیُر'' مِنَ الُمُؤُمِنُ الضَّعِیُفِ

قوی مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔ بہادر مسلمان بزدل مسلمان سے بہتر ہے۔ بزدلی اسلام کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔ بہادری جمع ہوتی ہے۔ تو ضعیفوں اور بے قابو لوگوں کی سی ہیئت بنانا پسندیدہ نہیں۔

اب رہا بائیں کروٹ پر لیٹنا یہ بھی جائز ہے۔مگر شریعت نے کچھ نامناسب سمجھا ہے۔ اس واسطے کہ بائیں جانب قلب ہے۔جب آپ بائیں رُخ پر لیٹیں گےتو قلب کوزیادہ سکون ملے گا اور جتنا زیادہ سکون ملے گا نیند گہری آئے گی۔اور جتنی گہری نیند آئے گی آپ گھوڑے بیچ کرسوئیں گے۔پھر نہ نماز کی فکر رہے گی، نہ تہجد کی نہ قیامِ لیل کی۔تو اس سے عبادت کے نظام میں خلل پڑے گا۔عبودیت کے اندرفرق پڑے گا۔ونومِ غریق (گہری نیند) شریعت نے پسند نہیں کیا۔چوکنا سونا شریعت نے پسند کیا ہے۔اس واسطے یہ بھی ناپسند ہے۔

اب ایک یہی طریقہ رہ جاتا ہے یعنی دائیں کروٹ پر لیٹنا۔یہی سنت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اوردائیں کروٹ پر جب آدمی لیٹے گا۔تو قلب بائیں جانب ہے وہ معلق رہے گا۔جب معلق رہے گا تو گہری نیند کبھی نہیں آئے گی۔چوکنّا نیند آئے گی۔اس وقت ارادہ کر کے سوئے گا جب بھی آنکھ کھلے گی۔تو میں کہتا ہوں کہ ہم سونے میں بھی آزاد نہیں۔آپ سمجھتے تھے کہ یہ ایک عادت کی چیز ہے۔طبعی چیز ہے طبعیات پر بھی شریعت نے آداب عائد کردیئے ہیں۔ہم تو سونے میں بھی پابند ہیں چہ جائیکہ شادی اورغمی میں آزاد ہوجائیں۔چہ جائے کہ رسوم میں آزاد ہوجائیں تو لباس اورسونے کے اندربھی قانونِ شریعت لاگو ہے۔(خطبات حکیم الاسلام ج۲،ص۲۴۶)

رسوم وخیالات اورقانونِ شریعت

حتیٰ کہ ہمارے خیالات کے اوپر بھی یہ قانون لاگو ہے کہ خیالات بدبھی دل کے اندر نہ لاؤ۔فکربھی صحیح ہو،عقیدہ بھی صحیح ہو۔قلب پاک چیز ہے پاک ظرف ہے اس کے اندر پاک چیز یں بھرو۔ناپاک چیزیں مت بھرو۔تو ہمارے قلب پر بھی قانونِ شریعت عائد ہے۔

سلاطین دنیا کا قانون بدنوں پر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ بدن تک ہی اُن کی رسائی ہے۔

ہمارے قلب اور قلبی خیالات کو وہ نہیں جان سکتے۔لیکن جو

"عَلِیۡم" بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ"

ہو دلوں کی کھٹک سے واقف ہو اس کا قانون تو دل پر بھی عائد ہوگا۔ وہ دل کی حرکت کو بھی دیکھ رہا ہے۔تو دیانتۃً ہم پر ضروری ہوا کہ تنہائی میں بیٹھ کر بدفکری بھی نہ کریں۔ خیالاتِ فاسد بھی نہ لائیں وساوس بھی سوچ سوچ کر نہ لائیں۔ غیر اختیاری طور سے آ جائیں تو بلا سے آ جائیں۔تو جب قلوب، خیالات، لباس، سونا اور جاگنا میں پابند ہیں تو ہم دُنیا اور معاشرت کے اہم امور میں کیسے آزاد ہو جائیں گے؟ ان میں بھی ہم پابند رہیں گے۔ شادی ہو گی اس میں دیکھنا پڑے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کی شادیاں کس طرح سے ہوئیں؟ غمی ہو گی تو ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ نے غمی کے وقت میں کیا کیا؟ یہ نہیں فرمایا کہ تم بیان کر کر کے روؤ بلکہ فرمایا:

اِنَّ الۡمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبُکَآءِ اَھۡلِہٖ عَلَیۡہِ۔

تم بیان کر کر کے روتے ہو اس سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اور وہ عذاب یہ نہیں ہوتا کہ جہنم میں ڈال دیا جائے۔ بیان کرتے ہوئے جب یوں کہا جاتا ہے کہ **واجَبَلاہُ۔ وَاکَـــذَاہُ** ہائے تو تو پہاڑ جیسا تھا۔ہائے تو تو سونے جیسا تھا۔تو ملائکہ چوکے لگاتے ہیں کہ کیا واقعے آپ پہاڑ ہی تھے۔واقعی آپ ایسے عظیم تھے۔ یہ جو طعن کا طرز ہوتا ہے۔ یہ برچھے سے زیادہ آدمی کو تکلیف پہنچاتا ہے۔تو یہاں ہم بیان کر کے مناقب بیان کرتے ہیں۔ وہاں عذاب دیا جارہا ہے۔شریعت کا منشاء یہ ہے کہ اگر بڑے سے بڑا غم پیش آ جائے تو صبر کرو۔تحمل سے کام لو عمل کے نظام خلل نہ پڑے رونا اور رونے کو لیکر بیٹھنا اور ماتم کرنا یہ بزدل عورتوں کا کام ہوتا ہے۔ مردوں کا کام نہیں ہے کہ رورو کر گزاریں بڑے سے بڑا صدمہ آ

ئے تو مضبوط قلب ہو کر رہے ماتم کے کیا معنی؟ تو رونے کا جب وقت آئے تو آپ اس وقت بھی شریعت کو دیکھیں گے کہ میرے نبیؐ نے کیا کیا؟ آنکھوں سے رونا جائز ہے۔ بیان کر کر کے اور نوحہ کر کے رونا پینا جائز ہے۔

ترکِ سنت کا وبال

غرض شادی ہو۔ غمی ہو، چلنا ہو پھرنا ہو، اُٹھنا ہو، بیٹھنا ہو، سونا ہو جاگنا ہو، راہنما اس میں سُنت بنے گی۔ اگر سنت کو ترک کر دیا جائے اور حدیث کو قطع کر دیا جائے تو زندگی بنتی نہیں قرآن تو دستوراساسی ہے۔ دستورِاساسی سے معاشرت تھوڑا ہی بنا کرتی ہے جب تک اس کا بیان کر کے اس کی جزئیات سامنے نہ آئیں اور بیان شدہ چیزوں میں سے استنباط کر کے سارے پہلو نہ کھول دیئے جائیں۔ تو عمل کر ہیئت نہیں بن سکتی۔ اصول اور کلیات سے عمل تھوڑا ہی ہوسکتا ہے۔ عمل جزئیات سے ہوتا ہے اور جزئیات جب نکلتی ہیں جب کلیات میں سے نکالی جائیں اور کلی کا بیان کیا جائے تو بیان رسول کو اگر قطع کر دیا۔ تو کلیات ہی کلیات رہ جائیں گی۔ عمل ممکن نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقط قرآن پر اکتفا کرنے والے فی الحقیقت کام چوروں کی جماعت ہے۔ اس لئے کہ نہ انہیں عمل مقصود اور نہ عمل کی محنت اُٹھا سکتے ہیں۔ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمیں لوگ پکا مومن سمجھیں۔ تو انہوں نے کہا کہ حدیث کا رشتہ (قرآن حکیم سے) قطع کر دو۔ نہ ہوگا نہ عمل کی ضرورت پیش آئے گی۔ قرآن سے جتنا ہمارا جی چاہا کر لیا۔ جتنا جی نہ چاہا نہ کیا۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ سنت راہنما ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ایک روشن مینار ہے جس سے اللہ تک پہنچنے کا راستہ نظر آتا ہے۔ اور آپ کی سُنتیں اس راستہ پر چلنے کی راہنمائی کرتی ہیں۔ اور وہ راستہ کتاب اللہ ہے جو اللہ تک پہنچاتا ہے۔ اور چلنے والے آپ ہیں۔ اگر آپ میں طاقت ہے تو آپ چلیں گے اور طاقت نہیں ہے یا آپ پیدا بھی نہیں کرنا چاہتے تو چلنے

والا کوئی نہیں رہے گا اس کا الزام کتاب وسنت پر نہیں آئیگا۔ چلنے والوں کی کوتاہی پر آئے گا۔

(خطبات حکیم الاسلام ۲/ص ۲۴۸)

متبع سُنّت کی کچھ علامتیں

یہی چند چیزیں ہیں جن کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:-

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

حق تعالیٰ نے بشارت سُنائی کہ تمہارے پاس نور آ گیا۔ اللہ کی جانب سے آیا ہے۔ معاذ اللہ کوئی بنا ہوا نہیں ہے۔ کسی نے اختراع کر کے کہہ دیا ہو کہ میں نور ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا نور تمہارے پاس پہنچ گیا۔

مفسرّین لکھتے ہیں کہ نُور' سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی ہے۔ جو روشنی راہ ہے۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ فقط روشنی نہیں آئی کتٰب' مُبین بھی آئی ہے جو سیدھا راستہ ہے۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ

یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس پر چلو۔ یہ ایک ہی راستہ ہے۔ سُبل متفرقہ پر مت چلو۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

مُبتدع اور متبع سُنّت کی کچھ علامتیں ہیں۔ بدعت پسند کی علامت ہمیشہ مجادلہ اور بدکلامی ہے۔ اور متبع سُنت کی علامت ہمیشہ سلامتی اور سادگی کے ساتھ مسئلہ بیان کرنا ہے۔

حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں جس قوم میں بدعت کا نزغہ پیدا ہو گیا۔ جدال ومجاولہ بدگوئی وبدکلامی اور جھگڑا اس کے اندر ضرور آ جائے گا۔ اشتعال انگیزی اور فساد پھیلانا اس کا وطیرہ ہوگا۔ اور جو سنت پر قائم ہوگا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ پیش کردے گا۔ نہ اس میں جذبات کی

ضرورت ہے۔نہ بُرا کہنے کی ضرورت ہے۔بہرحال روشنی اور سیدھا راستہ نور اور کتاب مبین سے مراد ہیں۔آگے فرماتے ہیں:

يَهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ

اللہ اسے سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔سلامتی کے راستے اُس کے سامنے کُھلتے ہیں۔جو اُس کی رضا کی پیروی کرے اور چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔(خطبات حکیم الاسلام ج ۲ ص ۲۴۹)

اتباع سنت ہی اصل عبدیت ہے

اور فرمایا کہ تیسرے مولانا گنگوہیؒ ہیں جو میرے مربی بھی ہیں اور استاذ بھی، وہاں یہ تھا کہ تھوڑی سی تکلیف آتی تو ہائے وائے کچھ نہیں ہوتا بلکہ دوا کا اہتمام ہوتا۔طبیب کو بلاؤ، ڈاکٹر کو بلاؤ دوا دو، پھر غذا کیا ہوگی۔پرہیز کیا ہوگا، ڈاکٹر آرہے ہیں۔اطباء آرہے ہیں تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بظاہر توکل کے خلاف ہے کہ تھوڑی سی بیماری آئی اور اس کے دفعیہ کے لئے آدمی اتنا اہتمام کرے کہ انتہاء کردے

اجملوا فی الطلب وتوكَّلُوا عَليه

یہ توکل کی شان کے خلاف ہے۔حضرت نے فرمایا کہ یہ بدن سرکاری مشین ہے اس کے مالک ہم نہیں ہیں بلکہ مالک حق تعالیٰ شانہ‘ ہیں البتہ اس کی حفاظت ہمارے اوپر فرض ہے یہ امانت ہے اس کی حفاظت کروتا کہ خیانت نہ ثابت ہو، بندہ جب بیمار ہو تو طریقہ سنت یہ ہیکہ علاج کروتا کہ سرکاری مشین کی حفاظت ہو۔اور ہمارے ذمّہ حفاظت ہی کرنا فرض ہے اور فرمایا اتباع سنت ہی اصل عبدیت ہے، تو عبدیت کے ان کے یہاں یہ معنی تھے پھر والد صاحب فرمانے لگے کہ میں نے ان تین بزرگوں کو دیکھا ہے۔(حکیم الاسلام اور ان کی مجالس ص ر ۵۱)

ایک تو ظواہر سنت کا اتباع کرنا ہے

بعض ہائے ہائے کرتے جیسے حاجی صاحبؒ اور بعض سکوت کرتے، جیسے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور بعضے دفعیہ کے لئے تدارک کرتے تاکہ اتباع سنت ظاہر ہو۔ تو ایک جگہ اظہار عجز ہے اور ایک جگہ تفویض ہے۔ اور ایک جگہ اتباع سنت ہے یہ ساری چیزیں عبدیت ہیں تو فرمایا کہ میں بیماری میں کبھی اپنے پیرومرشد حضرت حاجی صاحبؒ کی اتباع کرتا ہوں۔ تھوڑی بیماری میں ہائے ہائے کرتا ہوں تاکہ میرا عجز ظاہر ہو جائے۔ اور بعض مرتبہ اپنے والد بزرگوار کے نمونہ پر عمل کرتا ہوں کہ بڑی سے بڑی بیماری میں پتہ تک نہیں دیتا تاکہ تفویض واضح ہو جائے۔ اور بعض مرتبہ علاج کے اندر تھوڑا سا غلو کرتا ہوں اور اہتمام کرتا ہوں تاکہ اپنے استاذ حضرت گنگوہیؒ کے اُسوہ پر عمل ہو اس کے بعد ہم کو معلوم ہوا اور بات کھلی کہ یہ ہے قِصہّ بہرحال عبدیت کے مختلف طریقے ہیں۔ ایک تو ظواہر سنت کا اتباع کرنا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اس کی علت کیا ہے حکم ہے کرنے کا اس لئے کرتے ہیں۔ اور یہی عبدیت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی سرا اور علّت اور راز معلوم کر کے اس پر چلو اور یہ فقہ باطن ہے یہ بھی اتباعِ سنت ہے اور بعض دفعہ اظہار عجز ہے یہ بھی اتباع سنت ہے فرمایا کہ مختلف بزرگوں کے مختلف نمونوں پر، مختلف اوقات میں عمل کرتا ہوں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرتؒ کو سخت دورہ پڑا۔ سردی کا زمانہ تھا مگر کسی کو اطلاع نہیں دی۔ ہمارا بچپن تھا والدہ مرحومہ کے سامنے جب اس واقعہ کا ذکر آیا تو کہا کہ آپ نے مجھے کیوں نہ اٹھالیا، بس بگڑ گئے اور فرمایا کہ یہ تمہارے ساتھ مشغول ہونے کا وقت تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ ہمارا آخری وقت ہے تو ایسے وقت میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا، یا تمہاری طرف متوجہ ہوتا، میں نے توجہ الی اللہ کی اور ذکر شروع کر دیا کہ شاید یہ وقت اخیر ہو۔

چنانچہ حیدرآباد میں یہی ہوا کہ جب لوگ مایوس ہو گئے اور حالت آخری ہوئی، تو بعض

لوگوں نے کہا کہ کیا طیّب اور طاہر کو تار دیکر بلالیں، فرمایا ہرگز نہیں۔ کیا یہ طیّب و طاہر میں مشغول ہونیکا وقت ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنیکا وقت ہے،

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کے عمل کے رنگ مختلف ہیں لیکن مقصد ایک ہی ہے۔ اکابر اہل اللہ کے عمل کے ڈھنگ الگ ہیں مگر آخیر میں آکر یہی اتباع سنت اور اتباع شریعت نکلتی ہے ظاہر میں عمل کے نمونے مختلف ہیں واقعی اندازہ یہ ہوا کہ جب تک اہل اللہ کا طرز عمل سامنے نہ ہو کہ مختلف اوقات میں کیا ڈھنگ اختیار کرتے تھے محض اپنے عقلی گھوڑے دوڑانے اور محض اپنی رائے سے اصل بات کھلتی نہیں نمونہ سامنے آنے سے کھلتی ہے۔

مجدِ دِ وقت کی علامات: اتباعِ سنّت کامل ہو، علومِ شرعیہ کے اوپر حاوی ہو، اس میں تقویٰ اور طہارت کا اہتمام ہو

بہرحال مجدّد کی کوئی علامت منضبط نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ مجدّد کو خود بھی خبر ہو کہ میں مجدّد ہوں۔ مگر کام لیا جارہا ہے تجدید کا یعنی علم گہرا ہو اور اتباع سنت کامل ہو علوم شرعیہ کے اوپر حاوی ہو، تقویٰ اور طہارت ہو، لوگ خود پہچان جاتے ہیں کہ یہ شخص اس درجہ کا ہے کہ قلوب کو پلٹ سکتا ہے اور ذہنی انقلاب پیدا کرسکتا ہے، ان کے کارناموں سے متعین ہوجاتا ہے کہ انھوں نے تجدید کا کارنامہ کیا ہے، مثلاً حضرت گنگوہیؒ نے سنت اور بدعت کے اندر کافی امتیاز پیدا فرمایا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ مجدّد ہیں سنت اور بدعت کے۔ (حکم الاسلام اور ان کی مجلس ص ۱۳۴)

خلاف سنت عمل کی ایک عجیب مثال

حکیم الاسلام مدّ ظلّہ العالی نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہؒ کے دو خلیفہ مکے میں رہتے تھے۔ ایک مولانا محبّ الدین صاحبؒ یہ صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے۔ دوسرے مولانا

شفیع الدین نگینوی صاحبؒ۔

میں نے مولانا شفیع الدینؒ کی زیارت کی ہے پہلی مرتبہ جب حج کو گیا ہوں تو مولانا باحیات تھے۔کوہِ صفا پران کا مکان تھا بڑی محبت اور شفقت سے ملے اور اپنے حجرے میں مجھے لے گئے وہاں چائے وغیرہ پلائی۔ یہ بڑے قوی النسبت لوگوں میں سے تھے۔

اور مولانا محبّ الدین صاحبؒ ان سے بھی زیادہ قوی النسبت تھے اور ساتھ ہی صاحب کشف لوگوں میں سے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی تمام آداب وشرائط کے ساتھ وضو کرے۔ اور اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور لا یُحدث فیہ نفسہ' اس میں خیالات کو سوچ سوچ کر نہ پکائے تو

غفرله' ماتقدم من ذنبهٖ

یعنی اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔

تو مولانا محبّ الدین صاحبؒ نے اس حدیث پر عمل کرنے کا ارادہ کیا اور پورے اتباع کے ساتھ وضو کیا اور سارے شرائط پورے کئے حسن نیت اور اخلاص سے (حکیم الاسلام اور ان کی مجالس ص ر ۱۴۷)

دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ مگر نماز میں آنکھیں بند کرلیں۔ تاکہ وسوسے نہ آنے پائیں۔ اس طرح سے نماز پڑھی کہ اِدھر اُدھر خیال نہیں گیا۔ نماز کے بعد ان کو انشراح ہوا کہ ٹھیک حدیث کے مطابق ہماری نماز ہوئی ہے چونکہ یہ صاحب کشف تھے اس لئے مراقبہ ہوئے کہ میں عالمِ مثال میں اپنی نماز کی صورت دیکھوں کہ قبولیت کے کیا آثار نمایاں ہوئے تو ان کی نماز متمثل ہوئی ایک حسین اور جمیل عورت کی صورت میں نہایت خوبصورت اور حسین وجمیل، لباس بڑا فاخرہ اور معنبر اور معطر لیکن آنکھوں سے اندھی اب یہ حیران ہوئے کہ یہ تو سارا حسن ہی کرکرا ہوگیا۔ جب

آنکھ ہی نہیں ہے تو پھر جمال ہی کیا رہ گیا۔اس کی وجہ پر غور کرنے لگے مگر وجہ معلوم نہیں ہوسکی۔پھر حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور سارا واقعہ بیان کیا۔حضرت نے برجستہ فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے مولانا! آپ نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی ہے۔کہا جی حضرت ہم نے ایسا ہی کیا تاکہ وسوسے نہ آئیں۔تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا یہ سنت کے خلاف ہے۔چونکہ آپ کی نماز میں ایک سنت ترک ہوگئی اس کا عیب نماز میں نمایاں ہوا نماز اعلیٰ اور مقبول مگر ایک سنت کے ترک پر خرابی پیدا ہوگئی۔اگر آپ کھلی آنکھوں نماز پڑھتے اور ہزاروں وسوسے آتے تو اس حدیث کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ حدیث میں ہے

لا یحدث فیه نفسه'

مطلب یہ ہے کہ وساوس اپنے ارادے سے مت لاؤ اور آپ کے خیال بے ارادے تھے اسلئے اگر ہزار وسوسے آتے تو حدیث شریف کے خلاف نہ ہوتا اور نہ نماز میں کوئی فرق پڑتا مگر آپ نے سنت چھوڑ دی جس کی وجہ سے وہ عیب نمایا ہوا .اتنا بیان کرنے کے بعد حکیم الاسلام پر ایک جذب کی کیفیت پیدا ہوگئی پھر آپنے فرمایا کہ یا اللہ ہماری نماز میں تو واجبات بھی ترک ہو جاتے ہیں۔تو ہماری نماز کی شکل کیا ہوگی۔جب ایک سنت کے ترک پر اتنا بڑا عیب پیدا ہو گیا تو جہاں مستحبات اور سنت بلکہ واجبات ندارد ہیں تو اس نماز کی شکل کیا ہوگی۔خیر بڑوں کی بڑی بات ہوتی ہے۔ہم تو عوام میں سے ہیں۔ہم تو فرائض واجبات ادا کریں نماز ہوگئی یہ تو گرفت بڑوں کے لئے ہے ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی گرفت ہو جاتی ہے۔ان کی حیثیت درباری جیسی ہے۔جس کی ایک ایک ادا نظر میں رہتی ہے۔لہذا مایوسی اس وقت پیدا ہوگی جب ہم یہ سمجھ لیں کہ ہمارا بھی وہی مقام ہے جو ان کا تھا۔اور جب ان سے ایک مستحب ترک نہیں ہوا تو ہم سے

کیوں ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ مقام ہی نہیں لہذا اپنے مقام میں رہ کر اس پر عمل کرو۔

اللہ تعالیٰ سے آرزو کرو مگر اپنی حیثیت کے مطابق۔ اگر حیثیت سے زیادہ آرزو کرو گے تو یہ ایسا ہے جیسے کہ گھاس اور تنکا یوں کہے کہ میں پہاڑ سر پر اٹھالوں تو تنکے کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جو پہاڑ کو اٹھائے گا۔ لہذا اپنی طاقت کے مطابق آرزو کرنی چاہئے۔ (حکیم الاسلام اوران کی مجالس ص ۱۴۹)

بہت سی سنتوں کی اصل کیفیت ہم حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو دیکھ کر سیکھتے تھے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا بیان ہے کہ

''بہت سی سنتوں کی اصل کیفیت ہم حضرت شاہ صاحب (علامۃ العصر محمد انور شاہ کشمیری) مرحوم کو دیکھ کر سیکھتے تھے رفتار مسنون انداز کی تھی۔ زمین پر نہایت ہی سبک قدم رکھتے جس وقت چلتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کا منظر دکھائی دیتا جس کی کیفیت شمائل کی عام کتابوں میں صحابہ نے

" كانما ينحط الى صبب"

ہندوستان کی اسلامی تاریخ پر نظر رکھنے والے سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ تیرہویں صدی کے وسط تک بھی عقد بیوہ گان کو معاشرتی جرم کی حیثیت حاصل تھی اور بقول مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ ''نکاح ثانی بیوگان کو ایسا برا اور سخت عیب سمجھتے تھے کہ کرنا تو کرنا اگر کوئی نام بھی لے لیتا تھا تو مارنے مرنے پر مستعد ہو جاتے تھے۔ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خال خال ہی ایسے مواقع پیش آئے جب اہل علم نے عملاً اس سنت کے احیاء کی جرأت کی تاہم عام اور اچھے خاصے دیندار سمجھے جانے والے مسلمانوں کے طعن و تشنیع کے تیر جھیلنے سے وہ بھی محفوظ نہ رہ سکے اور معاشرہ پر اس رسم قبیح کا اس قدر غلبہ تھا کہ اس مسئلہ کو کوئی واعظ اٹھانے کی ہمت بھی نہ کرتا اور

اگر کسی بے باک نے یہ جرأت کربھی ڈالی تو تاریخ بتاتی ہے کہ بعض کرسر عام منبر سے اتار دیا گیا دیو بند جس کے مقدر میں احیاء اسلام کی عظیم تحریک ''دارالعلوم دیو بند'' کا مبداء مرکز بننا کاتب تقدیر نے لکھ دیا تھا اور جو بعد میں اس سنت اور اس کے علاوہ ہزاروں سنتوں کے احیاء کا علمبردار بنا اس بات کا گواہ ہے کہ اس مسئلہ سے چھیڑ خانی کرنے والے ایک واعظ کو اس کے باشندوں نے بر سر منبر ہی پکڑ لیا اور اچھی طرح ''زبانی مزاج پرسی'' کی۔ (نقوش علماء دیو بند ص ۱۹)

باب ۵۰

مرشدی و مولائی فقیہ الامت مفتی اعظم ہند حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کا اتباع سنت

اتباع سنت میں حضرت مرشدی کو کمال فنائیت کا درجہ حاصل تھا

ارشاد فرمایا۔

لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُم حَتیّٰ یَکُوْنَ ھَوَاہ' تَبْعاً لِمَا جِئتُ بِہٖ (مشکوٰۃ، ص ۳۰۱)

تم میں کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی (شریعت اور احکام) کے تابع نہ ہو جائے۔

بس کمال یمان کے لئے کامل اتباع سنت ضروری ہے حضرت والا قدس سرہٗ کے اندر اتباع سنت کا جو جذبہ اور شیفتگی تھی اس کو اس شعر سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

رشتۂ درگردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میری گردن میں دوست نے ایک رسی ڈال رکھی ہے
جدھر اس کا دل چاہتا ہے لے جاتا ہے

اتباع سنت میں حضرت والا کو گویا کمال فنائیت کا درجہ حاصل تھا۔ عبادات سے لیکر طبعی مرغوبات تک میں اتباع سنت کا پورا اہتمام رہتا تھا گویا سنت کے علاوہ نہ کسی چیز کی رغبت تھی نہ خواہش، خواہش ورغبت تھی تو سنت کی یہی آپ کے یہاں اصل بزرگی اور ولایت کی نشانی تھی اور اتباع سنت کے بغیر بڑے بڑے مجاہدات اور ریاضتوں کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ مباح اور طبعی امور جو سنت کے مطابق ہوں ان عبادات اور مجاہدات سے بدرجہا افضل ہیں جو خلاف سنت ہوں۔ بقول شیخ سعدیؒ

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ
خلاف پیمبر کے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ترجمہ: سعدی یہ مت سمجھ کہ صفا کا راستہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر چلا جا سکتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جس نے راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل پر نہیں پہونچے گا۔

حضرت اقدس سرہٗ زندگی کے ہر شعبہ میں قدم قدم پر سنت نبویہ ﷺ کی پیروی فرماتے تھے

اس لئے حضرت والا قدس سرہٗ زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ عبادت سے تعلق رکھتا ہو یا معاشرت سے قدم قدم پر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی فرماتے تھے اور کسی حال میں بھی

اس بارے میں سر مو فرق نہیں آنے دیتے تھے ہر وقت باوضو رہنا عادت شریفہ میں داخل تھا۔ عبادت میں ہر ہر رکن میں آداب وسنن کا پورا اہتمام فرمایا کرتے تھے مثلاً نماز میں قیام وقرأت سنت کے موافق (کمال خشوع وخضوع کیساتھ) اس کے بعد رکوع بھی موافق سنت سجدہ بھی موافق سنت ہر رکن میں پوری تعدیل اور ہر جز میں کامل سکون غرض کہ سنت وآداب ومستحبات کی پوری رعایت فرماتے۔ (حیات محمود ص ر ۴۵ ج ۲)

حضرت کا نماز میں قرأۃ مسنونہ کا اہتمام

جن نمازوں میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص سورتیں پڑھنا ثابت ہیں ان کا بھی اہتمام فرماتے مثلاً جمعہ کے روز فجر کی نماز میں اول رکعت میں الم تنزیل، دوسری میں سورۃ الدھر پڑھنا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لئے حضرت والا کی خواہش ہوتی کہ اس کا اہتمام کیا جائے۔ البتہ احیاناً ترک بھی کر دیا جائے تا کہ وجوب کا ایہام اورالتزام مالا یلزم نہ ہو وتر میں اول رکعت میں

سبح اسم ربّك

اور دوسری میں

قُل یاایھا الکافِرُوْن

تیسری میں

قُل ھُوَ اللّٰہ اَحَد

حدیث شریف میں ہے اس لئے اس کا پورا اہتمام فرماتے اسی طرح دوسری نمازوں میں صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی حدیث شریف میں تاکید آئی ہے، اس لئے حضرت والا کے معمول میں داخل تھا کہ جمعہ کے روز اذان جمعہ پر ہی ہمیشہ صلوٰۃ التسبیح ادا فرماتے اور بعض احادیث میں

مسبّحات (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں **سبح یا یسبح** آیا ہے) میں سے کوئی چار سورتیں چاروں رکعت میں پڑھنا ثابت ہے اس لئے حضرت والا اسی کا اہتمام فرماتے۔

اوقات مخصوصہ میں مخصوص سورتوں کا اہتمام

دن رات میں جن اوقات میں جن سورتوں کا حدیث شریف میں پڑھنا ثابت ہے، یا اس کی فضیلت آئی ہے ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے۔

مثلاً فجر بعد یسٰین شریف عصر بعد سورۃ النباء مغرب بعد سورۃ الواقعہ عشاء بعد سونے سے قبل سورہ الم تنزیل، سورۃ الملک سورۃ الدخان جمعہ کے روز سورۂ کہف کا ہمیشہ اہتمام فرماتے۔ جن اوقات میں جن دعاؤں کا ثبوت ہے اس کا بھی پورا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ (حیات محمود، ص/۴۶ ج۲)

ایک دفعہ حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مرحوم ومغفور مبلغ دارالعلوم دیوبند نے فرمایا، فلاں کتاب میں لکھا ہے کہ وتر میں دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا چاہیئے یہ ثابت ہے حضرت والا نے فرمایا۔ ثابت ہے نورالایضاح میں لکھا ہے مولانا نے فرمایا آپ پڑھتے ہیں حضرت نے فرمایا نورالایضاح میں جب سے پڑھا ہے برابر پڑھتا ہوں۔

حضرت والا سنت تو سنت مستحبات کا بھی بہت ہی اہتمام فرماتے تھے

حضرت والا قدس سرہٗ ان آداب وسنن پر بھی پابندی سے عمل فرماتے تھے جن کی طرف عموماً نظر بھی نہیں جاتی، مثلاً وضو میں حضرت والا کو ہمیشہ دیکھا کہ ہاتھ دھوتے وقت ہاتھوں پر انگلیوں کی طرف سے کہنی کی طرف پانی ڈالتے ہیں کہنی سے انگلیوں کی طرف کو نہیں فقہا نے اس کو افضل اور مستحب فرمایا ہے الی المرافق۔ سے استدلال کرتے ہوئے اسی طرح پیر دھوتے وقت ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے۔ کہ انگلیوں کی طرف سے ایڑی کی طرف کو پانی ڈالا کرتے تھے۔ کہ فقہانے اس کا مستحب فرمایا ہے۔

وَاَرْجلکم اِلی الکعبین

سے استدلال کرتے ہوئے معذوری کے بعد جب کہ خدام ہی وضو کراتے تھے تب بھی حضرت والا اس کا اہتمام فرماتے کسی ناواقف خادم نے اگر اس کے خلاف کیا تو فوراً ہاتھ یا پیر ایک طرف ہٹالیا اور فرمایا کون ہے، اس جملہ سے اس خادم کو تنبیہ مقصود ہوتی۔

مسواک کا ادب

مسواک کرتے وقت اس کا اہتمام فرماتے۔ کہ تین مرتبہ مسواک کرتے اور ہر دفعہ مسواک کو پانی سے صاف کرتے اور کلی کرتے مسواک کرکے اس کو کھڑا کرکے رکھنا پسند فرماتے۔ کہ اس کو آداب میں شمار کیا گیا ہے۔ (حیات محمود ج۲ص۴۶۴)

حوض سے وضو کا اہتمام

جس جگہ حوض ہوتا۔ حضرت والا حوض سے وضو کرنا پسند فرماتے۔ چونکہ فقہا نے اس کو افضل فرمایا۔ مظاہر علوم قیام دوران نیز دارالعلوم دیوبند میں احاطہ مسجد میں قیام تھا، نیز جامع العلوم کانپور ہی قیام کے زمانہ میں عموماً حوض سے وضو فرماتے، انتہائی کمزوری کی حالت میں ایک دفعہ جامعہ محمودیہ میرٹھ تشریف آوری ہوئی خدام قیام گاہ پر ہی وضو کراتے تھے فجر سے قبل بعض خدام سے فرمایا تم نے یہاں حوض دکھایا ہی نہیں چلو حوض دیکھیں گے دو تین خدام پکڑ کر حوض پر لے گئے حوض پر آتے جاتے کئی مرتبہ چکر بھی آیا مگر حوض دیکھنے کے بہانے حوض پر تشریف لے گئے اور وضو فرمایا۔

وضو میں دوسرے سے مدد لینا

وضو میں کسی دوسرے سے مدد لینا کبھی پسند نہ فرماتے چونکہ فقہاء نے وضو میں استعانت

بالغیر کومکروہ فرمایا ہے البتہ جب بالکل معذور ہوگئے پھرتو بجبوری خدام وضوکراتے تب بھی جتنا خودکرسکتے اس کے خودکرنے کی کوشش فرماتے۔

مریضوں کی عیادت میں سنتوں کا اہتمام

نیز سنن میں بھی طریق سنت کا اختیار فرمایا کرتے مثلاً عیادت کرنا سنت ہے اور حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت بھی آئی ہے۔حضرت والا اپنے اہل تعلق کی عیادت فرماتے اور عیادت میں جومسنون طریقہ ہے اس کا بھی پورا اہتمام فرماتے۔

ایک دفعہ ڈابھیل تشریف آوری کے موقع پر محترم مولانا شفیع میاں صاحب مرحوم سملکی سخت بیماری کے سبب ہسپتال میں داخل تھے ہسپتال کافی فاصلہ پر دوسرے شہر (نڑیاڈ (ضلع کھیڑا) میں یہ ہسپتال تھا) میں تھا۔سخت گرمی اور لو کا زمانہ حضرت والا اول وقت فجر پڑھ کران کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور شام مغرب تک واپسی ہوئی مگر ہسپتال میں مولانا کے پاس چندمنٹ سے زیادہ نہ ٹھہرے،مولانا نے زیادہ ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا تو فرمایا۔

اَلْعَيَادَةُ فُوَاقَ نَاقَةٍ

(یہ ایک حدیث پاک ہے جس کا حاصل یہ ہیکہ عیادت اونٹنی کے دودھ دوہنے کے بقدر ہے، یا دودھ نکالتے وقت ایک دفعہ تھنوں سے دودھ نکال کر چھوڑ دیتے ہیں تھوڑی ہی وقفہ میں دوبارہ دودھ آجاتا ہے اس وقت دوبارہ دودھ نکالتے ہیں وقفہ کے بقدر عیادت ہونی چاہئے اور فوراً واپس تشریف لے آئے۔حضرت والا کی شدت علالت کی خبرسن کر حضرت مولانا ابرارالحق صاحب زیدمجدھم برائے عیادت دیوبند تشریف لائے اور طبیعت ناساز ہوگئی چھتہ مسجد کی بائیں جانب کمرہ میں قیام تھا حضرت والا کو اطلاع ہوئی تو حضرت والا شدید علالت کے باوجود خود دو تین خدام کے سہارے حضرت مولانا کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور مزاج پرسی فرمائی اور پھر

بھی بار بار خدام سے حال دریافت فرماتے رہے، کسی غریب طالب علم یا کسی استاذ کی علالت کی خبر سنتے فوراً عیادت کے لئے تشریف لے جاتے بعض دفعہ لمبا سفر فرما کر عیادت فرماتے قیام کانپور کے زمانہ میں حضرت مولانا قمرالدین صاحب کی بیماری کے زمانہ میں ہیلتھ اسپتال تک تشریف لے جاتے بیمار طالب علم کی بھی جا کر عیادت فرماتے ضرورتوں کا خیال رکھتے، مولانا قمرالدین صاحب کی بہن کا آپریشن شہر کانپور سے باہر مگرواڑہ میں ہوا حضرت والا ٹرین سے تشریف لے جاتے اور آخری ٹرین سے واپس ہوا کرتے۔ یہ سلسلہ مہینوں چلتا رہا آپ برابر تشریف لے جاتے رہے حضرت مولانا بشارت علی صاحب نائب ناظم دعوۃ الحق ہردوئی کانپور تشریف لے گئے بیمار ہو کر مدرسہ میں قیام کیا آپ دونوں وقت عیادت کو جاتے اور ضروریات کا پورا خیال فرماتے۔

مولانا مفتی خانپوری صاحب زید مجدہم کے پیر میں ضرب آئی حضرت والا قدس سرہ اپنی شدید علالت کے باوجود ڈابھیل برائے عیادت تشریف لے گئے۔ (حیات محمود ج ۲/۴۹)

مریض سے درخواست دعاء

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیمار کی دعاء قبول ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت والا بیمار سے اپنے لئے دعاء کی درخواست فرمایا کرتے تھے۔

فضائل عیادت

اپنا کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور مزاج پرسی کرنا اس کا حق ہے۔ عیادت مریض کے فضائل بھی احادیث میں بہت آئے ہیں۔

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو اس وقت وہ جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۴۷)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان، مسلمان کی اگر صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعاء کرتے ہیں اور جنت میں ایک باغ اس کے نامزد کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور جنت میں ایک باغ اس کیلئے نامزد کر دیا جاتا ہے۔ (ترمذی ج ا ص ۱۴۸)

دیلمی نے بروایت حضرت انسؓ نقل کیا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر اخلاص کے ساتھ محض اللہ کے لئے اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو ستر سال کی مسافت کے بقدر جہنم سے دور کر دیا جاتا ہے۔ (دیلمی) (حیات محمود ج ۲ ص ۵۰/)

آداب عیادت

حضرت والا قدس سرہٗ کی طویل علالت کے وقت چونکہ عیادت کرنیوالا کا ہجوم رہتا تھا اس لئے ایک پرچہ پر آداب عیادت تحریر کئے گئے تھے آنیوالوں کو وہ پرچہ دیدیا جاتا تا کہ وہ آداب عیادت سے بھی واقف ہو جائیں اور اس وقت بھی انکی رعایت کریں کہ اس میں جانبین کے لئے راحت ہے اس کا خلاصہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

(۱) حدیث میں ہے کہ جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اسے اطمینان دلاؤ کہ ابھی تم بہت جیو گے۔ اس سے مریض کا جی خوش ہوگا، اگر چہ جو وقت مقرر ہو گیا ہے وہ تو آنا ہی ہے (کنز العمال)

ایک حدیث شریف میں ہے

اَفۡضَلُ الۡعِیَادَةِ سُرۡعَةُ الۡقِیَامَ

(بہترین عیادت مریض کے پاس سے جلد کھڑا ہو جانا ہے)

(۲) زیادہ ثواب اس عیادت میں ہے جو تھوڑی دیر کی جائے حدیث شریف میں ہے

اَلْعِیَادَۃُ فُوَاقَ نَاقَۃ

(عیادت اونٹنی کا دودھ دوہنے کے بقدر ہے (مشکوٰۃ شریف)

(۳) جب مریض کے پاس جاؤ تو اس کے پاس کچھ کھاؤ مت (الحدیث)

(کنز العمال عن ابی امامہ) الا یہ کہ مریض کا اصرار ہو اور اسکی دلداری کے لئے کچھ کھا لیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

(۴) عیادت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مریض کے چہرہ یا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اس سے معلوم کیا جائے کہ کیا حال ہے؟ الحدیث، طبرانی عن ابی امامہ)

مریض سے دعاء کی درخواست کرنا

(۵) حدیث شریف میں ہے مریض کی عیادت کرو اور اس سے اپنے لئے دعاء کراؤ کیونکہ مریض کی دعاء فرشتوں کی دعاء کے مثل ہے۔

(۶) مزاج پرسی کے بعد مریض سے مصافحہ بھی کرنا چاہئے۔ (الحدیث کنز العمال) اگر مصافحہ سے مریض کو تکلیف کا اندیشہ ہو تو پھر مصافحہ سے احتراز کیا جائے صرف سلام اور مزاج پرسی پر اکتفاء کیا جائے۔ (حیات محمود ج ۲ صفحہ ۵۱)

عیادت کی ادعیہ مسنونہ

(۱) مریض کے پاس بیٹھ کر یہ دعا پڑھنی چاہئے

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاسَ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیَ لَاشَافِیُ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سُقْماً۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رقیہ تھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض پر پڑھتے تھے۔ (ترمذی) (۱) اے اللہ اے لوگوں کے پروردگار، تکلیف دور کردے، شفا عطا فرما، بیشک شفا دینے والا تو ہی ہے، تیرے سوا شفا دینے والا کوئی نہیں ایسی شفا عطا فرما جو کوئی بیماری نہ چھوڑے۔

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَمِنْ عَيْنِ حَاسِدٍ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ (رواہ مسلم) (۲) اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو جھاڑتا ہوں ہر ایسی چیز سے جو آپ کو ایذا پہنچائے ہر نفس کے شر سے اور ہر حسد کرنے والی آنکھ سے اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو جھاڑتا ہوں۔ اللہ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر مذکورہ بالا الفاظ پڑھے تھے۔ (ترمذی)

(۳) اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَشْفِيَكَ (۳) عظمت والے اللہ سے جو عرش عظیم کا مالک ہے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔

عیادت کے وقت مریض کے پاس یہ دعاء سات مرتبہ پڑھیں۔

حدیث میں آیا ہے جب کوئی مسلمان کسی مریض کی عیادت کرے اور اس دعاء کو اس کے پاس سات مرتبہ پڑھے تو اللہ اس مریض کو صحت یاب فرما دیتا ہے الا یہ کہ موت کا وقت ہی آچکا ہو۔۔۔۔۔

(۴) عیادت کے وقت مریض کے پاس یہ دعا بھی پڑھنی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اَشْفِ عَبْدَكَ فُلَانًا يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا اَوْ يَمْشِيْ لَكَ اِلٰى جَنَازَةٍ (فلانا کی جگہ مریض کا نام لے)

(۴) اے اللہ اپنے فلاں بندے کو شفا عطا فرما جو تیرے کسی دشمن کو تیر مارے یا تیرے

لئے جنازہ چلے۔(حیات محمود ص ر۵۳۔ج ۲)

عیادت سے متعلق تمام احادیث مشکوٰہ شریف ص ۳۴۳۔تا،ص ۳۹،پر موجود ہیں

سلام میں پہل کرنے کی سنت پر حضرت کا عمل

حدیث شریف میں چونکہ ابتداء بالسلام کی فضیلت آئی ہے....اس لئے عموماً حضرت والا قدس سرہٗ سلام میں سبقت فرمایا کرتے تھے۔اور شاذ ونادر ہی کبھی دوسرے کو سلام میں ابتداء کرنے کا موقع ملتا۔(حیات محمود ص ر۵۳۔ج ۲مشکوہ ص ر ۵۹۸)

سوال سے احتراز

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے

''جو شخص مجھ کو اس بات کی ضمانت دے کہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کریگا۔تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں،ثوبانؓ نے عرض کیا میں (پس اس کے بعد سے) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے''

ایسے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا۔اور مجھ پر یہ شرط لگائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا،میں نے کہا بہت اچھا،فرمایا اپنے کوڑے کا بھی سوال نہ کرنا اگر کوڑا اگر جائے (سواری سے) اتر کر خود اٹھالینا۔ (مشکوۃ شریف ر۱۶۴)

اصل منشاء تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مالی سوال سے ممانعت ہے بطور مبالغہ دوسری چیزوں سے بھی ممانعت فرمادی،حضرت والا قدس سرہٗ نے اس پر اتنا سختی سے عمل فرمایا کہ خواہ کیسی بھی ضرورت کیوں نہ ہو خود چاہے کتنی بھی تکلیف اٹھانی پڑے مگر کبھی کسی سے کسی چیز کے بارے میں نہیں فرماتے تھے حتیٰ کہ بعض دفعہ کتابیں اٹھا کر لانے کی ضرورت ہوتی۔تو خود ہی اٹھ کر

تشریف لے جاتے اور کتابیں اٹھا کرلاتے بالکل معذوری کے بعد بجبوری کسی خادم سے فرماتے۔ گوخواہش پھر بھی خود ہی لانے کی ہوتی تھی اور اٹھنے کی کوشش بھی فرماتے تھے۔ حالانکہ حاضرین خدام ہی ہوتے بعض دفعہ ایک مجلس میں دسیوں دفعہ اٹھنے اور کتاب لانے کی ضرورت پیش آئی مگر کبھی کسی سے نہیں فرمایا کہ کتاب لے آؤ مگر جب بالکل معذور ہو گئے تو مجبوراً کہنا پڑتا تھا۔ (حیات محمود ج۲ ص۵۴)

حضرت والا کی زندگی کا ہر شعبہ اتباع سنت کے نور سے روشن ومنور اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور ومعطر تھا

اسی طرح دیگر ضروریات کا بھی حال ہے کسی بھی خدمت کی ضرورت ہو مگر کبھی کسی سے خدمت کے لئے از خود اس کا ذکر تو کجا خادم کے عرض کرنے پر بھی خدمت لینا پسند نہ فرماتے زیادہ اصرار پر خدام کی دلجوائی کے لئے قبول فرمالیا کرتے اپنے کھانے پینے سے متعلق تو شاید ہی کبھی اظہار کی نوبت آئی ہو خواہ کیسی ہی بھوک و پیاس لگی ہوئی ہو۔

غرضیکہ حضرت والا کی زندگی کا ہر شعبہ اتباع سنت کے نور سے روشن ومنور اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور ومعطر تھا، اور دوسروں کے لئے بھی حضرت والا کی دلی خواہش یہی ہوتی تھی کہ وہ بھی ایک ایک سنت پر عمل کریں موقع بہ موقع اس کی ترغیب دیتے اور تاکید فرمایا کرتے تھے۔ (حیات محمود ج۲ صفحہ۵۵)

صاحبزادی صاحبہ کا نکاح سنت کے مطابق

اپنی صاحبزادی کا نکاح جھنجھانہ رسم ورواج کے خلاف سادہ اور مسنون طریقہ پر فرمایا، ان لوگوں نے بارات کی اجازت طلب کی اس پر حضرت نے تحریر فرمایا۔

بارات میرے یہاں نہیں آئے گی چونکہ بارات جہیز کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے، جہیز میرے یہاں نہیں دیا جائیگا اس لئے بارات بھی نہیں آئے گی.....

اس پر انہوں نے دس بارہ آدمیوں کی اجازت چاہی، حضرت والا نے اجازت دیدی بارات میں دس بارہ آدمی آئے، حضرت والا نے رسم و رواج کے مطابق برادری کے لوگوں کو مدعو نہیں فرمایا بلکہ آنے والے مہمانوں کی خاطر ان کے اہل تعلق کو مدعو فرمایا اور سادگی کے ساتھ مہر فاطمی پر خود ہی نکاح پڑھا کر بیٹی کو رخصت فرمادیا، اسی سادگی کے ساتھ پاکستان میں اپنی بھانجیوں کا نکاح خود ہی پڑھایا جس کی تقلید میں بہت سے نکاح اسی سادگی کے ساتھ ہوگئے اس سلسلہ میں بہت سے خطوط بھی آئے کہ اگر یہ سلسلہ چل جائے تو بہت سی خرافات اور بیجا اخراجات سے نجات مل جائے۔

حضرت والا تمام مسلمانوں میں اس سادہ طریقہ پر ہی نکاح کا سلسلہ جاری ہونے کے خواہشمند تھے افریقہ میں بھی سفر کے دوران بہت سے نکاح حضرت والا کے ذریعہ سادگی کے ساتھ ہوتے۔ بعض دفعہ ایک ایک مجمع میں متعدد نکاح ہوتے اور بعض جگہ اجلاس وغیرہ میں نکاحوں کی تعداد بہت زیادہ ہوجاتی۔ (حیات محمود ج ۲ صفحہ ۵۶)

ڈاڑھی رکھنے کی سنت سے اظہار خوشی

متعلقین میں جو بے ڈاڑھی کے ہوتے:

ان کے بارے میں برابر فکر مند رہتے اور جب کوئی داڑھی رکھ لیتا تو بے انتہا خوش ہوتے، حاجی عبداللہ صاحب دہلی رانی کھیت والے نے ڈاڑھی رکھی تو بہت خوش ہوئے اور بعض مخصوص خدام کے سامنے برابر اس کا ذکر فرمایا اور بعض سے فرمایا حاجی عبداللہ صاحب سے ملاقات ہوئی دیکھا کہ انہوں نے ڈاڑھی رکھ لی ہے۔

۱۴۱۲ھ میں ڈاکٹر محمد لہرا افریقی حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ افریقہ سے عمرہ کے لئے آئے اور مکہ مکرمہ میں حضرت والا قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ انہوں نے ڈاڑھی بھی رکھی کئی روز بعد جب ڈاڑھی نمایا ہوگئی حضرت قدس سرہٗ کی نظر ان پر پڑھی ڈاڑھی دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ چہرہ مبارک کھل گیا، خوشی ضبط نہ فرما سکے اور ہنسنے میں آواز قدرے بلند ہوگئی اور دیر تک چہرہ پر خوشی کا اثر ظاہر ہوتا رہا۔ (حیات محمود ص ر۵۷ ج ۲)

ترکِ سنت پر تنبیہ

اتباع سنت پر اظہار مسرت کے ساتھ ہی کسی خادم یا متعلق کے عمل میں سنت کی مخالفت کا احساس ہوتا تو اس پر اظہار ناراضگی بھی فرماتے دسترخوان پر موجود ایک شاگرد اور منتسب عالم دین نے کھانے کے دوران پانی کی ضرورت پیش آنے پر بائیں ہاتھ سے پانی کا پیالہ لیا اور داہنا ہاتھ پیالے کے نیچے لگا کر پانی پی لیا اس پر حضرت نے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا، کیا دایاں ہاتھ نہیں تھا، انہوں نے عرض کیا حضرت داہنے ہاتھ پر کھانا لگا تھا پیالہ خراب ہو جاتا، آپ نے ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا کیا پیالہ سنت سے زیادہ قیمتی ہے۔ (حیات محمود ص ر۵۷ ج ۲)

مخالفت سنت پر سخت تنبیہ وسزا

ایک مولوی صاحب جو حضرت کے شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ ایک بات مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے وہ یہ کہ پانی کبھی بائیں ہاتھ سے نہیں پیتا اس لئے کہ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ کے قیام مظاہر علوم کے دوران میں کھانے میں حضرت کا شریک تھا میں نے بائیں ہاتھ سے پانی پی لیا حضرت قدس سرہٗ نے دیکھ کر نرمی سے سمجھایا فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے پانی نہیں پیا کرتے دائیں ہاتھ سے پینا چاہئے اس کے بعد ایک موقعہ پر پھر ایسا اتفاق ہوگیا تو حضرت نے پھر نرمی سے

سمجھایا فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے پانی نہیں پیا کرتے دائیں ہاتھ سے پینا چاہئے اس کے بعد ایک موقعہ پر پھر ایسا اتفاق ہوگیا تو حضرت نے پھر نرمی سے سمجھایا تیسری بار جب ایک ہوا تو حضرت نے زور سے ایک چپت رسید کیا جس کی بنا پر اس کے بعد میں نے کبھی بائیں ہاتھ سے پانی نہیں پیا جب کبھی بھول سے بائیں ہاتھ میں گلاس لیتا ہوں تو فوراً حضرت کا چپت یاد آجاتا ہے اس لئے منہ تک جانے سے پہلے ہی گلاس دائیں ہاتھ سے پانی نہیں پیا جب کبھی بھول سے بائیں ہاتھ میں گلاس لیتا ہوں تو فوراً حضرت کا چپت یاد آجاتا ہے اس لئے منہ تک جانے سے پہلے ہی گلاس دائیں ہاتھ میں آجاتا ہے۔(حیات محمود ص ر ۵۷ ج ۲)

حدیث کی رعایت میں شرکت دعوت سے احتراز

ارشاد فرمایا کہ جب میں کانپور میں تھا تو وہاں کسی دعوت میں اس وقت تک شریک نہ ہوتا جب تک طلبہ اس میں شریک نہ کئے جاتے کیونکہ حدیث میں ہے وہ کھانا شر الطعام (بدترین کھانا) ہے جس میں صرف اغنیاء (مالدار) ہوں فقراء نہ ہوں۔

شر الطعام طعام الوليمة يدعىٰ لها الاغنياء ويترك الفقراء متفق عليه ـ

(مشکوٰة شريف جلد٢ ص ٢٦٨ جامع صغير ص ٤٠ ـ ج٢)

ترجمہ:- بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو مدعو کیا جائے اور فقراء کو ترک کردیا جائے) اس لئے مقتداء حضرات خصوصاً ایسی دعوت کے قبول کرنے سے احتیاط رکھیں جس میں فقراء کو شریک نہ کیا جائے۔(حیات محمود ص ۵۸ ج ۲)

عزیمت ہی عزیمت

حضرت والا کا معمول ہمیشہ عزیمت پر عمل کرنے کی ہی رہا ہے ہر موقع پر رخصت کے بجائے عزیمت کا پہلو ہی اختیار فرماتے تھے نماز میں روزہ میں، حج میں، معاشرتی امور اور

معاملات میں عزیمت کا وہ پہلو اختیار فرماتے۔جس کو انجام دینے میں جوان سے جوان اور بڑے سے بڑے دل گردہ والا انسان بھی ہمت چھوڑ بیٹھتا ہے سنن ومستحبات کا اہتمام کامل احتیاط ہر شعبہ میں،تقویٰ اور ورع کے اعلیٰ درجہ کا التزام حضرت والا کی زندگی کا وہ اہم باب ہے جس کی مثال صرف اسلاف کی زندگیوں ہی میں مل سکتی ہے اس سلسلہ کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

نماز میں گرنے سے کولہے کی ہڈی میں ضرب

انتہائی ضعف ونقاہت کے باوجود جب کہ کھڑا ہونا انتہائی مشکل تھا بار بار چکر آ کر گر پڑتے مگر ایسی حالت میں بھی ہمیشہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے جس کی وجہ سے ایک روز نماز فجر میں گرے ہڈی میں ضرب آئی حرکت تک کرنا دشوار ہو گیا آپریشن کرانا پڑا ایک مدت تک ہسپتال میں رہنا پڑا اس سے بڑھ کر عمل بر عزیمت کی شکل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنی جان اپنی زندگی تک کی پروانہ کی جائے اس کو کمال عشق اور کمال فنائیت ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور بس۔

آنکس کہ ترا اشنا جاں راچہ کند
فرزند وعیال وخانماں راچہ کند
دیوانہ کنی دو جہانش بخشی
دیوانہ تو دوجہاں راچہ کند

ترجمہ: جس نے تجھ کو پہچان لیا وہ جان کا کیا کرے گا،فرزند وعیال اور ساز وسامان کا کیا کرے گا،آپ اپنا دیوانہ بنا کر اس کو دونوں جہاں بخشتے ہیں،آپ کا دیوانہ دونوں جہاں کا کیا کرے گا۔

شدید بیماری کے باوجود نماز جمعہ وغسل کی سنت کا اہتمام

اور ایسی حالت میں بھی جب کہ ہسپتال میں چار پائی پر حرکت کرنا مشکل تھا اکثر غشی اور

غنودگی کی کیفیت طاری رہتی تھی جب ہوش آتا نماز کا تقاضہ فرماتے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بار بار نماز کا وقت دریافت فرماتے جس سے معلوم ہوتا کہ نماز کے لئے کس قدر بے چین ہیں ہسپتال میں جمعہ کا دن آیا تو نماز جمعہ مسجد میں ادا کرنے کا تقاضہ فرمایا کہ مجھ کو مسجد لے چلو۔ بار بار وقت دریافت فرماتے جوں جوں نماز جمعہ کا وقت قریب آتا گیا جوں جوں تقاضہ بڑھتا گیا بے چینی حد سے بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ خدام پر خفا ہو رہے ہیں کہ تم مجھ کو مسجد لے نہیں جاؤ گے نماز نکل جائیگی مگر خدام بیچارے کیا کرتے کہ وہاں تو حرکت کانا بھی مشکل تھا اسی حالت میں غسل کا بھی تقاضہ فرماتے چونکہ جمعہ کے روز غسل کرنا مستقل معمول تھا، سخت سردی میں انتہائی ضعف وکمزوری اور سخت علالت کی حالت میں تخلف نہ ہوتا تھا، حتیٰ کے اس تکلیف میں جب کہ کولہے کی ہڈی میں ضرب آنے کی وجہ سے تمام پیر پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا ادنیٰ حرکت بھی دشوار تھی مگر جب جمعہ کا دن آیا شدت سے غسل کا تقاضہ فرمایا اور محترم مولانا ابراہیم صاحب زید مجدہم نے اسی حالت میں غسل کرایا، عقل حیران تھی بالکل سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایسی حالت میں غسل کس طرح کیا جاسکتا ہے مگر محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب زید مجدہم کی کمال ذہانت اور کمال مزاج شناسی اور کمال جزبۂ خدمت کی داد دینی پڑتی ہے اور ان چیزوں کو دیکھ کر ان کے لئے بے اختیار دل سے دعائیں نکلتی ہیں موصوف نے مکان سے باہر دروازے کے بالکل قریب پلاسٹک کی ادوان والی چارپائی بچھائی اور حضرت والا کی چارپائی کو جس پر حضرت والا آرام فرماتے تھے دو خادم اٹھا کر دروازے کے قریب تک لے گئے اور پھر حضرت والا کو دو خادموں نے پکڑ کر کھڑا کیا بہ ہزار دقت ودشواری کھڑا ہوا گیا اور دو چار قدم اسی حالت میں لے جا کر باہر والی چارپائی پر پکڑ کر بٹھایا کہ تمام بدن باہر کی چارپائی پر اور پیر سامنے اسٹول رکھ کر اس پر رکھ دئے تا کہ پیر سیدھے رہیں اور پیچھے کرسی رکھ کر اس پر تکیہ رکھ کر گردن اس پر رکھ دی اور آہستہ سے کرتہ نکالا بنیان نکالا اور خود

اپنے ہاتھوں سے موصوف نے سنت کے مطابق وضو کرایا اور صابن لگا کر خوب مل مل کر غسل کرایا ایک پیر (پوری ٹانگ) پر تو پلاسٹر تھا دوسرے پیر کو دھویا پلاسٹر والے پیر پر اپنے ہاتھ سے مسح کر دیا تولیے سے بدن صاف کیا اوپر کی جانب سے لنگی پہنائی اور پھر پیروں کی طرف سے بھیگی ہوئی لنگی نکال کر پھر بقیہ کپڑے پہنائے اور خوشبو لگائی تب حضرت والا کو سکون واطمینان ہوا اس درجہ مشقت برداشت کر کے ایک سنت ومستحب پر عمل کرنا عزیمت کا بھی شاید انتہائی اعلی درجہ ہے۔

(حیات محمود ص ۱۶ ج ۲)

شدت ضعف وعلالت میں روزہ کا اہتمام

اسی طرح ۱۴۱۲ھ میں ماہِ مبارک میں افریقہ قیام تھا شدت علالت کی بنا پر ضعف انتہائی درجہ کو پہونچ چکا تھا بعض دانتوں میں سخت درد جس کی وجہ سے دانت نکلوائے گئے مسوڑھے متورم ہوگئے کھانا جو برائے نام ہوتا تھا وہ بھی بند ہوگیا کوئی نرم چیز بہ وقت دو چار چمچے کھلائی جاتی درد کی شدت میں رات کو نیند بھی نہ آتی اکثر اوقات درد اور بے چینی میں گزرتے کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھنا بھی مشکل ہوتا، ڈاکٹروں، حکیموں اور خدام کا اصرار ہوتا کہ حضرت والا روزہ نہ رکھیں مگر حضرت والا ہرگز نہ مانتے اور ایسی حالت میں بھی روزہ رکھتے، گویا رخصت پر عمل کرنے کا کوئی خانہ ہی حضرت والا قدس سرہٗ کے یہاں نہیں ہے۔

چندہ میں ہدیہ کے قلم کی واپسی

مظاہر علوم کے لئے ابتدائی زمانہ میں چندہ کے لئے تشریف لے گئے کسی نے کوئی قلم حضرت والا کو ہدیہ کیا وہ قلم بھی دفتر اہتمام میں لا کر جمع فرما دیا۔

تنخواہ مدرسہ کی واپسی

دوسری جگہوں سے بڑی تنخواہوں کی پیشکش کے باوجود قلیل اور معمولی تنخواہ پر گزارا فرمایا

اوراخیر میں جب دارالعلوم تشریف لائے تو مدرسہ سے تنخواہ وصول فرماتے (تا کہ نفس کو اس خیال کا موقعہ نہ ہو کہ تنخواہ نہیں لیتے) اور

اللہ نے فرمایا ہم کو ایسی زندگی مطلوب ہے جیسی زندگی رسول اللہ ﷺ کی ہے

حضرت اقدس مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ نے،

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ

کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا اور یوں فرمایا کہ ہمیں ایسی زندگی مطلوب ہے جیسی انکی زندگی ہے جیسے زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ویسی ہی زندگی حق تعالیٰ کو مطلوب اور پسند ہے خداوند قدوس کی مرضی یہ ہے کہ سب لوگ اس طریقہ پر چلیں تو جتنے لوگ جس قدر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلیں گے اس قدر خداوند قدوس کے محبوب بنتے چلے جائیں گے۔ (خطبات محمود) (مثالی نوجوان ص ۶۵)

باب ۵۱

استاذی شیخ المشائخ قطب زماں حضرت اقدس شیخ محمد رضا اجمیریؒ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت) کا اتباع سنت

سنت رسول سے عشق ہونا چاہئے

فرمایا: اجمیر میں ایک طالب علم کی ڈاڑھی کا ایک ہی بال تھا اتفاق سے وہ ٹوٹ گیا تو وہ بہت رویا کہا ایک ہی بال تھا ہائے وہ بھی ٹوٹ گیا، سنتوں سے ایسا عشق تھا، ایک ایک سنت پر عمل

تھا، طالب علمی کے زمانہ سے اکثر ہمارے ساتھی تہجد پڑھتے تھے۔ (ملفوظات شیخ اجمیریؒ صفحہ ۴۹ ج ۱)

امام بخاریؒ کا اتباع سنت

آپ نہایت متبع سنت تھے پوری زندگی اسی طرح گزاری، خواب میں کسی نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے جارہے ہیں اور آقائے دو جہاں ﷺ کے مبارک نقش قدم پر امام بخاریؒ قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں جس کی تعبیر آپ کی اتباع سنت سے دی جاسکتی ہے، ویسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تو ہر وقت ہر وقت ہر مسلمان کے لئے جاری رہتا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نظر کیا تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے قلب اطہر سے تار نکلے ہوئے ہیں اور سارے عالم میں پھیلے ہوئے ہیں، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ تار ہر مسلمان کے قلب تک پہنچ رہے ہیں، اس زمانہ میں بجلی وغیرہ نہیں تھی اس لئے اس مسئلہ کو سمجھنا مشکل تھا لیکن اب تو بہت آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کا قلب اطہر ایمان کا پاور اسٹیشن ہے جس سے ہر مسلمان کو نور ایمان سپلائی ہوتا ہے۔ (ملفوظات شیخ اجمیریؒ، ج ۱/ ص/ ۱۲۰)

امام بخاریؒ کی وفات کے بعد کا ایک خواب

امام صاحبؒ کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ منتظر ہیں جب انتظار کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ امام بخاری کا انتقال ہوا ہے انکا انتظار ہے، اللہ تعالیٰ امت کے حال سے اپنے پیارے نبی ﷺ کو واقف فرماتے رہتے ہیں، امام شافعیؒ کی کتاب الام کا بھی اونچا مقام ہے، ایک شخص نے خواب دیکھا کہ وہ کتاب الام پڑھ رہا ہے اور آپ ﷺ نے سوال فرمایا کہ کیا پڑھتے ہو، عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ کتاب الام، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری کتاب نہیں پڑھتے پوچھا اللہ کے نبی کون سی کتاب، جواب میں فرمایا بخاری شریف میری کتاب ہے، اسی سے بخاری شریف کا پتہ چلتا ہے،

کتاب الام پڑھنے سے منع کرنا مقصد نہیں، مقصد ہے بخاری شریف کی عظمت کا بتلانا کہ کس قدر مقبول کتاب ہے۔(ملفوظات شیخ اجمیری ج ا ص ۱۲۰)

اتباع سنت اور ایک خواب

آپؒ کا دل ہمیشہ محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع سے پوری طرح روشن تھا۔اور آپؒ کی زندگی سنّت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی یہ خواب جس کی طرف مشیر ہے۔حضرتؒ کی وفات سے ایک سال قبل کا خواب ہے جسے حضرتؒ کے ایک معتبر شاگرد نے دیکھا تھا۔اس کا بیان ہے کہ مین حضرتؒ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں عرضاً لیا ہوا ہوں آپؒ ایک سفید کپڑے میں ملبوس ہیں اور چہرہ کھلا ہوا ہے۔میں فرط محبت سے آپؒ کے رخسارِ مبارک اور جبین مبارک کو اس طرح چومنے لگا جیسے معصوم بچوں کو پیار سے چومتے ہیں حالانکہ حضرتؒ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ سے باتیں کرتے وقت زبان گنگ ہوجاتی تھی۔اور آپؒ کے رعب کی وجہ سے زبان کچھ کہہ نہیں سکتی تھی اور ایک منادی یہ کہہ رہا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ دوسرے ہی دن میں نے حضرتؒ سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو آپ مسرور ہوئے۔اور فرمایا ماشاء اللہ اچھا خواب دیکھا ہے اللہ تعالیٰ تم سے آگے چلکر دین کا کام لیں گے۔تو دیکھئے حضرتؒ کتنا سنتوں کا اہتمام فرماتے تھے۔(تذکرۂ رضا،ص ۴۹۔۵۰)

نوٹ: حضرت شیخؒ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نظر آنا اس بات کی علامت ہے کہ حضرت والا کامل متبع سنت اور عاشق رسول تھے۔

سفر حضر میں آپ سنتوں پر عمل کا اہتمام فرماتے تھے۔چلنے میں بیٹھنے میں اٹھنے میں کھانے پینے میں معاشرت میں عبادات میں غرض ہر معاملہ میں سنت کا اہتمام فرماتے تھے اور سنتوں پر اہتمام کی تلقین فرماتے تھے۔

آپ کی جھولی

جب بھی گھر سے باہر نکلتے تو ایک جھولی کاندھے سے لٹکی ہوئی رہتی جس میں سنت کے مطابق آٹھ چیزیں ہوتیں۔ کنگھی، آئینہ، سوئی، دھاگہ، قینچی، مسواک وغیرہ۔ ہمیشہ یہ جھولی آپؒ کے ساتھ رہتی۔ بلکہ سفر میں ان چیزوں کے ساتھ الائچی بھی رکھا کرتے کسی کو متلی ہوتی تو پیش فرماتے مسواک کا بہت خیال رکھتے۔ پہلے تو نیم کا مسواک خود کاٹ کرلایا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں دشوار ہوگیا تھا تو کوئی نہ کوئی لاکر دے جاتا خود اپنے ہاتھ سے مسواک بناتے اور گھر والوں کو بھی دیتے اور اس کے پکڑنے کا طریقہ بھی بتلاتے حتیٰ کہ آپ کو ایک مرتبہ دواخانہ مین ایڈمٹ (Admit) کیا گیا تو فوراً مسواک طلب فرمائی اور بار بار دریافت فرماتے کہ میرے منھ سے بد بوتو نہیں آتی ہے۔ (تذکرۃ رضاص ر ۵۰)

حضرت اقدس استاذی شیخ اجمیریؒ کے سنت پر عمل کرنے کے واقعات اور حضرت کے سنت سے متعلق ارشادات

منقول از حضرت استاذی المکرّم قاری عبدالرشید صاحب دامت برکاتہم
جانشین حضرت شیخ اجمیریؒ وشیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت
وخلیفہ ومجاز حضرت مولانا اسماعیل واڈی والالندن دامت برکاتہم

ناقل:- محمد اکرام الدین مدرس دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت گجرات
ماہ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ مطابق ماہ اپریل ۲۰۰۸ء

وضوءاور مسواک کی سنت پر حضرت شیخ اجمیریؒ کا عمل

مسواک کا اھتمام حضرت خود بھی بہت ہی فرماتے تھےاور ہر ایک کو اس کی بہت تا کید بھی فرمایا کرتے تھے۔

فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کا اخیری عمل مسواک رہا ہے۔

علماء سے فرماتے تھے ۔کہ اپنے ازواج واولاد کو بھی دین سکھاؤ سمجھاؤ علم سکھاؤ ان کو تعلیم دو عملی نمونہ بتاؤ۔

حضور ﷺ اپنے اہل خانہ کو دین سکھاتے تھے عملی طور پر ان کو تعلیم دیتے تھے۔

سفر سے پہلے حضرت ہمیشہ باوضوء رہتے اور وضوء سے پہلے ہمیشہ مسواک بھی فرمایا کرتے تھے۔اوراس وضوء کے بعد اگر وقت ہوتا تو ضرور دورکعت نماز بھی پڑھ لیتے تھے کبھی کبھی مسواک کے ساتھ توٹ پیشٹ بھی لگاتے تھےاور مسواک کرتے تھےاور فرماتے تھے مسواک کا ثواب بھی ملا۔اور دانتوں کی صفائی بھی ہوگئی۔

مسواک کے بارے میں فرماتے اربع من سنن المرسلین ۔السواک النکاح التعطر والحیاء۔مسواک اپنے ہاتھ سے ٹھیک کرتے اس کو اچھی طرح بناتے۔اور گھر کے ہر ہر فرد کو اس کی تلقین کرتے تھےاور ہر نماز میں اس کا اہتمام خود بھی فرماتے تھے۔حضرت شیخ گھر کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے بھی مسواک بنا کر دیتے تھےاور فرماتے تھے کہ ان بچوں کو بچپن سے سنتوں کا عادی بناؤ اگر بچپن سے ہی سنتوں کی عادت ہو جائے گی تو بڑے ہونے کے بعد سنتوں پر عمل کرنے میں مضبوطی اور پختگی پیدا ہو جائے گی ۔اور عادت ثانیہ جیسی کیفیت پیدا ہو جائے گی انشاءاللہ۔پھر یہ سنتیں چھڑانے سے بھی نہیں چھوٹے گی۔

مسجد میں گھر سے وضوء کر کے جانے کی سنت پر حضرت کا عمل

حضور ﷺ ہمیشہ مسجد میں گھر سے وضوء کر کے اور نماز سے پہلے کی سنتیں گھر سے پڑھ کر مسجد جاتے تھے۔ اور مسجد پہونچنے کے بعد تحیۃ المسجد ضرور پڑھتے تھے حضرت شیخ اجمیری صاحبؒ کا بھی ہمیشہ یہی معمول رہا۔ وضوء گھر سے کر کے مسجد جاتے اور نماز سے قبل کی سنتیں بھی گھر سے پڑھ کر مسجد تشریف لے جاتے اور نماز کے بعد کی سنتیں اور نوافل اکثر گھر پر ادا فرماتے اور یہ فرماتے کہ حضور ﷺ کا یہی معمول تھا۔

حضرت کا ہمیشہ باوضوء رہنے کا عمل

حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کی تعریف فرمائی اسلئے کہ وہ ہمیشہ باوضوء رہتے تھے۔ اور ہر وضوء کے بعد تحیۃ الوضوء کی نماز ضرور پڑھتے تھے۔ اس لئے حضرت شیخ کا بھی ہمیشہ کا معمول تھا کہ آپؒ باوضوء رہتے اور جب تازہ وضوء کرتے تو دو رکعت تحیۃ الوضوء کی نماز ضرور پڑھ لیتے تھے۔ اور ہمیشہ حضرتؒ کی زباں پر ذکر جاری رہتا تھا۔ یہ بھی آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی **کان یذکر اللہ علی کل احیانہ** کہ آپ ﷺ ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔

ایک صاع پانی سے غسل

حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ ایک مد پانی سے وضوء فرماتے۔ اور ایک صاع پانی سے غسل فرماتے۔

حضرت شیخ اجمیریؒ کا عمل بھی اسی طرح تھا کہ حضرت بھی اندازاً ایک مد پانی سے وضوء اور ایک صاع پانی سے غسل فرماتے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ اتنے پانی میں ضرورت پوری ہو جاتی ہے اس سے زیادہ پانی استعمال کرنا اسراف ہے۔ اللہ کے یہاں پوچھ ہوگی۔

برطانیہ کے سفر کا واقعہ

حضرت شیخ اجمیریؒ ایک مرتبہ برطانیہ تشریف لے گئے۔ تو وہاں اسماعیل بھائی کولا صاحب نے گرم پانی کی کئی بالٹیاں حضرت کے غسل کرنے کے لئے تیار رکھی۔ حضرت شیخ نے ہ دیکھکر فرمایا اسماعیل بھائی! کیا بھیسوں کو نہلانا ہے؟ اتنا پانی بہانا تو اسراف ہے۔ اتنے پانی سے تو کئی آدمی غسل کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ آپ ﷺ صرف ایک صاع پانی سے غسل فرماتے تھے۔ اور اندازاً ایک مد پانی سے وضوء فرماتے تھے۔

حضرت کا تہجد کی سنت کا اہتمام

حضرت شیخ اجمیریؒ کی نماز تہجد پر ہمیشہ مداومت رہی۔ بلوغت کے بعد سے تادمِ حیات تہجد پر پابندی رہی۔ زمانہ طالب علمی ہی سے حضرت کی عادت ثانیہ بن گئی تھی۔ فرمایا تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ ہماری زمانۂ طالب علمی میں۔ عام طور پر طلباء میں تہجد کی پابندی کا بہت ہی اہتمام رہتا تھا۔ ایسے طلباء کی بڑی مقدار رہتی تھی کہ جن کی کبھی نمازِ تہجد بھی نہیں چھوٹتی تھی۔

تہجد میں ایک دعاء کا اھتمام

حضور ﷺ تہجد کے وقت اٹھتے تھے اس دعاء کا اھتمام فرماتے تھے۔ **اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی بصری نورا۔ الی آخرہ** حضرت بھی اس دعاء کا اھتمام فرماتے تھے۔

حضرت نمازِ تہجد اتباعِ سنت میں طویل پڑھتے تھے

حضور ﷺ کا معمول تھا کہ آپ تہجد کی نماز طویل قرأت طویل رکوع وسجود والی پڑھتے

تھے۔ اسی طرح حضرت شیخ کا بھی معمول تھا کہ آپ نماز تہجد بہت طویل پڑھتے تھے تا کہ حضور ﷺ کی کامل متابعت ہو جائے۔ حضور ﷺ سورۂ آل عمران کی آیت **ان فی خلق السمٰوات والارض** پڑھتے تھے حضور ﷺ کے اتباع میں حضرت شیخ کا بھی معمول تھا آپ بھی تہجد کے وقت اٹھتے تو یہ آیت پڑھتے تھے۔

حضرت کا سواری پر نوافل پڑھنے کی سنت پر عمل

نوافل علی الراحلہ۔ سواری پر نفل نماز پڑھنا احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے کہ آپ ﷺ نوافل راحلہ یعنی سواری پر پڑھتے تھے اتباع سنت میں میرے والد صاحبؒ کا بھی ہمیشہ معمول تھا کہ آپ گاڑی پر سوار ہوتے تو سوار ہونے کی حالت میں نوافل پڑھتے تھے۔

مسجد کی ایک سنت کا اھتمام

حضرت سفر میں جہاں کہیں تشریف لے جاتے پہونچنے کے بعد سب سے پہلے وہاں مسجد میں جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے پھر دوسرے کاموں میں مصروف ہوتے تھے۔ اسی طرح سفر سے واپسی میں بھی گھر پہونچنے سے پہلے مسجد میں جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے پھر گھر تشریف لے جاتے۔

خوشبو سے محبت کی سنت پر عمل

حضور ﷺ کو خوشبوں اور عطر سے بہت محبت تھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری دنیاوی چیزوں میں سے مجھ کو تین چیزیں محبوب اور پسند ہیں ان میں سے ایک چیز عطر ہے۔ حضرت شیخ کو بھی عطر اور خوشبوں بہت ہی پسند اور محبوب تھی عطر دان ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے اور کثرت سے استعمال بھی فرماتے تھے۔

سنت کے متعلق نصیحتیں

اکثر وعظ سنتوں کے اہتمام اور نمازوں کی پابندی سے متعلق فرماتے تھے۔

فرماتے تھے کہ کسی سنت کو معمولی مت سمجھو طلباء کو بھی سنت کی پابندی اور تہجد کے اہتمام کی بہت تاکید فرماتے تھے۔

فرماتے تھے کہ جب تم لوگ احادیث پڑھ رہے ہو سن رہے ہو اس کا حق یہ ھیکہ اس پر عمل ہونا چاہئے ایک مرتبہ فرمایا کہ طلباء خصوصی سند مانگتے ہیں تقاضا کرتے ہیں۔سب سے بڑی سند تو ان احادیث اور سنتوں پر عمل ہے۔

گھر میں عبادت کی جگہ مقرر کرنا

امام بخاریؒ نے مسجد بیت کا مستقل باب قائم کیا ہے۔گویا اس بات کی ترغیب دلائی کہ ہر مسلمان کے گھر میں مسجد بیت ہونا چاہئے تاکہ سنن ونوافل اس میں پڑھی جائے جیسا کہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ سنن ونوافل مسجد بیت میں ادا فرماتے امام بخاریؒ نے عتبان بن مالک کی روایت ذکر فرمائی انہوں نے مسجد بیت گھر میں متعین فرمائی اور برکۃً آپ ﷺ سے اس کا افتتاح فرمایا اور دعاء کروائی حضرت شیخ اجمیریؒ کا بھی زندگی بھر اس پر عمل رہا سنن ونوافل اپنی مسجد بیت میں پڑھتے اور اپنے احباب اور متعلقین کو مکان بنانے کے وقت گھر میں مسجد بیت کے متعلق تلقین فرمایا کرتے تھے۔تاکہ اس میں سنن ونوافل کا معمول بنا سکے اور اس سنت پر عمل پیرا ہو جائے۔

امامت کی سنت پر عمل

حدیث میں ہے۔ من ام قوما فلیخفف الصلوٰۃ جو امامت کرے چاہئے کہ وہ

نماز ہلکی پڑھائے اور مقتدیوں کی رعایت کر کے نماز پڑھائے

حضرت شیخ بھی جب بھی امامت فرماتے تو سب ہی لوگوں کی رعایت کرتے تھے اور جیسا موقع ہوتا اس کے مطابق قرأت فرماتے تھے۔ اور بعض مرتبہ غیر مسنون قرأت میں طوالت کرنے والے ائمہ کو تنبیہ بھی فرماتے لیکن بہت ہی محبت اور شفقت کے ساتھ تنبیہ فرماتے تھے اور سنت کے مطابق نماز پڑھانے کی تلقین فرماتے تھے۔

عمامہ کی سنت پر عمل

فتح مکہ کے وقت آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا اور صحاح ستہ کی روایات میں آپ ﷺ کے سیاہ عمامہ باندھنے کا ذکر ہے آپ سیاہ عمامہ استعمال فرماتے تھے۔

اس لئے اس سنت پر بھی حضرت بہت ہی اہتمام سے عمل فرماتے تھے۔ آپ بھی سیاہ عمامہ استعمال فرماتے تھے۔

بالوں کی سنت پر عمل

سر کے بالوں کے بارے میں، لمہ، وفرا ، جمہ، یہ تین طریقے مسنون ہیں ان تین طریقوں سے ایک طریقہ پر اخیر تک عمل کرتے رہے "لمّہ" یعنی کان کے لو تک بال رکھتے رہے۔ اگر بال بڑھ جاتے اور کاٹنے کی ضرورت ہوتی تو اپنے ہی ہاتھ سے کاٹتے تھے نائی کے پاس نہیں جاتے تھے۔

مہمانوں کے اکرام واعزاز کی سنت پر حضرت کا عمل

حضور اکرم ﷺ آنے والوں کا اکرام واعزاز کرتے تھے یہ آپ ﷺ کی سنت ہے آنے والوں کے ساتھ اس طرح پیش آتے کہ ہر ایک یوں سمجھتا آپ ﷺ سب سے زیادہ مجھ

سے محبت کرتے ہیں۔

پس حضرت شیخ اجمیریؒ بھی آنے والے مہمانوں کے ساتھ اسی طرح پیش آتے مہمانوں کی عزت کرتے۔

مہمان کے ساتھ مشایعت کی سنت پر عمل

حضور ﷺ جب مہماں کو روانہ کرتے تو دس قدم مہماں کے ساتھ مشایعت کرتے (یعنی ساتھ چلتے مہماں کو دروازے تک یا آگے تک روانہ کرتے)

حضرت شیخ اجمیریؒ کا بھی ہمیشہ معمول رہا مہماں کے روانگی کے وقت اس کے ساتھ چند قدم چلتے اور مشایعت کی سنت پر عمل کرتے۔

مہمانوں کے متعلق سنتوں کا اہتمام

مہماں کی مہمانی سنت ہے حضور ﷺ کی صفات بیان کی گئی ہے اس میں ایک صفت۔ تقری الضیف۔ آپ مہمان نوازی کرنے والے ہیں۔ آپ مہماں کا اعزاز واکرام کرتے تھے اس کی مہمانی کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت شیخ بھی آنے والے مہمانوں کا خوب اعزاز واکرام کرتے ان کی مہمانی کرتے تھے کبھی ضرورت پڑی تو مہمان کو چاہیے شربت خود اپنے ہاتھ سے بنا کر پلاتے مہماں کا بغیر اکرام کئے روانہ نہ فرماتے۔

حضرت کا مہمان نوازی کی سنت پر عمل

حضرت شیخ مہمانوں کا بڑا اکرام فرماتے تھے۔ اپنے دستِ مبارک سے شربت بنا کر پلاتے تھے۔ گلاب کے شیرہ میں ادرک کے ٹکڑے ڈالتے تھے تاکہ سرد کے ساتھ گرم مل کر شربت

معتدل ہوجائے اور کسی کو نقصان نہ پہونچے۔ کبھی کبھی کھانا خود بناتے تھے اور مہمانوں کو کھلاتے تھے۔ حضرت مولانا یعقوب سارودی صاحب کو اور دوسرے بھی بہت سے احباب ہیں جن کو حضرت نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا کھانا کھلایا ہے عامۃً شربت اور چائے کے بغیر تو کوئی ملاقات کے لئے آنے والا واپس نہ جاتا یہانتک کہ تعویذ کے لئے جو آتا اس کو بھی حضرت شربت چائے وغیرہ پلاتے تھے۔ بچے آتے ان کو چاکلیٹ وغیرہ دیتے تھے۔

ھدیہ دینے کی سنت پر عمل

ھدیہ دینا اور لینا دونوں مسنون ہے ھدیہ لینے میں انتہائی طور پر احتیاط فرماتے تھے دینے میں بے دریغ ھدیہ دیتے تھے متعلقین کو بلکہ مدارس کے سفراء اور عام ملاقاتی اور علماء اور طلباء سب ہی کو کچھ نہ کچھ ھدیہ پیش فرماتے تھے کبھی آپ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ حدیث میں الید العلیا خیر من ید السفلہ۔ دینے والا ہاتھ اچھا ہے لینے والے ہاتھ سے۔

کھانے کی سنت کا اھتمام اور دوسروں کو اس کی ترغیب

کھانا شروع کرتے وقت دوسروں کی تعلیم کیلئے ذرا بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتے۔ اور دوسروں کو توجہ بھی دلاتے۔ کھانا کے اخیر میں یہ دعاء پڑھتے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔ بچوں کو بھی سکھاتے تھے اور بچوں کو اس بات کی بھی تعلیم دیتے تھے اور تلقین کرتے کہ کھانا بسم اللہ پڑھ کر کھائیں سیدھے ہاتھ سے کھائیں۔ اور اپنے سامنے سے کھائیں جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے۔ **سَمِّ اللہ وکل بیمینک وکل مما یلیک** اور فرماتے تھے۔ اس کو یاد رکھو اور پڑھا کرو اور عمل میں رکھو۔

لوکی کھانے کی سنت پر عمل

حضرت شیخ بازار سے خود لوکی خرید کر لاتے خود کاٹتے اور تیار فرما کر خود بھی خوب رغبت سے کھاتے اور گھر میں اس کے کھانے کی تلقین فرماتے اور رغبت دلاتے تھے۔

کھانے کی ایک اہم سنت پر حضرت کا عمل

آپ ﷺ کی سنت ہے کہ کھانے میں عیب نہ لگائے اچھا لگے تو کھائے اگر اچھا نہ لگے تو نہ کھانا ہو تو نہ کھائے کھانے میں عیب نہ لگائے۔

حضرت شیخ نے پوری زندگی کسی کھانے میں عیب نہیں لگایا اور نہ کسی کھانے کو برا کہا اور نہ کسی کھانے کی فہمائش کی۔ بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے (اور آپ نے خود اس پر عمل کر کے دکھایا) جو کھانا مل جائے غنیمت سمجھ کر کھالینا چاہئے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ہر حال میں خوش رہنا چاہئے۔

اگر کوئی پھل پھیکا بھی ہوتا تو حضرت شیخ اس کو بھی تناول فرمالیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ بھی فائدہ سے خالی نہیں اللہ نے اس کو بھی بے فائدہ پیدا نہیں فرمایا۔

حریرہ اور ثرید کی سنت پر عمل

حریرہ اور ثرید کی احادیث میں فضیلت آئی اور آپ ﷺ کو یہ دونوں چیزیں بہت پسند تھی ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت اور فوقیت ہے ثرید تمام کھانوں کا سردار ہے۔

اسی بنا پر حضرت شیخ کا بھی ان دونوں کھانوں کا معمول تھا خود ہاتھ سے بناتے خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے اور اس کی فضیلت بتلاتے اور فوائد بھی بتلاتے تھے۔

عیادت کی سنت پر عمل

ایک پڑوسی حاجی صاحب جن کو شیخ سے کچھ رنجش ہوگئی تھی۔اور رنجش بھی ایک حق بات کہنے کی وجہ سے ہوگئی۔حق بات کہنا بھی سنت ہے(قـل الـحـقَّ وَاِنْ كَـانَ مُـراً واِلّا فَاصُمُتُ)حضرت نے حق بات کہی تھی اس کی وجہ سے حاجی صاحب ناراض ہو گئے۔اور وہ بیمار تھے۔حضرت شیخ تیسرے دن ان حاجی صاحب کی عیادت وملاقات کے لئے گئے اور حدیث بھی سنائی کہ کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ کلام جائز نہیں ہے۔حضرت جب ان کی ملاقات کے لئے پہونچے تو وہ حاجی صاحب استفسار کرنے لگے کہ آپ ملاقات کے لئے کیوں آئے۔حضرت شیخ نے بہت سکون اور سنجیدگی سے جواب دیا کہ بیمار کی عیادت بھی مسنون ہے آپ کی عیادت کے لئے آیا ہوں۔اور اس لئے بھی آیا ہوں کہ کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ کلام جائز نہیں ہے۔اور تین دن ہو چکے ہیں اس لئے کلام کرنے کے لئے آیا ہوں۔

بیمار کی عیادت مسنون ہے

حضور ﷺ بیماروں کی عیادت فرماتے بیماروں کی عیادت مسنون ہے۔آپ ﷺ نے حکم دیا عودوا المریض۔مریض کی عیادت کرو جب کبھی پتہ چلتا کہ فلاں صاحب بیمار ہے تو فوراً عیادت کے لئے چل پڑتے۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ جب بیمار ہوئے تو جب بھی ان کے یہاں عیادت کے لئے جاتے تو پھل اور چھری اور پلیٹ بھی ساتھ لے جاتے تھے اپنے ہاتھوں سے پھل کاٹ کر حضرت مفتی صاحبؒ کو کھلاتے تھے۔اور پھل کے چھلکے اپنی تھیلی میں ڈال کر ساتھ

واپس لاتے۔ بیماروں کی عیادت کی تلقین فرماتے۔اور مسنون عیادت کے آداب بھی بتلاتے اور سکھاتے تھے۔

نکاح کی سنتوں کا اہتمام

حدیث شریف میں ہے۔ ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ۔ وہ نکاح جو سادگی کے ساتھ کیا جائے اس میں برکت ہوتی ہے۔آپ ﷺ نے شادی بیاہ کے موقع پر اسراف سے روکا ہے اور سادگی کے ساتھ نکاح کرنے کو فرمایا ہے خود بھی اپنے نکاح حضور ﷺ نے بہت ہی سادگی سے فرمائے ہیں اور اپنی صاحبزادیوں کے نکاح بھی بہت ہی سادگی سے کئے ہیں۔

حضرت شیخ کی زندگی بھی عین سنت کے مطابق گذری ہے۔حضرت شیخ نے سادگی کے ساتھ نکاح کرنے کی سنت کی زندگی بھر ہمیشہ دعوت بھی دیتے رہے ہیں اور جب موقع آیا تو اس پر عمل کر کے بھی بتادیا۔

لڑکی کا نکاح مسنون طریقہ پر

جب اپنی بچی کا نکاح کیا تو نکاح سے پہلے کچھ قریبی لوگوں سے کہہ دیا کہ بعد ظہر لڑکی کا نکاح ہے۔اور نماز کے بعد اعلان کیا کہ۔(بچی کا نکاح ہے تھوڑی دیر تشریف رکھیں) خود نکاح پڑھایا چند منٹ وعظ فرمایا۔ ہونے والے داماد اور ان کے رشتے دار جو بلساڑ سے آئے تھے ان کو کھانا کھلایا۔خود اپنے خرچ سے گاڑی منگوائی۔اور دلہن اور دلہا کو دعائیں دیکر رخصت فرمایا۔ عصر کے بعد حضرت شیخ کو لینے کے لئے ایک اور گاڑی آ گئی مہمانوں کو رخصت کر کے حضرت شیخ اس گاڑی میں بیٹھ گئے اور رات کے پروگرام کے لئے کسی گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ علماء نے بڑی شکایتیں کی کہ ہم کو نکاح کی دعوت نہیں دی گئی بلایا نہیں گیا۔حضرت نے فرمایا کہ آپ

تو اہل علم ہو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے شادی کی اور حضور ﷺ کو نہیں بلایا تو آپ ﷺ نے شکایت نہیں فرمائی۔

اور فرمایا کہ اگر مجھے کوئی شادی میں نہیں بلاتا تو میں لوگوں میں تحقیق نہیں کرتا کہ تمہارے یہاں شادی تھی یا نہیں۔ اور ثانیاً میں شکوہ شکایت نہیں کرتا کہ مجھے کیوں نہیں بلایا۔ اور فرمایا کہ بعض رسوم کو اولا علماء چھوڑیں گے تو عوام بھی چھوڑیں گے۔

دورانِ سفر اور سفر سے واپسی کی سنت پر عمل

حدیث شریف میں اس کی تعلیم ہے کہ جب سفر میں جاؤ اور سفر میں اپنا مقصد پورا ہو جائے تو فوراً اپنے اھل کی طرف لوٹ جاؤ۔ بلاوجہ گھر پہونچنے میں تاخیر نہ کرو۔

حضرت شیخ کا زندگی بھر اس پر عمل رہا۔ جہاں سفر میں جس مقصد کے لئے گئے تھے وہ مقصد پورا ہوتے ہی اپنے گھر فوراً واپس ہو جاتے تھے تاخیر نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ متعلقین اصرار بھی کرتے کہ حضرت تھوڑا اور قیام کرلیں ٹھہر جائیں لیکن حضرت فرماتے بھائی کام پورا ہو گیا جس مقصد کے لئے سفر کیا تھا وہ پورا ہو گیا بس ہم جاتے ہیں۔

سفر حضر کی ایک اہم سنت پر عمل

حضور ﷺ کے ساتھ ہمیشہ سفر وحضر میں ایک تھیلی ہوتی تھی جس میں۔ سات یا آٹھ چیزیں رہتی تھی (۱) کنگی (۲) آئینہ (۳) قینچی (۴) مسواک (۵) سرمہ دانی (۶) ایک لکڑی (۷) تیل کی بوتل

حضرت کا ہمیشہ سفر وحضر کا معمول تھا کہ آپ یہ سب چیزیں رکھتے تھے۔ اور ان کا استعمال فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت شیخ ہمیشہ اپنے ساتھ قلم۔ قرطاس بھی رکھا کرتے تھے۔

دورانِ سفر بھی جماعت سے نماز پڑھنے کا اہتمام فرماتے تھے

دورانِ سفر بھی نماز باجماعت کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔اور گجرات بھر میں جہاں جہاں تشریف لے جاتے تو مختلف مساجد اوران کے نمازوں کے اوقات کا علم حضرت شیخ کو رہتا تھا دورانِ سفر فرماتے تھے کہ اب ہم کو فلاں جگہ جماعت سے نماز مل جائے گی چلو ہم کو وہاں پہونچنا ہے ہم پہونچ سکتے ہیں کبھی گاڑی کو تیز چلانے کے لئے کہتے تا کہ جماعت مل جائے۔

سفر کی سنت پر عمل

سفر میں ہمیشہ سواری پر سوار ہونے کی دعاء خود بھی پڑھتے اور ساتھیوں کو بھی تلقین فرماتے تھے کہ دعا پڑھ لیں سبحان الذی سخر لنا هٰذ وماكنا له مقرنين وانا الىٰ ربنا لمنقلبون

کھانے کے وقت بھی بسم اللہ خود زور سے پڑھتے اور بسم اللہ پڑھنے کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ یہ سب مسنون دعاؤں کو عمل میں لانا چاہئے اور اپنی زندگی ادعیۂ ماثورہ سے معمور کرنا چاہئے۔اسی طرح چلتے پھرتے حضرت کی زبان پر ذکراللہ جاری رہتا تھا اٹھنے بیٹھنے میں ذکر اللہ جاری رہتا تھا بلندی پر چڑھنے کے وقت اکثر اللہ اکبر پڑھتے تھے۔اور نشیب والا حصہ آتا تو اکثر سبحان اللہ پڑھتے تھے۔

مسنون دعاؤں کا اہتمام

ياحى ياقيوم برحمتك نستغيث ۔اکثر پڑھا کرتے تھے۔اور دیگر اوراد ووظائف بھی پڑھا کرتے۔اور درود شریف کی بہت کثرت کرتے تھے۔

جب خالی رہتے مطالعہ وغیرہ نہ کرتے یا کسی کام میں رہتے تھے تو زبان پر ذکر الٰہی

جاری رہتا۔بطور یاددہانی کے ہمیشہ (مذکرہ) یعنی تسبیح ہاتھ میں رہتی تھی

ایک مسنون دعاء کی طرف توجہ دلانا

ایک مرتبہ حضرت قاری عبدالحمید صاحب پانولی والے مدظلہ نے حضرت کوعشاء میں کھانے کی دعوت دی اور مہمان حضرات بھی تھے حضرت شیخ کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ کھانے کے بعد پھل فروٹ پیش کئے گئے۔جن میں کیلے بھی تھے۔افریقہ کے ایک حاجی صاحب بھی مدعو تھے۔انہوں نے فرمایا کہ صبح میں اگر کیلا کھائیں تو سونے کی طرح قیمتی رہتا ہے دوپہر میں چاندی کی طرح مفید ہوتا ہے اور رات میں اگر کیلا کھایا جائے تو جیسے لوہا یعنی غیر نافع ہوتا ہے بلکہ مضر ہوتا ہے۔تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ حضورﷺ نے ایک دعاء بتائی ہے دعاء یہ ہے۔ **بسم الله الذی لایضر مع اسمه شئ فی الارض والافی السماء وهو السميع العليم** ۔اگر یہ دعاء پڑھ کر کھایا جائے تو رات کو بھی اللہ تعالیٰ اس کے ضرر اور نقصان سے بچالے گا۔

دم کرنے میں ادعیہ مسنونہ کا اھتمام

اکثر بچوں کو دم کرتے تو ادعیہ مسنونہ پڑھ کر دم کرتے تھے۔جیسے **اعوذ بابکلمات التامات من كل شيطانٍ هامة وعينٍ لامة** ۔اور **بسم الله أُرقيك من كل شئ يوذيكَ** وغیرہ جو ادعیہ ماثورہ ہے وہ پڑھتے تھے اور دم کرتے تھے۔

خلافِ سنت عمل کرنے والوں سے سخت نفرت

فرماتے تھے۔ جو لوگ خلافِ شرع سنت رسولﷺ کو یعنی داڑھی کو منڈاتے ہیں یا کترواتے ہیں۔ان لوگوں سے مجھے سخت نفرت ہے۔ داڑھی رکھنا یہ حضورﷺ کی اتنی پیاری

سنت ہے اور اتنی تاکیدی سنت ہے پھر بھی کوئی مسلمان اس سے اعراض کرتا ہے اس سنت سے اعراض کی وجہ سے مجھے ایسے شخص سے سخت نفرت ہوتی ہے۔

سنت پر عمل کرنے کی ترغیب

اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے۔ حتی الامکان حضور ﷺ کی ہر کام میں پیروی کرنا چاہئے آپ ﷺ کی ہر سنت کو عمل میں لانے کی کوشش کرنا چاہئے سارے عالم کے مسلمانوں کی فلاح و بہبودی اور کامیابی اسی سنت رسول کے پیروی میں ہی مضمر ہے۔ اور فرماتے تھے کہ۔ سنت بہت ہی قیمتی ہے۔ اور فرماتے تھے۔ میری کوشش یہی رہتی ہے کہ جو بھی عمل ہو سنتوں کے دائرے میں اور سنت کے مطابق ہو خلافِ سنت نہ ہو۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان کی یہی کوشش ہونا چاہئے اور ہر مسلمان کی زندگی سنت رسول ﷺ کی آئینہ دار ہونا چاہئے۔

حضرت نرم مزاج تھے لیکن خلافِ سنت کاموں کے بارے میں بہت سخت تھے

حضرت شیخ اجمیریؒ نہایت نرم مزاج تھے حضرت کے مزاج میں سختی نہیں تھی۔ لیکن اگر کوئی شخص خلافِ سنت کام کر لیتا تو اس وقت بہت سخت ہو جاتے تھے۔ کبھی کسی امام کو دیکھ لیتے کہ وہ خلافِ سنت داڑھی رکھتا ہے۔ داڑھی کو تراشتہ ہے تو اس کو بلا کر صاف صاف کہد یتے کہ بھائی آپ صاحب علم اور صاحب سمجھ ہو کر اور سنتِ رسول ﷺ سے واقف ہونے کے باوجود یہ سنتوں کے ساتھ کیسی چھیڑ چھاڑ ہے۔ یہ جائز نہیں ہے۔

خلافِ سنت عمل پر سخت ناراضگی کا اظہار

جس طالب علم کی داڑھی سنت کے مطابق نہ ہوتی تو اس کو سخت تنبیہ فرماتے تھے اور

نصیحت فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ حدیث شریف پڑھتے ہو علم کے ساتھ عمل بھی ہونا چاہئے۔ اپنی زندگی حدیث کے مطابق اور سنت کے مطابق بنانا چاہئے یہ کام تو حدیث اور سنت کے خلاف ہے داڑھی سنت کے مطابق ایک مشت رکھنا چاہئے زمانۂ طالب علمی میں سنت پر عمل نہیں ہوگا تو فراغت کے بعد کیا دوسروں کو سنت کی دعوت دوگے اس سنت پر عمل کرو اور اپنی زندگی کو سنت کے مطابق بناؤ تو تم کامیاب ہو۔

ناقل: محمد اکرام الدین غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت گجرات

ماہ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

باب ﴿۵۲﴾

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کاملِ متبعِ سنت حضرت اقدس مولانا محمد احمد پرتاب گڈھی رحؒ کا اتباعِ سنت

عشق رسول ﷺ کا ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے مگر اتباعِ سنت کا دور دور تک پتہ نہیں

حضرت مولانا محمد احمدؒ کا ارشاد ہے کہ آج کل جو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈنڈورا خوب خوب پیٹا جارہا ہے مگر اتباعِ سنت کا دور دور تک پتہ نہیں چلتا اور اس سے ادنیٰ تعلق بھی عملاً معلوم نہیں ہوتا تو یہ یقیناً انکے اس دعوائے عشق ومحبت کے کذب پر حجت ہے۔ العیاذ باللہ (فیضان محبت) بحوالہ مثالی نوجوان ص ر ٦٦)

دونوں جہاں کی تمام نعمتیں ایک طرف ہوں اور دوسری طرف اتباع سنت کی نعمت ہوتو یقیناً سعادت اورخوش بختی میں اتباع سنت کی نعمت عظیم تر ہے

حضرت مولانا محمد احمدؒ نے فرمایا کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پسند کرنا اوراسے محبوب رکھنا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کا سبب اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جیسی نعمت عظیم کے حصول کا ذریعہ ہے حقیقت یہ ہے کہ دونوں جہان کی تمام نعمتیں ایک طرف ہوں اور دوسری طرف یہ نعمت ہوتو یقیناً سعادت وخوش بختی میں نعمت عظیم تر ہے (فیضان محبت) بحوالہ مثالی نوجوان ص ر ٦٦)

حضرت مولانا محمد احمدؒ کا فرمان ہے کہ

جس کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی اس کو شریعت سے اور سنت سے ضرور ہوگی۔

جس کو اللہ تعالیٰ سے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت ہوگی اس کو اللہ تعالیٰ کی شریعت سے اور سنت رسول سے ضرور محبت ہوگی

جس کو خداوند قدوس اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی اسے اللہ تعالیٰ کی شریعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ضرور محبت ہوگی اور محبت شریعت وسنت پر عمل اور اسکی اطاعت پر مجبور کرے گی اسلئے کہ ع۔

ان المحب لمن یحب یطیع

یعنی محبّ اپنے محبوب کی ضرور اطاعت کرتا ہے پس آج کل جو باوجود دعویٰ محبت کی اتباع واطاعت میں کمی وکوتاہی نظر آرہی ہے تو یہ درحقیقت اس محبت کی کمی کا نتیجہ ہے۔ (فیضان سنت)

بحوالہ مثال نوجوان ر ٦٧)

سنت کے مطابق مسجد میں داخل ہونا نکلنا بطور کرامت ہوا میں سو مرتبہ اڑنے سے بہتر ہے

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پڑتا بگڑھیؒ نے فرمایا:

شیخ محی الدین بن عربیؒ بہت بڑے قطب زمانہ تھے ان کو شیخ اکبر کہا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پیر رکھنا اور نکلتا وقت پہلے بایاں پاؤں نکالنا سنت ہے جو اس کو سنت سمجھ کر کرتا ہے تو یہ اتنی بڑی کرامت ہے کہ سو مرتبہ ہوا پر اڑنا اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں اتباع سنت ہے اور اتباع سنت سے قرب ہوتا ہے اور ہوا پر اڑنے سے کچھ بھی قرب نہیں ہوتا۔ (شیخان عینان تجریان ص/۴۷)

جب آدمی سنت سے ہٹے گا تو طریقت سے الگ ہو جائے گا

سیدنا رفاعیؒ کا قول حضرت عارف باللہؒ نے ''کمالات نبوت'' میں یوں نقل فرمایا ہے:

''درویش اسی وقت تک طریقت پر ہے جب تک سنت پر جما ہوا ہے اور جس وقت وہ سنت سے ہٹے گا طریقت سے الگ ہو جائے گا''۔ (شیخان عینان تجریان ص/۱۰۰)

عشق ومحبت

اتباع شریعت وسنت کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لازم وضروری ہے، چنانچہ صاحب فتح الباری نے لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی اتنی محبت فرض ہے جس سے فرائض اور واجبات کی ادائیگی ہو سکے، اس لئے کہ محبت سے احکام خداوندی کی بجا آوری آسان ہو جاتی ہے'' چنانچہ اسی معنی میں یہ مصری مشہور ہے....ع

از محبت تلخہا شیریں شود

چنانچہ حضرت عارف باللہؒ بھی غایت معرفت ومحبت میں بہت ہی ناز بلکہ انتہائی عاشقانہ

اندازاور کامل جزم ویقین کے ساتھ **علیٰ رؤوس الاشہاد** فرمارہے ہیں۔

میں ان کے سوا کس پر فدا ہوں یہ بتادے

لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

سبحان اللہ! اس شعر میں جو معنویت اور حقیقت پنہاں ہے اس کو یہ حقیر بیان نہیں کرسکتا، اس شعر میں عشاق پر طعنہ زنوں اوراعتراض کرنے والوں کے سامنے اعتزار نہیں بلکہ بطور احتجاج فرمارہے ہیں کہ اے لوگو! تم ہی بنظر انصاف بتاؤ کہ اللہ جل شانہٗ کے علاوہ کس کی ذات جامع الکمالات ہے جس پر جان ودل قربان کیا جاسکے؟ ظاہر ہے کہ تمہارے پاس نفی کے سوااس کا کوئی جواب نہیں، تو اگر ہم ایسی ذات منبع الکمالات پر سب کچھ نثار کردیں تو کیا موجب ملامت ہے؟ چنانچہ کسی نے خوب کہا ہے....ع

متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

تجدید لذت کے لئے ذرا پھر حضرتؒ کے شعر کو پڑھئے:

میں ان کے سوا کس پر فدا ہوں یہ بتادے

لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

آپ اس شعر میں جتنا غور فرمائیں گے اتنا ہی اس کی معنویت وحقیقت کا سراغ لگتا جائے گا، اور سچ تو یہ ہے کہ اس شعر کے بار بار پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت ونسبت میں قوت آتی جائے گی۔ (شیخان عینان تجریان ص ۱۰۰)

حضرت والا اتباع شریعت اور التزام سنت کی برابر ترغیب دیتے تھے

چنانچہ فرماتے ہیں:

اگر ہم آزاد ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے

مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

اسی طرح علماء کرام کو عشق ومحبت اور باطنی دولت کی تحصیل اور علم نبوت کے ساتھ نور نبوت سے اپنے سینے کو منور کرنے کی تلقین فرماتے رہتے۔ ذرا دیکھئے کہ کیسے اچھوتے اور پیارے انداز میں فرمارہے ہیں۔

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارفضیلت گم ہو دستار محبت میں

سبحان اللہ! اس ''نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے'' کے اجمال میں جو لطف و لطافت پنہاں ہے اسے کیا بیان کروں، بس اس سے ارباب ذوق ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ پھر دستار محبت میں گم ہونے کو جو فرمایا تو یہ بھی طریق محبت کی تعلیم وترغیب کے لئے ایک جدید اسلوب اور نیا عنوان ہے مگر یقیناً یہ انتہائی دلنشین اور حسین طرز ادا ہے جو لائق صد آفریں ہے

حضرت نے اس شعر میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ علماء کو چاہئے کہ بس ملائے خشک ہونے ہی تک نہ رہیں۔ بلکہ اپنے سینوں کو نور حق اور محبت حق سے گلزار بھی کریں تا کہ صحیح معنوں میں انہیں انبیاء علیہم السلام کی وراثت اور اولیاء کرام کی نیابت کا شرف حاصل ہو۔ (شیخان عینان تجریان ص ۱۱۵)

اگر کوئی شخص خلاف سنت پہاڑ کے برابر بھی عمل کرے تو اللہ ورسول ﷺ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں

پس معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ اہتمام کی چیز اعمال ہیں، دنیا میں رہ کر مال حاصل کرنے کے طریقے جو جائز ہیں ان کو اختیار کر سکتے ہیں، تجارت، زراعت، ملازمت، جو چاہیں اختیار کریں مگر اعمال سے غافل نہ ہوں، آخرت میں اعمال ہی کام آنے والے ہیں، مال سے متعلق بھی احکام ہیں، ان کو علماء سے دریافت کریں اور پوچھ پوچھ کر اسی کے مطابق عمل کریں،

اسی طرح اعمال میں بھی اس کا لحاظ کریں کہ ہمارا ہر عمل سنت کے مطابق ہو، نیکی دراصل وہی ہے جو سنت کے مطابق ہو، اگر کوئی شخص خلاف سنت پہاڑ کے برابر بھی عمل کرے تو اللہ ورسول کے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں۔ (روح البیان، ج ۳ / ص ۱۲۶)

اتباع سنت کا اہتمام جملہ امور میں ہونا چاہئے

اور اپنے جملہ اطوار وعادات میں یعنی کھانے پینے میں، لینے دینے میں، شادی غمی میں غرض جملہ امور میں اتباع سنت کا اہتمام کرنا چاہئے، آج کل شادیوں اور تقریبات میں عام طور پر جو خرافات ہوتی ہیں ان سب سے بچیں، آپ دیکھتے ہوں گے کہ شادیوں میں عموماً باجا ہوتا ہے حالانکہ باجا بالکل حرام ہے تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ مزامیر حرام ہیں، اسلئے ان خرافات سے خود بھی احتراز کرنا چاہئے، اور جو لوگ اس میں مبتلا ہیں ان کو بھی روکنا چاہئے۔ (روح البیان ص / ۱۲۷ ج ۳)

قبولیتِ اعمال کے لئے دو شرطیں ہیں (۱) سنت کے مطابق ہو (۲) وہ اللہ ہی کے لئے ہو

ہمارے اکابر لکھتے ہیں کہ اعمال کے قبول ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ عمل سنت کے مطابق ہو، دوسرے یہ کہ وہ اللہ ہی کے لئے ہو، مومن کو ہر وقت یہ فکر رہنی چاہئے کہ ہمارا جو قدم اٹھے وہ شریعت وسنت کے مطابق اور اللہ ورسول کی مرضی کے موافق اٹھے، اتباع سنت پر ابھارنے کے لئے جس طرح اللہ ورسول کی محبت ضروری ہے اسی طرح خوف بھی ضروری ہے۔

جب آدمی کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف آجاتا ہے تو سنت کا اتباع آسان ہوجاتا ہے اور آدمی کا ہر قدم سنت کے مطابق اٹھنے لگتا ہے

جب آدمی کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف آجاتا ہے تو سنت کا اتباع آسان ہوجاتا ہے اور

آدمی کا ہر قدم سنت کے مطابق اٹھنے لگتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے اندر حضور اقدس ﷺ کے فیض صحبت سے یہی خوف پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے خود نبی کریم ﷺ کے حالات میں غور کیجئے تو آپ کو حضور ﷺ کے خوف کا بخوبی اندازہ ہوگا۔ (روح البیان ج ۳ ص/ ۱۲۸)

اتباعِ سنت کے متعلق حضرت مولانا کی نظم

جو دل سے سید عالمؐ کی اتباع کرے — وہ مقتدی بھی جہاں کا امام ہو جائے
غلامی اس کی کریں تاج و سلطنت والے — نبیؐ کا جو کوئی سچّا غلام ہو جائے
کبھی نہ مجھکو تمنا ہو باغ رضواں کی — اگر مدینہ میں میرا قیام ہو جائے
زباں پہ جاری رہے ہر گھڑی درود و سلام — ہمارا بس یہی دن رات کام ہو جائے
خدا کا بھی وہی محبوب خاص ہوتا ہے — جو کوئی عاشقِ خیرالانام ہو جائے
خدا کے ذکر میں دن رات میں رہوں مشغول — تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے
وہ خوش نصیب جسے فیضِ خاص پہونچا ہے — جہاں میں اس کا نہ کیوں فیض عام ہو جائے
نگاہ لطف سے گر آپ دیکھ لیں سرکار — نہ ذرّہ کس لئے ماہِ تمام ہو جائے
جو دل سے سید عالم کی اتباع کرے — وہ مقتدی بھی جہاں کا امام ہو جائے
الٰہی، اب تو شفیع الامم کے صدقے میں — مدینہ جانے کا پھر انتظام ہو جائے
حضورِ دل سے رہیں ان کی یاد میں مشغول — ہمارا شغل یہی صبح و شام ہو جائے

(عرفان محبت ص/ ۳۶)

اتباعِ سنت کے متعلق حضرت مولانا کی دوسری نظم

انکار ہے اللہ کا انکارِ محمدؐ — اللہ کا اقرار ہے اقرارِ محمدؐ

گر دیدۂ بینا ہو عطا، تو نظر آئے
انوارِ الٰہی سے ہیں انوارِ محمدؐ

سرکارِ دو عالم کی جو سنت پہ فدا ہیں
بس ان کو نظر آئیں گے انوارِ محمدؐ

ہے سنت نبوی سے نہیں جن کو سروکار
ان پر نہ کھلیں گے کبھی اسرارِ محمدؐ

کیا پوچھنا اس کا وہ سعیدِ ازلی ہے
ہو جائے جسے خواب میں دیدارِ محمدؐ

غم مجھ کو نہیں لاکھ زمانہ ہو مخالف
پامال نہ ہوگا کبھی گلزارِ محمدؐ

ہو جاتے تھے اصحاب ادب سے ہمہ تن گوش
اس طرح سنا کرتے تھے گفتارِ محمدؐ

کیا پوچھتے ہو، ان کے مدارج کی نہیں تھا
قربان میں ان پر جو ہیں انصارِ محمدؐ

قربان کریں جان، یہاں سر کے بل آئیں
دربارِ محمدؐ ہے یہ دربارِ محمدؐ

ہے کون بسا دیدہ و دل میں ترے احمد
ہر دم تجھے حاصل ہے جو دیدارِ محمدؐ

صدقے میں محمد کے تو احمد کی دعا سن
اللہ دکھا پھر اسے دربارِ محمدؐ

(عرفان محبت ص ر ۳۷)

میری سنت سے محبت ہے محبت میری - یہی فرما گئے ہیں سارے رسولوں کے امام

کیا کہوں تجھ سے کہ تو عقل و خرد کا ہے غلام
دور ہے تجھ سے ابھی اہل محبت کا مقام

اتباع نبوی سے نہیں تجھ کو کچھ کام
پھر بھی کہتا ہے کہ ہوں فخرِ دو عالم کا غلام

راہبر خود ہی ہیں گمراہ الٰہی توبہ
پھر نہ کیوں عام مسلمانوں کا ہو یہ انجام

بندے اللہ کے اللہ سے جب باغی ہیں
کیا تعجب ہے جو دنیا میں بپا ہے کہرام

گر سمجھ میں تری آیا ہو رسالت کا مقام
کٹ کے ہر در سے تو بن فخرِ دو عالم کا غلام

میری سنت سے محبت ہے محبت میری
یہی فرما گئے ہیں سارے رسولوں کے امام

جو ہیں سرکار مدینہ کی محبت میں فدا
ساتھ سرکار کے جنت میں کریں گے وہ قیام

جان کی ان کی قسم کھاتا ہے قرآں میں خدا — اللہ اللہ یہ محبوب خدا کا ہے مقام
اپنے اللہ سے واللہ ابھی لیں انعام — کہہ کے لبیک مسلمان جو باندھیں احرام
لاؤ ایمان نہ لاؤ یہ تمہاری ہے خوشی — تم پہ اللہ کی حجت ہوئی جاتی ہے تمام
اپنے اللہ پر قربان نہ ہو وہ کیوں کر — شکر ہے شکر کہ احمدؔ ہے محمد ﷺ کا غلام

(عرفانِ محبت ۱۴۰)

جب تک نہ آپ سنت نبویؐ پر مر مٹیں

اعمال بد سے اب نہ جہاں کو ہنسایئے — اسلام پر خدارا نہ دھبہ لگایئے
نفس آپ کا مرا ہے! خدارا بتایئے — اک بات کوئی کہدے تو کیوں تلملایئے
شیطان اور نفس کے قصے کریں تمام — یہ روز روز کے ہیں جھگڑے مٹایئے
ہرگز نہ ٹھیک ہوگا، بہت ہی شریر ہے — جب تک نہ آپ نفس پہ کوڑے لگایئے
معراج ہے یہ عشق کی واللہ دوستو! — لے کر خدا کا نام سر اپنا کٹایئے
دیکھیں! ذرا سمجھ کے چلیں راہِ عشق میں — ایسا نہ ہو کہ آپ کہیں چوک جایئے
ہشیار باش، راہ میں ڈاکو ہیں چور ہیں — چلئے سنبھل کے آپ کہیں لٹ نہ جایئے
دونوں جہاں کی خیر اسی میں جناب ہے — روٹھے ہوئے ہیں چل کے انھیں اب منایئے
ان کے سوا کسی پہ نہ قربان آپ ہوں — ان کی مثال ہو تو کہیں جا کے لایئے
شاید بنالیں آپ کو اپنا وہ ایک دن — قسمت کو اپنی آ کے یہاں آزمایئے
یہ سوچ، فکر، جو بھی ہے خامی طلب کی ہے — بگڑی بنے گی، آپ قدم تو اٹھایئے
ہوش و خرد کا کام نہیں راہ عشق میں — ان کی طلب میں اپنے کو مجنون بنایئے
یوں ڈھونڈتے رہیں گے نہ پائیں گے آپ انھیں — وہ کب ملیں گے، اپنی خودی جب مٹایئے

دولت کسی کو مفت میں ملتی نہیں ہے یہ
سب کچھ نثار کیجئے، تب آپ پائیے

ان کے سوا نہ یاد رہے کوئی آپ کو
جو بھی ہیں غیر، دل سے انھیں اب بھلائیے

ہمت کریں جو آپ تو مشکل نہیں جناب
رحمت خدا کی ہو تو انھیں پل میں پائیے

جب تک نہ آپ سنت نبوی پہ مرمٹیں
ممکن نہیں کبھی بھی جو مقصود پائیے

ظلمت نہ دور ہوگی گناہوں کی دوستو!
جب تک نہ آپ اشکِ ندامت بہائیے

برباد ہوگا کوئی، محبت میں کب بھلا
خطرہ بھی آپ دل میں یہ ہرگز نہ لائیے

اسلام کو جہان میں رسوا نہ کیجئے
مت شرک کے قریب کبھی آپ جائیے

مشغول ہو کے کلمۂ طیب کے ذکر میں
دل میں لگا جو زنگ ہے اسکو چھڑائیے

باب ﴿۵۳﴾

مرشدِ عالم محبوب العارفین حضرت اقدس مولانا پیر غلام حبیب نقشبندی مجددی قدس سرہ کا اتباع سنت

آپ پر اتباع سنت کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ ہر چھوٹے بڑے عمل میں سنت نبوی ہی کو پیش نظر رکھتے تھے

آپ پر اتباع سنت کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ ہر چھوٹے بڑے عمل میں سنت نبوی علی صاحب الصلوۃ والسلام ہی کو پیش نظر رکھتے اس بے ساختگی سے سنت پر عمل پیرا ہوتے کہ وہ طبیعت کا جزو لانیفک نظر آتی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ مکروہات شرعیہ آپ کے لئے ''مکروہات طبعیہ'' بن گئی تھیں آپ سنت کو ظاہری سراپا تک ہی محدود نہ رکھتے بلکہ معاملات و معاشرت میں

بھی اس کا عملی نمونہ پیش فرماتے تھے۔

وہی سمجھا جائیگا شیدائے جمال مصطفیٰ

جسکا حال حال مصطفیٰ ہو قال قال مصطفیٰ

سخت سے سخت مرض میں بھی اتباع سنت کا بہت ہی اھتمام فرماتے تھے

حضرت مولانا کے صاحبزادہ عبدالرحیم صاحب مدظلہ بیان فرماتے ہیں ”ایک مرتبہ طویل علالت کی وجہ سے آپ پر حد درجہ نقاہت غالب تھی کبھی کبھی غش کی سی کیفیت بھی ہوتی تھی۔ اس حالت میں کپڑے تبدیل کرواتے ہوئے خادم نے غلطی سے یسار کو یمین پر مقدم کیا تو آپ نے فوراً تنبیہ فرمائی“

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُحِبُ التَّیَمُّنَ مَااسْتَطَاعَ فِیْ شَأنِہٖ کُلِّہٖ فِیْ طُھُوْرِہٖ وَتَرَجُّلِہٖ وَتَنَعُّلِہٖ۔ (مشکوٰۃ: ص ٤٦)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حتی الامکان اپنے تمام کاموں کو دائیں سے شروع کرنا محبوب رکھتے تھے (مثلاً) اپنی طہارت میں۔ وضو میں۔ کنگھی کرنے میں۔ جوتا پہنتے میں۔ (مظاہر حق ۳۲۳)

مزید برآں اس مرض میں جب آپ کو چمچ میں پانی پلانا جاتا تو آپ چند چمچ پانی نوش فرمانے کے بعد منہ بند فرمالیتے اور کچھ وقفہ کے بعد پھر پانی لیتے گویا اس طرح پانی پینے کی سنت ادا ہو جاتی۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَیْنِ۔ (شمائل ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ پانی نوش فرماتے تو دو مرتبہ میں سانس لیتے۔ (شمائل ترمذی) حیات حبیب ۵۲

اگر کسی کو خلاف سنت عمل کرتا دیکھتے تو فوراً تنبیہہ فرماتے

متعلقین میں سے اگر کسی کو خلاف سنت عمل کرتا دیکھتے تو فوراً تنبیہہ فرماتے۔ حضرت مولانا سیف اللہ خالد صاحب دامت برکاتہم کو سولہ سال وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں حاضری نصیب رہی۔ موصوف فرماتے ہیں کہ ۱۶ سال سفر وحضر اور دن رات کی صحبت اٹھانے کے بعد میں نے آپ کی پوری زندگی کو کتاب وسنت کے مطابق پایا۔ (حیات حبیب، ص ۵۳)

آپ کی ہڈی ہڈی بوٹی بوٹی عشق نبوی میں سرشار تھی

آپ کو سید الاوّلین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سے انتہائی گہری محبت تھی۔ آپ حضور اکرم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محبت بھرے انداز سے لیتے تھے۔ جب کبھی تذکرہ فرماتے تو آپ کے روئے مبارک سے قلبی تڑپ مترشح ہوتی تھی، یوں لگتا تھا کہ آپ کی ہڈی ہڈی بوٹی بوٹی عشق نبوی میں سرشار ہے اور آپ زبان حال سے یوں کہہ رہے ہیں۔

اے چہرہ زیبائے تو رشک بتان آزری
ہر چند وصفت می کنم در حسن زاں بالاتری
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

ترجمہ: اے کہ آپ کا خوبصورت چہرہ آزار کے بتوں کے لئے قابل رشک ہے۔ ہر چند میں آپ کی تعریف کرتا ہوں مگر آپ کا حسن اس سے بالاتر ہے۔ اگر چہ میں مشرق ومغرب میں پھرا حسینوں کا عشق اختیار کیا۔ میں نے بہت سارے حسینوں کو دیکھا لیکن آپ ﷺ سب سے نرالے ہیں۔

عَنْ اَنَس بِنْ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَایُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (ترمذی ص ٤٩)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تم میں سے کامل مومن اس وقت تک کوئی بھی نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے اپنے والد اور اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

فخر موجودات و اکمل التحیات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پاکیزہ محبت تو ایمان کی شرائط میں سے اول شرط ہے۔ آپ کے قلب مبارک میں ہمہ وقت عشق نبوی کا شعلہ مشتعل اور محبت نبویؐ کی آگ سر بلند رہتی تھی۔

آپ علوی نسب اور علوی فطرت کے حامل تھے جسے فیض صدیقی نے نکھار بخشا تھا حتی کہ آپ کی ذات ستودہ صفات ''مرج البحرین'' بن گئی۔ سیدنا صدیق اکبر ﷺ کی نسبت کاملہ نے آپ کے قلب میں عشق مصطفیٰ کو بھر دیا تھا۔ اسی لئے اتباع سنت نبویؐ کی راہیں آپ پر کشادہ ہو گئیں۔ (حیات حبیب ۸۳)

سنت نبویؐ کی پیروی اس محبت سے کرتے تھے جیسے یہی آپ کی مقصدِ حیات ہو

سیرت نبویؐ کی مجالس میں آپ باوضو ہو کر نہایت ادب و شوق سے تشریف فرما ہوتے جب کوئی خطیب سیرت نبویؐ پر محبت بھرے انداز میں بیان کرتا تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

وہ جو شیریں سخنی ہے میرے مکی مدنی
تیرے ہونٹوں کی چھنی ہے میرے مکی مدنی
نسل در نسل تری ذات کے مقروض ہیں ہم
تو غنی ابن غنی ہے میرے مکی مدنی

دست قدرت نے ترے بعد پھر ایسی تصویر

نہ بنائی نہ بنی ہے میرے مکی مدنی

تیرا پھیلاؤ بہت ہے تیری قامت ہے بلند

تیری چھاؤں بھی گھنی ہے میرے مکی مدنی

راقم الحروف نے ایک دفعہ عشق رسول ﷺ کے عنوان پر بیان کیا تو آپ نے مجلس ختم ہونے پر فرمایا۔ ''آج تو میری عید ہوگئی۔''

اسی محبت کے نتیجہ میں آپ عالم خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔ دیکھا کہ نبی علیہ السلام نے نماز کی نیت باندھ لی۔ آپ کا جی چاہا کہ اقتدا کریں پھر فرمان نبوی ﷺ

" صلوا کما رائیتمونی اصلی

(نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو) پیش نظر رہا۔ آپ آقائے نامدار تاجدار رسالت کو نماز پڑھتے دیکھتے رہے۔ حتیٰ کہ نبی علیہ السلام نے سلام پھیرا''۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست

بحر و بر در گوشہ دامان اوست

(ہر وہ شخص جس کی پونجی عشق مصطفیٰ ہے۔ بحر و بر اس کے دامن کے گوشہ میں ہے)

درج ذیل میں عشق نبوی ﷺ کے چند واقعات دیئے جاتے ہیں۔

☆ جناب سعید الظفر صاحب سے منقول ہے۔ کہ 1986ء میں آپ نے کراچی سے حج کے سفر پر جانا چاہتے تھے۔ ایک دانت میں شدید درد تھا۔ اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر سے علاج معالجہ کرواسکیں۔ اسی کیفیت میں آپ سفر حج پر روانہ ہوگئے ۔ چند دنوں کے بعد جناب

سعید الظفر صاحب بھی حج کے لئے روانہ ہوئے تو مدینہ طیبہ میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت آپ مسجد نبوی میں قدمین شریفین کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب سعید الظفر صاحب نے پوچھا حضرت دانت کے درد کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا پہلے سے کم ہے پھر آپ نے چپکے سے قالین کا سرا اٹھایا۔ جو قالین روضہ اطہر کے اندر بچھا ہوا تھا مگر اس کا کچھ حصہ باہر نکلا ہوا تھا۔ اس کے نیچے سے ایک چٹکی مٹی لے کر آپ نے اپنے دانت پر رکھی اور منہ بند کر لیا اس کے بعد دانت کا درد غائب ہو گیا اور وہ دانت دوسروں سے بہتر اور مضبوط ہو گیا۔ عشق نبوی کا یہ عالم تھا کہ آپ مسجد نبوی کی خاک کو کبریت احمر سے بھی زیادہ اکسیر سمجھتے تھے۔

آپ نے ارشاد فرمایا ''میں ایک دفعہ حج کے موقع پر سخت بیمار ہو گیا۔ نقاہت زیادہ ہونے کی وجہ سے بیٹھنے اٹھنے میں دشواری تھی۔ میں نے اسی حال میں نبی علیہ السلام کے قدموں میں کھڑے ہو کر پورا قرآن سنایا''۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے دوائے جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما

اے کہ افلاطون و جالینوس ما

ترجمہ: خوش رہ اے ہمارے عشق خوش خیال ہے۔ اے کہ تو ہماری تمام بیماریوں کا طبیب ہے۔ اے کہ ہمارے غرور تکبر کی دوا ہے۔ اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے۔

☆ ایک دفعہ صاحبزادہ مولانا عبدالرؤف صاحب آپ کے قریب مسجد نبوی ؐ میں چار زانوں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے دیکھا تو ان کی ران پر مکا لگایا اور فرمایا ایک دفعہ میں نے مسجد نبوی میں پورا ماہ صیام اعتکاف میں گزارا مگر ہمیشہ دوزانو بیٹھتا تھا۔ تم لوگ تھوڑی دیر کے لئے

دوزانو نہیں بیٹھ سکتے۔ بقول شخصے۔

عاشقی چیست؟ بگو بندہ جاناں بودن

ترجمہ: عاشقی کیا ہے؟ کہہ دے کے محبوب کا غلام ہو جاتا۔

☆ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ مدینۃ الرسول کے ادب واحترام کی وجہ سے بازار سے کوئی چیز خریدتے تو دام کم کرنے کے لئے بحث وتکرار نہیں کیا کرتے تھے اور اسے دیار رسول کے ادب کے منافی سمجھتے تھے۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہا است بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

ترجمہ: منزل لیلیٰ کے راستے میں جان کے لئے کئی خطرات ہیں پہلے قدم کی شرط یہ ہے کہ تو مجنوں بن جا۔

☆ مدینہ طیبہ میں اگر کوئی شخص آپ کو کھانے کی دعوت دیتا تو آپ ضرور قبول فرما لیتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس بلند درگاہ پر حاضر ہو کر دعوت سے انکار کرنا کفران نعمت ہے۔

نبی ﷺ کی زیارت اس وقت ہوگی جب چہرے پر سنت کا نور ہوگا

☆ اگر کسی سالک سے مسجد نبوی میں کوئی غلطی سرزد ہوتے ہوئے دیکھتے تو وقتی طور پر خاموش رہتے البتہ جب مسجد نبویؐ سے باہر نکلتے تو پھر خوب گوشمالی کرتے۔ ایک دفعہ فجر کی نماز کے بعد حرم نبویؐ میں ایک امیر تاجر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلی ملاقات تھی۔

کہنے لگا حضرت میں اتنے عرصے سے ہر سال حج پر آتا ہوں۔ اور نبویؐ پر حاضری دیتا ہوں مگر مجھے آج تک نبی علیہ السلام کی خواب میں زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ آپ خاموشی سے اس کی گفتگو سنتے رہے اور اس کے انداز دیکھتے رہے۔ جب اشراق کے نوافل ادا کر کے باب

عبدالحمید سے باہر نکلے تو وہ امیر شخص بھی ہمراہ تھا۔ مسجد نبوی سے نکلتے ہی آپ اس پر برس پڑے فرمایا۔ آپ نے درنبوی پر متکبرانہ لباس پہنا ہوا ہے۔ ٹخنے بھی ڈھکے ہوئے ہیں۔ مسجد سے باہر آتے وقت دایاں پاؤں پہلے باہر رکھا ہے۔ چہرے پر سنت کا نور نہیں۔ اپنے آپ کو بدلتے نہیں ۔ پھر کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی زیارت نہیں ہوتی ۔ غرض خوب ڈانٹا۔ پھر فرمایا کہ آپ مسجد نبویؐ کا ادب کریں نبی علیہ السلام کی ہر ایک ادا پر مرمٹیں ۔ ان شاء اللہ زیارت ہوگی ۔ امیر شخص کھری کھری سن کر تائب ہوگیا اور آئندہ سنت کے مطابق زندگی گزرنے کا عہد کیا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کردے

☆ جناب افضال احمد صاحب سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں آپ ہوٹل کی اوپروالی منزل پر رہائش پذیر تھے۔ جناب قاری محمد رمضان صاحب بھی حاضر خدمت تھے۔ آپ نے فرمایا کھڑکی کھول دو۔ باہر دیکھا تو سامنے گنبد خضرٰی پر نظر پڑی۔ آپ پر محبت نبویؐ کی عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ میں رہائش کی جگہ منتخب کرتے وقت یہ پہلو بھی سامنے رکھتے تھے کہ جس کمرے میں رہنا ہو وہاں سے گنبد خضرٰی سامنے نظر آئے۔ گویا آپ زبان حال سے یہ کہتے ہوں۔

اک نظر دیکھ لے پھر گنبد خضرٰی کو ''حبیب''
منظر خاص یہ پھر پیش نظر ہو کہ نہ ہو

☆ جناب شیخ محمد یعقوب صاحب سے منعقول ہے۔ ''مدینہ طیبہ میں ایک نہایت غریب لڑکا۔ پھٹے پرانے کپڑے۔ لاغر اور نحیف جسم ۔ بھوک سے ادھ موا کھڑا تھا (اندازاً تیس سال پہلے کی بات ہے)۔ ایک پاکستانی حاجی نے ترس کھا کر اسے کہا کہ آپ میرے ساتھ پاکستان

چلیں۔ میں آپ کا کفیل بن جاؤں گا۔ آپ کو کپڑے بھی ملیں گے کھانا بھی ملے گا آرام بھی ملے گا ۔ یہ سن کر اس لڑکے نے گنبد خضریٰ کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا پاکستان میں یہ بھی ملے گا۔ پاکستانی حاجی نے کہا نہیں۔ لڑکے نے کہا پھر مجھے وہاں کیا ملے گا مجھے تو اپنے آقا کے دیس کی غربت بھی عزیز ہے۔ جب شیخ یعقوب صاحب نے یہ واقعہ آپ کو سنایا تو آپ تڑپ اٹھے۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا "عشق نبویؐ بڑی نعمت ہے۔" (حیات حبیب ص ۸۸)

نماز تہجد کی پابندی

رات کے آخری پہر میں جب ہر طرف خاموشی چھائی ہوتی ہے۔ محبّ و محبوب کے درمیان فاصلے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس وقت عابد و معبود کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔ کشتگان خنجر تسلیم کو آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون نصیب ہوتا ہے۔ محبت کا جذبہ اس وقت سجدوں کے بہانے محبوب کے قدموں کو بوسے دیتا ہے۔ محبّ و محبوب کی محبت ایسی پروان چڑھتی ہے کہ سیماب صفت دل رکھنے والے شب زندہ داروں کو نیم شب کی شاہی نصیب ہوتی ہے۔

جس وقت انسان کا ظاہر باطن کے ساتھ بغلگیر ہو کر جبیں نیاز جھکاتا ہے۔ اور

سَجَدَ لَكَ سَوَادِىْ وَ خَيَالِىْ و اٰمَنفوٰادىُ

(تیرے لئے میرے جسم و جان نے سجدہ کیا اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا)

کا حسین عکس پیش کرتا ہے۔ اس وقت دل کی صدائے بازگشت سننی آسان ہوتی ہے اور **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کی ضربیں عشاق کے سینوں کو گرماتی ہیں۔ جب تن کی خزاں باطن کی بہار سے روشناس ہوتی ہے۔ جب ہر طرف **هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاَعِطىْ لهٗ**

(کوئی سائل ہے جس کو میں دوں)

کے ترانے گونج رہے ہوتے ہیں۔ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ دنیا کا جغرافیہ بدلوا واد

بیتے ہیں۔ جب آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسو پلکوں پر ستارے بن کر چمکتے ہیں۔ اور رحمت کی برسات معصیت کی نجاست کو پاک کر دیتی ہے جب شب کی آہیں صبح کے نالے بن کر تقدیریں بدلنے کو موجب بنتی ہیں اور بخشش وعطا اپنے جوبن پہ ناز کرتی ہے۔ جب زبان سے نکلے ہوئے الفاظ حقیقت کا روپ دھار لیتے ہیں۔ جب گناہوں کی سیاہی نیکیوں کی سفیدی میں بدل دی جاتی ہے اور اٹھنے والے ہاتھوں کی لاج رکھی جاتی ہے۔ جب دنیا کے بادشاہوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں ایک دروازہ تب بھی کھلا ہوتا ہے۔ (حیات حبیب ص ۱۲۷)

آپ اس وقت بیدار ہو کر یہ دعا پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَااَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ

اس کے بعد قضائے حاجت کیلئے بیت الخلاء میں جاتے۔ داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

باہر نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

پھر قبلہ رو ہو کر وضو فرماتے۔ آخری عمر میں گھر میں اہلیہ محترمہ اور سفر میں خدام میں سے کوئی پانی ڈالتا اور وضو کرواتا۔ آپ نہایت اہتمام سے مسواک کے ساتھ وضو کرتے۔ حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ (مشکوۃ ص ٤٤)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسواک منہ کو پاک کرتی ہے اور رب کو راضی کرتی ہے۔ (مظاہر حق)

وضو کرتے وقت آپ مسنونہ وماثورہ دعائیں بھی پڑھتے تھے۔ وضو کرنے کے بعد آپ نہایت خشوع وخضوع سے تہجد کے نوافل ادا فرماتے تھے۔

حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ اَبِی اما مة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْكُمْ بقيا م اللَّيْلِ فَانَّه' دَاْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِّلسَّيّاتِ وَمِنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ (مشکوٰۃ : ص ۱۰۹)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ ؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم رات کے قیام کو لازم پکڑو۔ بے شک یہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ ہے اور تمہارے لئے قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور گناہوں سے بچنے کا باعث ہے۔ (مظاہر حق)

تہجد سے فراغت پر آپ نہایت لجاجت اور رقت آمیز کیفیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ ہی کو مانگتے تھے۔

اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے اک درد سا دل میں ہوتا ہے
میں رات کو اٹھ کر روتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے

وفور شوق سے آپ بہت دیر تک مالک کائنات کے سامنے مناجات میں مشغول رہتے۔

عَلَيْكَ يَاذَالْجَلَالِ مُعْتَمِدِیْ طُوْبٰی لِمَنْ كُنْتَ اَنْتَ مَعْنَاهُ طُوْبٰی لِمَنْ بَاتَ خَائِفاً وَجِلاً يَشْكُر اِلٰی ذِی الْجَلَالِ بَلْوَاهُ وَمَابِهٖ عَلَّةٌ وَّ لَا سَقَمُ اَكْثَرُ مِنْ حُبِّهٖ لمو لا ہ' اِذَا خَلَا فِیْ الظَّلَامِ مُبْتَهَلاً اَجَابَهُ اللّٰهُ ثُمَّ لَبَّاهُ

ترجمہ: اے ہجرت والے تیرے ہی اوپر بھروسہ ہے۔ خوشحال ہے وہ جس کا تو مقصود ہے۔ خوش حال ہے وہ جو ساری رات ڈر اور خوف میں گزار دے اور عزت والے ہی سے اپنی مصیبت کا اظہار کرے۔ اور اس کو اس سے بڑھ کر کوئی علت اور مرض نہ ہو کہ اس کو اپنے مولیٰ

سے عشق ہے۔ جب وہ اندھیری رات میں تن تنہا عاجزی کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی پکار کا جواب ہو اور لبیک ہو۔ (حیات حبیب ۱۲۹)

سر پر تیل لگوانے کا معمول

آپ سر پر ویز لین ہیر ٹانک یا ناریل کا تیل استعمال فرماتے تھے۔ زیتون کے بارے میں آپ فرماتے تھے کہ اس کی تاثیر گرم ہوتی ہے۔ سرسوں کا تیل بالوں پر لگانے سے پرہیز فرماتے کہ اس سے سفید بال بالکل سفید نہیں رہتے بلکہ زردی مائل مٹیالے سے ہو جاتے ہیں۔ گھر میں عموماً سر پر تیل لگانے کی خدمت اہلیہ محترمہ سرانجام دیتیں۔ آپ کبھی تیل لگوانے کے دوران مراقب رہتے اور کبھی حزب اللہ اور حزب البحر کا ورد فرماتے رہتے۔ سالکین کے قلوب پر غائبانہ توجہات کثرت سے دینے کی وجہ سے سر پر جس قدر تیل لگایا جاتا اتنا ہی اور لگانے کی ضرورت محسوس ہوتی۔

آپ نے ایک مرتبہ راقم الحروف سے فرمایا کہ میں نے سالکین طریقت کے قلوب پر توجہات ڈالنے کے لئے اپنی پوری جوانی خرچ کر دی ہے۔ اب میری ہڈی ہڈی بوٹی بوٹی میں درد محسوس ہوتا ہے۔ تیل کے خشک ہونے پر آپ مالش بند کروا دیتے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے بائیں ہتھیلی پر تیل ڈالتے اور دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے تیل لگا کر پہلے دائیں ابرو پر لگاتے پھر بائیں ابرو پر لگاتے۔ پھر دونوں ہاتھ آپس میں رگڑ کر تیل ریش مبارک پر لگاتے۔ تاہم دائیں جانب کو فوقیت دیتے۔ پھر ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے اور بچا کھچا تیل ہتھیلیوں کی پشت پر لگا دیتے سالکین طریقت میں سے کسی کے بال بہت خشک اور بے ہنگم پاتے تو تیل لگانے اور کنگھی کرنے کی تلقین فرماتے۔

حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُکْثِرُ الْقِنَاعَ کَانَ ثَوْبُہٗ ثَوْبُ زَیَّاتٍ۔ (شمائل ترمذی:ص۱۲۶) (مظاہر حق)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنے سر مبارک پر اکثر کپڑا رکھا کرتے تھے اور آپ کا یہ کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ (حیات حبیب ص۱۳۰) (شمائل ترمذی)

ہلکا ناشتہ

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ فجر سے پہلے ایک پیالی چائے نوش فرماتے۔ کبھی کبھار بسکٹ بھی ساتھ لے لیتے۔ سفر حضر میں آپ کا یہی معمول تھا۔ خلفائے کرام اور علماء کرام میں سے کوئی آپ کے ہاں مہمان ہوتا تو بعض اوقات اسے بھی چائے میں شریک فرماتے۔ بالخصوص اگر نماز فجر کے بعد کسی سے بیان کروانا مقصود ہوتا تو اسے فجر سے پہلے ہلکا ناشتہ کروا دیتے۔

سنت فجر اپنے گھر ادا فرماتے تھے

آپ سنت فجر اپنے گھر پر ادا فرماتے کہ یہ مسنون عمل ہے اور گھر سے ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعت کھڑی ہونے میں چند منٹ باقی ہوتے۔ آپ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

ترجمہ: میں اللہ کا نام لے کر نکلا۔ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ گناہوں سے بچنا اور نیکیوں کو قوت دینا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

نماز فجر کے لئے نکلتے وقت کی مسنون دعا کا اہتمام

پھر راستے میں یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْراً وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْراً وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْراً وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْراً وَّ عَنْ شِمَالِیْ نُوْراً وَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرا وفی عصبی نوراً وفی لحمی نو را وفی دمی نو را وفیٍ شَعْرِیْ نُوراً وَّ فِیْ بَشَرِیْ نُوْراً وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْراً وَّجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْراًوَّ جْعَلْنِیْ نُوراً وَّاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُوْراً وَّ مِنْ اَمَامِیْ نُوْراً وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْراًوَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْراً۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا.

ترجمہ: اے اللہ میرے دل میں نور کردے۔ میری آنکھوں میں اور میرے کانوں میں نور کردے۔ اور میرے دائیں نور کردے اور میرے بائیں نور کردے۔ اور میرے لئے نور مقرر کردے۔ اور میرے پٹھوں میں نور کردے اور میرے گوشت میں نور کردے۔ اور میرے خون میں نور کردے اور میرے بالوں میں نور کردے اور میرے کھال میں نور کردے۔ اور میرے پیچھے نور کردے۔ اور میرے آگے نور کردے۔ اور میرے اوپر نور کردے۔ اور میرے نیچے نور کردے۔ اے اللہ مجھے نور عنایت فرما۔ (بحوالہ حصن حصین ۴۷۔۲۴۶) حیات حبیب ص ۱۳۱)

سنت قیلولہ کا اہتمام

دوپہر کے کھانے کے بعد آپ قیلولہ فرماتے۔

حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیّ صَلیَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْتَعِیْنُوْا بِطَعَامِ اَلسَّحْرِ عَلٰی صِیَامِ النَّھَارِ وَالْقَیْلُوْلَۃِ عَلٰی قِیَامِ اللَّیْلِ۔ (ابن ماجہ ص ۱۲۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سحری کھا کر دن کے روزے میں مدد لو۔ اور قیلولہ (دوپہر کا سونا) سے رات کے قیام میں مدد لو۔
(حیات حبیب ص ۱۴۰)

باب ﴿۵۴﴾

محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب قدس سرہٗ کا اتباع سنت انکی عملی زندگی اور ارشادات کی روشنی میں اور امت کو سنت کی ترغیب دینا

حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبی اکرم ﷺ کی محبت ہر صاحب ایمان کیلئے لازم ہے، حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

لَایُـؤمِـنُ اَحَدُکُم حَتّٰی اَکُونَ اَحَبَ اِلَیهِ مِنُ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اجُمَعِیُنَ۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۱۲)

تم میں کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کو اس کے والد اور اسکی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہو جاؤں۔

حدیث پاک سے صاف واضح ہوگیا کہ ایمان کیلئے حضرت نبی اکرم ﷺ کی محبت اپنے والد اپنی اولاد اور دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی شخص صاحب ایمان ہی نہیں ہوسکتا۔

حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہونے پر وعید

اگر کسی شخص میں اللہ تعالیٰ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کی محبت اس کے والدین اولاد اور اس کے مکانات اور اس کی تجارت وغیرہ سے زیادہ نہیں ہے تو اس کے لئے قرآن پاک میں سخت

وعید ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ آبَائُكُمْ وَاَبْنَائُكُمْ وَا خوا نُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ن اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِوَرَسُوْلَهٖ وَجِهَادِ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَاتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ.

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارتیں جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اسکے رسول سے زیادہ محبوب ہوں، تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجدیں اور اللہ تعالیٰ بے حکم کرنیوالے لوگوں کو انکے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ (بیان القرآن)

محبت کے لئے اطاعت لازم ہے

محبت کیلئے صرف زبانی دعویٰ کردینا کافی نہیں بلکہ محبت کیلئے اطاعت لازم ہے اور اطاعت بھی وہ اطاعت جو خلوص قلب کے ساتھ ہو۔ اطاعت میں کسی قسم کی تنگی اور ناگواری نہ ہو

ارشادِ خداوندی ہے:۔

فَلَا وَرَبَّكَ لَايُؤْمِنُو ن حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِىْ مَاشَجَربينهم ثُمَّ لايجِدُوا فِىْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمّاً قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً۔ (سورہ نساء آیت ۶۵)

ترجمہ: پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہونگے جب تک یہ بات نہ ہو کہ انکے آپس میں جو جھگڑے واقع ہوں، اس میں آپ سے تصفیہ کراویں پھر اس آپ کے تصفیہ سے

اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کریں۔ (بیان القرآن)

آیت مبارکہ سے معلوم ہوگیا کہ صاحب ایمان کیلئے ضروری ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر فیصلہ کو دل وجان سے قبول اور تسلیم کرے، اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

اتباع نبوی ﷺ پر انعام خداوندی

حضرت نبی اکرم ﷺ کی محبت واتباع پر اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور مغفرت کی بشارت سنائی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ۔ (آل عمران ۳۱)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے اگر تم خدا تعالیٰ تم سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردینگے، اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنیوالے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔ (بیان القرآن)

آیت پاک سے معلوم ہوا کہ مومن بندہ جتنا جتنا حضرت نبی اکرم ﷺ کا اتباع کرے گا، اتنا، اتنا اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالیگا، وجہ یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ محبوب کی ہر بات، اس کی ہر ادا، ہر انداز محبوب ہوا کرتا ہے، پس جو شخص حضرت نبی اکرم ﷺ کا جتنا اتباع کریگا۔ آنحضرت ﷺ کی مبارک سنتوں کو جس قدر اختیار کریگا، اسی قدر اس کے اندر شان محبویت پیدا ہوجائے گی۔ اس قدر وہ شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا مستحق قرار پائیگا۔

کسی نے آیت بالا مذکورہ اور دیگر دو آیتوں کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

کہہ دو اے لوگو محبت ہے اگر اللہ کی
پیروی میری کرو رکھے گا دوست اللہ بھی
بخشدیگا وہ تمہارے سب معاصی اور گناہ
بخشنے والا ہے وہ اور مہربان بے اشتباہ

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔ (آل عمران ۳۲)

آپ یہ فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں۔ سو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے۔ (بیان القرآن)

کہہ دو وہ مانیں خدا کا حکم اور حکم نبی اگر نہ مانیں (تو رہے امر خدا سے آگہی) وہ نہیں کرتا پسند ان کافروں کو واقعی

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (سورۃ نساء آیت ۸۰)

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (بیان القرآن)

جس نے مانا صدق دل سے واقعی حکم رسول
اس نے گویا اپنے خالق کی اطاعت کی قبول

دین و شریعت دراصل اتباع سنت ہی ہے، کسی بھی عمل و فعل پر دین کا خواہ کتنا ہی پرکشش ٹائٹل دیا جائے۔ لیکن اگر وہ سنت کے مطابق نہیں ہے، تو وہ کبھی دینی عمل نہیں بن سکتا۔ (حیات ابرار ص/۲۷۸)

سنت کی محبت اور اس پر انعام

مذکورہ بالا آیات مبارکہ سے معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی محبت کی علامت اور شرط یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی مبارک سنتوں سے محبت ہو۔ اسی کو حدیث پاک میں بھی ارشاد

فرمایا ہے۔

مَنْ احبَ سُنّتیْ فَقَدْ احبّنی و من احبّنی کَانَ مِعیْ فَیْ الْجَنّۃ۔(مشکوۃ ص ۳۰)

جس نے میری سنت سے محبت کی بیشک اس نے مجھ سے محبت کی اور جس شخص نے مجھ سے محبت کی اور جس شخص نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حدیث پاک میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ میری محبت کیلئے محض زبانی دعویٰ کافی نہیں ۔ بلکہ اس کے لئے یہ شرط ہے کہ میری سنت سے محبت کرے۔اور سنت سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہر ہر سنت کو اختیار کرے اپنی زندگی میں لائے۔

سنتوں کو اپنے گھر میں، خاندان میں، محلّہ میں بستی میں، شہر میں اور جہاں تک ممکن ہو دنیا بھر میں، پھیلانے کی کوشش کریں

صورت، شکل، وضع قطع، رفتار، گفتار، نشست و برخاست، کھانا، پینا، بیاہ شادی، ختنہ، عقیقہ، خوشی، غمی، تجارت، زراعت غرضکہ ہر ہر کام سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کرے، اور اپنی پوری زندگی کو سنت کے مطابق بنانے کی کوشش کرے۔ نیز ان سنتوں کو اپنے گھر میں، خاندان میں، محلّہ میں بستی میں، شہر میں اور جہاں تک ممکن ہو دنیا بھر میں، پھیلانے کی کوشش کرے۔ جتنا جتنا کوئی اس کی کوشش کرے گا۔ اتنا ہی وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا قرار پائیگا، اور جنت میں اسی قدر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونے کی بشارت کا مستحق ہوگا۔(حیات ابرار ص/۲۷۹)

مردہ سنت کا زندہ کرنا

جو سنت مردہ ہو چکی ہو یعنی اس پر عمل متروک ہو چکا ہو، اس کو زندہ کرنے کا اب بہت

زیادہ بیان کیا گیا ہے، حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

مَنْ اَحْییٰ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَت بعد ی و جَبَتْ لَه' شَفَاعَتِیْ۔

جوشخص میری سنت کو زندہ کرے جو میرے بعد مردہ ہو چکی ہو اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگی۔

ایک حدیث پاک میں ہے۔

مـن تَـمَسَّكَ بِسُـنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فلهٗ اَجْر ماء ة شَهِیْد۔ (مشکوۃ ص ۳۰)
باب الاعتصام بالکتاب و السنة۔

جوشخص میری سنت کو مضبوط پکڑے میری امت کے فساد کے وقت (یعنی جب میری امت اس کو چھوڑ چکی ہو) تو اس کے لئے سو شہیدوں کے برابر اجر ہے۔

معلوم ہو گیا کہ ایک مردہ سنت کو زندہ کرنے اس کو مضبوط پکڑنے اور اس کو رواج دینے میں اتنا عظیم اجر ہے، سو شہیدوں کے اجر کے برابر، اللہ اکبر، کیا مر مٹنے کی چیز ہے، کہاں شہید، اور اس کا اجر اور پھر سو شہیدوں کا اجر اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک سنت کو زندہ کرنے پر اس پر عمل کرنے اور اس کو رواج دینے کی اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا قدر و قیمت ہے۔

حضور ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کے نتیجہ میں ایک ایک سنت کی محبت حضرت والا کے قلب و جگر میں پیوست تھی

حضرت ہردوئی قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے ساتھ وہ عشق و محبت عطا فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں حبیب پاک ﷺ کی ایک، ایک سنت کی محبت حضرت ہردوئی کے قلب و جگر میں پیوست تھی، کوئی کام بھی خلاف سنت گوارا نہ تھا۔

سر پر پٹھے

اتباع سنت ہی میں ہمیشہ سر پر پٹھے رکھتے تھے۔اور اتباع سنت ہی میں سر کے بالوں میں درمیان میں مانگ بھی نکال لیا کرتے،سر کے بالوں میں تیل بھی لگاتے یا لگواتے کہ یہ بھی سنت ہے،سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں کنگھا بھی فرماتے۔

سفید لباس

اتباع سنت ہی میں سفید لباس استعمال فرماتے چونکہ حدیث پاک میں سفید لباس کو ''احب الثیاب'' کہا گیا ہے۔

اس لئے کرتا، پانچامہ، رومال،صدری، پگڑی،سب سفید ہی استعمال فرماتے،حتی کہ مدرسہ کے دروازے پر بھی سفید رنگ کرواتے، مدرسہ کی دیواروں پر،مسجد کی دیواروں، دروازوں،کھڑکیوں پر سفید رنگ کراتے،مسجد کے فرش کے اوپر سفید کپڑے،بچھواتے گاڑی کا رنگ بھی سفید پسند فرماتے،سب چیزیں سفید ہوکر ایسا حسن اور نور محسوس ہوتا کہ بے اختیار دل کھنچتا چلا جاتا،اور حضرت والا سراپا نور بلکہ حسن مجسم نظر آتے،عبادات،معاملات ہر ہر چیز سے متعلق سنت حضرت والا کو ہر وقت مستحضر تھی خود بھی اس پر عمل کرتے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتے تھے اور کوئی کام بھی آپ کو خلاف سنت گوارا نہ تھا خلاف سنت کام دیکھ کر فوراً تڑپ اُٹھتے اور بیکل ہوجاتے،غرض کہ سفر،حضر،ہر جگہ سنت کے احیاء کی فکر فرماتے۔وضو،غسل،نماز اور دیگر معاملات سے متعلق سنتوں کے پرچے طبع کرا کر رکھتے،اوران کو تقسیم فرماتے بیان بھی اکثر سنت کے بارے میں ہی ہوتا اپنے یہاں بھی بچوں کو سنتیں یاد کرائی جاتی اور دیگر مدارس میں بھی اس کی فکر فرماتے جگہ جگہ سنتوں کو یاد کرانے کیلئے ایک سہل اور آسان طریقہ تجویز فرمایا ہوا تھا،'' ایک منٹ کا مدرسہ'' کہ لوگوں کو زیادہ وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے۔مگر ہر نماز کے بعد ایک منٹ

نکالنا کسی کے لئے بھی مشکل نہیں اور ایک منٹ میں کئی سنتیں یاد ہوسکتی ہیں اگر روزانہ یہ سلسلہ قائم رہے تو سال بھر میں کتنی سنتیں یاد ہوجائیں گی۔ایک منٹ کا مدرسہ کے نام سے ایک چھوٹا سا کتابچہ طبع بھی کرایا تھا اور اس کے مطابق سیکڑوں ہزاوں جگہ سنتیں یاد کرنے کرانے کا سلسلہ قائم ہوا،اور لوگوں کی وضو،نماز سنت کے مطابق ہوگئی،اور کھانے،پینے سونے،جاگنے وغیرہ امور سے متعلق ہزاروں لوگوں کو سنتیں یاد ہوگئیں،اور سنت کے مطابق زندگی بن گئی،اور ہر ہر جگہ سنت،کا ذکر تذکرہ ہونے اور رہنے لگا۔(حیات ابرار ص ر ۲۸۱)

طلباء کو اشاعت سنت کی نصیحت وترغیب

آپ لوگ جب گھروں میں چھٹیوں پر جائیں تو اپنے وطن کی مسجد میں اور گھروں میں ہر روز ایک سنت سکھائیں علم کا طلب کرنا فرض ہے،مگر دین آسان بھی ہے،ایک سنت عصر کے بعد ایک سنت فجر کے بعد اگر سنادیں تو ایک ماہ میں ۶۰۔سنتیں یاد ہوں گی،اور وقت صرف ایک منٹ صرف ہوگا،یہ ایک منٹ کا مدرسہ زبردست کام کرتا ہے،اس سے بڑے اچھے نتائج ظاہر ہورہے ہیں،اور لوگوں کو بار بھی نہیں ہوتا،اگر ہمارے اندر سنتوں پر عمل کرنا جاری ہوجاوے تو ہماری طبعی حاجتیں سونا جاگنا،کھانا،پینا استنجاء کرنا سب عبادت بن جاوے،کیونکہ سنت کے مطابق عمل کرنے سے یہ سب چیزیں دین بن جاتی ہیں جیسے سرکاری ملازم اپنی ڈیوٹی کے اندر اگر کھاتا پیتا ہے تو اگر استنجا کرتا ہے،تو اس وقت کی بھی تنخواہ پاتا ہے،اسی طرح مسلمان سنت کے مطابق ہر کام کرے تو زندگی کا ہر عمل دین بن جاوے اور ثواب کا مستحق بن جاوے۔(حیات ابرار ص ر ۳۱۹)

دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے میں تین چیزیں مطلوب ہیں

حضرت والا قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے،کہ یہ دنیا مسافرت کا گھر ہے،ہم سب مسافر ہیں ،اور ہمارے سفر کی آخری منزل آخرت ہے،دنیا کے ہر مسافر کو اپنے سفر میں تین چیزیں مطلوب

ہوتی ہیں۔(۱) یہ کہ سفر راحت وآرام سے ہو(۲) یہ کہ سفر عزت کیساتھ ہو(۳) یہ کہ سفر عجلت کے ساتھ ہو،ان ہی تینوں چیزوں کے حصول کے لئے ہر مسافر اپنی حیثیت کے مطابق ’’اے،سی ،کلاس، سے لے کر سیلپر کلاس تک ریزرویشن کراتا ہے،تاکہ سفر راحت کے ساتھ ہو،ٹکٹ خریدتا ہے،اور ریلوے کے دوسرے تمام قوانین کی پابندی کرتا ہے،تاکہ سفر عزت کے ساتھ طے ہو، اور دوران سفر بے عزتی کا سامنا نہ کرنا پڑے،اور پھر منزل تک پہنچنے کے لئے تیز رفتار گاڑیوں کا انتخاب کرتا ہے،تاکہ سفر عجلت کے ساتھ ہو اور جلد سے جلد منزل تک پہنچ سکے

دنیا سے آخرت کی طرف سفر میں یہی تین چیزیں مطلوب ہیں کہ یہ سفر بھی راحت کے ساتھ ہو،عزت کے ساتھ ہو،اور عجلت کے ساتھ ہو،اور اس شان کے ساتھ سفر طے ہونے کا واحد ذریعہ ’’اتباع سنت‘‘ ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دنیا سے آخرت کی طرف سفر کو جس طرح طے کر کے دکھایا ہے،اسی پر گامزن ہو جانے میں راحت بھی ہے،عزت بھی ہے،اور عجلت بھی،اور اسی چیز کا نام ’’اتباع سنت‘‘ ہے۔ (حیات ابرار صفحہ ۳۲۰)

حضرت والا کو کوئی کام بھی خلاف سنت ہرگز ہرگز گوارا نہ تھا

حضرت والا ہر دوئی قدس سرہ کو کوئی کام بھی خلاف سنت ہرگز ہرگز گوارا نہ تھا۔حضرت مولانا محمد زکریا کیرانوی صاحب زید مجدہم اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

ایک حادثہ کے موقعہ پر یہ ناچیز حاضر ہوا۔سلام کے جواب کے بعد بڑے،درد بھرے لہجہ میں فرمایا آیئے کیا واقعہ پیش آیا،آپ کے ساتھ،گویا حضرت کو مجھ سے بھی زیادہ تکلیف ہے،پھر لیٹے لیٹے معانقہ فرمایا اس کے بعد ناچیز نے دکھ بھری داستاں سنانی شروع کی،اسی دوران عصر کی اذان ہو گئی،میری گفتگو جاری رہی،حضرت کے چہرے پر فوراً ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے،

اورفرمایاٹھہر جایئے!اذان کی دعا کے بعدفرمایا،باقی باتیں پھر ہوجائیں گی،بعدنمازمغرب بلوا یا اور باقی بات سنی۔(حیات ابرارصفحہ۳۰۷)

حضرت والا کی یہ تڑپ اور خواہش ہوتی تھی کہ سنت کی روشنی اورانوارمساجد اورمدارس سے ہوتے ہوئے گھر گھر پھیل جاویں

اللہ تعالیٰ نے حضرت والاؒ کواصلاح امت اوراحیاءسنت اوراصلاح منکرات کیلئے بلاشبہ عالمی پیمانہ پرحوصلہ اورتوفیق سے نوازاتھا،آپ کہیں بھی ہوں اورکسی حال میں ہوں سنت کی شمع روشن کرتے نظرآتے تھے۔

حضرت والاقدس سرہٗ کی یہ تڑپ اورخواہش ہوتی تھی کہ سنت کی ضیاءاورانوارمساجد، اورمدارس، سے ہوتے ہوئے گھر،گھر پھیل جاویں،ذیل میں چندارشادات وملفوظات درج کئے جاتے ہیں،اللہ تعالیٰ ہم سب کواپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پرمکمل عمل پیراہونے کی توفیق ارزانی فرمائےآمین۔

(۱)فرمایا:دین کے تین اہم شعبے ہیں۔(۱)تعلیم (۲)تبلیغ (۳)تزکیہ جن کے ذرائع کا نام مدارس،مساجدخانقاہیں ہیں،مدارس اورمساجد کے خدام کی تنخواہوں کے سلسلہ میں بھی غور کرنا چاہئے،اوروہ یہ کہ ان کی تنخواہیں معقول ہونا چاہئے جب تنخواہیں معقول ہونگیں تو آدمی بھی معقول ملیں گے۔

جب سنتوں کے سیکھنے سکھانے اوراس پرعمل کا اہتمام ہوگا تو غلط رسم ورواج خودہی دورہوجائیں گے

بالغین کے لئے پہلا مدرسہ مساجد ہیں،اوربچوں کیلئے مدارس ہیں اورجولوگ مساجد میں

نہیں آتے ہیں۔ان کیلئے تبلیغی نظام ہے۔مساجد اور مدارس میں ایک منٹ کا مدرسہ صبح،ایک منٹ کا مدرسہ شام کا،اس طرح شروع کیا جائے۔کہ صرف ایک سنت صبح بتادی جائے،تو تیس دن میں تیس سنتیں یاد ہوجاویں گی۔اور تعب بھی نہ ہوگا،آج ہم ہر چیز بڑھیا اور عمدہ پسند کرتے ہیں،دوکان بڑھیا ہو،مکان بڑھیا ہو،اور پان بھی بڑھیا ہو اور نان بھی بڑھیا ہو،تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ انسان خود اشرف المخلوقات ہے اگر ہر چیز اسے اعلیٰ اور اشرف پسند ہو تو یہ اس کی فطری خواہش ہے لیکن یہ انسان اپنے لئے تو اشرف اور بڑھیا چیز پسند کرے تو اپنے مالک اور خالق کے کاموں میں بھی اس کا یہی تقاضہ ہونا چاہئے کہ اس کا وضو بھی بڑھیا ہو اور نماز بھی بڑھیا ہو مگر وضو اور نماز کب بڑھیا ہوگی، جب سنت کے مطابق ہوگی،نماز میں ۶ فرائض ہیں ۔۱۸ واجبات ہیں اور ۵۱ سنتیں ہیں،مگر آج سو آدمیوں میں سے ایک آدمی کی بھی نماز سنت کے مطابق نظر نہیں آتی،اگر ایک سنت روز بتادی جائے تو ۵۱ دن میں نماز کی ۵۱ سنتیں یاد ہو جائیں گی، وضو کی تیرہ سنتیں ۱۳۔دن میں یاد ہوجائیں گی،اور اس طرح زندگی کے تمام شعبوں کی سنتیں یاد کرائی جاسکتی ہیں۔لیکن جب وضو اور نماز کی سنتوں کا اہتمام نہیں تو ختنہ اور عقیقہ اور کھانے پینے کی سنتیں کون یاد کرے گا،اور جب ہماری زندگی سنتوں سے محروم ہوجائیگی تو خاندان اور برادری کی غلط رسم ورواج یا پھر شہر کی یا صوبے کی یا ملک کی راہ ورسم آجاویں گی جب اصلی گھی گھر میں نہ ہوگا۔تو لامحالہ ڈالڈا کھانا پڑے گا،اور جب سنتوں کے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کا اہتمام ہوگا۔ تو غلط رسم و رواج خود ہی دور ہونے لگے گے۔جس طرح بارش کا پانی جب برستا ہے،تو نالے اور نالیاں گندے پانی سے خود بخود صاف ہوجاتی ہیں،دین آسان ہے،مساجد میں ایک سنت روز سکھائے،چند ماہ میں اس طرح نمازیوں کو کتنی سنتوں کا علم ہو جاوے گا اور ہر نمازی اپنے گھر جا کر عورتوں اور بچوں کو سکھائے اور اس طرح مدرسہ میں جن طلبہ کو ہر روز ایک سنت سکھائی جاوے وہ گھر جا کر اپنے بھائی اور بہنوں کو اور ماں باپ کو سکھائیں اس طرح سنت کے انوار

مساجد اور مدارس سے لیکر گھر گھر پھیل جاویں گے، اور جب سنتیں پہنچیں گی، تو بری عادتیں خود بخود دور ہوتی جاویں گی۔

فرمایا: جن سنتوں پر خاندان یا معاشرہ مزاحمت نہیں کرتا ان پر عمل فوراً شروع کردیں۔ جیسے کھانے پینے کی سنتیں، سونے جاگنے کی سنتیں وغیرہ تو اس سے نور پیدا ہوگا، روح میں قوت پیدا ہوگی، اور پھر ان سنتوں پر عمل کی توفیق ہونے لگے گی جو نفس پر مشکل ہیں اور معاشرہ اور ماحول اس میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

سنت کا راستہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے

فرمایا: میں کہا کرتا ہوں کہ سنت کا راستہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے۔ مثلاً ہاتھ دھو کر کھانا یہ اجمل ہے اور سامنے سے کھانا یہ اسہل ہے " بِسۡمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰه"
کہہ کر کھانا یہ اکمل ہے کیونکہ اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے۔

فرمایا: لوگ اپنے خیال سے اپنی قیمت زیادہ لگاتے ہیں۔ اپنی قیمت سنت کی کسوٹی پر لگایئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکری چرا لیتے تھے، دودھ بکری کے تھن سے نکال لیتے تھے۔
حضرت عمرؓ نے فاخرانہ لباس پہننے سے انکار فرمایا کہ اپنے نفس میں کچھ محسوس کیا اور فرمایا کہ
" نَحۡنُ قَوۡم اَعَزَّ نَا اللّٰه بِالۡاِسۡلَام"

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ ہم ان احمقوں کی وجہ سے نبی کی سنت کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے

حضرت حذیفہؓ کے ہاتھ سے دسترخوان پر کھانا گر گیا، اٹھا کر کھایا، بعض غیر ممالک کے سفراء بھی تھے، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ کیا خیال کریں گے، فرمایا ہم ان احمقوں کے سبب اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔

فرمایا: دنیا میں ہر چیز عمدہ اور بڑھیا پسند کرتے ہیں، امرود عمدہ ہو، کیلا عمدہ ہو وغیرہ تو جس طرح امرود کا باطن اچھا ہو لیکن اس کے اوپر داغ ہوں آپ پسند نہیں کرتے پس مسلمان کا ظاہر بھی عمدہ اور باطن بھی عمدہ ہو ظاہری وضع قطع صلحاء سے آراستہ ہو اور باطن بھی، زمانہ ہو گیا وضو کرتے اور نماز پڑھتے مگر سنتیں وضو اور نماز کی معلوم نہیں الا ماشاء اللہ مگر دماغ کا یہ حال ہے کہ موٹر کو کھول کر ہر چز کو علیحدہ کر دیا اور صاف کر کے پھر سب کو فٹ کر دیا، جنرل اسٹور کی ہزاروں چیزیں از بر یاد کہ کون چیز کہا ہے، گاہک نے مانگی اور فوراً ہاتھ دہاں پہنچا، مگر افسوس کہ آخرت کے معاملہ میں دماغ اور حافظہ کا استعمال ہی نہیں کیا، کہ وضو اور نماز کی تمام سنتوں کو اور سونے جاگنے اور چلنے پھرنے کھانے پینے کی تمام سنتوں اور دعاؤں کو سیکھتے۔

اے کہ تو دنیا میں اتنا چست ہے

دین میں کیوں آخر اتنا سست ہے

اگر ایک سنت ایک دن میں یاد کریں تو ۳۶۰ دن میں ۳۶۰ سنتیں یاد ہو جائینگی

اگر ایک سنت ایک دن میں یاد کریں تو ۳۶۰ دن میں ۳۶۰ سنتیں یاد ہو جائینگی۔ (حیات ابرار صفحہ ۱۱)

فرمایا: ایک ادارہ میں حاضری ہوئی، شرح تہذیب اور مقامات یاد ہے، مگر کھانے پینے اور نماز کی سنتیں یاد نہیں۔

فرمایا: جہاں سنتوں کو پھیلایا گیا وہاں کے عوام سے وہ بدگمانی جو ہمارے اکابر کے ساتھ تھی جاتی رہی اور ان کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ تو بڑے ہی اصلی عاشق رسول اللہ ﷺ ہیں ہر سنت کا طریقہ اسہل، اجمل اور اکمل ہے۔

غیر متبع سنت ہوا پر اڑنے والا، متبع سنت سے افضل نہیں ہوسکتا

فرمایا: غیر متبع سنت جو ہوا پر اڑنے والا ہے، وہ استدراج میں مبتلا ہے، اور متبع سنت سے افضل نہیں ہوسکتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پائلٹ ہوائی جہاز اڑا کر وزیر اعظم کو بھی بٹھا کر سفر کرا سکتا ہے تو درجہ کس کا افضل ہے۔

بعض وقت ہوائی جہاز اڑانے والا غیر مسلم ہوتا ہے اور اس ہوائی جہاز پر بیٹھنے والے'' اولیاء اللہ'' ہوتے ہیں۔

فرمایا: وصول تو مطلوب ہے مگر اصول کے ساتھ، سنت کے طریقوں کے علاوہ قرب حق کا تصور ہی جہالت ہے ورنہ حاکم کے پاس مجرم بھی ہوتا ہے، مگر بے اصول ہونے کے سبب معتوب ہوتا ہے۔

طبعی حاجتیں سنت کے مطابق انجام دی جائیں تو سب عبادت بن جاتی ہیں

ارشاد فرمایا: کہ سنت کے مطابق کام کرنے سے ہماری طبعی حاجات بھی عبادت بن جاتی ہیں، جیسے کہ کھانا، پینا، سونا، جاگنا، استنجاء کرنا، یہ انسان کی ضروری حاجتیں ہیں، اور طبعی حاجتیں ہیں مگر سنت کے موافق ان کاموں کو انجام دینے سے یہ سب عبادت بن جاتی ہیں، جس طرح ڈیوٹی کے اندر ملازم کو کھانے اور استنجاء کرنے کے وقت کی بھی تنخواہ ملتی ہے۔

ارشاد فرمایا: اگر ہم سنت نہ اپنائیں گے، تو کسی اور کا طریقہ اپنائیں گے یا تو ہم اپنے نفس کے طریقے پر، یا اپنی بیوی کے طریقے پر، یا برادری کے طریقے پر، یا شہر کے طریقے پر، یا صوبے کے طریقہ پر، یا ملک کے طریقے پر چلیں گے، پھر ہمارا دین یا نفسانی یا برادری والا صوبائی یا ملکی ہوگا، مگر حضور ﷺ کے طریقوں سے بڑھ کر کس کا طریقہ ہوگا، اور نجات وفلاح کا وعدہ کس کے طریقہ پر چلنے سے ہے۔ (حیات ابرار ص ر ۳۱۵)

سنت کے موافق اذان کا اہتمام کیا جائے

نماز ہی کے متعلقات میں سے اذان بھی ہے، جس طرح سنت کے مطابق نماز مطلوب ہے، اسی طرح اذان بھی سنت کے موافق ہونا ضروری ہے، آج سنت کے موافق اذانیں نادر ہیں ، اذانیں صحیح نہیں ملتی ہیں، جہان جاتا ہوں غور سے اذانیں سنتا ہوں، جہاں جاتا ہوں وہاں کے مخبریں اطلاع دیتے ہیں کہ اذان کیسے ہورہی ہے، وہ مخبریں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) ہیں کہ ان کے ذریعہ سے پتہ چل جاتا ہے، کہ کہاں اذان کیسی ہورہی ہے، کہاں اذان کیسی ہورہی ہے، اسکوسن کر دل روتا رہتا ہے، اور فجر میں تو دل اور روتا رہتا ہے، کوئی کیسی کہتا ہے، کوئی کیسی کہتا ہے، کہ کوئی

حیَّ علی الصَّلوٰۃ

میں حی کے یا کے زبر کو کھنیچتا ہے، کوئی

لَا اَلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

میں اِلٰہ کے الف کو کھینچتا ہے، اور لفظ اللہ کو تو بہت بگاڑتے ہیں،

قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدُ

میں کوئی لفظ اللہ کو کھینچتے، اللہ الصمد میں اللہ کو کھینچے تو روکتے ہو کہ نہیں، اس پر ٹوکتے ہو کہ نہیں، تو پھر اذان میں بھی تو وہی لفظ اللہ ہے اس میں کیوں بگاڑتے ہو اور بھائی مجھے تو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے جب کوئی لفظ اللہ بگاڑتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے تیر ماردیا، آج کل اذان میں کھینچ تان کا رواج پڑ گیا ہے۔ اس کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے، اس کے لئے قواعد وضوابط ہیں، اس کے موافق سیکھنے کی ضرورت ہے، مشق کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ سنت کے موافق اذانوں کا رواج ہو۔

ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ حاضری ہوئی، اذان کی غلطیاں سنکر سخت رنج ہوا، میں نے وعظ میں صرف یہ گزارش کردی کہ اذان صحیح نہیں ہے، اذان کی اصلاح ہونی چاہئے بعد میں کمیٹی کے کسی صاحب نے دریافت کیا کہ صاحب وہ کیا غلطیاں ہوئیں ہیں، ذرا ہم کو بتادیجئے میں نے کہا بہت اچھا سنئے۔

(۱) اللہ کو اتنا کھینچا جس کا کوئی قاعدہ نہیں ''شرح وقایہ'' میں دیکھئے تلحسین کو ناجائز لکھا ہے۔

(۲) لَآ اِلٰہَ میں اِلہ کو ۲ مد کے برابر کھینچا۔

(۳) رسول میں واؤ کو کھینچا جس سے مد پیدا ہوا۔

معلوم ہوا کہ موذن صاحب کو تنخواہ صرف ۶۰ روپیہ ہے بتائیے پھر اتنی معمولی تنخواہ میں بڑھیا موزن کیسے مل جاوے گا، افسوس اس زمانہ میں وکیل بڑھیا ہوا، ڈاکٹر بڑھیا ہو، انگریزی پڑھانے کا استاذ بڑھیا، مگر موذن اور قرآن پڑھانے والا استاذ سستا دنیاوی تعلیم کا مدرس بڑھیا اور اس کی تنخواہ بھی زیادہ اور قرآن پاک جو احکم الحاکمین کا کلام ہے اس کے لئے استاذ سستے والے، اصلی گھی تو زیادہ پیسے سے ملتا ہے اور سستے مال سے تو ڈالڈا ہی ہوگا۔

ایک جگہ حاضری ہوئی تو اذان اتنی جلدی جلدی کہی کہ درمیان میں اتنا موقع ہی نہ دیا کہ اذان کا جواب دیا جاسکے۔ آج کل مسجد کے جسم پر توجہ ہے اور روح پر نہیں معلوم کیا کہ مسجد کتنے میں تعمیر ہوئی تو معلوم ہوا ۲ لاکھ کی تعمیر ہوئی۔

میں عرض کیا کہ مسجد تو ۲ لاکھ کی مؤذن ۶۰ روپیہ کا۔

ایک مسجد میں تکبیر مؤذن صاحب نے اس طرح کہی۔

''حیَّ علی الصّلوۃ حیَّ علی الصّلوۃ، حی علی الفلاۃ ، حی علی الفلاۃ

اور کسی کو فکر بھی نہیں اذان تکبیر کو غور سے سننے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔

تکبیر کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک سانس میں ۴ مرتبہ اللّٰہ اکبر کہے پھر سانس میں

" اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط"

کہے۔ پھر ایک سانس میں

" اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط"

کہے۔ پھر ایک سانس میں

" حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ط حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ط"

کہے۔ پھر ایک سانس میں

" حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ ط حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ ط"

کہے۔ پھر ایک سانس میں

اللہ اکبر اللہ اکبر لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ

کہے۔ (حیات ابرار ۲٦۷)

حضرت مولانا عبداللہ صاحب ندویؒ

معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء لکھنؤ کا تعزیتی بیان

جہاں موقع ملا فوراً مولانا اتباع سنت کی بات کرتے تھے

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی نے تعزیتی جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

" حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کو سنت سے اس قدر شغف تھا کہ ان کے رگ وپے میں بسا ہوا تھا، میرا ایک بار ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا وہ بولتے بہت تھے۔ لیکن ایک لفظ بھی بے سود اور بے معنی نہیں بولتے تھے۔ میں نے مولانا کا حال یہی دیکھا کہ جہاں ان کو موقع ملا فوراً

وہ اتباع سنت کی بات کرنے لگتے ایک مرتبہ ایک صاحب نے جوتے اتارے اور ٹیڑھے رکھ دیئے حضرت نے ان کے جوتے سیدھے کر دیئے، رات دن اتباع سنت کے علاوہ ان کا کوئی اور مشغلہ نہ تھا، دسترخوان بچھا ہے کھانا رکھا گیا ابھی پورا کھانا آیا نہیں مولانا نے اپنی بات شروع کر دی کہ کھانا اللہ کی بڑی نعمت ہے اس نعمت کی قدردانی یہ ہے کہ اس کے آداب کا لحاظ کیا جائے سنت طریقہ کے مطابق کھانا کھایا جائے ۔اور پھر کھانے کے آداب بیان کئے ۔ان کا درس ہر وقت ہوتا رہتا تھا وہ ہر بات کو اپنے رخ پر لے جاتے تھے۔آج اس کی قدر معلوم ہو رہی ہے ۔اور اس کا اثر آج ظاہر ہو رہا ہے کہ موت کے بعد بھی ان کا چہرہ ایسا روشن نظر آ رہا تھا، دنیا نے دیکھا اللہ اپنے نیک بندوں کو عزت دیتا ہے اور دنیا ہی میں دکھا دیتا ہے۔'' (نقوش ابرار ص ر ۲۹۶)

حضرت مولانا برہان الدین صاحب استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تعزیتی تقریر

حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحبؒ کے چند اہم اوصاف

''حضرت اقدسؒ کا سب سے بہتریں وصف وہ تھا جس کا تذکرہ حدیث پاک میں آیا ہے

شَابٌّ نَشَاءَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ

(قیامت کے دن عرش کے سایہ کے نیچے سات آدمی ہوں گے ان میں ایک وہ نوجوان بھی ہوگا، جس کی پرورش جس کا نشونما اور جس کی جوانی اللہ کی عبادت میں ڈھلی ہو) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کو بچپن ہی میں نسبت حاصل ہو گئی تھی، ا، اور جوانی ہی میں حضرت اقدس تھانویؒ نے آپ کو خلافت دے دی تھی۔

ہم نے سیکڑوں ہزاروں کو دیکھا لیکن ایسا شخص نہیں دیکھا جس کا ایک منٹ بھی ضائع نہ

ہوتا ہو اور جو ہر وقت کام میں لگا رہے، جس کا ایک ایک لمحہ کام میں گذرے، وقت کو پورے طور پر وصول کرے، اگر مذاق بھی ہے تو اس میں بھی کوئی علمی نکتہ یا کوئی اصلاحی پہلو ہے، ہر وقت ہر کام میں، ہر بات میں سنت کا اہتمام، مجھے ایسا کہیں اور نظر نہیں آیا، اور تربیت کا انداز اتنا آسان کہ اس کے مطابق عمل کرنا بغیر کسی دشواری کے سب کے لئے ممکن اور قابل عمل، روزانہ ایک منٹ میں ایک دین کی بات ایک سنت بتلادی جائے جس کو کرتا ہے، اور ایک گناہ بتلادیا جائے جس سے بچنا ہے، ایک ایک منٹ میں اگر روزانہ ایک سنت سیکھی جائے تو سال بھر میں کتنی سنتیں معلوم ہوجائیں گی، ۳۶۰ سنتوں کا علم بغیر کسی محنت ومشقت کے ہوجائے گا۔

سمجھانے کا انداز اتنا آسان کہ ہر شخص اس کو بالکل آسانی سے سمجھ لے، اعمال صالحہ کی اہمیت کو بتلاتے ہوئے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ تو جنت کا ٹکٹ ہے، اگر آپ ٹرین کا ٹکٹ لے لیں تو صرف ٹکٹ سے کام نہیں چلے گا بلکہ اس کے لئے خود محنت بھی کرنی ہوگی ٹکٹ سے تو آپ کو صرف گاڑی پر سوار ہونے کا استحقاق ہوگیا لیکن سفر میں راحت آپ کو کیسے ملے گی، اس کے لئے آپ کو خود سامان سفر تیار کرنا ہوگا، چل کر گاڑی میں بیٹھنا ہوگا اسی طرح لا الہ الا اللہ جنت کا ٹکٹ ہے کہ اس کے ذریعہ جنت کا استحقاق ہوجائے گا لیکن اس کے لئے سامان سفر تیار کرنا ضروری ہوگا وہاں تک پہنچنے کے لئے بھی کچھ کرنا ہوگا اس کے لئے خود محنت کرنا ہوگی اور وہ محنت وتیاری اعمال صالحہ ہیں۔

حضرت والا ہر کام ہر بات میں اتباع سنت کی ترغیب دیتے تھے

حضرت کی ایک خاص خوبی یہ تھی کہ ہر کام ہر بات میں اتباع سنت کی ترغیب دیتے تھے۔
نیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص بات یہ فرماتے تھے کہ امر بالمعروف کا کام تو بہت ہورہا ہے لیکن منکرات پر نکیر والا کام نہیں ہورہا ہے، منکرات کی تغییر اور اس کی اصلاح کا رواج نہیں،

حضرت اقدس کو دیکھا کہ وہ کسی منکر کو گوارہ نہ فرماتے تھے گو وہ منکر کبیرہ کے درجہ کا نہ ہو تب بھی حضرت اس پر نکیر فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ مسلم پرسنل لا کے ایک اجلاس میں دیکھا کہ ایک صاحب فوٹو لینے کھڑے ہو گئے حضرت نے دیکھا تو حضرت کو برداشت نہیں ہوا۔ فوراً کھڑے ہو گئے اور نکیر فرمائی، ایسے جوش میں کھڑے ہو گئے جیسے شیر غصہ میں آجاتا ہے گرجتا ہے، برداشت نہیں کرتا، انبیاء کی شان یہی ہوتی تھی کہ وہ منکر کو برداشت نہیں کرتے تھے، اور ان کی یہ اضطراری کیفیت ہوتی تھی، آپ بالکل نبی کے نقش قدم پر تھے آپ کی یہ ناراضگی بھی اللہ واسطے ہوتی تھی۔ (نقوش ابرار ص ۲۹۸)

حضرت مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ العالی
ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تقریر

حضرت مولانا ابرار الحق رح صاحب کی سب سے بڑی فکر

سب سے اخیر میں حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی (ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء) نے تعزیتی خطاب میں فرمایا!

''حدیث پاک میں آیا ہے

اُذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ

(اپنے مردوں کے محاسن اور ان کی اچھائیوں کا تذکرہ کرو)

دین میں اصل چیز اتباعِ سنت ہی ہے

یہ اسی لئے تاکہ ان کی زندگی سے عبرت ہو اور ان کے کارناموں کی نقل کی جا سکے، اصل چیز یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے یہ آزمائش و امتحان کے لئے ہے انسان کے اندر اللہ

نے ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ دوسروں کے اعمال کو دیکھتا ہے تو اس سے سبق لیتا ہے برائیوں سے بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ وہ ایسے بندے پیدا کرتا رہتا ہے جو دوسروں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ اور جب ایسی شخصیت اٹھ جاتی ہے تو بہت بڑا خلا ہوتا ہے اور دنیا سوچتی ہے کہ اب کس کو نمونہ بناؤں۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ مجدد وقت کہلاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مواعظ وتصانیف اور ملفوظات سے جو امت کو فائدہ پہنچایا ہے اور ایسے شاگرد تیار کئے ہیں جن سے براعظیم برصغیر میں لاکھوں کو فائدہ ہوا اور لاکھوں کی تربیت ہوئی، محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب آپ کے خلفاء میں آخری شخص تھے، آپ نے ان کے اتنے اوصاف اور جو خوبیاں اور محاسن سنے اس سے آپ کو ان کی اہمیت کا اندازہ ہوا ہوگا۔

اصل میں ایک تو ہوتی ہے انفرادی زندگی جس کا فائدہ خود اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے اور ایک زندگی وہ ہوتی ہے جس کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے۔

حضرت مولانا کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سنت رسول کا اتباع خود بھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، اتباع سنت کا جذبہ ان کے اندر اس قدر تھا کہ اس کے خلاف وہ برداشت نہیں کر پاتے تھے، وہ سنت کی تلقین فرماتے تھے اگر اس پر عمل نہ ہو تو تلقین کے ساتھ نکیر فرماتے تھے، جوش آجاتا تھا وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ شریعت کے خلاف کوئی کام ہو۔

ان کی بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ ان کا ایک منٹ بھی ضائع نہ ہوتا تھا وہ جہاں بھی اور جس حال میں بھی ہوتے اور ان کو موقع مل جاتا تو اپنی بات کہتے تھے حضور پاک ﷺ کا بھی یہی حال تھا کہ آپ اپنی ذات کے لئے غصہ نہ ہوتے تھے، لیکن دین کے خلاف جب کوئی بات ہوتی تو آپ کو غصہ آتا تھا۔ (نقوش ابرارص ر ۳۰۰)

سنت کی اہمیت

آپ ہر کام میں اتباع سنت کی تلقین کرتے تھے، اور دین میں اصل چیز اتباع سنت ہی ہے۔ اسی سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اس وقت جو دنیا کے حالات ہیں وہ سنت سے برگشتہ کرنے کے حالات ہیں، اس لئے ان حالات میں خاص طور پر اتباع سنت کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، اس کی اہمیت کی ضرورت ہے۔ آدمی جب ہمت کرتا ہے اللہ نصرت کرتا ہے۔ حدیث پاک میں اموات کے محاسن کو بیان کرنے کا حکم اسی لئے ہے کہ اس کی نقل کی جائے، یہ باتیں نقل کرنے اور اتباع کرنے کی اور اپنے اندر جمانے اور بٹھانے کی ہیں، آدمی کے اندر جتنی بھی ہمت ہو اس کے مطابق کام کرے۔ یہ اصل فائدہ ہے اموات کے محاسن بیان کرنے کا۔

آپ میں سے بہت سے لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ ہم لوگوں کی دعوت پر حضرت یہاں تشریف لاتے تھے شفقت فرماتے تھے، انشراح کے ساتھ بات فرماتے تھے، اس سے بڑا فائدہ ہوتا تھا۔ ان باتوں کو اپنی زندگی میں پیوست کرنے کی ضرورت ہے۔ بزرگوں میں صرف حضرت والا ہی کی ذات رہ گئی تھی۔ اللہ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا وہ جو ہم کو سکھا گئے اور بتا کر گئے اس کو نقل کرنے اپنانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی میں کامیابی ہے اس کے خلاف کرنے میں نقصان اور ناکامی ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس کی توفیق نصیب فرمائے۔

ان کے انتقال پر اتنے بڑے مجمع کا ہونا یہ ان کی مقبولیت ومحبوبیت کی علامت ہے ان کی شان وہ تھی جن کے بارے میں آیا ہے۔

يـاَيَّتُهَـا الـنَّـفْـسُ الـمُّـطْمَئِنَّة اِرْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّة ـ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ۔

ترجمہ: اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے

خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا۔
(بیان القرآن نقوش ابرار ص ر ۳۰۱)

عالی ہمت و بلند حوصلہ انسان

مولانا سید محمد الحسنی مرحوم مصنف ''تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ'' لکھتے ہیں:

''نفس پرستی اور شکم پرستی اور اس کے نتیجہ میں مادیت وحیوانیت کی تاریک گھٹاؤں نے جب کبھی کسی ملک اور معاشرہ یا کسی آبادی اور قبیلہ کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے اس وقت اللہ کے مخلص ومقبول بندوں اور عالی ہمت و بلند حوصلہ انسانوں نے دنیا کے رواج ودستور کے خلاف ایک ایسے طرز زندگی اور ایسی سطح کا نمونہ پیش کیا جس میں خزف ریزوں اور ٹھیکروں اور روپیوں اور اشرفیوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا تھا، اور شاہ وگدا سب برابر ہو گئے تھے۔ اور ان کے ساتھ جو رویہ اور برتاؤ تھا، وہ صرف اللہ کے حکم، شریعت کے فیصلے اور سنت نبویؐ کی روشنی ورہنمائی میں تھا، انسانیت کے ان اعلیٰ نمونوں نے (جو اس زمین کی برکت اور پوری انسانیت کی قابل فخر دولت ہیں) اس نفس پرستی اور شکم کی بالاستی اور حکمرانی پر ہمیشہ سخت ضرب لگائی اور یہ بتایا کہ کام و دہن کی لذت اور خواہشات نفس کی تکمیل سے بڑھ کر ایک اور لذت ہے، جس کا مزہ چکھنے کے بعد آدمی ان حقیر اور فانی لذتوں کی طرف مڑ کر دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ البتہ اس کا مزا چکھنے سے پہلے کچھ قربانی، ایثار، اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔''

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کی زندگی دیکھ کر اور ان کے اصلاحی ودعوتی مشن کو سمجھنے کے بعد مولانا سید محمد الحسنی صاحب کی بیان کردہ تاریخی حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ آج کے مادی دور میں جب کہ نفس پرستی اور شکم پرستی ہی کل مقصد زندگی بن کر رہ گئی ہے۔ وہ ان تاریکیوں میں دیا جلانے کا کام کر رہے تھے، بے حیائی، فحش گوئی اور دوسرے گناہوں کی

تاریکیوں اورشرک وبدعات وخرافات کی ظلمات کوتوحید اور سنت کے نور سے ختم کرنے کا کام کررہے تھے ۔ وہ کہتے تھے سنت چھوٹی ہو یا بڑی وہ ایک نور ہے جس کے اپنی زندگی میں یا دوسروں کی زندگی میں زندہ کرنے سے گناہوں کی ظلمت دور ہوتی ہے،اورفضا کی آلودگی ختم ہوتی ہے۔(سوانح حضرت مولانا ابرارالحق ص ۱۶۷/)

اتباع سنت

جہاں تک اتباع سنت اور بدعات سے نفرت کا تعلق ہے تو وہ ہمیں اس عبارت کے مصداق آج کے اس دور میں کھلے طور پر نظر آتے تھے ۔ جو گیارہویں صدی ہجری کے ایک معروف متبع السنّت بزرگ اور سلسلہ مجددیہ آدمیہ کے عالی مرتبت شیخ سید شاہ علم اللہ حسنی (متوفی ۱۰۹۶ھ) کے بارے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تاریخی بصیرت اور ایمانی فراست سے لکھی تھی کہ:

’’جہاں تک اتباع سنت اور بدعات سے نفرت اور عادات واخلاق ،تمدن ومعاشرت ، جذبات واذواق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بالارادہ اور بلاارادہ پیروی اورتقلید کا معاملہ ہےاس میں مشائخ طریقت میں ان کی نظیر ملنی اگرناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے‘‘

وہ لوگوں کواتباع سنت اوردین کے صحیح احکام پرعمل کرنے کی شدت سے تلقین کرتے تھے

راقم کا یہ اپنا احساس ہے کہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کے وجود بابرکت نے مشکل کوآسان بنادیا تھا جس مشکل کا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے ذکر فرمایا۔

حضرت مولانا علی میاں ندوی قدس سرہٗ کے جانشین وخواہرزادے حضرت مولانا محمد رابع

حسنی ندوی اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''....وہ لوگوں کو اتباع سنت اور دین کے صحیح احکام پر عمل کرنے کی شدت سے تلقین کرتے تھے۔ اور اپنا سارا وقت اسی میں لگاتے تھے۔ لوگوں سے ملاقاتوں میں، اپنی مجلس میں برابر ان دینی کمزوریوں کی طرف توجہ دلاتے جو مسلمانوں میں بلکہ دینداروں میں بھی بے خیالی کے سبب سے پھیل گئی ہیں، اصلاحی کام میں اپنی خاص توجہ میں دوسروں سے کہیں زیادہ فکر واہتمام کرنے والے تھے۔ اس طرح ان کمزوریوں کا ازالہ بہت سے لوگوں سے ان کے ذریعہ انجام پایا، ان کے فیض صحبت سے بہت لوگوں کو دینی اصلاح اور احکام شریعت پر پوری طرح عمل کرنے کے کام کا حوصلہ ملا۔'' (تعمیر حیات ۲۵ مئی ۲۰۰۵) (سوانح حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ ۱۶۸)

حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب لکھتے ہیں:

''ان کا مطمح نظر بہت واضح تھا۔ ان کا مقصد حیات قرآن وحدیث اور شریعت مطہرہ پر عمل اور اس کی ترویج واشاعت تھا اور وہ اس پر مدۃ العمر کاربند رہے۔''

تلاوت قرآن مجید

قرآن مجید سے تعلق اور شغف ان کا ایک امتیازی وصف تھا۔ تصحیح قرآن مجید کا مستقل شعبہ انہوں نے قائم کیا، خود قرآن مجید کی تلاوت بڑے اہتمام سے کرتے اور اس کے لئے ماہر فن اساتذہ کی خدمت میں جا کر خاصا استفادہ کیا تھا۔

مصنف حیات ابرار (ص:۱۱۸) لکھتے ہیں:

''اللہ رب العزت نے حضرت والا قدس سرہ کو ابتداء ہی سے قرآن پاک کو صحت اور عمدگی اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کا خاص ذوق عطا فرمایا تھا، حسن اتفاق کہ اس زمانہ میں سہارن پور کی جامع مسجد میں اپنے زمانہ کی مایۂ ناز شخصیت شیخ القراء حضرت قاری عبد المالک

صاحب کے بڑے بھائی شیخ القراء حضرۃ المقری عبدالخالق صاحب امام وخطیب تھے۔ جوفن تجوید وقرأت میں بہت مشہور تھے، حضرت والا قدس سرہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور باوجود یہ کہ حضرت والا قدس سرہٗ کو کوئی وقت خالی نہیں تھا۔ تمام وقت بھرا ہوا تھا، اور جامع مسجد مدرسہ سے قدرے فاصلہ پر ہے۔ مگر قرآن پاک کے ساتھ بے انتہا شغف وتعلق کی بنا پر استفادہ کی شکل نکال ہی لی کہ حضرت والا نماز فجر سے قبل جامع مسجد پہنچ جاتے، نماز فجر جامع مسجد میں ادا فرماتے ۔اور نماز فجر کے بعد حضرت قاری صاحب سے تجوید وقرأت کی تعلیم حاصل کرتے۔ حضرت قاری صاحب نے بھی حضرت والا کے ذوق وشوق کی بنا پر خاص توجہ وعنایت کا معاملہ فرمایا اُدھر فطری ذوق وشوق۔ ادھر استاد کی خاص توجہ وعنایت نے اپنا رنگ دکھایا۔ اور حضرت والا کو فن تجوید وقرأت میں خاص کمال بلکہ ملکہ حاصل ہو گیا۔ بلکہ قرآن پاک کی اسی طرح قرأت وتلاوت جس طرح وہ نازل کیا گیا۔ حضرت والا کے مزاج پر اس طرح چھا گئی کہ حضرت والا کی طبیعت بن گئی۔ اور حضرت والا کی حسن قرأت کا روح پرور انداز ایسا لطف اندوز ہوتا تھا کہ سامعین پر بے خودی کی حالت طاری ہو جاتی۔ اور جی چاہتا کہ حضرت والا پڑھتے رہیں۔ اور ہم سنتے رہیں۔ بعض جلسوں میں حضرت والا قدس سرہ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوتی بعض حضرات صرف حضرت والا کی روح پرور قراءت اور والہانہ انداز میں اشعار سننے کے لئے ہی دور دراز سے شرکت فرمایا کرتے اور اللہ تعالی نے حضرت والا کو حسن صوت لحن داودی کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن مجید سے تعلق ایسا ہی تھا۔ وہ اس کو تیز تیز اور جلدی جلدی تلاوت کے بجائے تجوید سے اور اس کا حق دیئے جانے کے خیال کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے۔ تراویح میں بھی ان کا یہی طرز عمل ہوتا۔ تلاوت خوب کرتے مگر اطمینان سے اور یہی دوسروں سے چاہتے کہ یہ احکم الحاکمین کا کلام ہے اس کا دھیان رکھ کر پڑھنا چاہیے۔

ذکر

ذکر کے سلسلہ میں مولانا کا اس آیت کریمہ پر عمل تھا کہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْراً کَثِیراً وَسَبِّحُوهُ بُکْرَةً

مسلم معاشرہ کی اصلاح صرف سنت نبویؐ کی پیروی میں ہے

پوشیدہ نہیں رہا کہ مسلم معاشرہ کی اصلاح صرف سنت نبویؐ کی پیروی میں ہے، سنت کی ہر ادا کا اہتمام والتزام ان کی تعلیمات کی روح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واطاعت کی برکت تھی کہ ان کو غیر معمولی مرجعیت حاصل ہوئی۔ ہندوستان بلکہ بیرون ہند کے مدارس اور دعوت وتبلیغ کے مراکز سے ان کی وابستگی اور تعلق کی بنیاد میں بھی یہ جذبہ کارفرما تھا۔ حق تعالیٰ حضرت حقی کی مغفرت فرمائے اور اپنے خاص کرم سے نواز دے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ملک وملت کا ان کانعم البدل عطا فرما کر اس امت پر اپنی رحمت کے تسلسل کو قائم رکھے آمین۔'' حصہ نظم

اللہ کے رسول سے الفت ہے گر تمہیں - سنت کی راہ چاہئے پیش نظر تمہیں

محی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی طویل علالت کے بعد صحت یابی کے موقع پر محترمی جناب انیس احمد پرخاصوی صاحب دام مجدہ نے یہ اشعار کہے تھے اور حضرت والا کو سنائے بھی تھے چونکہ ان اشعار میں حضرت کے احیاء سنت وازالۂ منکرات کے مشن کا بخوبی ذکر بھی آ گیا جو ایک پیغام کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے ان تاثرات کو نذر قارئیں کیا جاتا ہے۔

مایوسیوں کے صحرامیں امید کا چمن
لگ ہی چکا تھا چاند کو پوری طرح گرہن

عالم پہ چھا گئی تھی مصیبت کی تیرگی
جب چھٹ گیا گہن تو ملی پھر سے روشنی
حضرت کی علالت سے تھے ہم اس قدر نڈھال
دل ہی اداس رہتا تھا ہنسنے کا کیا سوال
روتے تھے گڑگڑاتے تھے اللہ کے حضور
کر دے معاف ہم سبھی خدام کے قصور
حضرت کی عمر اور بڑھا دے مرے خدا
تجھ سے دعا یہ ہے کہ صحت جلد ہو عطا
جب تک ہمارے شیخ رہے اسپتال میں
ہے کون جو رہا نہ ہو رنج و ملال میں
جیسے کہ چھین لی ہو کسی نے ہر اک خوشی
ہم عرض کیا کریں کہ تھے ہم کس قدر دکھی
اللہ تو ہماری دعاؤں کو کر قبول
حضرت ہمارے شیخ ہیں اور نائب رسول
یہ معجزہ ہی تھا کہ دعائیں ہوئیں قبول
ایسا لگا کہ جیسے پریشاں تھے ہم فضول
خدام مثل بلبل و مینا چہک اٹھے
کلیاں چٹک کے کھل گئیں گلشن مہک اٹھے
عکس جمال مانا کہ رحمت ہے دوستو
کیفیت جلال بھی نعمت ہے دوستو

ساقی کے میکدہ میں کہاں اب جلال ہے
رخصت ہوا جلال فقط اب جمال ہے
جس پر پڑی ہے حضرت ہر دوئی کی نظر
قربان اس نے کر دیا اپنا دل وجگر
فضل خدا سے شیخ صحت مند ہو گئے
فرمایا جاگتا ہوں مگر لوگ سو گئے
اٹھ جاؤ اور اٹھ کے چلو سنتوں کی راہ
کچھ حزن مت کرو نہ پریشاں ہو خواہ مخواہ
سن لو جو کہہ رہا ہوں محبت کی بات ہے
سنت کی راہ اور شریعت کی بات ہے
اللہ کے رسول سے الفت ہے گر تمہیں
سنت کی راہ چاہیئے پیش نظر تمہیں
ہر وقت کی دعاؤں کا بھی اہتمام ہو
یاد الٰہی ذکر نبی صبح وشام ہو
سالک کا حسن اور یہی اس کا ہے جمال
منکر سے اجتناب اوامر کا امتثال
وابستہ مجھ سے جو ہیں سنیں وہ ذرا مزید
سنت سے عشق جس کو ہے وہ ہے میرا مرید
قرآن پڑھ رہے ہو تو تجوید سے پڑھو
مجہول پڑھنا چھوڑ کے معروف تک بڑھو

گانے کی طرح کھینچ کے ہرگز اذان نہ دو
جس لفظ کا جو حق ہے بس اتنا ادا کرو
اللہ میں لام اتنا بڑھاؤ کہ مدنہ ہو
مد کو نہ اتنا کھینچو کہ جس کی بھی حد نہ ہو
خدمات کی ہیں جس نے اسے دل سے ہے دعا
دارین کی بھلائی عطا کر اسے خدا
نزدیک اور دور سے جس نے بھی کی دعا
تو کر جزائے خیر عطا ان کو اے خدا
پائے گا نیک عمل میں وہی سنتوں کا نور
رہتا ہے جو انیس سدا بدعتوں سے دور

باب ﴿۵۵﴾

مرشد وقت حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحبؒ کا اتباع سنت

جو کام سنت کی نیت سے کرو گے اسمیں سنت کا اجر وثواب اور سنت کی برکت اور نور شامل ہو جاتا ہے

اگر ایک کام تم اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے کرتے ہو اور وہی کام تم اتباع سنت کی نیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انجام دیدو دونوں میں زمین آسمان کا فرق محسوس کرو گے جو کام تم اپنی مرضی سے کرو گے وہ تمہارا اپنا کام ہوگا اسپر کوئی اجر وثواب نہیں اور جو کام تم سنت کی نیت سے کرو گے تو اسمیں سنت کا اجر وثواب اور سنت کی

برکت اور نور شامل ہو جاتا ہے۔ (اصلاحی خطبات ج ٦ ص ٢١٨) بحوالہ مثالی نوجوان/ ٦٨)

ایک عمل میں کئی سنتوں کا ثواب:

حضرت ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ سنتوں پر عمل کرنے کی نیت کرنا لوٹ کا مال ہے مطلب یہ کہ ایک عمل کے اندر جتنی سنتوں کی نیت کرلوگے اتنی سنتوں کا ثواب میسر ہو جائیگا۔ مثلاً پانی پیتے وقت یہ نیت کرلو کہ میں تین سانس میں پانی اسلئے پی رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تین سانس میں پانی پینے کی تھی اس سنت کا ثواب حاصل ہوگیا اس طرح یہ نیت کرلی کہ سانس لیتے وقت برتن کو اسلئے منہ سے ہٹا رہا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے اب دوسری سنت پر عمل کا ثواب حاصل ہوگیا اسلئے سنتوں کا علم حاصل کرنا ضروری ہے تا کہ آدمی جب کوئی عمل کرے تو ایک ہی عمل کے اندر جتنی سنتیں ہیں ان سب کا دھیان اور خیال رکھے اور انکی نیت کرے تو پھر ہر ہر سنت کے ساتھ انشاءاللہ مستقل سنت کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ (ارشاداتِ اکابر ص۔١٦٤)

باب ﴿٥٦﴾

حبیب الامت عارف باللہ صدیق وقت حضرت اقدس مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کا اتباع سنت

حضرت قاری صدیق احمد صاحبؒ کی زندگی میں سنتوں پر عمل بڑا نمایاں تھا

حضرت قاری صدیق احمد صاحبؒ کی زندگی میں سنتوں پر عمل بڑا نمایاں تھا۔ اٹھتے بیٹھتے، جاگتے سوتے، گفتگو کرتے اور سکوت، جلوت وخلوت غرض ہر قول وعمل میں حضور ﷺ

کی پیاری سنتوں پر عمل ہی پیش نظر رہتا۔مسواک کی پابندی نماز باجماعت کی ادائیگی سے لیکر مہمان نوازی انسانی خدمت مسلم وغیر مسلم سبکی ضروریات کی فکر، یتیموں، بیواؤں اور عاجزوں کی خبرگیری بیماروں کی عیادت اور تیمارداری، طلبہ واساتذہ کی دلداری وشفقت تک کونسی سنت نبوی ﷺ تھی جو حضرت کی زندگی میں رچی بسی نہیں تھی۔دیکھنے والوں نے خوب دیکھا پرکھنے والوں نے خوب پرکھا۔(فیضانِ صدیق ص۔۳۰)

حضرت کا معمول ہمیشہ سے آخر عشرہ میں اعتکاف کا رہا ہے

حضرت کا معمول ہمیشہ سے آخر عشرہ میں اعتکاف کا رہا ہے مدرسہ کی مسجد میں اعتکاف فرماتے۔دوردراز سے اہل تعلق اعتکاف کیلئے آتے۔معتکفین کی بڑی تعداد ہوتی جنکے قیام وطعام وراحت رسانی کی ذمہ داری حضرت اپنے اوپر لیتے۔مدرسہ پر اسکا بوجھ نہ ڈالتے۔ستائیسویں شب میں تو اسقدر مجمع ہوتا کہ مسجد ومدرسہ کا وسیع احاطہ آنے والوں سے اوران کی گاڑیوں سے بالکل بھرجاتا۔حالانکہ بھیڑ بھاڑ پسند نہ فرماتے تھے۔ایک مرتبہ فرمایا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں طبیعت تو یہ چاہتی ہے کہ میں ہوں اور کچھ ہم مزاج احباب ہوں۔قرآن پاک کی تلاوت ہواوراسی کی یاد ہولیکن کیا کروں مجبور ہوں ان دنوں اگر کوئی مجھ سے بات کرتا ہےتو یوں لگتا ہے کہ جیسے کسی نے مجھ پر گولی چلادی ہو۔حضرت پر نرمی وشفقت ومحبت غالب تھی۔دوسروں کی رعایت میں ہر چیز برداشت کرجاتے تھے۔(فیضان صدیق ص۔۳۱)

شہ کونین کی سنت پہ جو عامل نہیں ہوتا – وہ کچھ بھی کرر ہا ہو کچھ اسے حاصل نہیں ہوتا

شہ کونین کی سنت پہ جو عامل نہیں ہوتا
وہ کچھ بھی کرر ہا ہو کچھ اسے حاصل نہیں ہوتا

کرشمے لاکھ دکھلائے ولی اس کو کہے کوئی
گروہ اولیاء میں وہ کبھی وہ شامل نہیں ہوتا
سفر ناقص ہی رہتا ہے کبھی منزل نہیں ملتی
نہ ہو گر رہبر کامل سفر کامل نہیں ہوتا
عمل پیہم ہو پھر اللہ کی مرضی بھی ہو حاصل
تو ایسے کام میں کوئی کبھی حائل نہیں ہوتا
جو فکر آخرت میں رات دن بے چین رہتا ہے
خدا کی یاد سے اک آن بھی غافل نہیں ہوتا
جسے عشق پیمبر ہے جسے پاس شریعت ہے
وہ احکام شریعت سے کبھی جاہل نہیں ہوتا
سمجھتا ہے خدا کو صرف جو حاجت روا اپنا
کسی کے در پہ جا کر وہ کبھی سائل نہیں ہوتا
تجلی رب کی ایسے قلب پر نازل نہیں ہوتی
رذیلہ نفس کا جس قلب سے زائل نہیں ہوتا
وہ گمراہی میں رہتا ہے ہدایت مل نہیں سکتی
طریق حق کی جانب جس کا دل مائل نہیں ہوتا
نہیں ہوتا ہے جس میں خدمت مخلوق کا جذبہ
کسی کی بھی نظر میں وہ کسی قابل نہیں ہوتا

بہت تحقیق کی ثاقب ترا بس جرم یہ نکلا
خلاف شرع باتوں کا کبھی قائل نہیں ہوتا

(فیضانِ صدیق ص۔۵۸)

خدا شاہد ہم سارے جہاں پر حکمراں ہوتے - رسول پاک کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا

تمنا ہے کہ گلزار مدینہ اب وطن ہوتا
وہاں کے گلشنوں میں کوئی اپنا بھی چمن ہوتا
بسر اب زندگی اپنی دیار قدس میں ہوتی
وہیں جیتا وہیں مرتا وہیں گور و کفن ہوتا
میسر بال و پر ہوتے تو میں اڑ کر پہونچ جاتا
زہے قسمت کہ اپنا آشیاں ان کا چمن ہوتا
نمازوں میں انھیں کے در پہ میں کرتا جبیں سائی
تلاوت کا ترنم اور جنت کا چمن ہوتا
مقدر سے رسائی ان کے در تک کاش ہو جاتی
متاع جاں نثار روضۂ شاہ زمن ہوتا
سبھی کچھ ہے مگر جب وہ نہیں کچھ بھی نہیں حاصل
وہیں ہوتا جہاں اے کاش وہ جلوہ فگن ہوتا
خدا شاہد ہم سارے جہاں پر حکمراں ہوتے
رسول پاک کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا

تمنا ہے کہ کٹتی عمر ان کے آستانے پر
عنایت جلوہ گر ہوتی کرم سایہ فگن ہوتا
خوشا قسمت کہ ہوتا کوچہ محبوب میں مسکن
انھیں کی راہ میں قربان اپنا جان وتن ہوتا
یہی ہے آرزو ثاقب یہی اپنی تمنا ہے
کہ پیوند بقیع پاک اپنا بھی بدن ہوتا

(فیضانِ صدیق ص۔۵۴)

باب ۵۷

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری امیر الحسن صاحب دامت برکاتہم کا اتباع سنت

ہمارا ہر کام سنت کے مطابق ہونا چاہئے

فرمایا کہ ہمارا کام سنت کے مطابق ہونا چاہئے۔سوئیں تو سنت کے مطابق ، اٹھیں تو سنت کے طریقہ پر۔ ہر کام سنت کے مطابق ہو۔اذان بھی قاعدہ کے مطابق ہونی چاہئے ۔ ہر کام سیکھنے کے بعد ہی آتا ہے۔ بلا سیکھے اذان نہ کہے۔سواری چلانا ،سائکل چلانا، کار چلانا، جب سیکھتے ہیں تب چلاتے ہیں۔اسی طرح سے اذان بھی سیکھنا ضروری ہے۔کوشش کریں تو اذان بھی انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گی۔

بلا اہتمام سنن کوئی کامل نہیں ہوسکتا

عبادت میں اہم حصہ نماز ہے اور نماز میں فرائض چھ ہیں، واجبات اٹھارہ ہیں اور سنتیں

اکیاون ہیں۔فرائض کا کیا مطلب؟ فرائض کا مطلب یہ ہیکہ اگر ایک فرض بھی چھوٹ گیا تو نماز نہ ہوگی، نماز کو لوٹانا پڑے گا۔واجب کا مطلب یہ ہیکہ اگر بھولے سے چھوٹ گیا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ہوجائے گی، اور سنت کا مطلب یہ ہیکہ سنتوں کا اہتمام کرنے سے نماز کے اندر کمال پیدا ہوتا ہے، حسن و جمال آتا ہے۔اگر کسی کو دیکھنا ہو تو کتنا بڑا بزرگ ہے تو دیکھو کہ سنت کا کتنا عاشق ہے۔

بزرگی کا معیار اتباع سنت ہے۔ جو سنت کا جتنا بڑا عاشق ہوگا وہ اتنا ہی بڑا بزرگ ہوگا

جو سنت کا جتنا بڑا عاشق ہوگا وہ اتنا ہی بڑا بزرگ ہے۔ایک بزرگ کسی بستی میں آئے پھر چلے گئے۔تو دوسرے بزرگ ان سے ملنے آئے، دیکھا کہ وہ جا چکے ہیں۔تو سوچا کہ جہاں وہ نماز پڑھے ہیں اس جگہ کی زیارت کرلوں۔ دیکھا تو سجدہ کی جگہ انگلیاں کشادہ تھیں۔تو فرمایا کہ سجدہ کی حالت میں انگلیوں کا ملائے رکھنا مسنون ہے، جس شخص کی نماز کا سجدہ سنت کے طریقہ پر نہیں وہ بزرگی میں کمال حاصل نہیں کر سکتے، لہذا واپس آگئے۔ پہلے زمانہ میں لوگ نماز کو بیس بیس برس سیکھتے تھے۔کیا سیکھتے تھے؟ یہی طریقہ سنت سیکھتے تھے آج کل ہم لوگ اس سے غافل ہیں۔تھوڑی ہمت کرلیں۔ایک ایک سنت روزانہ سیکھ لیں تو نماز سنت کے مطابق ہوجائے گی۔ لیکن یہ باتیں معتدل القوۃ لوگوں کیلئے ہیں، اگر کوئی معذور ہے بیمار ہے الگ بات ہے۔
(کلمات صدق وعدل ٦٨)

رونے کی سنت آج کل چھوٹ رہی ہے

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جب حرم تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت ابتہال ہے، اللہ کے دربار میں گڑگڑانا چنانچہ حرم شریف میں ایسے روئے کہ پورا حرم گونج گیا پھر فرمایا

من نگویم کہ طاعتم بپزیر قلم عفو بر گناہم کش

یا اللہ میں یہ کہتا نہیں کہ میری طاعتوں کو قبول فرمالیجئے میں یہ کہتا ہوں کہ میرے گناہوں پر معافی کا قلم پھیر دیجئے یعنی بخش دیجئے۔

آگے فرماتے ہیں یا اللہ اگر میں قصوروار ہوں تو قیامت کے دن نابینا اٹھایئے۔تاکہ اپنے گناہوں کی وجہ سے نیکوں کے سامنے شرمندہ نہوں۔(کلماتِ صدق وعدل ص۔۴۷)

ہماری ساری محنتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سنتیں ہمارے معاشرہ میں عام ہوجائیں

ہماری ساری محنتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سنتیں ہمارے معاشرہ میں عام ہوجائیں۔فرمایا کہ ساری محنت کا خلاصہ یہ ہے کہ دین ہماری زندگی میں آجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہمارے معاشرے میں عام ہوجائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اسہل ہے۔یعنی اختیار کرنے کے اعتبار سے دنیا کے سارے طریقوں سے آسان اور اکمل ہے۔یعنی تربیت اور نفع کے اعتبار سے سارے طریقوں سے مکمل ہے اس میں کہیں جھول نہیں کہیں نقص نہیں اور اجمل ہے۔ یعنی دنیا کی کوئی تہذیب اور طرز حیات اس سے بہتر نہیں نہایت مہذب اور نہایت جمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں میں ہے۔اسلئے اسکو اپنانے کی فکر کرنی چاہئے تاکہ ہماری عبادات سنت کے موافق ہوجائیں۔(کلماتِ صدق وعدل ص۔۱۱۸)

لطف حقیقی تو اتباع سنت ہی میں ہے

فرمایا۔ شروع میں انسان کچھ دن مجاہدہ کرلے گناہوں سے پرہیز کرے تو یہ چیز حاصل ہوجاتی ہے۔لوگ ٹی وی دیکھنے میں گانا سننے میں،افسانہ اور ناولوں کے پڑھنے میں،بد نظری و بدنگاہی سے لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ محض دھوکہ ہے،وہ نادان ہے،ان کو کچھ پتہ نہیں حقیقی لطف ولذت تو بس دین پر چلنے اور سنت پر چلنے میں ہے ہمارے استاد حضرت مولانا

اسعد اللہ صاحبؒ پڑھا کرتے تھے

کیف روحانی اسے حاصل نہیں جو نبی کے عشق میں کامل نہیں

الہ آباد میں ایک بزرگ گذرے ہیں نقشبندی بزرگ تھے مولانا محمد احمد صاحبؒ فرما کرتے،

وہ نہیں پہنچے گا کبھی اللہ تک راہ سنت پر جس کا قدم نہیں

باب ﴿۵۸﴾

مفتی اعظم گجرات حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری راندیریؒ کے اتباعِ سنت کے متعلق ارشادات

سنت کی تعریف

خدارا سنت کی قدر پہچانو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو مضبوطی سے تھام لو اور آپ کی مبارک اور نورانی سنتوں کو زندہ کرنے کی بھرپور کوشش کرو۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر سنت کی تعریف اور اس کا حکم بیان کر دیا جائے۔

سنت: وہ کام جس کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا ہو اور اس کی تاکید کی ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ۔ تم اپنے اوپر میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کرلو

اوردانتوں سے مضبوط پکڑلو۔(مشکوٰۃ شریف ص۔۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

نیز حدیث میں ہے:۔ عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سألت ربّی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحیٰ الیَّ یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضھا اقوی من بعض ولکلٍ نورٌ فمن اخذ بشیءٍ ممّا ھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علی ھدی۔ قال: وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم فبأیّھِم اقتدیتم اھتدیتم رواہ رزین۔ (مشکوٰۃ شریف ص۔۵۵۴ باب مناقب الصحابۃ)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کی بابت حق تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری جانب وحی فرمائی میرے نزدیک آپ کے صحابہؓ کا مرتبہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہے کہ بعض ستارے بعض سے قوی ہے لیکن ہر ستارہ میں نور ہے۔ جن چیزوں میں صحابہؓ کے درمیان اختلاف ہوا ان میں کسی کے قول کو اختیار کریگا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں۔انمیں سے جن کی اقتداء کروگے ہدایت کی راہ پاؤ گے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص۔۳۸۴ ج۔۱۰)

خدارا سنت کی قدر پہچانو! حضور اقدس ﷺ کی نورانی سنتوں کو زندہ کرو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من تمسّک بسنّتی عند فساد امّتی فلہ اجر مائۃ شھید (جس نے میری امت میں فساد کے وقت یعنی غلبۂ

بدعت کے وقت) میری ایک سنت اختیار کی تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔(مشکوٰۃ شریف ص۔ ۳۰) نیز فرمایا ومن احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ جس نے میرے سنت سے محبت کی (یعنی اس پر عمل کیا) تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا (مشکوٰۃ شریف ص۔۳۰) نیز ارشاد فرماتے ہیں من حفظ سنتی اکرمہ اللہ باربع خصال المحبۃ فی قلوب البررۃ۔ والھیبۃ فی قلوب الفجرۃِ ۔والسعۃ فی الرزقِ ۔ والثقۃ فی الدین جس نے میری سنت کی حفاظت کی (یعنی دل و جان سے اس کو مضبوط پکڑا اور اس پر عمل کیا) تو خدا تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم کریگا (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کردیگا۔(۲) فاجر اور بدکار لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈال دیگا (۳) رزق فراخ کردے گا (۴) دین میں پختگی نصیب فرمائیگا۔(شرح شرعۃ الاسلام سید علی زادہ)

سنت کی مثال نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی کے مانند ہے

امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے۔ان السنۃ مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجیٰ ومن تخلف عنھا غرق۔ سنت کی مثال نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی کے مانند ہے۔ جو اس میں سوار ہو گیا (گمراہی سے) بچ گیا اور جو اس پر سوار نہ ہوا (یعنی سنت کو چھوڑ دیا) تو وہ غرق ہو گیا (یعنی گمراہی کے گڑھے میں گر گیا) (فتاوٰی رحیمیہ ص۔۲۳۱ ج۔۶)

اتباع سنت کے متعلق ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احبّ سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص۔ ۳۰ بالاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔۔۔اور جس نے میری سنت سے محبت کی (یعنی اس پر عمل کیا) تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کریگا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

نیز ارشاد فرمایا: عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری امت میں فساد کے وقت میری ایک سنت کو مضبوطی سے پکڑا (اور اس پر عمل کیا) تو اسکے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) فتاویٰ ص۔۳۸۶ ج۔۱۰)

قال النبی صلی الله عليه وسلم كل امتی يدخلون الجنة اِلّا من ابی قيل ومن ابی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابیٰ اور تابعداری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عین تابعداری اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے ومن يطع الرسول فقد اطاع الله ومن تولیّ فما ارسلناك عليهم حفيظا ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاكتبنا مع الشٰهدين۔ (مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ص۔۳)

نیز حدیث میں ہے: عن مالک بن انس رضی الله عنه مرسلاً قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسّكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله صلی الله عليه وسلم رواه فی المؤطا۔ (مشكوة شريف)

حضرت مالک بن انسؓ سے مرسلا روایت ہے رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور دوسری چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (مشکوٰۃ)

نیز حدیث میں ہے: من احییٰ سُنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنۃ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی شریف ج۲ ۹۲/)

امام مالکؒ کا ارشاد ہے: ان السنۃ مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجیٰ ومن تخلف عنھا غرق ۔ یعنی سنت کی مثال حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی کے مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا، گمراہی سے بچ گیا اور جو اس پر سوار نہ ہوا (یعنی سنت کو چھوڑ دیا) تو وہ غرق ہو گیا (یعنی ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں گر گیا) (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ۲۳۱/)

اسلام کے ساتھ سنت پر موت آنے کی بھی دعا اور تمنا کرو

عن الاوزاعیؒ قال رأیت رب العزۃ فی المنام فقال لی یا عبدالرحمٰن انت الذی تأمر بالمعروف وتنھی عن المنکر فقلت بفضلك یا ربّ وقلتُ یا ربّ امتنی علی الاسلام فقال وعلی السنۃ (تلبیس ابلیس۹) (فتاویٰ رحیمیہ ج۱۰) امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: میں نے اللہ رب العزۃ کو خواب مین دیکھا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے عبدالرحمٰن تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو، میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ کے فضل سے کرتا ہوں، اس کے بعد پھر میں نے کہا، اے رب! مجھے اسلام

پر موت نصیب فرما، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وعلیٰ السنۃ، اسلام کے ساتھ سنت پر موت آنے کی بھی دعا اور تمنا کرو۔ (فتاوی رحیمیہ ۳۸۹/۱۰)

وصول الی اللہ کا سب سے اقرب ترین راستہ اتباع سنت کا راستہ ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہیئت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے (اللہ تک پہونچنے کا سب سے قریب راستہ ہے)۔ (کمالات اشرفیہ۔ بحوالہ مواعظ درد محبت از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم ۶۸)

سنت کو ہلکا سمجھنے کا انجام

تفسیر عزیزی میں ہے: من تھاون بالآداب عوقب بحرمانِ السنۃ و من تھاون بالسنۃ عوقب بحرمان الفرائض ومن تھاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفۃ۔ یعنی جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلا میں گرفتار کیا جاتا ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے اور اسے ہلکا سمجھتا ہے وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے اور ان کو خفیف سمجھتا ہے وہ معرفتِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ (۴۳۲ تفسیر عزیزی سورہ بقرہ تحت الآیۃ ضربت علیہم الذّلّۃ.............ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون)

(فضائل حج '(۱۶۱ اجمالی آداب)

سنت کی اہمیت اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک واقعہ

حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہو کر عرض

کرنے لگے کہ مجھ کوئی سال نسبت حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی، تو حضرت خواجہ کی توجہ و دعاء سے میری حالت قبض بسط سے بدل گئی، آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت خواجہؒ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالہ کر دیا ہے، تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں، یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال طاری ہوا اور کثرت نسبت اور قوت باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگی، حضرت امام ربانیؒ نے ایک خادم سے فرمایا کہ طاق میں سے مسواک اٹھا لاؤ آپ نے مسواک کو زمین پر پٹک دیا اسی وقت زمین ساکن ہوگئی اور ان بزرگ کی کیفیت جذبی بھی جاتی رہی، اس کے بعد آپ نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمھاری کرامت سے زمین سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دعا کرے تو انشاء اللہ سرہند شریف کے مردے زندہ ہو جائیں، لیکن میں تمہاری اس کرامت (جنبش زمین) سے اور اپنی اس کرامت سے کہ (دعاء سے سرہند شریف کے تمام مردے زندہ ہو جائیں) اثناء وضو میں بطریق سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں۔ (دیباچہ دُرِّ لاثانی شاہ محمد ہدایت علی جے پوری ج۳ ۶/۷)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: لا یستقیم قولٌ وعملٌ و نیةٌ الّا بموافقة السنة ۔ یعنی کوئی قول اور عمل اور نیت درست نہیں جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق نہ ہو۔ (تلبیس ابلیس ۹)

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: لا یقبل قول بلا عملٍ ولا عملٌ بلا اخلاص واصابة السنة ۔ یعنی کوئی قول عمل کے بغیر قابل قبول نہیں اور کوئی عمل اس وقت تک مقبول نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہو اور سنت کے مطابق نہ ہو۔ (الفتح الربّانی ج۱ ۱۴)

جو عمل بھی اتباعِ سنت کے بغیر کیا جائے وہ باطل ہے

حضرت احمد ابن ابی الحواریؒ فرماتے ہیں: من عمل بلا اتباع سنةٍ فباطلٌ عمله۔ یعنی جو عمل بھی اتباعِ سنت کے بغیر کیا جائے وہ باطل ہے۔ (کتاب الاعتصام)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم والله غفور رحیم۔ آپ فرما دیجئے! اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں (سورۂ آل عمران پ۳ رکوع ۱۱)

آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے مبارک طریقہ پر چلنے سے انسان اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوگی؟ اس لئے یہی سعادتمندی ہے کہ انسان بدعات سے بلکل اجتناب کرے اور سنت کی اتباع کرے۔

اتباع سنت اور اتباعِ شریعت کے متعلق حضرت غوث الاعظمؒ کے فرامین

(۱) اساس الخیر متابعة النبی صلی الله علیه وسلم فی قوله وفعله۔

یعنی: ساری خوبیوں کی جڑ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے آپ کے قول میں بھی اور آپ کے فعل میں بھی۔ (الفتح الربانی ۴۳۸ فتاوی رحیمیہ ج ۳۶۹/۱۰)

(۲) لا تصح متابعتک للرسول صلی الله علیه وسلم حتی تعمل بما قال۔

ترجمہ: تیری متابعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحیح نہیں جب تک کہ تو اس شریعت پر عمل نہ کرے جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے حکم دیا ہے۔ (الفتح الربانی ۲۲)

(۳) علیکم بالاتباع من غیر ابتداع علیکم بمذهب السلف الصالح۔ امشوا فی الجادة المستقیمة لا تشبیه ولا تعطیل ۔ بل اتباع السنة رسول الله صلی الله علیه وسلم من غیر تکلف ولا تطبع ولا تشدد ولا تمشدق ولا تمعقل۔ (الفتح الربانی ۲۰)

ترجمہ: اپنے اوپر لازم سمجھو اتباع کو بدعت ایجاد کئے بغیر لازم پکڑو سلف صالحین کے مذہب کو، چلو راہ مستقیم پر جس میں نہ تشبیہ ہو نہ تعطیل بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع ہو بلا تکلف بلا تصنع بلا تشدد اور لسانی وعقل کے تکے چلائے بغیر۔

(۴) مالنا حاجة خارجة عن دائرة الشرع۔ جو چیز شریعت کے دائرہ سے خارج (باہر) ہے اس کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ (الفتح الربانی ۷)

(۵) تامرهم بطاعته، وتنهاهم عن معصیته، وتنهاهم عن الضلال والابتداع واتباع الهوٰی وموافقة النفس وتامرهم باتباع کتاب الله عزوجل وسنة رسول صلی الله علیه وسلم۔ (الفتح الربانی ۷۱)

یعنی ان (لوگوں کو) حکم کر اللہ کی اطاعت کا اور منع کر اس کی معصیت سے ان کو روک گمراہی اور بدعتوں کے ارتکاب اور خواہش نفس کے اتباع اور نفس کی موافقت سے اور ان کو حکم کر کتاب اللہ عزوجل اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ / ۳۷۰)

(۶) فتبین ان طریق المحبة اتباعه (صلی الله علیه

وسلم) قولاً و فعلاً۔ (فتوح الغیب ۱۰۱)

ترجمہ: ظاہر ہوا کہ محبت کا طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے قولاً اور فعلاً۔

عربی شاعر نے خوب کہا ہے۔

تعصی الرسول وانت تظهر حبه　　هٰذا العمری فی الفعالِ بدیع

لو کان حبک صادقاً لاطعتهٗ　　انّ المحب لمن یحبُ یطیع

یعنی: تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعوٰی کرتے ہو اور ساتھ ہی ان کے فرمان کی خلاف ورزی بھی کرتے ہو کس قدر عجیب بات ہے اگر فی الواقع تمہارے دل میں ان کی محبت ہوتی اور تم اپنے دعوٰی محبت میں سچے ہوتے تو کبھی ان کی نافرمانی نہ کرتے، ان کے ہر فعل اور ادا سے محبت ہوتی۔

خلاصہ یہ کہ سنت کے خلاف بدعت کو دینی کام سمجھنا اور سنت کے مثل اسے تھامے رہنا یہ دین میں کمی بیشی اور کتر بیونت ہے اور دین میں اس طرح کرنا سخت ناجائز اور بڑا گناہ اور خطرناک ہے۔ (فتاوٰی رحیمیہ ج ۳۷۲/۱۰)

جس قوم میں بدعت ایجاد ہوتی ہے اس کی نحوست کی وجہ سے وہ قوم سنت کی برکت سے محروم ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث قومٌ بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسکٌ بسنة خیرٌ من احداثِ بدعة رواه احمد (مشکوة شریف ۳۱)

یعنی: جس قوم نے بھی کوئی بدعت ایجاد کی تو (اس کی نحوست سے) اس جیسی سنت اٹھا لی جاتی ہے لہذا سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسان بن عطیہؒ کہتے ہیں کہ وہ سنت تا قیامت ان کو دوبارہ نہیں دی جاتی یعنی وہ

قوم اس سنت کی برکت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجاتی ہے عن حسان قال ما انتدع قومٌ بدعة فی دینھم الا نزع الله من سنتھم مثلھاثم لا یعیدھا (الله تلک الحسنة) الیھم الی یوم القیمة رواه الدارمی (مشکوۃ شریف ۳۱)

احیاء العلوم میں ہے ان اللـه ملکاینادی کل یوم من خالف سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم لم تنله شفاعته ومثال الجانی علی الدین بابدای ما یخالف السنة بالنسبة الی من تذنب ذ نباً مثال من عصی بالملک فی قلب دولته باالنسبة الی من خالف امره فی خدمة معینة و ذلک قد یغفرله فاماقلب الدولة فلا۔

یعنی خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے ہر روز پکارتا ہے کہ جوکوئی سنت کے خلاف کریگا تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہ ہوگی، اور جو شخص دین میں سنت کے خلاف بدعت ایجاد کر کے خطاوار ہوتا ہے اس کی نسبت دوسرے گنہ گار سے ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ کی سلطنت کا تختہ الٹنے والا، کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے کسی ایک حکم میں خلاف ورزی کرے تو بادشاہ کبھی یہ تقصیر معاف کر دیتا ہے مگر سلطنت کے درہم برہم کرنے والے کو معاف نہیں کرتا، یہی حال بدعت ایجاد کرنے والے کا ہے (کہ وہ باغیٔ سنت ہے، سنت کا مٹانے والا ہے اور بدعت کو اس کی جگہ جاری کرنے والا ہے، جو خدا اور رسول کا دشمن ہے) (احیاء العلوم ج۱/۸۷) فتاوی رحیمیہ ۶/۲۲۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: امـا بعد : فان خیر الحدیث کتاب اللـه وخیر الهدی هدی محمدصلی الله علیه وسلم وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة۔ رواه مسلم۔ یعنی بہترین فرمان خدا کی کتاب ہے اور بہترین سیرت اور نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسوۂ حسنہ ہے اور

بدترین امور محدثات (بدعات) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے (چاہے بظاہر اچھی نظر آتی ہو) (مشکوٰۃ شریف ۲۷) اور ارشاد فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوابھا وعضواعلیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ :تم پر لازم اور ضروری ہے کہ میری سنت (یعنی میرے طریقہ) کو اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو (جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں) مضبوطی سے سنبھالے رکھو اس کو دانتوں اور کچلیوں سے مضبوط پکڑ لو ہر نئی باتوں سے جو ایجاد کی جائیں پوری احتیاط برتو اور ان سے قطعاً الگ رہو کیونکہ ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ۳۰، باب الاعتصام) (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶/ ۲۲۶)

بدعت پر عمل کرنا اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کرتا ہے اور سنت کے نور کو کم کرتا ہے اور سنت پر عمل کرنا اس ظلمت کے کم ہونے اور اس نور کے زیادہ ہونے کا باعث ہے اب اختیار ہے کہ کوئی خواہ بدعتوں کی ظلمت کو زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھائے اور جو چاہے شیطان کے گروہ کو بڑھائے اور جو چاہے اللہ کے گروہ کو زیادہ کرے الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون۔ اور الا ان حزب اللہ ھم المفلحون جان لو کہ شیطان کا گروہ خسارہ میں ہے اور خدائی فوج کامیاب ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ج ۲/ ۶۴) (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶/ ۲۲۸)

(۷) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مروان بن حکم کو نمازِ عید سے پہلے خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع فرمایا، اور فرمایا کہ یہ خلاف سنت ہے۔ (اقامۃ الحجۃ/ ۵)

(۸) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن ابن ام حکم کو خلافِ سنت خطبہ بیٹھ کر پڑھتے ہوئے دیکھا تو غضب ناک ہو کر فرمایا، دیکھو! یہ خبیث بیٹھکر خطبہ پڑھتا ہے۔ عن ابی عبیدۃ عن کعب بن عجرۃ قال دخل المسجد وعبد الرحمن

بن ام حکم یخطب قاعداً فقال انظروا الی ھذا الخبیث یخطب قاعداً۔ (مسلم شریف ج/۱/ ۲۸۴)

دیکھئے! مذکورہ دو امور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تھے اس لئے صحابیٔ رسول سے برداشت نہ ہوسکا اور حاکمِ وقت پر بلا جھجھک نکیر فرمائی تو اذانِ قبر جو بالکل ثابت نہیں کس طرح برداشت کی جاسکتی ہے۔ خدارا سنت کی قدر پہچانیے، اور بدعت کی تاریکی سے بچئے، (فتاویٰ رحیمیہ ج۶/ ۲۲۲)

سعید بن المسیبؒ نے فرمایا: خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھ کو سزا دیں گے

(۹) ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھتا تھا اس کو اس سے روکا گیا تو اس نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے دریافت کیا یا ابا محمد ایعذ بنی اللہ علی الصلوۃ اے ابو محمد! کیا خدا پاک مجھے نماز پڑھنے پر سزا دیں گے؟ آپ نے فرمایا: لکن یعذبک لخلاف السنۃ (عبادت موجبِ سزا وعتاب نہیں) لیکن خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھ کو سزا دیں گے۔ (مسند دارمی)

سوچئے! نماز عبادت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، خدا کے قرب کا ذریعہ ہے مگر عید کی نماز سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد پڑھنا چونکہ خلافِ سنت ہے اس لئے موجب عقاب ہے۔ لہٰذا اذانِ قبر بھی چونکہ خلاف سنت ہے اسلئے یہ بھی موجب عقاب ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶/ ۲۲۱)

سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اور متابعت اختیار کریں، سنتِ سنیہ کو بجا لائیں اور بدعتِ نامرضیہ سے پرہیز کریں اگر چہ بدعت صبح کی سفیدی کے مانند (بظاہر) روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں ہے، اور نہ ہی

اس میں کسی بیمار کی دوا اور بیمار کی شفاء ہے کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں، یا تو سنت کی رافع ہوگی یا رافع سنت ہونے سے ساکت ہوگی، ساکت ہونے کی صورت میں سنت پر ضرور زائد ہوگی جو درحقیقت سنت کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے، پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی خیر اور حسن نہیں۔ (مکتوبات امام ربانی ج ۲/۵۲) (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶/۲۲۹)

باب ﴿۵۹﴾

جسٹس حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے اتباع سنت کے متعلق ارشادات وافادات

اتباع ہو تو ایسی ہو

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ میں خطبہ دے رہے تھے خطبہ کے دوران آپؐ نے دیکھا کچھ لوگ مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے ہیں جب کہ آج کل بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی تقریر یا جلسہ ہوتا ہے تو کچھ لوگ کنارون پر کھڑے ہو جاتے ہیں وہ لوگ نہ تو بیٹھتے ہیں اور نہ جاتے ہیں اس طرح کناروں پر کھڑا ہونا مجلس کے ادب کے خلاف ہے۔ اگر تمہیں سنتا ہے تو بیٹھ جاؤ اگر نہیں سننا ہے تو اپنا راستہ دیکھو اس لئے کہ اس طرح کھڑے ہونے سے بولنے والے کا ذہن بھی تشویش میں مبتلا ہوتا ہے اور سننے والوں کا ذہن بھی انتشار کا شکار رہتا ہے۔

بہر حال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''بیٹھ جاؤ'' جس وقت آپ نے یہ حکم دیا اس وقت حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ باہر سڑک پر تھے اور مسجد نبویؐ کی طرف آرہے تھے۔ اور ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ کہ اس وقت ان کے کان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز آئی کہ ’’بیٹھ جاؤ‘‘ آپ وہیں سڑک پر بیٹھ گئے۔ خطبہ کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو بیٹھنے کا حکم ان لوگوں کو دیا تھا جو یہاں مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے تھے، لیکن تم تو سڑک پر تھے۔ اور سڑک پر بیٹھنے کو تو میں نے نہیں کہا تھا، تم وہاں کیوں بیٹھ گئے؟... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب حضور (اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ’’بیٹھ جاؤ‘‘ تو پھر عبداللہ بن مسعود کی مجال نہیں تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھائے....

اور یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کو جانتے نہیں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سڑک پر بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے تھے، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ’’بیٹھ جاؤ‘‘ تو اب اس کے بعد قدم نہیں اٹھ سکتا، صحابہ کرام کی اتباع کا یہ حال تھا، ویسے ہی صحابہ کرام نہیں بن گئے تھے، عشق و محبت کے دعوے دار تو بہت ہیں لیکن ان صحابہ کرام جیسا عشق کوئی لے کر تو آئے۔ (اصلاحی خطبات ج ۲/ ص ۱۶۳)

میں اپنے آقا کی سنت کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر معاملات طے کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی بن کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر اپنے چچازاد بھائی کے گھر ٹھہر گئے۔ اور جب صبح کے وقت مکہ کے سرداروں سے مذاکرات کے لئے گھر سے جانے لگے تو اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر آدھی پنڈلی تک تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ تھا کہ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا تو بالکل ناجائز ہے۔ اگر ٹخنوں سے

اوپر ہوتو جائز ہے۔لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول اور عادت یہ تھی کہ آپ آدھی پنڈلی تک اپنا ازار رکھتے تھے۔اس سے نیچے نہیں ہوتا تھا.... چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی نے کہا کہ جناب! عربوں کا دستور یہ ہے کہ جس شخص کا ازار اور تہمند جتنا لٹکا ہوا ہو۔ اتنا ہی اس آدمی کو بڑا سمجھا جاتا ہے، اور سردار قسم کے لوگ اپنی ازار کو لٹکا کر رکھتے ہیں اس لئے اگر آپ اپنی ازار اس طرح اونچی پہن کر ان لوگوں کے پاس جائیں گے تو اس صورت مین ان کی نظروں میں آپ کی وقعت نہیں ہوگی۔اور مذاکرات میں جان نہیں پڑے گی۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے چچازاد بھائی کی باتیں سنیں تو ایک ہی جواب دیا۔فرمایا کہ:

لا ! هكذا ا زرة صاحبنا صلى الله عليه و سلم

نہیں میں اپنا ازار اس سے نیچا نہیں کرسکتا، میرے آقا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار ایسا ہی ہے۔یعنی اب یہ لوگ مجھے اچھا سمجھیں، یا برا سمجھیں، میری عزت کریں، یا بے عزتی کریں، جو چاہیں کریں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں، میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار دیکھ چکا ہوں۔اور آپ کا جیسا ازار ہے، ویسا ہی میرا رہے گا اسے میں تبدیل نہیں کرسکتا۔(اصلاحی خطبات ج۲ص ر ۱۶۴)

کیا ان احمقوں کی وجہ سے سنت چھوڑ دوں؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، فاتح ایران، جب ایران میں کسریٰ پر حملہ کیا گیا تو اس نے مذاکرات کے لئے آپ کو اپنے در بار میں بلایا، آپ وہاں تشریف لے گئے۔جب وہاں پہنچے تو تواضع کے طور پر پہلے ان کے سامنے کھانا لاکر رکھا گیا، چنانچہ آپ نے کھانا شروع کیا۔کھانے کے دوران آپ کے ساتھ سے ایک نوالہ نیچے گر گیا.... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اس کو ضائع نہ کرو وہ اللہ کا رزق ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے رزق کے کونسے حصے مین برکت رکھی ہے۔اس لئے اس نوالے کی ناقدری نہ کرو۔ بلکہ اس کو اٹھالو، اگر اس کے اوپر کچھ مٹی لگ گئی ہے تو اس کو صاف کرلو۔اور پھر کھالو... چنانچہ جب نوالہ نیچے گرا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث یاد آ گئی، اور آپ نے اس نوالے کو اٹھانے کے لئے نیچے ہاتھ بڑھایا۔آپ کے برابر ایک صاحب بیٹھے تھے انہوں نے آپ کو کہنی مار کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔یہ تو دنیا کی سپر طاقت کسریٰ کا دربار ہے۔اگر تم اس دربار میں زمین پر گرا ہوا نوالہ اٹھا کر کھاؤ گے تو ان لوگوں کے ذہنوں میں تمہاری وقعت نہیں رہے گی۔اور یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑے ندیدہ قسم کے لوگ ہیں۔اس لئے یہ نوالہ اٹھ کر کھانے کو موقع نہیں ہے، آج اس کو چھوڑ دو۔

جواب میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ۔

أأ ترك سنة رسول الله عليه و سلم لهولاء الحمقى؟

کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دوں؟ چاہے یہ اچھا سمجھیں، یا برا سمجھیں، عزت کریں، یا ذلت کریں۔یا مذاق اڑائیں، لیکن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔(اصلاحی خطبات ج۲ ص۶۵)

کسریٰ کے غرور کو خاک میں ملا دیا

اب بتائیے کہ انہوں نے اپنی عزت کرائی یا آج ہم سنتیں چھوڑ کر کروا رہے ہیں؟ عزت انہوں نے ہی کرائی۔اور ایسی عزت کرائی کہ ایک طرف تو سنت پر عمل کرتے ہوئے نوالہ اٹھا کر کھایا۔تو دوسری طرف ایران کے وہ کج کلاہ جو غرور کے مجسمے بنے ہوئے تھے۔ان کا غرور ایسا خاک میں ملایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ:

اذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعده

آج دنیا میں مسلمان ذلیل اس لئے ہے کہ اس نے اپنے نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع میں، آپ کی سنتوں کی تعمیل میں، ان حضرات صحابہ نے دنیا بھر میں اپنا لوہا منوایا، اور آج ہم پر یہ خوف مسلط ہے کہ اگر فلاں سنت پر عمل کرلیا۔ تو لوگ کیا کہیں گے، اگر فلاں سنت پر عمل کرلیا، تو دنیا والے مذاق اڑائیں گے، انگلینڈ مذاق اڑائے گا فلاں ملک والے مذاق اڑائے گے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں آج ذلیل ہو رہے ہیں، آج دنیا کی ایک تہائی آبادی مسلمانوں کی ہے، آج دنیا میں جتنے مسلمان ہیں۔ اتنے مسلمان اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے، اور آج مسلمانوں کے پاس جتنے وسائل ہیں۔ اتنے وسائل اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے۔ لیکن حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ تمہاری تعداد تو بہت ہو گی لیکن تم ایسے ہو گے جیسے سیلاب میں بہتے ہوئے تنکے ہوتے ہیں۔ جن کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ آج ہمارا یہ حال ہے، اپنے دشمنوں کو راضی کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اپنے اخلاق چھوڑے، اپنے اعمال چھوڑے، اپنی سیرتیں چھوڑیں۔ اپنے کردار چھوڑے، اور اپنی صورت تک بدل ڈالی، سر سے لے کر پاؤں تک ان کی نقل اتار کر یہ دکھا دیا کہ ہم تمہارے غلام ہیں، لیکن وہ پھر بھی خوش نہیں ہیں، اور روزانہ پٹائی کرتے ہیں، کبھی اسرائیل پٹائی کر رہا ہے۔ کبھی کوئی دوسرا ملک پٹائی کر رہا ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دے گا تو یاد رکھو اس کے لئے ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (اصلاحی خطبات ج ۲ ص ر ۱۶۸)

اگر تم نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی اتباع کر لی تو پھر دیکھو کہ دنیا تمہاری کیسی عزت کرتی ہے

ایک شاعر گزرے ہیں اسعد ملتانی مرحوم، انہوں نے بڑے اچھے حکیمانہ شعر کہے ہیں: فرماتے ہیں کہ:

کسی کا آستانہ اونچا ہے اتنا
کہ سر جھک کر بھی اونچا ہی رہے گا
ہنسے جانے سے جب تک تم ڈرو گے
زمانہ تم پر ہنستا ہی رہے گا

جب تک تم اس بات سے ڈرو گے کہ فلاں ہنسے گا، فلاں مذاق اڑائے گا تو زمانہ ہنستا ہی رہے گا، اور دیکھ لو کہ ہنس رہا ہے۔ اور اگر تم نے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر اپنا سر رکھ دیا اور آپ کی سنتوں کی اتباع کر لی تو پھر دیکھو کہ دنیا تمہاری کیسی عزت کرتی ہے۔ (اصلاح خطبات ج۲ص ر ۱۶۹)

صاحب ایمان کے لئے اتباع سنت لازم ہے

یہاں ایک بات اور عرض کر دوں، وہ یہ کہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ سنتیں چھوڑنے سے ذلت ہوتی ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سارے کفار و مشرکین، امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک والے، سب نے سنتیں چھوڑ رکھی ہیں۔ اور اس کے باوجود وہ خوب ترقی کر رہے ہیں، اور خوب ان کی عزت ہو رہی ہے، ان کو کیوں ترقی ہو رہی ہے؟

بات اصل یہ ہے کہ تم صاحب ایمان ہو، تم نے محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے،

تم جب تک ان کے قدموں پر سر نہیں رکھے گے، اس وقت تک اس دنیا میں تمہاری پٹائی ہوتی رہے گی، اور تمہیں عزت حاصل نہیں ہوگی، کافروں کے لئے تو صرف دنیا ہی دنیا ہے، وہ اس دنیا میں ترقی کریں، عزت کرائیں، جو چاہے کرائیں، تم اپنے آپ کو ان پر قیاس مت کرو، چودہ سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، جب تک مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کیا، اس وقت تک عزت بھی پائی، شوکت بھی حاصل کی، اقتدار بھی حاصل کیا، لیکن جب سے سنتیں چھوڑ دی ہیں، اس وقت سے دیکھ لو، کیا حالت ہے۔

آج ہم ایک بات کا جائزہ لیں کہ ہم حضور ﷺ کی کونسی سنت پر عمل کر رہے ہیں اور کونسی سنت پر عمل نہیں کر رہے ہیں

بہرحال! تقریریں تو ہوتی رہتی ہیں، لیکن اس تقریر کے نتیجے میں ہمارے اندر کیا فرق واقع ہوا؟ اس لئے آج ایک کام کا عہد کریں کہ ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ اور کونسی سنت پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ اور کونسی سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً عمل شروع کر سکتے ہیں۔ اور کونسی سنت ایسی ہے جس میں تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے؟ لہٰذا جو سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً عمل شروع کر سکتے ہیں وہ آج سے شروع کر دیں۔ اور اس کا اہتمام کریں۔ (اصلاح خطبات ج ۲ ص ر ۱۷۰)

اللہ کے محبوب بن جاؤ

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، کہ بیت الخلاء یا غسل خانے میں داخل ہو رہے ہو، بایاں پاؤں پہلے داخل کر دو۔ اور داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لو کہ

"اللھم انی اعوذ بك من الخبث والخبائث"

اور یہ نیت کرلو کہ یہ کام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کررہا ہوں، بس پھر جس وقت یہ کام کروگے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہوجائے گی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ:

"اتبعُونی یُحبِبکُمُ اللّٰہ"

ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ کی اپنی پوری زندگی سنت کے مطابق بنانے کی ریاضت ومشق

"اگر تم میری اتباع کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے" لہٰذا اگر چھوٹے چھوٹے کام، سنت کا لحاظ کرتے ہوئے کرلئے جائیں، بس محبوبیت حاصل ہونے لگے گی۔ اور جب سراپا اتباع بنجاؤ گے تو کامل محبوب ہوجاؤ گے، ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں نے مدتوں اس بات کی ریاضت اور مشق کی ہے کہ گھر میں داخل ہوا، کھانا سامنے چنا ہوا ہے، بھوک شدت کی لگی ہوئی ہے۔ اور کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔ لیکن ایک لمحے کے لئے رک گئے کہ کھانا نہیں کھائیں گے، پھر دوسرے لمحے دل میں یہ خیال لائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ جب آپ کے سامنے اچھا کھانا آتا تھا تو آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرکے کھالیتے تھے، اب ہم بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھانا کھائیں گے۔

لہٰذا اب جو کھانا کھایا، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھایا، اور اس پر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت بھی حاصل ہوگئی، اور طبیعت بھی سیر ہوگئی۔ (اصلاح خطبات ج۲ ص۱۷۱)

اپنے گھر میں سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کا طریقہ

گھر میں داخل ہوئے، اور بچہ کھیلتا ہوا اچھا معلوم ہوا۔ اور دل چاہا کہ اس کو گود میں

اٹھالیں، لیکن ایک لمحے رک گئے کہ نہیں اٹھائیں گے، پھر دوسرے لمحے دل میں یہ خیال لائے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر شفقت فرماتے ہوئے ان کو گود میں اٹھالیا کرتے تھے، میں بھی آپ کی اتباع میں بچے کو گود میں اٹھاؤ نگا، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ کی اتباع میں جب بچے کو اٹھایا تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا ذریعہ بن گیا دنیا کا کوئی ایسا کام نہیں ہے جس میں اتباع سنت کی نیت نہ کر سکتے ہوں، آپ کی سنتوں پر کتاب چھپی ہوئی ہے۔ ''اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم'' وہ کتاب سامنے رکھ لیں۔ ایک ایک سنت دیکھتے جائیں اور اپنی زندگی میں داخل کرتے جائیں، پھر دیکھو گے انشاء اللہ ان سنتوں کا کیسا نور حاصل ہوتا ہے، اور پھر تمہارا ہر دن سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دن ہوگا، اور ہر لمحہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لمحہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، وآخر دعوانا ان الحمد اللہ رب العالمین۔ (اصلاح خطبات ج۲ ص ر ۱۷۱)

خلق خدا کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنے کی سنت

یہ ایک طویل حدیث ہے اور اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب الانبساط الی الناس''، کا عنوان قائم فرمایا ہے۔ یعنی لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا اور لوگوں میں گھلے ملے رہنا۔

یہ کتاب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے '' الأدب المفرد'' کے نام سے لکھی ہے، اور اس میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جمع کی ہیں جو زندگی کے مختلف شعبوں میں اسلامی آداب سے متعلق ہیں، اور ان آداب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے تلقین فرمائی ہے۔ ان میں سے ایک ادب اور ایک سنت یہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ گھلے ملے رہو اور ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آؤ

اور یہ خلق خدا کا حق ہے کہ جب اللہ کے کسی بندے سے ملاقات ہو تو اس سے آدمی خندہ پیشانی سے ملے، اپنے آپ کو بہ تکلف تندخو اور سخت مزاج نہ بنائے کہ لوگ قریب آتے ہوئے وحشت کریں، خواہ اللہ پاک نے دین کا یا دنیا کا بڑے سے بڑا مقام یا منصب عطا فرمایا ہو۔ وہ اس مقام کی وجہ سے اپنے آپ کو لوگوں سے کٹ کر سخت مزاج بن کر نہ بیٹھے بلکہ گھلا ملا رہے، یہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

حضور ﷺ کی ساری سنتیں ایسی ہیں کہ ہر سنت پر انسان قربان ہو جائے

ویسے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری سنتیں ایسی ہیں کہ ہر سنت پہ انسان قربان ہو جائے۔ لیکن ایک سنت ترمذی شریف کی ایک روایت میں آئی ہے، میں سمجھتا ہوں شاید اس پر عمل کرنا مشکل ترین کام ہے، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔

روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کرتا تو آپ ﷺ اس وقت تک اس سے چہرہ نہیں پھیرتے تھے جب تک کہ وہ خود ہی چہرہ نہ پھیر لے، اپنی طرف سے بات کاٹتے نہیں تھے۔

کہنے کو آسان بات ہے، اس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب سینکڑوں آدمی رجوع کرتے ہوں۔ کوئی مسئلہ پوچھ رہا ہے، کوئی اپنی مشکل بیان کر رہا ہے، تو آدمی کا دل چاہتا ہے کہ میں جلدی جلدی ان سے نمٹ جاؤں۔

اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ جب بولنے پر آ جائیں تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ تو ان کے ساتھ یہ معاملہ کرنا کہ جب تک وہ نہ رک جائے اس وقت تک اس سے نہ ہٹے، یہ بہت زیادہ مشکل کام ہے۔

لیکن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو جہاد میں بھی مشغول ہیں۔ تبلیغ میں بھی مصروف

ہیں، تعلیم میں بھی مصروف ہیں، جو پوری دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ ایک بوڑھیا بھی راستہ میں پکڑ کر کھڑی ہو جاتی ہے تو اس وقت تک اس سے نہیں پھرتے جب تک کہ پوری طرح اس کو مطمئن نہیں کر دیتے۔ (اصلاح خطبات ج ۱۲ صفحہ ۱۳۹)

آپ ﷺ کی ساری سنتوں پر عمل ضروری ہے

درحقیقت سنت صرف یہ نہیں ہے کہ آسان آسان سنتوں پر عمل کر لیا جائے، بلکہ ہر ایک سنت پر عمل کی فکر کرنی چاہیئے، اور انسان اس سنت کے جتنا قریب ہوگا، اتنا ہی معاشرے کا فساد ختم ہوگا، غور کر کے دیکھ لو اور تجربہ کر کے دیکھ لو کہ جو بگاڑ پھیلا ہوا ہے وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے دور ہونے کا نتیجہ ہے۔

ولکن یعفو ویصفح

لیکن وہ معاف فرما دیتے ہیں اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔ کوئی کچھ بھی کہہ دے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جواب نہیں دیتے۔ اور جو اللہ کے ولی ہوتے ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوتے ہیں اور ان کا طریقہ بھی یہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کا کچھ حصہ ہم کو عطا فرما دیں یہ سب کچھ اس لئے عرض کیا جاتا ہے کہ ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں معلوم نہیں ہم کہاں چلے گئے ہیں کس وادی میں بھٹک رہے ہیں یہاں بیٹھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا کم از کم تھوڑی دیر دھیان ہو تو شاید دلوں میں کچھ داعیہ پیدا ہو جائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرما دے۔ اس کی عادت ڈالو۔ اس کے لئے خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں۔ اس کے لئے مشق کرنی پڑتی ہے، دل پر جبر کرنا پڑتا ہے، دل پر پتھر رکھنے پڑتے ہیں۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی منزل کی طرف جانا ہے تو یہ کڑوے گھونٹ پینے پڑیں گے۔ (اصلاح خطبات ج ۱۲ ص ۱۵۲)

رجب کا چاند دیکھ کر یہ دعا کرنا سنت ہے

اس پورے مہینے کے بارے میں جو بات صحیح سند کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ رجب کا چاند دیکھتے تھے تو چاند دیکھ کر آپ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ

اللھم بارك لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان

اے اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرمائیے اور ہمیں رمضان تک پہونچا دیجئے یعنی ہماری عمر اتنی کردیجئے کہ ہم اپنی زندگی میں رمضان کو پالیں گویا کہ پہلے سے رمضان المبارک کی آمد کا اشتیاق ہوتا تھا یہ دعا آپ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اس لئے یہ دعا کرنا سنت ہے۔ (اصلاح خطبات ج ۱ صفحہ ۴۰۔۴۱)

باب ﴿۶۰﴾

مفتی سید شمس الدین رحؒ بڑودوی کا اتباع سنت

حضرت مولانا شمس الدین کی طبیعت میں اتباع سنت کے ساتھ آداب و مستحبات کی پابندی کا بھی بڑا اہتمام والتزام تھا، اس زمانہ میں بڑودہ شہر میں رمضان شریف کے عشرۂ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کا رواج نہ تھا حضرت مولانا زندگی بھر اس پر عمل پیرا رہے کبھی اعتکاف مسنون فوت نہیں ہوا اس زمانہ میں پورے بڑودہ شہر میں غالبًا صرف مولانا ہی کی شخصیت معتکف ہوا کرتی تھی اب تو بحمد اللہ یہ سنت اچھی طرح بڑے پیمانہ پر زندہ ہوچکی ہے عشرہ اخیرہ میں اب تو ہر محلّہ میں کئی کئی معتکف ہوتے ہیں۔

اسی طرح عشرۂ ذی الحجہ کے روزوں کا بھی زندگی بھر اہتمام رہا کبھی فوت نہ ہوئے آپ

کے صبر وتحمل، استقلال، جفاکشی وغیرہ اوصاف حمیدہ کے تذکرہ میں ایک مرتبہ سید الملت حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد اعزاز علیؒ شیخ الادب والفقہ، دار العلوم دیوبند سے فرمایا کہ ضلع کھیڑا گجرات انڈیا کے بعض علاقوں میں فتنہء ارتداد وشدھی کی تحریک کی سرکوبی وانسداد کے سلسلہ میں بعض دیہاتوں کے دورہ میں احقر بھی مولانا کا رفیق سفر رہا اس زمانہ میں سخ گرمی اندر تیز دھوپ میں پیدل چلنا ہوا، حضرت مولانا روزہ رکھے ہوئے تھے اس لئے طبیعت کچھ متاثر ہوئی میں نے ان سے کہا کہ، اس سفر اور گرمی میں روزہ نہ رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں تھا، مگر مولانا نے ہنس کر بات ٹال دی۔ (سوانح مولانا مفتی سید شمس الدین بڑودوی ۳۶-۳۷ھ) جامع ومرتب مولانا محمد یونس سورتی، ناشر مجلس دعوۃ الحق برطانیہ لیسٹر (یو۔کے)

باب ﴿۶۱﴾

اتباع سنت: بزرگانِ دین کے دلچسپ ودل گیر ایمان افروز واقعات کی روشنی میں

سنت کی اہمیت پر اہل اللہ کے ایمان افروز واقعات

جو شخص جتنا سنت کا اہتمام کرے گا اتنا ہی اسے قرب الٰہی حاصل ہوگا

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک مجلس میں سامعین سے سنت کی اہمیت پر فرمایا کہ اے لوگو میں نے (محبت الٰہی اور قرب الٰہی کے حصول کیلئے) علوم ظاہر یعنی قرآن وحدیث وفقہ کے علم کو حاصل کیا۔ جب ان تمام علوم میں میں نے کمال حاصل کرلیا تو اس کے بعد مجھے خیال ہوا کہ صوفیاء کرام جو علوم لئے بیٹھے ہیں ان کو بھی حاصل کرنا چاہئے چنانچہ میں نے چاروں سلسلہ کے

علوم حاصل کئے اور ان چاروں سلسلہ کے میں نے چلے کاٹے اور اذکار کئے۔ اسی طرح ان چاروں سلسلوں کے مجاہدات کئے۔ پھر حضرتؒ نے حاضرین سے کہا: ان مجاہدات واذکار کی بدولت اللہ نے مجھے اس مقام تک پہنچایا جس کو میں بیان نہیں کرسکتا اگر میں اس کی تفصیل بیان کروں تو فقہاء کہیں گے کہ یہ کافر ہوگیا اور صوفیاء کہیں گے کہ یہ زندیق ہوگیا۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ مقامات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ پھر حضرتؒ نے فرمایا جس کا بندہ کے نزدیک یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ان تمام مجاہدات مراقبات اذکار اور چلوں کی برکت سے مجھے محبت الٰہی وقرب الٰہی کے حصول کے لئے ایک بات معلوم ہوئی اور وہ بات میں تمہیں بغیر مجاہدہ کے بتلارہا ہوں اور وہ یہ بات ہے کہ:

جوشخص جتنا سنت کا اہتمام کرے گا اتنا ہی اسے قرب الٰہی حاصل ہوگا۔ (اصلاحی خطبات)

اتباع سنت سے متعلق ایک عجیب وغریب واقعہ

ابومحمد بر بہاریؒ بغداد میں حدیث پڑھارہے تھے لاکھوں انسانوں کا سمندر تھا اس زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر تو ہوتے نہیں تھے آدمی متعین ہوتے تھے کچھ فاصلہ پر وہ حدیث کو پیچھے نقل کردیتے تھے۔ درس دیتے دیتے ابومحمد کو چھینک آئی تو آپ نے الحمدللہ کہا جتنا مجمع تھا سب نے بیک وقت یرحمک اللہ کہا اب یہ آواز اتنی بلند ہوئی کہ اس وقت عباسی خلیفہ ہارون رشیدؒ تھے ان کے محل تک پہنچی سب نے یرحمک اللہ کہا اب بادشاہ نے جو یہ گونج سنی وہ سمجھا کہ شاید بغاوت ہوگئی تو باہر اپنے خاص آدمی کو بھیجا تو پتہ چلا کہ یہ ابومحمد بر بہاریؒ کی چھینک کا تماشہ تھا۔ (علامات محبت/۱۷۸)

اتباع سنت کی اہمیت حضرت مجدد الف ثانیؒ کی نظر میں

حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہوکر عرض کرنے لگے: مجھ کو کئی سال سے نسبت حق میں قبض تھا میں حضرت خواجہ باقی باللہ

رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی حضرت خواجہ صاحب کی توجہ کی دعا سے میری حالت قبض بسط سے بدل گئی۔آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالہ کر دیا ہے۔تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال طاری ہوا اور کثرت نسبت اور قوت باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگی، حضرت امام ربانیؒ نے ایک خادم سے فرمایا کہ طاق میں سے مسواک اٹھالاؤ، آپ نے مسواک کو زمین پر پٹک دیا اسی وقت زمین ساکن ہوگئی اور ان بزرگ کی کیفیت جذبی جاتی رہی اس کے بعد آپ نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمہاری کرامت سے زمین سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دعا کرے تو انشاء اللہ سرہند شریف کے مردے زندہ ہوجائیں لیکن میں تمہاری اس کرامت (جنبش زمین) سے اور اپنی اس کرامت سے کہ (دعا سے سرہند شریف کے تمام مردے زندہ ہوجائین) اثناء وضو میں بطریق سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں۔

(علامات محبت : ۱۷۹)

حضرت شیخ عبدالغفار توصیؒ نے توہین سنت کی وجہ سے حقیقی بیٹے کا سر قلم کر دی

علامہ شعرانی نے طبقات الکبریٰ میں ایک بزرگ حضرت شیخ عبدالغفار توصی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اپنے بیٹے کے ساتھ کدو کھا رہے تھے انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کدو کو بہت پسند فرماتے تھے۔ان کے بیٹے نے کہا یہ تو ایک گندی چیز ہے۔ اس بات پر ان کو اتنا غصہ اور غیرت آئی کہ تلوار کھینچ کر بیٹے کا سر اڑا دیا۔

اتباع سنت پر دیوبند کے ایک بزرگ کا واقعہ

دیوبند میں ایک بزرگ تھے حضرت عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ گرمی میں مشکیزہ بھر کر

سڑکوں پر لوگوں کو پانی پلاتے پھرتے تھے حالانکہ بڑے رئیس تھے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے جارہے ہیں اور بہت مخلوق پیچھے ہے ان میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں مگر سب لوگ دوڑ رہے ہیں لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ آہستہ آہستہ چل رہے ہیں میں نے کہا حضرت آپ بھی دوڑیئے فرمایا کہ نہیں میں تو نشان قدم ڈھونڈ کر چل رہا ہوں دیر میں پہنچوں، وہ بات الگ ہے۔ مگر اتباع اصل بنیادی چیز ہے، رات بھر جاگ کر عبادت کرنا اور ہے اور ایک لمحہ حضور اکرم ﷺ کی اتباع بہت بلند چیز ہے فرمایا کہ ایک بیت الخلاء میں جانے کی دعا ہزروں نفلی عبادتوں سے بہتر ہے اس میں نور اور برکت ہی برکت ہے۔ (علامات محبت/۱۸۰)

روضۂ اقدس سے آواز آئی: ہم سے قریب وہ لوگ ہیں جو ہماری سنت پر عمل کرتے ہیں

ایک صاحب روضۂ اقدس ﷺ کے سامنے حاضر تھے، دل میں نادم تھے ان پر رعب تھا روضۂ اقدس ﷺ کے قریب نہ جاسکے دور کھڑے رہے، جو لوگ مرتبہ جانتے ہیں وہ ادب کا معاملہ سمجھتے ہیں دوڑ کر جالی کا چومنا اور چیز ہے اور ہیبت دربار ﷺ سے قدم آگے نہ بڑھنا اور چیز ہے۔ جس کو جتنا تعلق آپ ﷺ سے ہوگا اتنی ہی اس پر جلال کی کیفیت اور ہیبت دل پر ہوگی لوگ دھکے دے کر آگے بڑھتے رہے یہ بیچارے پیچھے کھڑے سلام پڑھتے رہے دل میں حسرت بھی تھی کہ لوگ آگے بڑھ رہے ہیں دل میں فوراً ندا آئی سن لو ہم سے قریب وہ ہیں جو ہماری سنت پر عمل کرتے ہیں جو ہماری سنت پر عمل نہیں کرتے وہ چاہے ہماری جالیوں سے چپٹے ہوئے ہوں دور ہیں اور یہ بھی سنا کہ لوگوں سے کہہ دو ہماری قربت اور دوری ہماری اتباع ہے۔ حق تعالیٰ جس کو عشق دیتا ہے اس کو اتباع محمد ﷺ عطا کر دیتا ہے۔ (مجالس مفتی اعظم/۳۲۹)

دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے

حضرت سید کبیر احمد رفاعیؒ نے فرمایا کہ میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے تمام افعال میں جو آپ ﷺ نے کئے ہیں اور جن سے آپ ﷺ رکے ہیں، اسی طرح آپ کی وضع کا کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے سونے بولنے میں بھی اتباع کیا جائے، تاکہ تم کو اتباع کامل نصیب ہو جائے، ہم کو ایک بزرگ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے عمر بھر خربوزہ نہیں کھایا، کیونکہ ان کو کسی حدیث سے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے، اسی طرح ایک بزرگ نے بھولے سے موزہ کو بائیں پیر میں پہلے پہننا شروع کر دیا تو اس (خلاف سنت حرکت) کے کفارہ میں کسی قدر گیہوں خیرات کیا۔ (علامات محبت ۱۸۱)

حضرت بایزید بسطامیؒ سنت نبوی ﷺ کے اس قدر دلدادہ تھے کہ خربوزہ کھانے کی سنت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے زندگی بھر خربوزہ نہیں کھایا

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سنت نبوی ﷺ کے اس قدر دلدادہ تھے کہ آپ نے تمام عمر خربوزہ نہیں کھایا۔ لوگوں نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا: آپ خربوزہ کیوں نہیں کھاتے؟

فرمایا: مجھے کو ایسی حدیث نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور انور ﷺ نے خربوزہ تناول فرمایا ہے تو پھر اس چیز کو کیونکر کھا سکتا ہوں جس کے متعلق مجھے علم نہیں کہ میرے محسن نے اس کو کس طریقہ سے کھایا۔ (علامات محبت ۱۸۱)

ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحب کا واقعہ

ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سالہا سال اس بات کی باقاعدہ

مشق کی ہے کہ صبح سے شام تک زندگی کا ہر کام اتباع سنت کی نیت سے کیا جائے اور مشق اس طرح کی ہے کہ لذیذ کھانا سامنے آیا، بھوک لگی ہوئی ہے، دل چاہ رہا ہے کہ اسے کھائیں، لیکن چند لمحوں کے لئے نفس کو کھانے سے روک لیا کہ "نفس کی خواہش پر نہیں کھائیں گے" پھر سوچا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور ان کی عطا ہے اور آنحضرت ﷺ کی سنت یہ تھی کہ نعمت کو خدا کا شکر ادا کر کے استعمال فرماتے تھے اب اس سنت کی اتباع میں کھائیں گے۔

گھر میں داخل ہوئے بچہ پیارا معلوم ہوا، دل چاہا کہ اسے گود میں اٹھا کر اس سے دل بہلائیں۔ لیکن چند لمحوں کے لئے نفس کو روکا کہ نفس کی خواہش پر اسے نہیں اٹھائیں گے، پھر چند لمحے مراقبہ کیا کہ آنحضرت ﷺ بچوں سے محبت فرماتے تھے اور انہیں کھلایا کرتے تھے۔ اب آپ ﷺ کی اس سنت کی اتباع میں اٹھائیں گے۔ ٹھنڈا پانی سامنے آیا، پیاس لگی ہوئی ہے اور دل کی خواہش ہے کہ اسے جلدی سے پی لیا جائے۔ لیکن کچھ وقفے کیلئے اپنے آپ کو روکا اور کہا کہ صرف دل کی خواہش پر پانی نہیں پئیں گے پھر تھوڑے وقفے کے بعد استحضار کیا کہ آنحضرت ﷺ کو ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا۔ آپ ﷺ کی سنت کی اتباع میں پئیں گے اور انہیں آداب کے ساتھ پئیں گے جن کی آپ ﷺ رعایت فرمایا کرتے۔ (علامات محبت/۱۸۲)

ایک صحابیؓ کا شدت سے سنت پر عمل کرنے کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کھانا نوش فرما رہے تھے پیالے میں شوربہ تھا، کدو کے جو قتلے تھے وہ اندر تھے حضور ﷺ انگلی ڈال کر اس میں سے کدو کا قتلہ تلاش کر کے نوش فرما رہے تھے جان لیا کہ بس حضور ﷺ کو کدو مرغوب ہے اسی روز سے مجھے بھی مرغوب ہو گیا۔ معلوم ہو گیا کہ ہاں حضور ﷺ کی سنت یہ ہے حضور ﷺ کی مرغوب چیز یہ ہے اس سے محبت ہو گئی۔ لہٰذا کدو مرغوب ہو گیا۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کا گریبان

کھلا ہوا دیکھا۔حضور ﷺ کی یہ ادا مجھے ایسی پسند آئی کہ پھر میں نے ساری عمر گریبان میں بٹن لگایا ہی نہیں ہمیشہ کھلا ہی رکھا اس واسطے کہ حضور ﷺ نے ایسا کیا ہے۔لہٰذا جس شخص کو حضور ﷺ سے محبت ہوگئی وہ تلاش کر کر کے حضور ﷺ کی سنتوں کو اختیار کرے گا۔(علامات محبت ۱۸۳)

خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ہاتف غیبی کی آواز سننے کے بعد یہ طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت موت تک نہیں چھوڑوں گا

دلیل العارفین میں قطب لدین بختیار کاکیؒ کے حوالہ سے خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ملفوظ نقل کیا گیا ہے۔

فرمایا کہ ایک وقت ہم اور خواجہ اجل بیٹھے تھے نماز مغرب کا وقت تھا۔خواجہ تازہ وضو کرتے تھے کہ انگلیوں میں خلال کرنا ان سے سہواً فراموش ہوگیا۔ہاتف غیبی نے آواز دی اور ان کے کان مبارک میں کہا کہ اے اجل ہمارے رسول محمد ﷺ کی دوستی کا دعویٰ کرتے ہو اور ان کی امت سے کہلاتے ہو اور ان کی سنت کو تم نے ترک کیا۔اس کے بعد خواجہ اجل نے قسم کھائی کہ جس دن سے میں نے نداسنی موت کے وقت تک کوئی سنت رسول اللہ ﷺ کی سنتوں سے متروک نہ ہوگی۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک وقت خواجہ اجل کو بے حد متردد دیکھا۔ پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا کہ جس روز سے انگلیوں کا خلال مجھ سے فوت ہوا ہے مجھ کو حیرت ہے کہ کل کے روز قیامت میں یہ منہ خواجہ کائنات ﷺ کو کیونکر دکھلاؤ نگا۔

ف: دیکھئے خلال کے ترک پر اور وہ بھی سہواً پھر سنت مؤکدہ بھی نہیں صرف مستحب۔ تو کس قدر قلق ہوا ہے۔(علامات محبت : ۱۸۳)

خواجہ فضیل بن عیاضؒ کو حضور ﷺ نے خواب میں فرمایا فضیل تم سے بعید ہے کہ وضوء میں میری سنت چھوڑ دو

خواجہ فضیلؒ بھی صائم الدہر تھے پانچ پانچ دن کے مسلسل روزہ رکھتے تھے اور پانچ سو رکعت روزانہ ادا کرتے تھے۔ صاحب انوار العارفین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وضو میں بھولے سے کسی عضو کو بجائے تین بار کے دو بار دھولیا تھا۔ شب کو حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فضیل تم سے بعید ہے کہ وضو میں میری سنت چھوڑ دو۔ خواجہ اس کی ہیبت سے بیدار ہوگئے اور اپنے اوپر پانچ سو نوافل روزانہ کا ایک سال کے لئے کفارہ کے طور پر مقرر فرمالیا۔ (علامات محبت/۱۸۳)

مولانا الیاسؒ کا واقعہ

حضرت مولانا الیاسؒ ایک مرتبہ دعوت وتبلیغ کے لئے پہاڑ پر چڑھے اس علاقے میں ساتھیوں سے فرمایا کہ کتنی سعادت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سنت پر بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادی۔

ترک سنت کی وجہ سے شیخ سعدیؒ کو غیبی فرشتے نے آواز دی

شیخ سعدی شیرازیؒ ایک مرتبہ شام کی نماز کے وقت نیا وضو کرتے تھے۔ اتفاقاً آپ انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے۔ غیبی فرشتے نے آواز دی کہ اے خواجہ ہمارے محمد ﷺ کی دوستی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا امتی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن اس کی سنت کو ترک کرتا ہے۔۔ اس کے بعد خواجہ اجل شیرازی نے قسم کھائی کہ اس وقت سے لے کر مرتے دم تک میں نے سنت نبوی ﷺ ترک نہیں کی۔ (علامات محبت/۱۸۴)

خواجہ اجل شیرازیؒ کا واقعہ

ایک مرتبہ ایک شخص نے خواجہ اجل شیرازیؒ کو بہت متردد پا کر حالت پوچھی، فرمایا کہ جس روز مجھ سے انگلیوں کا خلال سہواً ترک ہوا میں فکر میں ہوں کہ یہ منہ آنحضرت ﷺ کو قیامت کے روز کیسے دکھاؤں گا۔

مسجد میں خلافِ سنت داخل ہونے کی وجہ سے حضرت سفیان ثوریؒ کو سخت غیبی تنبیہ

ایک مرتبہ خواجہ سفیان ثوریؒ مسجد میں آئے اور بھول کر پہلے بایاں پاؤں اندر رکھ دیا آواز آئی کہ بیل، خانہ خدا میں ایسے ہی بے ادبانہ گھس آتے ہیں اسی روز سے آپ کو خواجہ سفیان ثوری کہنے لگے کیونکہ ثور بیل کو کہتے ہیں۔ (دلیل العارفین)

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا واقعہ

حضرت دین پوری نے ایک مجلس میں فرمایا میرا یہ مطالعہ ہے کہ ہمارے بزرگ رسول اللہ ﷺ کی سنت تو سنت، مستحب بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ ہمارا مقابلہ کرتے ہیں، خدا تمہیں سلامت رکھے، بھائیو! ہمارا تعلق ان لوگوں سے یعنی اہل سنت والجماعت سے ہے۔

پھر فرمایا کہ مولانا قاسم نانوتویؒ جب حج پر جانے لگے تو بیر علی جو مدینہ سے آٹھ میل دور ہے، خدا کی قسم وہیں اونٹنی سے اتر پڑے، پگڑی اتار دی، جوتی اتار دی، درود پڑھتے ہوئے ، روتے ہوئے، جا رہے ہیں۔ کسی نے کہا حضرت ابھی تو مدینہ آٹھ میل دور ہے۔ فرمایا راز ظاہر کراتے ہو؟ مجھے مدینہ کی خوشبو آ رہی ہے، جس جگہ پر آقا کا قدم آیا ہو، میں وہاں جوتی پہن کر قدم رکھوں، ڈرتا ہوں کہ کہیں بے ادبی میں نہ مارا جاؤں۔ کئی مہینے مدینے شریف رہے وہاں

جوتی نہیں پہنی، نہ سوار ہوئے، نہ مدینے میں تھوکا۔فرمایا یہ وہ دھرتی ہے جہاں مصطفی ﷺ کا گزر ہوتا تھا۔(علامات محبت ۱۸۵)

حضرت تھانویؒ کا ایک سنت پر عمل

ایک مرتبہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ تھانہ بھون سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں دعوت میں تشریف لے جارہے تھے اور اہلیہ محترمہ ساتھ تھیں۔جنگل کا پیدل سفر تھا کوئی اور شخص بھی ساتھ نہیں تھا۔جب جنگل کے درمیان پہنچے تو خیال آیا کہ الحمدللہ حضور اقدس کی بہت سی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق ہوگئی ہے لیکن اہلیہ محترمہ کے ساتھ دوڑ لگانے کے سنت پر ابھی تک عمل کرنے کا موقع نہیں ملا۔آج موقع ہے کہ اس سنت پر بھی عمل ہوجائے۔چنانچہ اس وقت آپ نے دوڑ لگا کر اس سنت پر بھی عمل کرلیا۔اب ظاہر ہے کہ دوڑ لگانے کا کوئی شوق نہیں تھا لیکن نبی کریم ﷺ کے سنت پر عمل کرنے کے لئے دوڑ لگائی یہ ہے اتباع سنت کی حرص۔نیک کاموں کی حرص۔اجروثواب حاصل کرنے کی حرص۔(علامات محبت ۱۸۵)

اتباع سنت کی اہمیت پر ایک پادری کا واقعہ

سوانح یوسفیؒ میں لکھا ہے کہ ایک جماعت جاپان میں گئی وہاں کا جو سب سے بڑا پادری تھا اس کے گرجے میں ٹھہری کیونکہ وہاں گرجہ تو اتوار والے دن ہی کھلتے ہیں باقی دن بند رہتے ہیں تو تیسرے دن وہ پادری آیا اور کہنے لگا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ساتھی بڑے حیران ہوئے اس سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا میرے اندر اتنی روحانیت ہے کہ اس کی ادنیٰ طاقت میں آپ لوگوں کو بتلاتا ہوں پھر اس نے غالباً ۲۰(بیس) فٹ کے فاصلے پر ایک ساتھی کو کھڑے ہونے کا کہا اور دور سے اپنے ہاتھوں کو جھٹکا دے کر نیچے کیا تو وہ ساتھی گر گیا وہ پادری کہنے لگا یہ تو میری ادنیٰ طاقت کا نمونہ ہے۔اور کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو وضو کرتے دیکھا سنت کے مطابق تو مجھے

اس جگہ نور ہی نور نظر آیا اور پھر کہا کہ جہاں میری اعلیٰ طاقت کا نور ختم ہوتا ہے وہاں سے سنت کا نور شروع ہوتا ہے۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا۔(سوانح یوسفی بحوالہ علامات محبت ۱۸۶)

اتباع سنت پر امریکی نوجوان کا واقعہ

امریکہ کا ایک نوجوان اس کا لباس بھی سنت کے مطابق اور سر پر بھی سنت کے مطابق عمامہ تھا تو ایک لڑکی آئی وہ کہنے لگی تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ وہ لڑکی کہنے لگی کہ مسلمان تو ایسے نہیں ہوتے۔ نوجوان نے جواب دیا کہ یہ تو ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ تو وہ لڑکی کہنے لگی کہ اس لباس میں بڑی وجاہت ہے پھر وہ وہیں مسلمان ہو گئی۔

ایک مریض کا سنت پر عمل کرنے کا واقعہ

گلاسکو میں جماعت گئی تو وہاں ایک ساتھی بیمار ہو گیا۔ وہ تین دن ہسپتال میں رہا ۳ دن مسلسل ایک نرس آتی رہی دیکھ بھال کیلئے تیسرے دن کہنے لگی میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ وہ ساتھی بڑا حیران ہوا اس سے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے تو نرس کہنے لگی اللہ نے مجھے اتنا حسن دیا ہے جو میری طرف دیکھتا ہے اس کی نگاہیں ہٹتی نہیں ہیں، لیکن تمہارے اندر وہ کون سی قوت ہے کہ جب بھی میں تمہارے سامنے آتی ہوں تو تم اپنی نظروں کو جھکا لیتے ہو اسی کشش اور بات کی وجہ سے میں تمہاری طرف راغب ہوئی ہوں تو وہ ساتھی کہنے لگا میرے اور تیرے راستے تو جدا جدا ہیں۔ تو عیسائی، میں مسلمان تو وہ کہنے لگی تم مجھے جو کہو گے میں وہ کرونگی۔ اگر تم کہو گے تو میں مسلمان بھی ہو جاؤنگی۔ نوکری بھی چھوڑ دونگی۔ اس طرح وہ ایک سنت کے اہتمام کی برکت سے مسلمان ہو گئی۔ (علامات محبت/۱۸۶)

باب ﴿۶۲﴾

اتباع سنت سے متعلق نکاتِ دانش

سچی بندگی کب حاصل ہوگی

اپنی تمام حرکات وسکنات اور جذبات و کیفیات کو اتباع سنت سے وابستہ کرنے کا نام ہی سچی غلامی اور سچی بندگی ہے۔(شاہ عبدالغنیؒ)

جو متبعِ سنت نہیں وہ محبت رسول ﷺ میں جھوٹا ہے

جھوٹا ہے وہ شخص جو رسول اقدس ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اتباع سنت کا اہتمام نہیں کرتا۔(حاتم زاہدؒ)

وارثِ رسول ﷺ وہ ہے جو متبعِ سنت ہو

رسول اقدس ﷺ کا وارث وہ شخص ہے جو اتباعِ سنت پر کاربند رہے نہ کہ وہ جو کاغذ سیاہ کرے۔(ابوالحسن خرقانیؒ)

ہمارا یہ تصوف کا مذھب کتاب وسنت واصول سے مقید ہے۔(جنید بغدادیؒ)

سید کبیر احمد رفاعیؒ کا ملفوظ

اتباع سنت سے اجتناب کے لئے کسی کے پاس کوئی عذر نہیں الا یہ کہ جس کے دل میں کفر چھپا ہوا ہو۔(سید کبیر احمد رفاعیؒ)

اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا معتبر ذریعہ اعمال صالحہ اور اتباع سنت کی پابندی ہے

اوران کی توفیق علامت تقرب ہے اوران پر مداومت حاصل کرنا مقبولیت کی دلیل ہے۔(ڈاکٹر عبدالحئیؒ)

مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد

کسی نے پوچھا جزبی راستہ کونسا ہے آپؒ نے فرمایا وہ طریق راہِ سنت ہے۔(مجدد الف ثانیؒ)

امام مالکؒ کا ملفوظ

سنت کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے جواس میں بیٹھ گیا وہ بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔(امام مالکؒ)

جس نے سنت کو ہلکا سمجھا اور اس کے ادا کرنے میں سستی کی تو اس کو فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی۔(شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ)

نبی ﷺ کی سنت نبی کی وفات کے بعد نبی کے قائم مقام ہے

آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی سنت آپ ﷺ کی قائم مقام ہے اسلئے اب آپ ﷺ کی سنت کی اتباع ہی آپ ﷺ کی اتباع ہے۔(مولانا محمد احمدؒ)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا عجیب ملفوظ

آپ ﷺ کو رسول ماننے کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ ہم اتباع سنت سے وابستہ رہیں۔

ساری نیکی اللہ تعالیٰ نے ایک مکان میں جمع کر دی اور اس کی کنجی اتباع رسول ﷺ ہے۔(حضرت رشید احمد گنگوہیؒ) (مثالی نوجوان ۴۷-۴۸)

باب ﴿۶۳﴾

اتباع سنت اقوالِ بزرگانِ دین کی روشنی میں

ایک اللہ والے کا ارشاد

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی سنتوں میں بڑا نور رکھا ہے جو شخص جتنا سنتوں کا اہتمام کرے گا وہ اتنا ہی اللہ سے قریب ہوگا، اتنا ہی وہ اللہ کا محبوب بنے گا اور محبت الٰہی کے حصول کے لئے آسان راستہ یہ ہے کہ ہر ہر عمل کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق کرنا کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے اس عمل کو کیسے کیا تھا۔

ابو اللیث سمرقندیؒ کا قول

ابو للیث سمرقندیؒ نے لکھا ہے کہ ہر روز فرشتے آسمان سے زمین پر اترتے ہیں اور یہ آواز لگاتے ہیں جس نے آپ ﷺ کی اطاعت نہیں کی وہ قیامت والے دن آپ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ارشاد

تفسیر عزیزی میں ہے:

وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوقب بحرمان الفرائض

یعنی جس نے سنت کو ہلکا سمجھا اور اس کے ادا کرنے میں سستی کی تو اس کو فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی۔

یعنی اس سے فرائض چھوٹنے لگیں گے اور انجام کار کبائر کا مرتکب ہوگا۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں جو مزہ ہمیں عطا فرمایا ہے اگر بادشاہوں کو پتہ لگ جائے تو تلوار سونت کر ہمارے مقابلہ میں آجائیں اسے حاصل کرنے کے لئے اور پھر کہا کہ یہ لذت ہمیں سنت کے اہتمام سے حاصل ہوئی ہے۔

ایک اللہ والے کا دل ہلا دینے والا قول

جس ذات گرامی نے ہمارے لئے اپنا خون بہایا، اپنے دانتوں کو شہید کرادیا، تمام تکالیف کو برداشت کیا آج ہمیں اس کے طریقوں پر چلنے میں مزہ نہیں آتا اور جنھوں نے آپ ﷺ کا خون بہایا، ان کی نقل اتارنے میں مزہ آتا ہے۔

حضرت مفتی زین العابدین صاحب کا ارشاد

آپ ﷺ کے جسم اطہر کو جس مٹی نے چھوا ہے وہ مٹی اللہ کو اپنے عرش سے زیادہ محبوب ہے اور ساری کائنات سے زیادہ محبوب ہے، پھر جو اعمال آپ ﷺ کے جسم سے نکلے وہ اللہ کو کتنے محبوب ہوں گے۔

مفتی تقی عثمانی صاحب کا قول

آج مسلمان ذلیل کیوں ہو رہے ہیں ساری دنیا میں پٹ کیوں رہے ہیں اس کی وجہ سنت کو چھوڑنا ہے صحابہؓ نے ہر ہر عمل کو آپ ﷺ کی سنت کے مطابق کیا تو ساری دنیا میں اپنا لوہا منوایا اور آج ہمارا یہ حال ہے کہ سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے سے پہلے سوچتے ہیں اس پر عمل کیا تو لوگ کیا کہیں گے!

اتباع سنت پر چار انعام

کہ سنت کے اہتمام سے اللہ تعالیٰ چار چیزیں عطا کرتے ہیں:

(۱) زندگی میں برکت (۲) نیک لوگوں کی محبت (۳) فاسقوں اور فاجروں پر رعب (۴) دین پر استقامت

حضرت حکیم الامت رحؒ کا قول

حضور ﷺ کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہیئت بنا تا ہے اس پر خدا تعالیٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے۔ پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے۔ (علامات محبت ۱۷۱/)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا جذبی راستہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ طریق راہ سنت ہے۔

اللہ سے ملنے کا قریب ترین راستہ

اللہ سے ملنے کا قریب تر راستہ اتباع سنت اور عبدیت ہے۔ سید کبیر احمد رفاعیؒ نے فرمایا کہ (دوستو!) میں نے اپنی جان کھپادی اور کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو، اور صدق نیت اور مجاہدہ کی برکت سے اس کا صحیح (راستہ) ہونا معلوم نہ کرلیا ہو، مگر سنت محمدیہ ﷺ پر عمل کرنے، اور ذلت وانکسار والوں کے اخلاق پر چلنے، اور سراپا حیرت واحتیاج بننے سے زیادہ کسی راستہ کو بہت قریب اور زیادہ روشن اور (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) زیادہ محبوب نہیں پایا صدیق اکبر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے تک پہنچنے

کا ذریعہ عاجزی کے سوا کچھ نہیں بنایا (کیونکہ عاجزی تو ہر شخص آسانی سے حاصل کرسکتا ہے) انسان تو سر سے پیر تک عاجز ہی ہے اگر اور کوئی طریقہ اللہ تک پہنچنے کا اس کے سوا ہوتا تو مشکل پڑ جاتی، اللہ تعالیٰ کے پانے سے اپنی عاجزی (اور کمزوری) کو سمجھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کا پالینا ہے۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسی علیہ السلام سے فرمایا اے موسی میرے پاس وہ چیز لاؤ جو میرے خزانوں میں نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، خداوندا! آپ تو تمام عالم کے پروردگار ہیں، آپ کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہوسکتی ہے؟ فرمایا اے موسیٰ یاد رکھو کہ میرے خزانے بڑائی اور عزت وجلال و جبروت و کبریائی سے تو بھرے ہوئے ہیں (اس کی مرے پاس کمی نہیں) ہاں تم میرے پاس ذلت وانکسار و مسکنت (اور عاجزی) لیکے آؤ (کہ یہ چیزیں میرے خزانے میں نہیں کیونکہ یہ تو مخلوقات کی خاص صفات ہیں جن سے خالق کا پاک ہونا ضروری ہے) بس میں ان ہی لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہیں (یعنی میرے جلال وہیبت سے ان کا پتہ پانی ہورہا ہے) اے موسیٰ قرب حاصل کرنے والوں نے اس سے بڑھ کر کسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کیا۔

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کا قول

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول پاک ﷺ کو نمونہ بنا کر بھیجا اور یوں فرمایا کہ ہمیں ایسی زندگی مطلوب ہے جیسی ان کی زندگی ہے، جیسی زندگی حضور اکرم ﷺ کی ہے ویسی زندگی حق تعالیٰ کو مطلوب ہے اور پسند ہے۔ حق تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ سب لوگ اسی طریقہ پر چلیں۔ تو جتنے لوگ جس قدر حضور اکرم ﷺ کے طریقہ پر چلیں گے۔ اسی قدر حق تعالیٰ کے محبوب بنتے چلے جائیں گے۔ اصل معیار یہ ہے کہ اس معیار پر جو چلے گا وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا چلا جائے گا۔ اور یہ قرب ایسا نہیں جو آنکھوں سے نظر

آتا ہو کانوں سے سنائی دیتا ہو۔ زبان سے چکھنے کے قابل ہو۔ (علامات محبت ۱۷۱)

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ کا قول

فرمایا بیت الخلاء یا غسل خانہ میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں داخل کردو اور داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لو کہ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَلْخَبَائِثِ

اور یہ نیت کرلو کہ یہ کام میں حضور اقدس ﷺ کی اتباع میں کررہا ہوں......بس پھر جس وقت یہ کام کروگے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہوجائے گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ:

اگر تم میری اتباع کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے۔ (سورۃ آل عمران ۳۱)

لہٰذا اگر چھوٹے چھوٹے کام سنت کا لحاظ کرتے ہوئے کرلئے جائیں بس محبوبیت حاصل ہونے لگے گی اور جب سراپا اتباع بن جاؤ گے تو کامل محبوب ہوجاؤ گے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں نے مدتوں اس بات کی ریاضت اور مشق کی ہے کہ گھر میں داخل ہوا، کھانا سامنے چنا ہوا ہے، بھوک شدت کی لگی ہوئی ہے اور کھانے کو دل چاہ رہا ہے لیکن، ایک لمحے کے لئے رک گئے کہ کھانا نہیں کھائیں گے۔ پھر دوسرے لمحے دل میں یہ خیال لائے کہ حضور اقدس ﷺ کی سنت تھی کہ جب آپ ﷺ کے سامنے اچھا کھانا آتا تھا تو آپ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرکے کھالیتے تھے۔ اب ہم بھی حضور اقدس ﷺ کی اتباع میں کھانا کھائیں گے لہٰذا اب جو کھانا کھایا وہ حضور اقدس ﷺ کی اتباع میں کھایا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت بھی حاصل ہوگئی اور طبیعت بھی سیر ہوگئی۔

اللہ کا قرب حاصل کرنے کا معتبر ذریعہ اعمال صالحہ اور اتباع سنت کی پابندی ہے اور

ان کی توفیق علامت تقرب ہے اور ان پر مداومت کا حاصل ہونا مقبولیت کی دلیل ہے۔

ایک بہترین ملفوظ

معارف اکابر میں لکھا ہے کہ بزرگی سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے دوپہر کا سونا جوسنت کی نیت سے ہو کروڑ ہا کروڑ شب بیداروں سے جوسنت کے موافق نہ ہوں بہتر ہے۔

سید احمد کبیر رفاعیؒ کا ملفوظ

حضرت سید کبیر احمد رفاعیؒ نے فرمایا کہ خبردار یہ مت کہنا کہ یہ باتیں تو حضور ﷺ کی عادات سے متعلق ہیں (عبادات سے متعلق نہیں) اور یہ کہہ کر ان کو چھوڑ دو، کیونکہ ان کا چھوڑنا سعادت کے دروازوں میں سے بہت بڑے دروازہ کو بند کردیگا، باقی عبادات میں تو حضور ﷺ کا اتباع نہ کرنے کے لئے میرے خیال میں کسی کے پاس کوئی بھی عذر نہیں ہوسکتا، سوا اس کے کہ اس کے دل میں کفر چھپا ہوا ہو، یا پورا احمق ہو اللہ ہم کو اور تم کو اس سے بچائے۔

حضرت خواجہ معصومؒ کا قول

حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: جو شخص جس قدر بھی اتباع سنت اور عمل بالشریعۃ اور اجتناب بدعت میں زیادہ کوشش کرے گا اتنا ہی زیادہ اسے نور باطن حاصل ہوگا اور حق تعالیٰ کی راہ اس پر کھلے گی بلاشبہ اتباع سنت نجات دینے والی چیز ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا قول

اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالیٰ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ وَکُلُّھَا مَسْدُوْدَۃٌ عَلَی الْخَلْقِ اِلَّا مَنْ اِقْتَفیٰ عَلیٰ اَثَرِ الرَّسُوْلِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

اللہ تعالیٰ کی طرف پہونچنے کے بے شمار راستے ہیں۔مگر مخلوق پر تمام راستے بند ہیں ہاں صرف اُس شخص کے لئے کھلے ہوئے ہیں جو جناب محمد ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والا ہو۔

ایک دوسرے ارشاد میں حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ تصوف کا مذہب کتاب وسنت وصول سے مقید ہے۔

شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کا قول

شیخ ابوالحسن خرقانیؒ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا وارث وہ شخص ہے جو رسول کریم ﷺ کے فعل کی اقتداء کرے، نہ کہ کاغذ سیاہ کرے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا قول

خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کی پیروی واتباع پر مضبوطی اور ثابت قدمی رکھنا چاہئے اور کوئی مستحب اور ادب بھی فوت نہ ہونے پائے۔

حضرت حسن بن علیؓ کا قول

فرماتے ہیں کہ کوئی قول بغیر عمل کے درست نہیں اور کوئی قول اور عمل تصحیح نیت کے بغیر صحیح نہیں۔اور کوئی قول وعمل اور نیت سنت کی موافقت کے بغیر صحیح نہیں۔

امام رازیؒ کا ارشاد

العمل اذا کان خالصاً غیر صو اب لم یقبل وکذالك اذا کان صواباً غیر خالص۔ فالخالص ان یکون لوجه الله والصواب أن یکون علی السنة۔

عمل جو خالص ہو،صواب (صحیح) نہ ہوتو وہ مقبول نہیں،اور جو عمل صواب ہومگر خالص نہ ہو وہ بھی مقبول نہیں،عمل وہی مقبول ہوتا ہے جو خالص ہواور صواب وہ ہے جو سنت کے مطابق ہو۔

حضرت حاتم زاہدؒ کا قول

جس نے چار چیزوں کا بغیر چار چیزوں کے دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے:

(۱) جس نے اپنے مولیٰ سے محبت کا دعویٰ کیا بغیر تقویٰ اور پرہیزگاری کے تو وہ جھوٹا ہے۔

(۲) جس نے مال خرچ کئے بغیر جنت کی محبت کا دعویٰ کیا تو وہ جھوٹا ہے۔

(۳) جس نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کیا، آپ ﷺ کی سنتوں کا اتباع کئے بغیر تو وہ جھوٹا ہے۔

(۴) اور جس نے ترقی درجات کی محبت کا دعویٰ کیا، فقراء و مساکین کی محبت کے بغیر تو وہ جھوٹا ہے۔

شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کا قول

شاہ عبدالغنیؒ فرماتے ہیں کہ کشف وکرامت، حال اور وجد ورقص، اور استغراق پر اترنا، پانی پر چلنا وغیرہ کو، رضائے حق کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ امور مذکورہ غیراختیاریہ ہیں اور بندہ غیراختیاری امور کا مکلّف نہیں۔

نیز یہ حالات جوگیوں کو بھی اور فاسق وفاجر نقلی فقیروں کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ قبور کا عذاب کبھی جانوروں پر بھی منکشف ہوتا ہے۔ ہوا میں مکھی بھی اڑتی ہے، پانی پر تنکا بھی تیرتا ہے۔ ان باتوں کو بندگی سے کیا تعلق؟ بندوں سے اطاعت اور بندگی کا مطالبہ ہے اور بندگی کا وہی نمونہ پسندیدہ ہے جو حضور ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے۔

اپنی تمام حرکات وسکنات۔ اور جذبات وکیفیات کو حضور ﷺ کے نقش قدم کے تابع کر دینے ہی کا نام سچی غلامی اور سچی بندگی ہے اور یہی بندگی مقبول بندگی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول

فرماتے ہیں کہ فضیلت اور ثواب سنت کی تابعداری پر اجر وثواب کی زیادتی شریعت کی بجا آوری پر موقوف ہے۔ مثلاً قیلولہ جو سنت کے مطابق اور سنت کی متابعت کی نیت سے ہو وہ ان کروڑوں شب بیداروں سے افضل ہے جو سنت کے مطابق نہ ہوں۔

اتباع سنت کی اہمیت پر مفتی تقی عثمانی صاحب کا ملفوظ

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے آخری دور میں اصلاح کے لئے مجاہدات وریاضتوں کے بجائے کچھ آسان طریقے بتائے ان آسان طریقوں میں سے ایک طریقہ اتباع سنت ہے۔

اتباع سنت کی خاصیت

حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اتباع سنت کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں محبوبیت ہے اور محبوبیت کا خاصہ ہے کہ جب انسان اتباع سنت کا طریقہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ وَيَهْدِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ (آیت نمبر ۱۳، سورۃ شوریٰ)

اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے۔

چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں اتباع سنت میں محبوبیت کی خاصیت ہے اور اس خاصیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص بھی اتباع سنت کے راستے پر چلے گا۔ اللہ تعالیٰ خود اس کو اپنی

طرف کھینچ لے گا۔ ہمارے بزرگ فرماتے ہیں اتنے لمبے مجاہدات اور ریاضتیں کیسے کرو گے؟ البتہ ایک کام یہ کرلو کہ اپنی زندگی کو اتباع سنت کے سانچے میں ڈھال لو گویا تمہاری صبح سے لے کر شام تک کی زندگی نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کی سنت کی پیروی میں بسر ہونی چاہیئے۔

اتباع سنت کچھ مشکل نہیں

اتباع سنت کے یہ معنی ہیں کہ زندگی کے ہر کام کو اس طریقہ سے انجام دینا جو طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تجویز فرمایا اور جس پر عمل کر کے دکھایا: یہ ہے اتباع سنت۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں سنت پر عمل پیرا ہونا یہ بھی تو بڑا مشکل کام ہے۔ اس کو آپ نے آسان کیسے کہہ دیا؟ ہمارے حضرات نے اس کا بھی طریقہ تجویز کر دیا، اب کوئی آدمی کرنا ہی نہ چاہے تو وہ بات الگ ہے لیکن طریقہ تو ہمارے بزرگوں نے بتا دیا کہ ایک ہی دن میں اور ایک ہی رات میں ساری سنتوں کو تم شاید نہ کر پاؤ۔ لیکن اس راستے کی طرف چلنا شروع کرو۔

صرف زاویۂ نگاہ بدلنے کی بات ہے

جو کام آپ صبح سے شام تک کرتے ہی ہیں ان میں صرف زاویۂ نگاہ کو بدلنے کی بات ہے۔ ان کاموں کو جو آج بھی کر رہے ہیں اتباع سنت کی نیت سے انجام دینا شروع کر دیں۔ آپ کھانا کھاتے ہیں لیکن غفلت کی حالت میں کھاتے ہیں، صرف ایک بات ذہن میں ہوتی ہے کہ بھوک لگ رہی ہے لہٰذا

کھانا کھاؤ اس خیال کو تھوڑا سا بدل لیں اور کھانے کو سنت کی نیت سے کھائیں (اس میں نیت کی تبدیلی کی وجہ سے یہی کھانا قرب الٰہی کا ذریعہ بن جائے گا۔

سالہا سال اس بات کی مشق کی ہے

میرے شیخ ڈاکٹر عبدالحئی قدس اللہ سرہٗ وہ فرمایا کرتے تھے کہ الحمد للہ سالہا سال اس

بات کی مشق کی ہے کہ گھر میں پہنچے بھوک لگی ہوئی ہے، کھانا سامنے آیا لذیذ کھانا ہے، دل چاہا اس کو فوراً کھانا شروع کردیں۔ مگر ایک لمحہ کے لئے کھانے سے رک گئے اور دوسرے لمحہ میں دل میں یہ لائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمت ہے اور میرے نفس کا حق ہے اور نبی کریم ﷺ کی سنت یہ تھی کہ جب اچھا کھانا سامنے آتا تو شکرادا کر کے کھالیا کرتے تھے۔ اب اتباع سنت کا تقاضا دل میں پیدا ہوا۔ اب بسم اللہ کہہ کر شروع کردیں ایک ہی لمحے پہلے یہ سوچا رک گئے پھر دوسرے لمحے میں سارا کھالیا۔ گھر میں آئے بچہ کھیلتا ہوا اچھا لگا۔ دل چاہا گود میں لے لیں، ایک لمحہ کیلئے رک گئے اور دوسرے لمحہ یہ خیال دل میں لائے کہ نبی کریم ﷺ بچوں کے ساتھ شفقت فرماتے تھے لہٰذا اب اٹھالیا۔ مدتوں سالہا سال اس کی مشق کی ہے اس مشق کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب پہلا خیال آتا ہی نہیں بلکہ ہر موقع پر دوسرا ہی خیال آتا ہے۔ اب ساری زندگی اتباع سنت کے سانچے میں ڈھل گئی۔ بڑا آسان کام ہے لیکن تھوڑی سی مشق اور توجہ چاہتا ہے۔

آج ہی سے ارادہ کرلیں ہم گھر جائیں گے جو کام بھی کریں گے وہ اتباع سنت کی نیت سے کریں۔ اس میں نیا کام کرنیکی حاجت ہی نہیں ہے۔

سنت پر عمل پیرا ہونے کیلئے حضرت تھانویؒ کا ایک بہت ہی بہترین لائحۂ عمل

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے یہ کام کیا کہ اپنی زندگی کا جائزہ لیا۔ سارے کام چھوڑ کر تین دن اس کام میں صرف کئے کہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا جائزہ لیا کہ کونسی سنت پر عمل کرتا ہوں اور کونسی سنت پر عمل نہیں کرتا۔ اور جس پر نہیں کرتا اس پر عمل شروع کردوں۔ کہتے ہیں الحمدللہ تین دن کی محنت کے بعد راہِ عمل صاف ہوگئی اور اس کے بعد میں نے تہیہ کرلیا کہ باقی سنتوں پر عمل کروں گا۔ لہٰذا یہ کام سوچنے کا نہیں کرنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی اس طریقہ کار پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ (علامات محبت : ۱۷۷)

صادقین اور واصلین کی علامت

قرآن پاک کی ہدایات ابدی ہیں قرآن نے فرمایا کُونُوا مَعَ الصَّادِقِین (اللہ والوں کی معیت اختیار کرو) ظاہر ہے کہ اس پر عمل اسی وقت ممکن ہوگا جبکہ صادقین واصلین اور اہل اللہ ہر دور میں موجود ہوں۔ لہٰذا آج کے دور میں بھی اہل اللہ موجود ہیں۔ چاہے قلیل تعداد ہی میں سہی، مگر موجود ضرور ہیں۔ صادقین کی علامت دنیا سے بے رغبتی، آخرت ترسی، اخلاص و بے نفسی، فکر حلال روزی، ہر معاملہ میں سنت کی پیروی، علم وعمل میں پختگی، دل کی پاکیزگی ہے۔

تلاش کرنے والا ان کو پا ہی لیتا ہے اور کونوا مع الصادقین پر عمل پیرا ہونے کے لئے ان کی معیت اور صحبت کو ضروری سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر طالب حق کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔(اقوال سلف : ۶/۲۷)

بجز اتباع سنت کے قبولیت کے دروازے بند ہیں

جب تم رسول اقدس ﷺ کی اتباع کرو گے اتنا ہی بھلائی کی طرف چلو گے جتنا اتباع سنت سے دوری ہوگی اتنی ہی ہلاکت ہوگی فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک آج مقبولیت کے دروازے بند ہیں بجز اتباع رسول اقدس ﷺ کے اور آج کوئی نجات نہیں پا سکتا بغیر کامل اتباع کے۔

(مجالس مفتی اعظمؒ : ۸۰، بحوالہ مثالی نوجوان : ۶۸)

اتباع سنت میں فتح ونصرت بھی رکھی ہے

اتباع سنت میں اخروی نجات کے ساتھ دنیوی فتح ونصرت بھی مضمر ہے صحابہ کرام رضی نے بار بار اس کا تجربہ کیا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسی اطاعت واتباع سنت سے سر بلندیاں اور فتح مندیاں حاصل کیں ان کے سامنے بھی زمانے کے مسائل تھے، ان کو دشمنان اسلام کا زبردست

سامنا تھا، ان کے سامنے آج سے زیادہ خطرناک صورت حال تھی یہود مدینہ اور منافقین مدینہ کی فتنہ انگیزیاں، مشرکین مکہ کی محاذ آرائیاں، قیصر وکسریٰ کی دھمکیاں تھیں پھر بھی وہ ہر محاذ پر جمے ہوئے تھے اور چوطرفہ حملوں سے نبرد آزما ہوکر دشمن کو ہزیمت سے دوچار کرتے تھے، غزوہ نہاوند (عراق) میں فتح کا کارواں رک گیا تو مجاہدین اسلام نے دشمنوں کی طاقت پر توجہ کی بجائے اپنی کوتاہی تلاش کی، پتہ چلا کہ مہینوں سے عام طور سے مسواک کی سنت پر عمل متروک ہے، دوسرے ہی دن ہر ہاتھ میں مسواک تھی۔

اتباع کے لئے مطالعۂ سیرت ضروری ہے، احادیث وآیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یعنی عملی زندگی قول فعل کے پاکیزہ نمونے موجود ہیں انہیں پر دین کی بنیاد ہے، صحیح ابن حبان کی حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا رجحان ومیلان میری سنت کی طرف ہوگا وہ کامیاب ہوگا اور جس کا میلان میری سنت کے خلاف ہوگا وہ ہلاک ہوجائے گا۔ (صحیح ابن حبان ج۱ حدیث ۱۱) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تمسك بسنتي عند فسا د — جس نے امت میں فتنہ وفساد کے وقت
أمتي فله أجر مائة شهيد۔ — میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا
(مشکوٰۃ شریف ص ۳۰) — اس کو ایک سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

من رغب عن سنتي فليس مني (مسلم) جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فالذين آمنوا به وعزروه و — تو وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے اور انکی
نصروه واتبعوا النور الذی — تائید ورفاقت کی اور ان کی مدد کی اور اتباع
أنزل معه أولئك هم — کیا اس نور ہدایت کا جو آپ کے ساتھ

المفلحون۔ (اعراف ۱۵۷) اتارا گیا بس وہی لوگ کامیاب ہیں۔

مسلمانوں کی موجودہ پریشانی وبدحالی اور ہمہ گیر انحطاط وزوال کے مادی اسباب وعلل جو کچھ بھی بیان کئے جائیں لیکن درحقیقت وہ سیرت رسول سے ناواقفیت اور اتباع سنت سے پہلو تہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی زندگی سے بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے ہے ورنہ جن حالات سے آج امت محمدیہ کو سامنا ہے اس سے زیادہ خطرناک صورت حال عہد رسول ودور صحابہ میں تھی مگر وہ کامیاب تھے، کامیابی کی اسی شاہ کلید کی آج ہم سب کو ضرورت ہے۔(الشارق دوماہی رسالہ ۲۸ سنہ ۱۴۲۹ ذی الحجہ محرم الحرام بمطابق جنوری فروری سنہ ۲۰۰۸ء (ص ۳۵)

باب ﴿۶۴﴾

اتباع سنت پر ابھارنے والا مرزا بے دل کا دلسوز قلب کو گرمانے والا روح کو تڑپانے والا عجیب وغریب واقعہ

داڑھی منڈا کر سنتِ رسول کو ڈھا کر رسول اللہ ﷺ کے دل پر آرے ضرور چلاتے ہو

بسا اوقات کوئی دل سوز تقریر، نصیحت آمیز واقعہ اور کوئی چبھتا ہوا جملہ انسان کی زندگی میں ایسے گہرے نقوش چھوڑ جاتا ہے جو رفتارِ زمانہ اور مرورِ ایّام کے باوجود بھی باقی رہتے ہیں، بلکہ وہی واقعہ اور جملہ اس کی زندگی کا رخ متعین کر دیتا ہے، اس کی شخصیت کی تعمیر وتزئین اور اس کے موقف کی تعیین کرتا ہے، نتیجتاً ایک دن اس کے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ اگر اس تقریر، واقعے اور اس جملے کے انمٹ نقوش اس کی ذات میں نہ ہوتے تو اس کی وہ حیثیت نہ ہوتی

جواس وقت ہے اور نہ ہی وہ ان کارناموں کو عملی جامہ پہنا پاتا جس کی اسے توفیق ملی۔

کسی رسالے میں ایک واقعہ پڑھا تھا کہ فارسی کے مشہور شاعر مرزا قتیل (بے دل) نے ایک عارفانہ نظم لکھی جو کسی طرح ایران پہنچ گئی، وہاں ایک صاحب بہت متأثر ہوئے اور باقاعدہ مرزا صاحب کی زیارت وملاقات کے لیے ہندوستان آئے، جب مرزا صاحب کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ مرزا صاحب داڑھی منڈا رہے ہیں، انھوں نے حیرت واستعجاب سے عرض کیا'' آغا ریش می تراشی؟'' (جناب! آپ بھی داڑھی منڈاتے ہیں) مرزا صاحب نے شوخی سے جواب دیا:'' بلے ریش می تراشم، دل کسے نمی تراشم'' (ہاں! داڑھی تراشتا ہوں کسی کا دل نہیں دکھاتا ہوں) بے دل صاحب کے مخاطب بھی صاحب دل تھے نہایت عاجزی انکساری اور دردمندی سے بے دل صاحب سے مخاطب ہوئے اور بولے:'' ہاں، ہاں! آپ کسی کا دل نہیں دکھاتے لیکن داڑھی منڈا کر اور سنت رسول کو ڈھا کر اپنے پیارے رسول محمد عربی ﷺ کے دل پر آرے ضرور چلاتے ہیں''۔

ایک جملے نے مرزا بے دل کی زندگی میں انقلاب برپا کردیا

دل سے نکلی ہوئی یہ بات'' بے دل'' کے دل پر گری، لیکن بجلی بن کر نہیں، ابر رحمت بن کر، اور انھیں پانی پانی کر گئی، حاضر جوابی اور شوخی کی جگہ ندامت وشرمندگی نے لے لی، اور اس نے بے دل کو ایسا'' بیکل'' کردیا کہ داڑھی نہ منڈانے کا فیصلہ کئے بغیر انھیں چین نہ آیا، فوراً گناہ کا اقرار کرتے ہوئے گویا ہوئے!

جزاک اللہ چشمم باز کردی مرا باجانِ جاں ہم راز کردی

اللہ تمہیں جزائے خیر دے تم نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے محبوب سے باخبر کردیا۔

ایک جملہ نے ان کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا: دل کی دنیا ہی بدل ڈالی اور ان کی زندگی میں ایسے گہرے نقوش ثبت کر دیئے جو خود ان کے لیے بھی باعث سعادت بنے اور دوسروں کے لیے بھی درس عبرت ہیں۔

آؤ تھوڑی دیر کے لیے دل پر پتھر رکھ کر سوچیں، تصور کریں کہ ہمارے اعمال بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں، اعمال کی اس گٹھری میں کیا کچھ نہیں ہے، جھوٹ، غیبت، بہتان، چغلی، حسد، خیانت، بغض، عداوت، بہتان تراشی، دل آزاری، بددیانتی، ناپ تول میں کمی، وعدہ خلافی، ایذارسانی سب کچھ ہے، نہ امر بالمعروف کی فکر، نہ نہی عن المنکر سے کوئی واسطہ، نہ دل میں خدا کا خوف، نہ عمل میں کوئی احتیاط، فواحش ومنکرات کے رسیا، طاعات وعبادات سے بیزار، نہ ہماری زبانوں سے کوئی محفوظ، نہ ہمارے ہاتھوں سے کوئی مامون، حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، دونوں کی حق تلفی اور دونوں شکوہ سنج ان کرتوتوں کا احاطہ کیوں کر ممکن ہو اور ان کے بیان کی تاب قلم کہاں سے لائے؟ علامہ اقبالؒ نے ہمارے انھیں کرتوتوں کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں یہود — یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کر شرمائیں ہنود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو — تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

واقعہ بھی یہی ہے سب کچھ ہونے کے باوجود ہم حقیقی اسلام سے کوسوں دور ہیں، وہ اسلام جو ظاہر وباطن میں یکسانیت کا تقاضہ کرتا ہے، جو زبان وہاتھ سے بھی دوسروں کو ایذارسانی کی اجازت نہیں دیتا، وہ اسلام جو چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی تعظیم کا حکم دیتا ہے، وہ اسلام جو ناداروں، یتیموں اور مسکینوں کی دیکھ ریکھ اور ان کے دکھ درد میں شرکت کا حکم دیتا ہے، وہ اسلام جو بھوکوں کو کھانا کھلانے، سلام کو عام کرنے، نیکی پھیلانے اور برائیوں سے روکنے کا حکم دیتا ہے، وہ

اسلام جو راستے سے بھی تکلیف دہ چیز کے دور کرنے کا حکم دیتا ہے، وہ اسلام جو اپنے ماننے والوں کو مساوات اور اتحاد و اتفاق کی تعلیم دیتا ہے، وہ اسلام جو امن و سلامتی اور زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کو انسانیت کی تعلیم دیتا ہے۔ آج ہمارے اندر اسی حقیقی اسلام کی کمی ہے۔

چنانچہ جب ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا اسلام صرف نماز تک محدود ہے، اور دوسرے کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ نماز کے ساتھ کچھ اور بھی دینی کام انجام دے لیتے ہیں لیکن جب تقریبات اور رنج و غم کے مواقع میں اسلامی قانون بتایا جاتا ہے اور تجارت و معیشت کے احکام سنائے جاتے ہیں تو کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں اور منکر ہو جاتے ہیں، اور احکام اسلام پر عمل کرنے سے جی چراتے ہیں، بلکہ بعض تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہماری روزی کا معاملہ ہے (گویا روزی کمانے کے بارے میں اسلام کا کوئی قانون ہی نہیں) العیاذ باللہ۔

یہ صورت حال مسلمانوں کے تقریبا تمام ہی طبقے میں ہے کہ جو قرآنی حکم اپنے فائدے کے مطابق ہو اسے تو ماننے کے لیے تیار ہیں اور جو حکم طبیعت کے خلاف ہو، اپنے مفاد کے موافق نہ ہو اسے نہیں مانتے، حاکم و محکوم، سرمایہ دار، فیکٹری کے مالک، مستاجر و اجیر، کسان و مزدور سب ہی اپنے ذاتی منافع، اپنی آرا، قبیلوں کے رواج اور سرداروں کے فیصلوں کو ترجیح دیتے ہیں، قرآن کی طرف دیکھنے کو تیار نہیں ہوتے، یہ ہمارے لیے ہی نہیں بل کہ پوری امت مسلمہ کے لیے ایک بڑا المیہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے پورے طور پر اسلام میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّها الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادخلوا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّه قدموں کے پیچھے نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، سو اگر تم
لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ہ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ لغزش کھا جاؤ بعد اس کے کہ تمہارے پاس واضح دلیلیں آ چکی ہیں تو
بَعْدِ مَا جَاءَ تْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْا تو جان لو کہ اللہ رب العزت زبردست حکمت والا ہے۔
أَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (سورہ بقرہ ۲۰۸/۲۰۹)

آیت کریمہ میں اہل ایمان کو مخاطب بنایا گیا ہے اور ایمان کا واسطہ دے کر فرمایا گیا ہے کہ اگر تم واقعی مومن ہو تو اسلام کے احکام کو پورا پورا قبول کرو، حاکم ہو یا محکوم، بڑا ہو یا چھوٹا، شہری ہو یا دیہاتی، تاجر ہو یا کاری گر، کارخانے دار ہو یا مزدور و کسان، سب اسلام پر پوری طرح چلیں، کوئی بھی کسی دوسرے کا منہ نہ دیکھے، ہر ایک اپنی ذمے داری کو سامنے رکھے۔ اور پوری طرح اسلام میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز و روزہ حج و زکوٰۃ کے علاوہ معیشت و معاشرت، تجارت و سیاست سفر و حضر، دوکان و مکان، آفس و بازار، رنج و غم، خوشی و مسرت غرضے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں احکام اسلام کو اپنائیں، دو چار کاموں ہی میں اسلام کو محدود نہ رکھیں۔

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہے کہ دین اسلام زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے، اسلام کے علاوہ کوئی ایسا دین نہیں ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہو، دنیا کتنی بھی ترقی کر جائے اور کیسے ہی حوادث و نوازل کا ظہور ہو جائے ان سب کا حکم اسلام میں موجود ہے، اور وہ شخص جو اپنے آپ کو مومن کہتا ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دم بھرنے والا ہے اس کے لیے لازم ہے کہ وہ تمام احکام شرعیہ کو اپنی عملی زندگی میں اپنائے، اپنے ظاہر اور باطن دونو

ں کوسدھارنے اورسنوارنیکی کوشش کرے بلکہ خدااوررسول اللہ ﷺ کاایسا سچااورحقیقی عاشق بن جائے کہ اپنے ہرایک عمل کوخدااوررسول کی رضامیں رنگے بغیراسے چین وسکون نہ آئے۔

مگرافسوس کی بات یہ ہے کہ کتنے ایسے لوگ ہیں جومحبت رسول کےاور عاشق رسول ہونے کے دعوے دار ہیں،لیکن وہ اپنےعمل،طرز معاشرت اوراپنی ہیئت وشکل سے سرکاردوعالم ﷺ کا دل دکھانے میں کوئی تأمل نہیں کرتے، چنانچہ کتنے ایسے لوگ ہیں جو کھلے عام داڑھی منڈاتے ہیں اوران کا دل ذرا بھی نہیں پسیجتا کہ وہ حضور ﷺ کی سنت کی توہین کرکے آپ ﷺ کا دل دکھاتے ہیں،اور بعض لوگ تو ایسے ہیں جنھیں اگرسمجھایا جائے تو برامان جاتے ہیں اورالٹے جواب دینے لگتے ہیں کہ کیا داڑھی ہی میں اسلام ہے؟ ایسے لوگوں کواگر یہ جواب دیا جائے تو کیا غلط ہوگا؟ کہ اسلام تو ہراسلامی چیز میں ہے،فرائض وواجبات کا تو خیر بڑا درجہ ہے مستحبات تک میں اسلام ہے،داڑھی تو بڑی چیز ہےاس میں اسلام کیوں نہیں ہے؟ بلکہ اسلام تو سنت کے مطابق استنجا کرنے میں بھی ہے،اور رسول اللہ ﷺ نے جوکچھ فرمایا،کرکے دکھایا سب میں اسلام ہے۔

آؤمرزا''بے دل'' کے واقعہ کوہم ایک بار پھر پڑھیں،شاید ہمارے دل میں بات اثر کرےاور ہماری کایاپلٹ جائےاور ہم متبعِ سنت بن جائیں

اگر ہمارے دل میں رسول خدا ﷺ کے تئیں گہری عقیدت ہو،اوراگر بے دل کی بات ہمارے دل پر اثر انداز نہ ہوتو ہمیں خود کے بے''دل'' ہونے پر شبہ نہ ہونا چاہئے۔کسی بد بخت کی جانب سے اگر رسول خدا ﷺ کی شان میں گستاخی ہوتو ہماری غیرت جوش میں آجاتی ہے اور بلاشبہ آنا ہی چاہیے،ایک مؤمن اہانت رسول کوکیسے برداشت کرسکتا ہے؟لیکن خدارا ذرا اس

حقیقت پر بھی تو ٹھنڈے دل سے غور کیجیے کہ رسول اللہ ﷺ کا دل دکھانے کے مجرم ہم بھی تو ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ گستاخان رسول زبان وقلم سے اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں، اور ہم اپنی غفلتوں اور بداعمالیوں سے رسول اللہ ﷺ کے لیے قلبی اذیت کا باعث بنتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ پھر ہماری غیرت جوش میں کیوں نہیں آتی اور ہمیں اپنے اوپر غصہ کیوں نہیں آتا؟

ہم یہ بھی تو دیکھیں کہ روزمرہ کی زندگی میں اخلاقی قدروں کے زوال کے باوجود بھی آج تک یہ پاس ولحاظ باقی ہے کہ ہماری کسی کوتاہی یا لغزش کا علم کسی ایسی شخصیت کو نہ ہونے پائے جس سے ہمارا عقیدت ومحبت کا تعلق ہے۔ کیا رسول خدا ﷺ کی ذات اقدس سے بڑھ کر عقیدت ومحبت کا حق دار کوئی ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس سلسلے میں کوتاہی کیسی؟ ضرورت اس بات کی ہے کہ ''رسول خدا ﷺ کا دل دکھانے کے تو ہم بھی مجرم ہیں'' اس کا احساس اپنے اندر جگائیں، جس لمحہ یہ احساس جاگ اٹھے گا ہم بھی مرزا بے دل کی طرح بیکل ہو اٹھیں گے، اور دل کی کایا پلٹ جانے اور من کی دنیا بدل جانے میں انشاءاللہ دیر نہ لگے گی۔

(ماہنامہ نداء شاہی ص۔۴۹) مئی ۲۰۰۵، مضمون نگار مولانا مصلح الدین قاسمی استاد ادب عربی مدرسہ شاہی مراداباد)

التماس

احقر کے سامنے اہتمام سنت کے اتنے واقعات ہیں کہ یہ کتاب بھی ان کے لئے پوری نہیں پڑے گی۔ لیکن سب کا مقصد اور خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی سنتوں میں بڑی کشش اور نورانیت رکھی ہے جو ان سنتوں کا اہتمام کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین بندہ بن جائے گا۔ محبت الٰہی کے حصول کے لئے سنت نبوی ﷺ کا ہر ہر عمل میں اہتمام کرنا لازم ہے۔ ایک شخص ساری رات سوتا ہے اگر وہ سنت کے مطابق وضو کر کے داہنی کروٹ پر سوئے گا دعائیں پڑھ کر تو یہ ساری رات اس شخص کا میٹر چلتا رہے گا۔ ایک لمحہ کے لئے اعمال نامہ بند نہیں

ہوگا۔ کیونکہ مسلمان کی چوبیس گھنٹہ کی زندگی دین ہے۔

امت کے اندر اہتمام سنت کے اعتبار سے بہت زیادہ کمی ہے دل تو بہت چاہ رہا ہے کہ اس پر کچھ لکھوں لیکن کتاب کے طوالت کی وجہ سے بندہ انہی واقعات پر اکتفا کرتا ہے۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ بندے کو (۱۰۰) سو فیصد زندگی سنت کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور پوری امت محمدیہ ﷺ کو بھی توفیق بخشے، آمین۔

مؤلف کی دیگر تصانیف

۱	اسلام کے فرائض وواجبات	......	مطبوعہ
۲	رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں	اول	مطبوعہ
۳	رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں	دوم	مطبوعہ
۴	رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں	سوم	مطبوعہ
۵	مختصر رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں	اول	مطبوعہ
۶	اسلام کے مستحبات وآداب	......	زیر طبع
۷	اسلام کے مکروہات	......	زیر طبع
۸	حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے	اول	مطبوعہ
۹	حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے	دوم	زیر طبع
۱۰	حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے	سوم	زیر طبع
۱۱	تاثیر ذکر اور ذکر کے ۳۷ر فوائد	......	مطبوعہ
۱۲	آدابِ مریدین	......	زیر طبع
۱۳	ارکان خمسہ اور اس کے متعلق دوسو معتبر احادیث	......	زیر طبع
۱۴	احب الاعمال الی اللہ والی رسولہ	......	زیر طبع
۱۵	خلاصۂ تصوف	......	مطبوعہ

١٦	رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنتیں (شافعی)	اول	مطبوعہ
١٧	روح القرآن (فی تفسیر ایات الاحکام)	اول	مطبوعہ
١٨	روح القرآن (فی تفسیر ایات الاحکام)	دوم	زیر طبع
١٩	روح القرآن (فی تفسیر ایات الاحکام)	سوم	زیر طبع
٢٠	ذکر کی تاثیر	......	مطبوعہ
٢١	احب العمال الی اللہ والی رسولہ	......	زیر طبع

مؤلف سے رابطے کے لئے پتہ

HAZRAT MAULANA MUFTI IKRAAMUDDEEN SAHIB (D.B)

Dahela State, Ashrafeeya Apartment,Block .No.2 " Rander ",

Distt : Surat,(G.J)India , pin : 395005.

E - Mail : shaikhikramuddin111@ gmail.com

Mo.+91-9898378997.9898525130

-:ناشر:-

مکتبۂ فیض فقیه الامت

MAKTABA-E-FAIZ-E-FAQEEHUL UMMAT

Dahela State, Ashrafeeya Apartment,Block .No.2 " Rander ",

Distt : Surat,(G.J)India , pin : 395005.

مئولف کی دیگر اہم تصانیف

(۱)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں	جلد (۱)	مطبوعہ
(۲)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں	جلد (۲)	مطبوعہ
(۳)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں	جلد (۳)	مطبوعہ
(۴)	اسلام کے فرائض اور واجبات		مطبوعہ
(۵)	اسلام کے مستحبات وآداب		زیر طبع
(۶)	اسلام میں مکروہات		زیر طبع
(۷)	خلاصۂ تصوف	جلد اول	مطبوعہ
(۸)	خلاصۂ تصوف	جلد ثانی	زیر طبع
(۹)	تاثیرِ ذکر اور ذکر کے ۳۷ فوائد		مطبوعہ
(۱۰)	آدابِ مریدین		زیر طبع
(۱۱)	ارکانِ خمسہ اور اس کے متعلق دوسو معتبر احادیث		زیر طبع
(۱۲)	احب الاعمال الی اللہ والی رسولہ		زیر طبع
(۱۳)	حلال بھی واضح ہے حرام بھی واضح ہے		مطبوعہ

مکتبۂ فیضِ فقیہ الامّت

MAKTABA-E- FAIZE FAQIHUL UMMAT

DEHLA STREET, ASHRAFIA APPT. BLOCK NO-2
RANDER, SURAT, GUJARAT PHONE:09898378997